تاریخ احمدیت

جلد دوازدہم

یورپ کی رُوحانی فتح کیلئے نئے احمدیہ مشنوں کے قیام
سے لیکر ربوہ کے عالمی مرکز کی بنیاد تک

مؤلفہ
دوست محمد شاہد

النّاشر:- ادارۃ المصنّفین، ربوہ

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد یازدہم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن	:	2007
تعداد	:	2000
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت قادیان
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

ISBN - 181-7912-118-6

TAAREEKHE-AHMADIYYAT

(History of Ahmadiyyat

Vol-11 (Urdu)

By: Dost Mohammad Shahid

Present Edition : 2007

Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian-143516

Distt.Gurdaspur (Punjab) INDIA

Printed at : Printwell Amritsar

ISBN - 181-7912-118-6

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے سفر تورخم کا ایک یادگار فوٹو

(۶ شہادت ۱۳۲۷ ہش اپریل ۱۹۴۸ء۔ ناموں کی تفصیل ضمیمہ میں درج ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جا بجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے مؤرخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الٰہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مدنظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخِ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۱۲ کو جلد نمبر ۱۱ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخِ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر واشاعت قادیان بھی تاریخِ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کررہی ہے ایڈیشن اول کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کردی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں اُن کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد یازدہم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار

برہان احمد ظفر درّانی

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تاریخ احمدیت کی بارھویں جلد

(رقم فرمودہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب صدر عالمی عدالت)

امسال ادارۃ المصنفین کی طرف سے "تاریخ احمدیت" کی بارھویں جلد طبع ہو کر احبابِ جماعت کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ اس کے بیشتر حصہ کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں صقلیہ، فرانس، سپین، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ میں اشاعتِ اسلام کے لئے جماعتِ احمدیہ کے نئے مشنوں کے قیام کا ذکر ہے اور اس بات کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے کہ کن حالات میں یہ مشن قائم ہوئے اور احمدی مبشرین نے کس کس رنگ میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ ادا کرنے میں مساعئ جمیلہ کیں اور ان مساعی کے نتیجہ میں اب تک کس قدر سعید روحیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آ جمع ہوئی ہیں۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کے بعد حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جب لاہور تشریف فرما تھے تو آپ نے پاکستان کے بڑے بڑے شہروں پشاور، راولپنڈی، کوئٹہ اور کراچی میں استحکامِ پاکستان کے متعلق لیکچر دیئے تھے۔ ان لیکچروں میں حضور رضی اللہ عنہ نے اس بات کو مفصل طور پر بیان فرمایا کہ پاکستان ایک مضبوط، متحد اور مستحکم مملکت کیسے بن سکتی ہے۔ ان لیکچروں کی تفصیل بھی اس جلد میں بیان کر دی گئی ہے۔ اگر آج بھی اہالیانِ پاکستان ان امور کو مشعلِ راہ بنائیں تو پاکستان ایک مضبوط اور قابلِ احترام مملکت بن سکتا ہے۔

اسرائیلی حکومت کے قیام پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مسلمانانِ عالم کو متحد کرنے کی غرض سے ایک بین الاقوامی تحریک اٹھائی تھی جس پر مشرقِ وسطی کے مسلم پریس نے بالاتفاق خراجِ تحسین ادا کیا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ اس فتنہ پر کاری ضرب لگانے کے لئے حضور رضی اللہ عنہ کی تحریک کو اپنائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس جدّوجہد کا بھی اس جلد میں ذکر ہے۔

کتاب کے آخر میں پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کے عالمی مرکز — ربوہ — کے قیام

اور افتتاح کا ذکر ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جماعت کو بکھرنے کے بعد مضبوط شیرازے میں جمع کر دیا اور ایسا عظیم مرکز عطا کیا جس سے پھر اعلائے کلمۃ اللہ کا کام شروع ہوگیا اور مبشرینِ اسلام بیرونِ پاکستان اشاعتِ اسلام کے لئے جانے لگے۔ الغرض یہ جلد پہلی جلدوں کی طرح نہایت ضروری اور اہم اُمور پر مشتمل ہے۔

ہمارے نوجوانوں کا اپنی تاریخ سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے اس لئے مَیں جماعت کے نوجوانوں سے خصوصاً اور دیگر احبابِ جماعت سے عموماً درخواست کرتا ہوں کہ وہ نئی جِلد کو جلد از جلد حاصل کرلیں اور پہلی شائع شدہ جِلدوں کا اگر اُنہوں نے مطالعہ نہیں کیا تو ان کا مطالعہ بھی کریں تا وہ مقصد جس کے حصول کے لئے ہم نے تن، من، دھن قربان کرنا ہے وہ ہر وقت ہمارے سامنے رہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

والسّلام

خاکسار

ظفراللہ خان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے تاریخ احمدیت کی بارھویں جلد مکمل ہو کر احباب کی خدمت میں پیش ہو رہی ہے۔ گیارھویں جلد میں اُن واقعات کا ذکر تھا جو ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد رونما ہوئے نیز ہجرت کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جس عزم اور بہادری سے جماعت کے نظام کو دوبارہ قائم فرمایا اس کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس جلد میں حضورؓ کی اس عظیم جدّوجہد کا ذکر ہے جو آپ نے پاکستان میں وارد ہونے کے بعد استحکام پاکستان کے لئے کی۔ آپؓ نے لاہور، کراچی، کوئٹہ اور پشاور کا سفر اختیار کیا اور ملکِ عزیز کے ان بڑے بڑے شہروں میں پبلک لیکچر دیئے جن میں ان اُمور کو مفصّل طور پر بیان فرمایا جن کو مدِّنظر رکھنے سے پاکستان مضبوط بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہے۔ حضورؓ کے ان بصیرت افروز خطبات سے آپ کی عظیم بصیرت اور ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کا اہم مشن دُنیا میں اسلام کی اشاعت ہے۔ اس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے صقلیہ، فرانس، سپین، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ میں جن حالات میں تبلیغی مشن قائم ہوئے اور مبلغین کو جو جدّوجہد کرنی پڑی اس کا بھی مفصّل ذکر جلد کے شروع میں کیا گیا ہے۔

پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کے عالمی مرکز ـــ ربوہ ـــ کا قیام ہماری تاریخ میں ایک عظیم واقعہ ہے۔ اس کا افتتاح کس رنگ میں عمل میں آیا اس کا مفصّل ذکر بھی اِس جلد کا حصہ ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ لگایا گیا ہے جس میں افتتاحِ ربوہ کے موقع پر افتتاح کی مُبارک تقریب میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنے والے احباب کے اسماء کا اندراج کیا گیا ہے۔ اِسی طرح سیّدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بعض خطوط کا عکس

بھی دیا گیا ہے۔

ادارۃ المصنّفین تمام اُن اصحاب کا جنہوں نے اِس جِلد کی تیاری میں کسی نہ کسی رنگ میں مدد کی ہے دِلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان سب کی محنت کو نوازے اور اپنے فضلوں کا وارث کرے۔ (آمین)

خاکسار

ابوالمنیر نور الحق

ادارۃ المصنّفین ربوہ

کتابت:۔ حمید الدین۔ ربوہ

فہرست مضامین تاریخ احمدیت جلد دوازدہم

عنوان	صفحہ
دیباچہ تحریر فرمودہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب	
پہلا باب	
یورپ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید کے نئے احمدی مشنوں کی بنیاد سے لے کر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کے متفرق مگر اہم واقعات تک۔	۱
فصل اوّل	
احمدیہ مسلم مشن فرانس کا قیام	۷
اسلام کا دورِ اوّل اور فرانس	
حضرت مصلح موعودؓ کا قیامِ فرانس، تبلیغِ اسلام کے لئے جدوجہد اور پُرسوز دعائیں۔	۹
فرانس میں تبلیغی مشکلات	۱۰
دوسری جنگِ عظیم کے بعد فرانس میں احمدیہ مسلم مشن کا قیام۔	۱۲
احمدی مجاہدین کے پیرس میں پہلے تین روز	۱۲
فرانس مشن کی پہلی رپورٹ	۱۴
تبلیغ کی قانونی اور سرکاری اجازت اور پریس کانفرنس سے تبلیغی سرگرمیوں کا باضابطہ آغاز۔	۱۶
رائٹر کے نامہ نگار کا ایک مضمون "اسلام کا نیا حملہ یورپ پر"۔	۱۷
فرانس میں پہلا تبلیغی پبلک جلسہ	۲۰
عیسائی لیڈروں کو قبولِ اسلام کی دعوت	۲۰
سفرِ بلجیئم	۲۱
مرکز پر بوجھ ڈالے بغیر مشن جاری رکھنے کا عزم	۲۲
اہلِ کلیسا کے غلط نظریات کی تردید کے لئے تبلیغی لیکچروں کا سلسلہ۔	۲۳
فرانسیسی لٹریچر کی تیاری	″
پہلی فرانسیسی رُوح کا قبولِ اسلام	۲۴
مجاہدِ فرانس کی مرکز میں واپسی	″
تبلیغی مساعی کا فرانس پر اثر	″
فصل دوم	
احمدیہ مسلم سپین مشن کا احیاء اور اس کی شاندار اسلامی خدمات۔	۲۶
حضرت امیر المومنین کا نہایت اہم بیان مجاہدینِ سپین کے پہنچنے پر۔	۲۷
سپین میں تبلیغی مشکلات	۲۹
روسی ترجمان کا قبولِ اسلام	۳۰
دو ہسپانوی باشندوں کا قبولِ اسلام	۳۱
لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" کے ہسپانوی ترجمہ کی اشاعت۔	۳۳
کتاب کی مقبولیت	۳۵

عنوان	صفحہ
حضرت مصلح موعودؓ کا اظہارِ خوشنودی	۳۶
حضرت مصلح موعودؓ کا مکتوبِ گرامی بارسلونہ کی ایک ہسپانوی خاتون کے جواب میں۔	″
اسلامی اصول کی فلاسفی کے ہسپانوی ترجمہ کی اشاعت	۳۷
احمدیہ مشن کی دیگر ابتدائی نو سالہ عمومی سرگرمیاں (از ماہ ظہور/اگست ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء تا امان/مارچ ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء)	۴۲
نو مسلموں کی تعلیم و تربیت	۴۴
اسلام پر سرکاری پابندی	″
حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے خطبہ جمعہ میں زبردست احتجاج۔	۴۶
جماعتِ احمدیہ کی طرف سے منظّم احتجاج	۵۰
مشرقی پاکستان کے مسلم پریس کا احتجاج	″
تبلیغِ اسلام پر پابندی کے بعد سے خلافتِ ثانیہ کے اختتام تک (۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء تا ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء)	۵۳
تقاریب و اجتماعات میں شرکت	۵۶
تبلیغ بذریعہ خطوط	۵۷
چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی سپین میں تشریف آوری	″
سپین مشن کی نشأۃِ ثانیہ خلافتِ ثالثہ میں	۵۸
اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر ترسیل اور اس کے اثرات۔	″
سربراہِ مملکت سپین کے نام تبلیغی مکتوب	۵۹
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک سفرِ سپین۔	۶۰
قرطبہ میں ورودِ مسعود	۶۱
غرناطہ میں آمد	″
شوکتِ اسلام کے لئے حضور کی پُرسوز دعائیں اور ان کی قبولیت پر آسمانی بشارت۔	″
غرناطہ سے طلیطلہ تک	۶۴
مراجعت	۶۵
حضرت امیر المومنین کے انٹرویو کی اشاعت میڈرڈ کے مشہور اخبار میں۔	″
احمدیہ مسلم مشن سپین رجسٹرڈ ہو گیا	۶۷
دار التبلیغ سپین کی شاندار خدمات پر ایک طائرانہ نظر	۶۸
افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان سفیروں کو پیغامِ حق۔	۶۹
احمدیہ مشن کے ذریعہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والوں کے اسماء۔	″
سپین کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی پُرشوکت پیشگوئی۔	۷۱
فصل سوم	
صقلیہ (سسلی) میں اشاعتِ اسلام	۷۱
حضرت مصلح موعودؓ کا عزم بالجزم	۷۲
مبلغینِ اسلام کا سسلی میں ورود	″
سیدنا المصلح الموعودؓ کی طرف سے اظہارِ خوشنودی	۷۴
فصل چہارم	
سوئٹزرلینڈ مشن کا قیام	۷۶
زیورچ میں احمدی مجاہدین کے ابتدائی چھ ایام	۷۸

عنوان	صفحہ
ٹریکٹ "قبر مسیح" کی اشاعت اور احمدی مبلغین کو ملک سے باہر نکالنے کی مسیحی سازش۔	۸۱
تبلیغی اجلاسوں کا نہایت مفید سلسلہ	۸۳
سوئٹزرلینڈ مشن کے ذریعہ جرمنی میں اشاعتِ اسلام	۸۴
ابتدائی دَور میں قبولِ اسلام و احمدیت کرنے والے خوش نصیب۔	۸۶
رسالہ "الاسلام" کا اجراء اور اس کی مقبولیت	۸۷
تبلیغی ٹریکٹوں اور جرمن ترجمہ قرآن کی اشاعت اور اس کے وسیع اثرات۔	۹۱
جرمن ترجمہ قرآن پر سوئس پریس کے شاندار تبصرے	۹۴
حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ کا زیورک میں ورودِ مسعود	۱۰۹
زیورک میں حضرت مصلح موعودؓ کی نہایت اہم دینی مصروفیات	۱۱۱
رومن کیتھولک کے پوپ کو تبلیغِ اسلام	۱۱۳
احمدیہ مشن کی اسلامی خدمات اور حلقہ مخالفین	"
سوئٹزرلینڈ کے علمی طبقوں میں اسلام کا عام چرچا	۱۱۸
آسٹریا میں تبلیغِ اسلام	۱۱۹
احمدیہ گزٹ کا اجراء	۱۲۱
زیورک میں تعمیر مسجد کے لئے قطعہ زمین کا حصول	"
قطعہ زمین پر کھدائی اور دُعا	۱۲۲
اخراجات کے تعلق میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا فوری اقدام۔	۱۲۳
حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے دستِ مبارک سے سوئٹزرلینڈ کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد	"
چندہ مسجد کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پُرزور اور مؤثر تحریک۔	۱۳۰
سوئٹزرلینڈ کے عیسائی چرچ کا ردِّ عمل	۱۳۱
مسجد کی تکمیل اور اخبارات میں چرچا	۱۳۴
مسجد محمود سوئٹزرلینڈ کا چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (صدر جنرل اسمبلی) کے ہاتھوں پُرشوکت افتتاح۔	۱۳۵
مسجد محمود کے ملک گیر اثرات و برکات	۱۴۱
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر سوئٹزرلینڈ میں۔	۱۴۴
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک سفرِ سوئٹزرلینڈ۔	۱۴۵
مسجد محمود میں ۱۳۴۹ھ / ۱۹۷۰ء کی تقریب عید الاضحیہ	۱۴۷
فصل پنجم	
احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کا قیام	۱۴۸
مستقل مشن کا قیام	۱۵۳
مبلغِ اسلام کی ابتدائی تبلیغی سرگرمیاں	۱۵۴
دو مجاہدین تحریکِ جدید کی آمد اور حلقہ تبلیغ میں وسعت۔	۱۶۰
لائیڈن یونیورسٹی کے مسلم طلباء کے اجلاس	"
ہالینڈ میں تبلیغی ٹریکٹوں کی اشاعت اور اُن کا اثر	۱۶۱
تبلیغی اجلاسوں کا آغاز	"
ابتدائی ولندیزی احمدی	"
ملکہ ہالینڈ اور پرنسس کے نام تبلیغی خطوط	۱۶۴
پریس کے رویّہ میں خوشگوار تبدیلی	"

عنوان — صفحہ

مبلغینِ اسلام کی ہالینڈ میں سہ روزہ کانفرنس — ۱۶۵
ڈچ ترجمہ قرآن کی طباعت و اشاعت — ۱۶۷
ملکۂ ہالینڈ اور عمائدِ مملکت کو قرآن مجید کا تحفہ اور پریس۔ — ۱۷۲
مسجد ہالینڈ کے لئے قطعہ زمین کا حصول — ۱۷۴
مسجد ہیگ کی ابتدائی خبر ڈچ اخبارات میں — ۱۷۵
حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے چندہ کی تحریک اور احمدی مستورات کا شاندار مالی جہاد — ۱۷۷
سنگِ بنیاد — ۱۷۹
حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام — ״
افتتاح کی بابرکت تقریب — ۱۸۰
تکمیل مسجد کے لئے مزید چندہ کی تحریک — ۱۸۱
ہالینڈ میں حضرت مصلح موعودؓ کی تشریف آوری — ۱۸۳
مرکزِ احمدیت سے دوسرے مجاہدینِ اسلام کی آمد — ״
ڈچ رسالہ "الاسلام" کا اجراء — ۱۸۵
ایک مشہور عیسائی پادری سے پبلک مناظرہ — ״
کیتھولک اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں کا اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ اور حضرت مصلح موعودؓ کا پُرحکمت ارشاد — ۱۸۷
تبلیغی دورے — ״
مذاہبِ عالم کانفرنس میں اسلام کی موثر نمائندگی — ۱۸۸
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سرزمینِ ہالینڈ میں دوبارہ ورودِ مسعود۔ — ۱۸۹
خدائے ذوالجلال کی قدرت کے ایک نشان کا ظہور — ۱۹۰
کیتھولک سنٹر کو دعوتِ مقابلہ — ۱۹۴
ترکی اور مراکش کے مسلمانوں کی خدمت — ۱۹۵
نابیناؤں کے لئے ڈچ ترجمہ قرآن کے لئے خصوصی تعاون۔ — ״
عیسائی حلقوں کی طرف سے ہالینڈ میں چرچ کے زوال کا واضح اعتراف۔ — ۱۹۶
ہالینڈ میں اسلام کی واضح پیش قدمی اور ابتدائی فتوحات عیسائی چرچ کی نظر میں۔ — ۱۹۷
ہالینڈ میں جماعتِ احمدیہ کی اسلامی خدمات مسلم زعماء کی نظر میں۔ — ۲۰۹
ہالینڈ مشن کا پیدا کردہ لٹریچر — ۲۱۲
ہالینڈ کے بعض مخلص احمدیوں کا تذکرہ — ۲۱۳
احمدیہ دارالتبلیغ ہالینڈ میں نامور شخصیتوں کی آمد — ۲۱۶

فصل ششم

احمدیہ مسلم مشن بورنیو کا قیام — ۲۱۷
احمدیت کا نفوذ — ۲۱۸
مستقل مشن کا قیام — ۲۲۰
بورنیو میں دوسرے مجاہدینِ احمدیت کی آمد — ۲۲۴
بورنیو میں ٹھوس علمی لٹریچر کی اشاعت — ״
جماعت کی سرگرمیوں سے عیسائی حلقوں میں اضطراب اور احمدیت کے خلاف عیسائی حکومت کی مخالفت کا آغاز۔ — ۲۲۵
لِنگ کونگن اسٹیٹ میں دورے — ۲۲۶
جیسلٹن میں پہلا جلسہ پیشوایانِ مذاہب — ۲۲۷
جیسلٹن میں پہلا پبلک جلسہ — ״

عنوان	صفحہ
رسالہ PEACE کا اجراء	۲۲۸
داناؤ میں احمدی مبلغ اور جماعتِ احمدیہ کے خلاف فتنہ۔	۲۲۹
مباحثہ داناؤ	۲۳۲
حکومت کی مسلم کش پالیسی کے خلاف مؤثر آواز	۲۳۳
مشرقی ساحل میں احمدیت کی آواز	۲۳۴
حضرت مصلح موعودؓ کی بعض خصوصی ہدایات	۲۳۵
وسیع تبلیغی دورہ	۲۳۷
ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب کا سفرِ فلپائن	״
برونائی اسٹیٹ میں احمدیت	۲۳۸
پاکستانی باشندوں میں تنظیم کی جدوجہد	״
سراوک کے خیرسگالی وفد کو پیغامِ حق	״
مبلغین کا تعارفی دورہ	״
افریقی ایشیائی جرنلسٹوں سے ملاقات	۲۳۹
نئی مشکلات	״
ریڈیو پر احمدیت کے خلاف پروپیگنڈا اور اس پر احتجاج۔	״
احمدیہ مسلم سالانہ کانفرنس کی بنیاد	״
سابا کی احمدی جماعتیں	۲۴۰
بعض مخلصین کا تذکرہ	۲۴۱
فصل ہفتم	
عدن مشن کا قیام	۲۴۳
عدن کا محلِ وقوع اور تبلیغی اہمیت	״
عدن مشن کے قیام کا پس منظر	۲۴۴
مبشرِ اسلامی کا عدن میں ورود	۲۴۴
ابتدائی تبلیغی سرگرمیاں	״
سرکاری مخالفت	۲۴۶
علماء کی مخالفت	״
شیخ عثمان میں دارالتبلیغ کا قیام اور اس کے عمدہ اثرات۔	۲۴۷
عبداللہ محمد شبوطی کی قبولِ احمدیت	״
علماء کی طرف سے کمشنر کو عرضی اور اس کا ردّ عمل	۲۴۸
ڈاکٹر فیروزالدین صاحب کا انتقال	״
ایک اور عالم آغوشِ احمدیت میں	۲۴۹
عیسائی مشنری کا تعاقب	۲۵۰
مباحثے اور انفرادی ملاقاتیں	״
بیرونی شخصیتوں تک پیغامِ حق	۲۵۱
مبلغِ عدن کی واپسی	״
ایک عربی مکتوب کی اشاعت	״
محمود عبداللہ شبوطی کا عزمِ ربوہ	۲۵۲
پہلا پبلک جلسہ	״
محمود عبداللہ شبوطی کی مراجعتِ وطن اور تبلیغِ حق	״
فصل ہشتم	
کوائفِ قادیان	۲۵۳
(از ۱۶ ماہِ نبوت/نومبر تا ۳۱ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء)	
درویشانِ قادیان کے لیل و نہار	״
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے اہم خطوط۔	۲۵۵

عنوان	صفحہ
فصل نہم	
۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	
چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اقوامِ متحدہ میں مسئلہ فلسطین سے متعلق پُرشوکت تقریر	۲۶۴
حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کا سفرِ انگلستان۔	۲۶۸
بیرونی مشنوں کے حالات	۲۶۹
مجاہدینِ احمدیت کی بیرونی ممالک کو روانگی اور واپسی	۲۷۰
چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا تقرر وزیرِ خارجہ پاکستان کی حیثیت سے۔	۲۷۱
۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کی نئی مطبوعات	۲۷۳
بعض جلیل القدر صحابہ کا انتقال	″
دوسرا باب	
حضرت مصلح موعودؓ کی استحکامِ پاکستان سے متعلق مغربی پاکستان کے مشہور شہروں میں پبلک تقاریر سے لے کر جماعتِ احمدیہ کے نئے مرکز ربوہ کی بنیاد تک۔	۲۷۷
(خلافتِ ثانیہ کا پینتیسواں سال ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء)	
فصل اوّل	
استحکامِ پاکستان کے لئے کراچی، پشاور، راولپنڈی اور کوئٹہ میں نہایت ولولہ انگیز پبلک تقریریں، بیش قیمت ارشادات نیز دوسری جماعتی و دینی مصروفیات۔	۲۸۰
سفرِ سندھ و کراچی	۲۸۲
لاہور سے ناصر آباد تک	۲۸۲
ناصر آباد میں قیام اور کراچی کے لئے روانگی	۲۸۷
کراچی میں آمد	″
خطبہ جمعہ میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا اختیار کرنے کی تحریک۔	۲۸۸
خالق دینا ہال میں عظیم الشان پبلک لیکچر	۲۹۲
تھیوسافیکل ہال میں خواتینِ اسلام سے انقلاب انگیز خطاب۔	۲۹۶
کراچی میں پریس کانفرنس	۳۰۱
جماعتِ احمدیہ کو تین بنیادی نصائح	۳۰۲
سفرِ پشاور	۳۰۹
گاڑی پشاور شہر کے اسٹیشن پر	۳۱۱
پشاور میں پہلا پبلک لیکچر	۳۱۲
لنڈی کوتل کے شنواری اور آفریدی سرداروں کے ایک وفد کی ملاقات۔	۳۱۳
اخبار "الجمعیۃ" (پشاور) میں حضرت مصلح موعودؓ کا اہم بیان۔	۳۱۴
پاکستان خبر رساں ایجنسی اور پہلی تقریر	۳۱۵
پشاور میں دوسرا پبلک لیکچر	۳۱۶
حضرت امیر المومنینؓ کے ارشادات خصوصی تقاریب میں	″
پشاور میں مجلسِ علم و عرفان	۳۱۷
قیامِ پشاور کے آخری دن کی غیر معمولی مصروفیات	۳۱۸
پشاور سے چارسدہ تک	۳۲۰
چارسدہ سے اوتمان زئی اور خان برادران سے ملاقات	۳۲۱

عنوان	صفحہ
اوتمان زئی سے راولپنڈی تک	۳۲۲
راولپنڈی کے جلسۂ عام میں حضرت مصلح موعودؓ کا اثرانگیز خطاب اور اس کا پریس میں چرچا۔	″
الفضل کے نامہ نگارِ خصوصی کی رپورٹ	۳۲۷
راولپنڈی سے واپسی	۳۲۹
سفرِ کوئٹہ	″
حضرت مصلح موعودؓ کے لئے رہائش گاہ کا انتظام اور مخلصینِ کوئٹہ کے اخلاص و ایمان کا روح پرور نظارہ۔	۳۲۹
کوئٹہ میں آمد	۳۳۲
جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کی طرف سے مہمان نوازی	۳۳۳
حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کا مسلمانانِ بلوچستان سے پہلا بصیرت افروز خطاب	۳۳۶
بلوچستان پریس میں ذکر	۳۴۳
پنجاب پریس میں خبر	۳۴۴
"پاکستان کا مستقبل" کے موضوع پر ایمان افروز تقریر	″
اوڑک کا تفریحی سفر	۳۵۰
حضرت امیرالمومنینؓ کے پُرشوکت خطباتِ جمعہ اور عید، حقیقت افروز تربیتی تقریریں و مجالسِ علم و عرفان اور روح پرور درس القرآن۔	۳۵۱
علمائے کوئٹہ کی مخالفت اور سعید الفطرت لوگوں کا احمدیت کی طرف رجوع۔	۳۵۸
ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کی المناک شہادت	۳۵۹
بلوچستان اور پنجاب کے مشہور اخبارات کی طرف سے پُرزور مذمت۔	۳۶۱

عنوان	صفحہ
فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں تذکرہ۔	۳۶۵
حضرت مصلح موعودؓ کا ردِّ عمل	۳۶۶
حضرت مصلح موعودؓ کے قلبی تاثرات اور پُرجلال پیشگوئی۔	۳۶۷
کوئٹہ سے مراجعت	۳۶۸
فصل دوم	
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا اہم مکتوب چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کے نام	۳۶۹
ہندو پریس کا جماعتِ احمدیہ کے خلاف گمراہ کن اور زہریلا پروپیگنڈا۔	۳۷۲
قادیان سے متعلق ایک نہایت اہم جماعتی عہدنامہ	۳۷۶
حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام پنجاب یونیورسٹی کی اردو کانفرنس کے نام۔	″
جماعتِ احمدیہ کی طرف سے نصاب کمیٹی حکومتِ مغربی پنجاب کو مخلصانہ مشورہ۔	۳۷۷
فصل سوم	
فتنۂ صیہونیت کے خلاف زبردست اسلامی تحریک اور استعماری طاقتوں کی سازش۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح کی وفات پر حضرت امیرالمومنینؓ کا بیان۔ پُرمعارف مضمون "احمدیت کا پیغام" اس کی مقبولیت اور غیرملکی زبانوں میں تراجم۔ مینارڈ ہال میں حضرت امیرالمومنینؓ کا اہم لیکچر۔	۳۸۳
استعماری طاقتوں کی سازش اور اس کا انکشاف	۳۹۳

عنوان	صفحہ
بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی وفات اور سقوطِ حیدر آباد کے مصائب اور حضرت مصلح موعودؓ	۴۰۳
حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے رسالہ "احمدیت کا پیغام" کی تصنیف و اشاعت، اور اسکی مقبولیت اور غیرملکی زبانوں میں تراجم۔	۴۰۶
حضرت امیرالمومنینؓ کا بصیرت افروز لیکچر مینارڈ ہال لاء کالج لاہور میں۔	۴۰۸
فصل چہارم	
حضرت مصلح موعودؓ کے مقدس ہاتھوں سے اشاعتِ اسلام کے نئے مرکزِ توحید ربوہ کا رُوح پرور افتتاح	۴۱۰
مرکزِ پاکستان کی مجوزہ اراضی کا تاریخی پس منظر	۴۱۰
حضرت مصلح موعودؓ کی فوری ہدایات مرکزِ پاکستان کی اراضی سے متعلق۔	۴۱۱
تعمیر کمیٹی کی تشکیل	۴۱۳
چنیوٹ اور احمد نگر میں مرکزی ماحول کے استحکام کے لئے اہم ذیلی انتظامات۔	۴۱۵
جماعت کو مرکزِ پاکستان کی نسبت پہلی اطلاع اور بعض فیصلوں کا اعلان۔	۴۱۷
مرکزِ پاکستان میں جگہ حاصل کرنے کے لئے مخلصینِ جماعت کی طرف سے مثالی جوش و خروش۔	۴۲۰
بستی کی آبادی میں قانونی پیچیدگی اور اس کے ازالہ کے لئے خصوصی ارشادِ مبارک۔	۴۲۱
افتتاحِ مرکز کے ابتدائی انتظامات	۴۲۲
مرکزِ پاکستان کا نام "ربوہ" رکھا گیا۔	۴۲۳
افتتاحِ ربوہ کے انتظامات کے لئے ذمہ دار اصحاب کا تقرر۔	۴۲۴
لاہور سے ربوہ کے لئے پہلے قافلہ کی روانگی	۴۲۴
لاہور سے ربوہ کے لئے دوسرے قافلہ کی روانگی	۴۲۷
حضرت مصلح موعودؓ کی تشریف آوری اور نمازِ ظہر کی ادائیگی۔	۴۲۹
حضرت مصلح موعودؓ کا بصیرت افروز خطاب	۴۳۰
اجتماعی دُعا	۴۴۲
پانچ بکروں کی قربانی	۴۴۳
نئے مرکز کا پہلا پھل	"
ربوہ اور اس کی وجہ تسمیہ کی نسبت حضرت مصلح موعودؓ کا اعلان۔	۴۴۴
ضمیمہ تاریخِ احمدیت	
حضرت مصلح موعودؓ کا مکتوب مبلّغ اسلام سپین کی بیگم صاحبہ کے نام۔	۴۴۵
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا گرامی نامہ مبلّغِ سپین کی بیگم صاحبہ کے نام۔	۴۴۸
اسماء گروپ فوٹو بمقام تورخم	۴۵۱
حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک کلمات ڈاکٹر غفور الحق خان صاحب کوئٹہ کے معروضات کے جواب میں۔	۴۵۳
افتتاحِ ربوہ کی تقریب میں شامل اصحاب	۴۶۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ * نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

پہلا باب

یورپ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید کے نئے احمدی مشنوں کی بنیاد سے لیکر ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کے متفرق مگر اہم واقعات تک

غرناطہ کی آخری مُسلم ریاست پر نویں صدی ہجری اور پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں عیسائی بادشاہ فرڈی نینڈ کا قبضہ ہوا اور مسلمانوں کے پاؤں یورپ سے بالکل اُکھڑ گئے۔ اس حادثہ سے لیکر آج تک مغربی ممالک اپنی سیاسی بالادستی اور عالمی اقتدار کے باعث اسلام کے راستہ میں ایک زبردست اور فولادی دیوار بنے ہوئے ہیں جس کا جلد سے جلد پاش پاش کر دینا ملّتِ اسلامیہ کا اوّلین فرض ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کی رُوحانی فتح تحریکِ احمدیت کا بُنیادی مقصد اور اس کے نصب العین کا لازمی حصہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندِ جلیل امام الزمان حضرت سیّدنا المسیح الموعود والمہدی المسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے

بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دُنیا میں بھیجا گیا۔" [1]

حضرت اقدس علیہ السلام کے دل میں یورپ پر اسلام کا جھنڈا گاڑنے کی کتنی شدید تڑپ تھی؟ اس کا کسی قدر اندازہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ایک چشم دید واقعہ سے ہوتا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؓ کی روایت ہے کہ:-

"غالباً ۹۸-۱۸۹۷ء کا ذکر ہے ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حضورؑ کے اندر کے کمرے میں بیٹھا تھا کہ باہر سے ایک لڑکا پیغام لایا کہ قاضی آل محمد صاحب آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت ضروری پیغام لایا ہوں حضور خود سُن لیں۔ حضورؑ نے مجھے بھیجا کہ ان سے دریافت کرو کیا بات ہے؟ قاضی صاحب سیڑھیوں میں کھڑے تھے مَیں نے جا کر دریافت کیا اُنہوں نے کہا کہ مجھے حضرت مولوی محمد احسن صاحب نے بھیجا ہے ایک نہایت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے اور خود حضرت صاحب کو ہی سُنانی ہے۔ مَیں نے پھر جا کر عرض کیا کہ وہ ایک عظیم الشان خوشخبری لائے ہیں اور صرف حضورؑ کو ہی سُنانا چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا آپ پھر جائیں اور انہیں سمجھائیں کہ اِس وقت مجھے فرصت نہیں وہ آپ کو ہی سُنا دیں اور آپ آکر مجھے سُنا دیں۔ مَیں نے حکم کی تعمیل کی اور قاضی آل محمد صاحب کو سمجھایا کہ وہ خوشخبری مجھے سُنا دیں مَیں حضرت صاحب کو سُنا دیتا ہوں۔ تب قاضی صاحب نے ذکر کیا کہ ایک مولوی کا مباحثہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب کے ساتھ تھا اور اُس مولوی کو خوب پچھاڑا اور لتاڑا گیا اور شکستِ فاش دی گئی۔ مَیں نے آکر یہ خبر حضرت صاحبؑ کے حضور عرض کی۔ حضورؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا "مَیں نے سمجھا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے"۔" [2]

گو جماعتِ احمدیہ کا قیام ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء [3] کو ہوا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں

---

[1] "الوصیت" صفحہ ۶ طبع اوّل ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء میگزین پریس قادیان ۔ [2] "ذکرِ حبیب" مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ ۵ طبع اوّل۔ ایضاً "سیرت المہدی" حصہ اوّل صفحہ ۲۸۹-۲۹۰ (مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ) طبع ثانی ستمبر ۱۹۳۵ء ناشر احمدیہ کتاب گھر قادیان ۔ [3] اِس سلسلہ میں ملاحظہ ہو تحقیقی مقالہ بعنوان "بیعتِ اولیٰ کی تاریخ" مطبوعہ "الفرقان" ربوہ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۵۰ہش/۱۹۷۱ء صفحہ ۱۷-۳۱۔

مغربی دنیا میں تبلیغِ اسلام کی بنیاد ۱۸۸۵ء سے رکھی گئی جبکہ حضور نے خدا تعالیٰ کی منشاء مبارک کے مطابق نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ہزاروں کی تعداد میں انگریزی کا یہ انعامی اشتہار یورپ اور امریکہ کی تمام نامور شخصیتوں کو رجسٹری کر کے بھجوایا۔ اس اشتہار کا متن "سُرمہ چشم آریہ" میں شائع شدہ ہے۔

۱۸۹۴ء میں حضورؑ نے مسلمانوں کو یورپ میں واعظ بھجوانے کی پُرزور تحریک کی اور فرمایا:۔

"قُومُوا لِإِشَاعَةِ الْقُرْآنِ وَسِيرُوا فِي الْبُلْدَانِ وَلَا تَصْبُوا إِلَى الْأَوْطَانِ وَفِي الْبِلَادِ الْانْكِلِيزِيَّةِ قُلُوبٌ يَنْتَظِرُونَ إِعَانَتَكُمْ وَجَعَلَ اللّٰهُ رَاحَتَهُمْ فِي مُعَانَاتِكُمْ فَلَا تَصْمُتُوا صُمُوتَ مَنْ رَأَى وَتَعَامَى وَدُعِيَ وَتَعَامَى أَلَا تَرَوْنَ بُكَاءَ الْأَحْزَانِ فِي تِلْكَ الْبُلْدَانِ وَأَصْوَاتَ الْخُلَّانِ فِي تِلْكَ الْعُمْرَانِ۔ قُومُوا لِتَخْلِيصِ الْعَانِينَ وَهِدَايَةِ الضَّالِّينَ وَلَا تَكُبُّوا عَلَى سَيْفِكُمْ وَسِنَانِكُمْ وَاعْرِفُوا أَسْلِحَةَ زَمَانِكُمْ فَإِنَّ لِكُلِّ زَمَانٍ سِلَاحٌ آخَرُ وَحَرْبٌ آخَرُ فَلَا تُجَادِلُوا فِيمَا هُوَ أَجْلَى وَأَظْهَرُ وَلَا شَكَّ أَنَّ زَمَانَنَا هٰذَا يَحْتَاجُ إِلَى أَسْلِحَةِ الدَّلِيلِ وَالْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ لَا إِلَى الْقَوْسِ وَالسَّهْمِ وَالسِّنَانِ فَأَعِدُّوا لِلْأَعْدَاءِ مَا تَرَوْنَ نَافِعًا عِنْدَ الْعُقَلَاءِ وَلَنْ يُمْكِنَ أَنْ يَكُونَ لَكُمُ الْفَتْحُ إِلَّا بِإِقَامَةِ الْحُجَّةِ وَإِزَالَةِ الشُّبْهَةِ وَقَدْ تَحَرَّكَتِ الْأَرْوَاحُ لِطَلَبِ صَدَاقَةِ الْإِسْلَامِ فَادْخُلُوا الْأَمْرَ مِنْ أَبْوَابِهِ... فَإِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَفِي الصّٰلِحٰتِ رَاغِبِينَ فَابْعَثُوا رِجَالًا مِنْ زُمْرَةِ الْعُلَمَاءِ لِيَسِيرُوا إِلَى الْبِلَادِ الْانْكِلِيزِيَّةِ كَالْوُعَظَاءِ لِيُتِمُّوا عَلَى الْكَفَرَةِ حُجَجَ الشَّرِيعَةِ الْغَرَّاءِ... وَلَا شَكَّ أَنَّ تَفْهِيمَ الضَّالِّينَ الْغَافِلِينَ وَاجِبٌ عَلَى الْعُلَمَاءِ الْعَارِفِينَ فَقُومُوا لِلّٰهِ وَأَشِيعُوا هُدَاهُ وَلَا تُؤَمِّلُوا عَلَيْهَا جَزَاءً مِنْ سِوَاهُ... فَإِنْ فَعَلْتُمْ وَكَمَا قُلْتُ عَمِلْتُمْ فَبَقِيَ لَكُمْ مَآثِرُ الْخَيْرِ إِلَى آخِرِ الزَّمَانِ وَتُبْعَثُونَ مَعَ أَحِبَّاءِ الرَّحْمٰنِ وَتُحْشَرُونَ فِي عِبَادِ اللّٰهِ الْمُجَاهِدِينَ فَاسْمَعُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ وَقُومُوا لِلّٰهِ تَائِبِينَ ... وَمَنْ ذَهَبَ إِلَى الْبِلَادِ الْانْكِلِيزِيَّةِ خَالِصًا لِلّٰهِ فَهُوَ أَحَدٌ مِنَ الْأَصْفِيَاءِ

وَإِنْ تُدْرِكْهُ الْوَفَاتُ فَهُوَ مِنَ الشُّهَدَاءِ" [1]

ترجمہ:۔ قرآن کے شائع کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور شہروں میں پھرو اور اپنے ملکوں کی طرف میل مت کرو۔ اور انگریزی ولایتوں میں ایسے دل ہیں جو تمہاری مددوں کے انتظار کر رہے ہیں۔ اور خدا نے تمہارے رنج اور ان کے رنج میں راحت رکھی ہے پس تم اس شخص کی طرح چُپ مت ہو جو دیکھ کر آنکھیں بند کرے۔ اور بُلایا جاوے اور پھر کنارہ کرے۔ کیا تم ان مُلکوں میں ان بھائیوں کا رونا نہیں سُنتے اور ان دوستوں کی آوازیں تمہیں نہیں پہنچتیں؟ اے لوگو!! قیدیوں کو چھڑانے کے لئے اور گمراہوں کی ہدایت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور تلوار اور نیزوں پر افروختہ ہو کر مت گرو اور اپنے زمانہ کے ہتھیاروں اور اپنے وقت کی لڑائیوں کو پہچانو کیونکہ ہر ایک زمانہ کے لئے ایک الگ ہتھیار اور الگ لڑائی ہے پس اس امر میں مت جھگڑو جو ظاہر ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ ہمارا زمانہ دلیل اور بُرہان کے ہتھیاروں کا محتاج ہے۔ تیر اور کمان اور نیزہ کا محتاج نہیں پس تم دشمنوں کے لئے وہ ہتھیار تیار کرو جو عند العقلاء نافع ہیں۔ اور ہرگز ممکن نہیں جو بغیر حجّت قائم کرنے اور شبہات دُور کرنے کے تمہیں فتح ہو اور بلا شبہ رُوحیں اسلامی صداقت طلب کرنے کے لئے حرکت میں آگئی ہیں۔ پس تحصیلِ مقصد کے لئے دروازہ میں سے داخل ہو۔ پس اگر تم سچے ہو اور صلاحیت کی طرف راغب ہو تو علماء میں سے بعض آدمی مقرر کرو تا کہ واعظ بن کر انگریزی ملکوں کی طرف جائیں اور تا کافروں پر شریعت کی حُجّت پُوری کریں اور کچھ شک نہیں کہ گمراہوں کا سمجھانا عالموں پر فرض ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اس کی ہدایت کو پھیلاؤ اور اس پر کسی اور کے بدلہ کی اُمید مت رکھو پس اگر تم نے ایسا کیا اور میرے کہنے پر عمل کیا تو اخیر زمانہ تک نیک یادگار تمہاری باقی رہے گی اور تم مقبولوں کے ساتھ اُٹھائے جاؤ گے اور خدا کے مجاہد بندوں میں تمہارا حشر ہوگا سو جوانمردی دکھلاؤ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ اور فرمانبردار بن کر اُٹھ کھڑے ہو۔ اور جو شخص وعظ کے لئے انگریزی ملکوں کی طرف خالصاً للہ جائے گا پس وہ برگزیدوں میں سے ہوگا۔ اور اگر اس کو موت آجائے گی تو وہ شہیدوں میں سے ہوگا۔"

عصرِ حاضر کے مجاہدِ اعظم سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغی جہاد کی اس پُرزور تحریک کے بعد خدا کی پاک وحی سے علم پاکر ایک مسلم یورپ اور مسلم امریکہ کا تخیّل پیش کرتے ہوئے یہ خوشخبری

[1] "نور الحق" حصّہ ثانیہ صفحہ ۵۰ تا ۵۵ طبع اوّل۔ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ۔ مئی۔ جون ۱۸۹۴ء مطبع مفید عام لاہور۔

دی کہ :-

"خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے ... کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابُود ہو چکی ہے۔ اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پَودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اُس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ مَیں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دئے ہیں جو میری باتوں کو ماننے کے لئے مستعد ہوں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دُنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دُنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسٰیؑ کی خدائی کے دِلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بُتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بُہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں۔ اور گو وہ لوگ ابھی رُوحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزارہا بیہودہ رسُوم اور بدعات اور شرک کی رسّیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اُتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں مَیں اُمید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایتِ الٰہی ان میں سے بُہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکا دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی۔ یہ اُمید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔" ؎۱

حضرت اقدس علیہ السّلام نے اس رُوحانی انقلاب کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کا صحیح اور واحد طریق حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا :-

"آجکل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف

؎۱ لیکچر "اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب" صفحہ ۳۴-۳۵ طبع اوّل مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء

نہیں اور نہ ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ امتیازی باتیں جو کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں اور خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ اور ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ ان تمام دلائل کو جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائے ہیں۔" لے

سیدنا المصلح الموعودؓ نے حضرت امام الزمان مہدی مسعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ طریقِ تبلیغ کو عملی جامہ پہنانے اور مغربی ممالک کے کونے کونے تک حقیقی اسلام کی آواز پہنچانے کے لئے سب سے پہلا اور بروقت قدم یہ اُٹھایا کہ انگلستان میں احمدیہ دار التبلیغ کا قیام فرمایا اور پے درپے مبلغ بھجوانے شروع کئے۔ جب اسلامی دعوۃ و تبلیغ کی راہ کسی قدر ہموار ہوگئی تو حضور جولائی ۱۹۲۴ء میں بنفسِ نفیس یورپ تشریف لے گئے تا ان ممالک کے تفصیلی حالات و مشکلات کا قریب سے مطالعہ کرنے اور وہاں کے ہر طبقہ اور ہر نقطۂ خیال کے لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد تبلیغِ اسلام کی ایک مستقل سکیم اور ایک مکمل نظام تجویز فرمائیں۔ اس مبارک سفر نے جو قریباً ساڑھے چار ماہ میں اختتام کو پہنچا۔ نہ صرف یورپ کی اسلامی مہم جو اَب تک نہایت محدود اور بالکل ابتدائی اور مختصر صورت میں تھی پہلے سے زیادہ منظّم اور تیز کر دی بلکہ اس کے اثرات انگلستان سے نکل کر آہستہ آہستہ یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی پھیلنے لگے۔ اس کے بعد تحریکِ جدید جیسی عالمی تحریک کا آغاز ہوا جس کے مجاہد ۱۹۳۶ء میں سپین، ہنگری، البانیہ اور یوگوسلاویہ تک اور ۱۹۳۷ء میں اٹلی اور پولینڈ تک جا پہنچے اور یورپ کے ان خطوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت یافتہ شاگردوں کی زبانوں سے براہِ راست اسلام کا پیغام سُنا لیکن ابھی یہ تبلیغی مُہم ابتدائی مراحل ہی سے گزر رہی تھی کہ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو دوسری عالمگیر اور خوفناک جنگِ عظیم چھڑ گئی جس کا خاتمہ ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء کو ہوا۔ چھ سال کے اِس درمیانی عرصہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی پُوری توجہ ان مجاہدین تحریکِ جدید کی تربیت کی طرف رکھی جنہوں نے حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خدمتِ اسلام کے لئے زندگیاں وقف کی تھیں۔ چنانچہ جونہی بیرونی ممالک کے رستے کھلنے شروع ہوئے

لے بدر قادیان ۲۱ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

آپ نے ۱۰ ماہ فتح ۱۳۲۴ ہش / دسمبر ۱۹۴۵ء کو نو مجاہدین کا ایک قافلہ قادیان سے انگلستان روانہ فرمایا جس نے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس ؓ امام مسجد لنڈن کی نگرانی میں تبلیغی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے فرانس ۔سپین ۔سسلی ۔سوئٹزرلینڈ اور جرمنی میں احمدیہ مشن قائم کر دیئے۔ ان مشنوں کو ابتداء میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں؟ تبلیغی سرگرمیوں کے شروع کرنے اور جاری رکھنے کیلئے کن ذرائع کو بروئے کار لایا گیا اور ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟ وغیرہ ضروری اُمور کا مفصل ذکر ذیل میں ہر مشن کے تحت کیا جاتا ہے۔

فصل اوّل

احمدیہ مسلم مشن فرانس کا قیام

اسلام کا دورِ اوّل اور فرانس

فرانس کا مشہور ملک برِاعظم یورپ کے شمال مغرب میں واقع ہے جو سپین کے شمال میں ہے اور اس سے ملحق ہے۔ فرانس میں اسلام کا نام پہلی بار ۹۲ھ / ۷۱۰ء میں پہنچا جبکہ مشہور عالم مسلمان جرنیل طارق بن زیاد فتحمندی کا جھنڈا لہراتے ہوئے جبل الطارق (جبرالٹر) تک پہنچ گئے۔ ۹۳ھ / ۷۱۱ء میں امیر افریقہ موسیٰ بن نُصَیر نے پورے اندلس پر مسلم حکومت قائم کر دی[1] اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (ولادت ۶۱ھ / ۶۹۰ء۔ وفات ۲۵ رجب ۱۰۱ھ فروری ۷۲۰ء) نے جن کو سیدنا مہدی مسعود علیہ السلام نے نیک اور عادل بادشاہ قرار دیا ہے[2] السمح بن مالک خولانی کو کمانڈر بنا کر بھجوایا[3]۔ تاریخ سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ اسلامی لشکر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کے پہلے ہی سال ۹۹ھ / ۷۱۸ء میں کوہ پیرینیز (PYRENEES MOUNTAINS) کو عبور کر کے فرانس کی سرحد میں

---

[1] ابن خلدون حصہ پنجم باب ۲۳ (تالیف علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون المغربی۔ ولادت ۷۳۲ھ / ۱۳۳۲ء۔ وفات ۸۰۸ھ / ۱۴۰۶ء)

[2] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۵ طبع اوّل۔

[3] ترجمہ "نفح الطیب" صفحہ ۶۵ از علامہ شہاب الدین ابو العباس التلمسانی المقری (۱۵۹۲ء - ۱۶۱۸ء) مترجم مولوی خلیل الرحمٰن سرادھوی مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علیگڑھ ۱۹۲۱ء۔

داخل ہو چکا تھا اور گال (GAUL) قوم سے معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔[1] پروفیسر فلپ۔کے۔حِتی۔ السمح بن مالک خولانی کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ۷۲۰ء میں السمح نے سپتمانیہ (SEPTIMANIA) اور اربونہ کو فتح کر لیا۔ اربونہ کی گڑھی کو بعد میں عربوں نے ایک بڑا قلعہ بنا دیا اور اس میں اسلحہ اور اناج کے گوداموں کے ساتھ ایک اسلحہ ساز کارخانہ بھی قائم کر دیا۔ اسی سال السمح نے ڈیوک اکوتانیا کے صدر مقام تولوز کو فتح کرنے کی کوشش کی اور وہیں جامِ شہادت نوش کیا۔[2] فرانسیسی مؤلف و محقق ڈاکٹر گستاولی بان لکھتا ہے "آٹھویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے فرانس پر حملہ کیا تو یہ ملک ان بادشاہوں کی حکومت میں تھا جو سلاطین کاہل الوجود کے نام سے مشہور ہیں۔ جاگیرداروں اور اُمراء کے مظالم سے حالت ابتر ہو رہی تھی اور اسی لئے وہ بآسانی عربوں کے ہاتھ آ گیا اور انہوں نے بلا کوشش بلیغ اکثر جنوبی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ پہلے انہوں نے لانگے ڈاک میں ناربان کے شہر کو فتح کیا اور ۷۲۱ء میں ایکی ٹین کے پایہ تخت تُورس کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے یکے بعد دیگرے کارکاسان۔ نیم لیان۔ ماکان۔ اوتون وغیرہ کو فتح کیا اور دریائے رون صوبہ جات اور ڈافینے اور برگان کے صوبوں تک پہنچ گئے۔ فرانس کا آدھا ملک دریائے لوآر کے کنارے سے فرانش کانتے تک بتدریج عربوں کے قبضہ میں آ گیا۔"[3] نیز لکھتا ہے "۷۳۷ء میں مارسیلز کے حاکم نے ان سے پروونس لے لیا اور انہوں نے آوَل پر قبضہ کیا ۸۸۹ء میں وہ سینٹ ٹروپے میں موجود تھے اور دسویں صدی تک ان کا دخل پروونس پر رہا۔ ۹۲۵ء میں وہ وآلپے اور سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گئے تھے۔ اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ مُسّس تک آ گئے تھے۔"[4]

علامہ شہاب الدین ابو العباس المقری کی کتاب "نفح الطیب" سے معلوم ہوتا ہے کہ عساکرِ اسلامیہ امیر عبدالرحمٰن الاوسط بن الحکم اول کی زیر سرکردگی ۲۲۶ھ/۸۴۰-۴۱ء میں فرانس سے پیش قدمی کرتے ہوئے برطانیہ تک

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (ENCYCLOPAEDIA BRITANICA) زیر لفظ سپین جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۹۔ پروفیسر کے۔ حِتی کی تحقیق کے مطابق جبال البرانس کو سب سے پہلے الحرّ بن عبدالرحمٰن الثقفی نے ۷۱۷ء یا ۷۱۸ء میں عبور کیا تھا (THE ARABS, A SHORT HISTORY) ابن حیانؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ کے حکم سے قرطبہ میں ایک شاندار پل تعمیر کیا گیا تھا اور آپ ہی کے فرمان شاہی سے قرطبہ دار السلطنت قرار پایا ("نفح الطیب" مؤلفہ علامہ مقریؒ)۔

[2] "عرب اور اسلام" صفحہ ۸۶ "دی عربس۔ اے شارٹ ہسٹری" مترجم پروفیسر سیّد مبارز الدین صاحب رفعت ایم۔اے محمد معین خان صاحب بی۔اے۔ ناشر ندوۃ المصنفین۔ دہلی۔

[3] "تمدنِ عرب" (ترجمہ) صفحہ ۲۸۵-۲۸۷۔ از ڈاکٹر گستاولی بان۔

[4] ایضاً۔

جا پہنچے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا قیام فرانس تبلیغِ اسلام کیلئے جدّوجہد اور پُرسوز دُعائیں

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے فرانس میں تبلیغِ اسلام کی سرگرمیوں کا براہِ راست آغاز ۱۹۲۴ء میں ہُوا جبکہ حضرت مصلح موعودؓ اپنے خدام کے ساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد فضل لنڈن کا سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد ۲۶ر اکتوبر سے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۴ء تک فرانس کے دارالحکومت پیرس میں رونق افروز رہے۔[۱] پیرس کے ریلوے سٹیشن پر مسٹر خالد شیلڈریک امام مسجد پیرس اور مسٹر گوسٹن ڈیوریند (نمائندہ HAVER ایجنسی[۲]) نے حضور کا استقبال کیا۔ مسٹر گوسٹن ڈیوریند نے ایک انٹرویو کے دوران پوچھا کہ آپ کے سفر کا مقصد کیا ہے؟ حضرت امیر المومنین نے فرمایا:۔

"مَیں اس غرض سے یورپ میں سفر کر رہا ہوں کہ یورپ کی مذہبی حالت کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر صحیح اندازہ کروں جس سے مجھ کو ان ممالک میں اشاعتِ اسلام کے لئے ایک مستقل سکیم تیار کرنے میں مدد ملے۔ اور میرا یہ مقصد ہے کہ چونکہ مَیں دُنیا میں صُلح کا جھنڈا بلند کرنا چاہتا ہوں میں دیکھوں کہ مشرق اور مغرب کو کونسے اُمور ملا سکتے ہیں۔" [۳]

اسی طرح الجیریا کے ممتاز مسلم لیڈر سید محمد سماوی ممبر سپریم کونسل کو بھی بتایا کہ مغربی ممالک میں جانے سے میرا مدعا یہ ہے کہ ان ممالک کی مذہبی حالت کا معائنہ کر کے اشاعتِ اسلام کے لئے ایک سکیم تجویز کروں۔[۴]

جہاں تک فرانس کا تعلق تھا حضور نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے ۲۶ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ایک مجلسِ مشاورت منعقد فرمائی اور فیصلہ فرمایا کہ پیرس کے صحافیوں، مشرقی دُنیا پر لکھنے والے مصنفوں، سیاسی لیڈروں اور غیر ملکی سفیروں کو پیغامِ اسلام پہنچانے کے لئے تین پارٹیاں سرگرمِ عمل ہو جائیں۔ اگرچہ وقت مختصر تھا اور زبان کی ناواقفی بہت بڑی سدِّ راہ تھی۔ مگر چونکہ قیامِ فرانس مشن کا ایک بنیادی مقصد یہ

---

[۱] حضور انور، مولانا عبد الرحیم صاحب درد۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور حضور کے ٹائپسٹ کا قیام "گرانڈ ہوٹل ڈی یورا" میں تھا اور باقی تمام قافلۂ خدام روسبو نامی گلی کے چار ہوٹلوں میں فروکش ہُوا (الفضل ۲۹ر نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵ کالم ۳)۔ [۲] رائٹر (REUTER) کی طرح ایک خبر رساں ایجنسی کا نام۔ [۳] الفضل ۲۹ر نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶ کالم ۱۔ یہ گفتگو ایک ترجمان کے توسط سے ہوئی۔ حضور انگریزی میں ارشاد فرماتے تھے اور ترجمان اس کا فرانسیسی میں مطلب بیان کرتا تھا۔ [۴] الفضل ۱۸ر دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴ کالم ۲۔

بھی تھا کہ اسلام کی آواز بہرکیف پیرس کے مختلف حلقوں تک پہنچائی جائے اِس لئے انتہائی کوشش کی گئی کہ تبلیغِ حق کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے چنانچہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ نے اخبار نویسوں سے، حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ چوھدری محمد شریف صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری نے مشرقی مصنفین اور مشرقی ممالک کے سفراء سے اور حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے انگریزی اور مغربی سفیروں سے ملاقاتیں کیں۔

خود حضرت مصلح موعودؓ نے قیامِ پیرس کے دوران مسٹر گوسٹن ڈیورنڈ (نمائندہ ہورس ایجنسی) پرنس آف ویلز کی ایک رجمنٹ کے کپتان لارڈ کریوبرٹس منسٹر پیرس اور ایڈیٹر "لی جرنل" کو شرفِ ملاقات بخشا وزیر اعظم فرانس موسیو پنکارے (M. POINCARE) سے بھی ملاقات کا پروگرام تھا مگر انہیں فوری طور پر پیرس سے باہر صدر فرانس کے پاس جانا پڑا اِس لئے یہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا جس پر ان کی طرف سے معذرت کا خط بھی آیا۔ حکومتِ فرانس ان دنوں ایک عالی شان اور خوشنما مسجد تعمیر کرا رہی تھی حضور معہ خدام ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو بوقت ڈھائی بجے اس شاندار مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد میں متعدد فرانسیسی اخبارات کے نامہ نگار اور سینما والے اور آرٹسٹ بھی موجود تھے۔ دروازہ پر ناظم مسجد نے بہت سے مؤقر مسلمانوں کے ساتھ حضور کا استقبال کیا اور زیرِ تعمیر مسجد کے تمام حصے دکھائے۔ مسجد مراکش طرز پر تعمیر ہو رہی تھی۔ مراکش کے مسلمان کاریگر اور فرانسیسی معمار بھی کام کر رہے تھے مگر صنّاع زیادہ تر مغربی تھے۔ مسجد کے محراب میں حضور نے کھڑے ہو کر اپنی جماعت کے ساتھ ایک لمبی دعا کی۔ بلکہ آپ سب سے پہلے شخص تھے جس نے یہاں دعا کی اور فرمایا:-

"مَیں نے تو یہی دُعا کی ہے کہ یا اللہ یہ مسجد ہم کو ملے اور ہم اس کو تیرے دین کی اشاعت کا ذریعہ بنانے کی توفیق پائیں"۔ [1]

فرانس میں تبلیغی مشکلات

سیدنا المصلح الموعودؓ نے فرانسیسی قوم کے کیریکٹر کا قریبی مطالعہ کرتے ہوئے خاص طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فرانسیسیوں میں قومی تعصب انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ چنانچہ حضور نے ۴ ماہ احسان/جون ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کو فرمایا:-

---

[1] الفضل ۱۸۔ دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶

" فرانس والوں میں اپنی چیز کے متعلق بہت تعصب پایا جاتا ہے۔ انگریزوں کی چونکہ بہت بڑی ایمپائر ہے اور وہ ساری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اِس لئے ان کا رویّہ دوسروں کے متعلق روادارانہ ہو گیا ہے مگر فرانسیسیوں کا طریق جُدا ہے۔ وجہ یہ کہ گو ان کی بھی ایمپائر ہے مگر ان کے مقبوضات اتنے پھیلے ہوئے نہیں۔ اور ان کا رویّہ ایسا ہے کہ ان کے ماتحت جتنی اقوام ہیں وہ پنپ نہیں سکتیں۔۔۔ مجھے خود بھی اس کا تجربہ ہے۔ پیرس میں فرانسیسیوں نے چندہ کرکے ایک اچھی بڑی مسجد بنوائی ہے۔ اس کے ساتھ دکانیں، قہوہ خانے اور ہوٹل وغیرہ بھی ہے تاکہ مراکش وغیرہ سے آنے والے مسلمان یہاں ٹھہریں۔ ہم پیرس گئے تو حکّام نے دعوت دی کہ ہم مسجد دیکھنے آئیں۔ جب ہم مسجد دیکھنے روانہ ہوئے تو معلوم ہوُا کہ موٹر ڈرائیور کو پتہ نہیں کہ مسجد کہاں واقع ہے۔ ایک جگہ دو آدمی کھڑے باتیں کر رہے تھے ہم میں سے کسی نے جاکر ایک سے پوچھا مسجد کہاں ہے؟ تو اس نے کندھے ہلا کر کہہ دیا کہ مَیں نہیں جانتا اور چل دیا۔ دوسرے شخص نے بتایا کہ مَیں اٹیلین ہوں اور وہ فرانسیسی ہے۔ آپ لوگوں نے چونکہ انگریزی میں اس سے پوچھا اِس لئے اس نے کہہ دیا کہ مَیں نہیں جانتا۔ وجہ یہ کہ فرانسیسی اپنی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں بات کرنا سخت ناپسند کرتے ہیں اور ایسے شخص کو حقارت سے دیکھتے ہیں جو فرانسیسی نہ جانتا ہو۔ اٹالین نے کہا وہ انگریزی جانتا تھا اور مجھ سے انگریزی میں ہی باتیں کر رہا تھا اور اسے مسجد کا پتہ بھی تھا۔ میرا تو واقف تھا اِس لئے باتیں کر رہا تھا مگر آپ لوگوں کے انگریزی میں بات کرنے پر بُرا منا کر چلا گیا۔ تو فرانسیسیوں میں اِس قسم کا تعصب پایا جاتا ہے پھر ان کا یہ بھی طریق ہے کہ اپنی بات بہت سختی سے منواتے ہیں۔۔۔ بیشک انگریز نرمی کرتا ہے مگر وہ نرمی ایسی ہی ہوتی ہے جیسی وہ اپنے کُتّے سے کرتے ہیں۔ اس کے طریقِ عمل سے پتہ لگتا ہے کہ وہ دوسرے کو آدمی نہیں سمجھتا بلکہ کُتّا خیال کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں فرانسیسی بیشک سختی کرتا ہے مگر ایسی ہی سختی جیسی غلام سے کی جاتی ہے۔ اس کے طریق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان تو سمجھتا ہے مگر اپنا غلام (اِس کی مثال یہ ہے کہ۔ ناقل) اگر کسی[1] انگریز کی دعوت کریں تو میز، کُرسی، چھری کانٹے کا انتظام کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے اور اِس طرح

---

[1] یہ مثال شامیوں نے ۱۹۲۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے سامنے ایک مجلس میں بیان کی تھی۔

گویا ہم انگریز کو ہی اپنے گھر نہیں لاتے بلکہ اس کے گھر کو اور اس کے تمدن کو بھی لانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا انتظام نہ کریں تو انگریز ناک بھوں چڑھاتا ہے اور طبیعت خراب ہے کا بہانہ بنا کر کھانے کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوتا مگر فرانسیسی کے لئے ایسا انتظام کیا جاوے تو وہ ناپسند کرتا ہے اِس لئے اسے بُلانے پر کوئی فکر لاحق نہیں ہوتا۔ اور جب اُسے بُلایا جائے تو ہمارے ساتھ فرش پر بیٹھ کر خوشی سے کھا پی لیتا ہے اور خوب بے تکلف ہو کر باتیں کرتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جاتے وقت میزبان کو ہتھکڑی لگا کر ساتھ ہی لے جائے غرض انگریز اور فرانسیسی کے کیریکٹر میں یہ ایک نمایاں فرق ہے ... اس ماحول میں تبلیغ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جو شخص دوسرے کو ادنیٰ اور حقیر سمجھتا ہے اُس سے بات کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور اگر کوئی بات کی بھی جاوے تو وہ اسے کچھ وقعت نہیں دیتا اور اس کا اثر قبول نہیں کرتا۔" [1]

دوسری جنگِ عظیم کے بعد فرانس میں احمدیہ مسلم مشن کا قیام

ان شدید مشکلات کے باوجود خدا تعالیٰ کے اولوالعزم خلیفہ المصلح الموعودؓ نے جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد فرانس میں تبلیغی مشن کھولنے کا ارشاد فرمایا جس پر حضور کے حکم سے لنڈن میں مقیم تحریک جدید کے دو مجاہدین یعنی ملک عطاء الرحمٰن صاحب اور مولوی عطاء اللہ صاحب ۷ ر ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کو پیرس پہنچ گئے اور ایک ہوٹل کے کمرہ کو اپنا مرکز بنا کر نہایت مختصر سے پیمانہ پر کام شروع کر دیا۔ مولوی عطاء اللہ صاحب جلد ہی فرانس سے افریقہ بھجوا دئیے گئے اور مشن چلانے کی تمام ذمہ داری ملک عطاء الرحمٰن صاحب کو سونپ دی گئی۔

احمدی مجاہدین کے پیرس میں پہلے تین روز

مبشرین نے اجنبیت کے ماحول میں پہلے تین دن کس طرح گزارے؟ اس کی تفصیل ملک عطاء الرحمٰن صاحب کی ایک ابتدائی رپورٹ میں ہمیں ملتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"شام کے وقت ہم گاڑی سے اُترے ... رات کا وقت تھا۔ ماحول ہر طرح اجنبی تھا۔ یہاں کے

---

[1] الفضل ۱۴ر ماہ احسان/جون ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۴۔ [2] ۵ ر ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کو ان مبلغین کے اعزاز میں جماعت احمدیہ لنڈن کی طرف سے ایک الوداعی تقریب عمل میں آئی۔

درودیوار، یہاں کے لوگوں اور زبان سے مکمل اجنبیت تھی۔ فرانسیسی قوم بہت متعصب، تنگ دل اور شکی واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ اس دَوران میں جو ہمیں ملا اجنبیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہمدردی سے پیش آتا ہماری اجنبی شکلوں اور لباس کی وجہ سے ہمیں مشکوک نظروں سے دیکھتا... آخر سڑک سے ہٹ کر ایک ہوٹل میں جانے کا اتفاق ہوا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹھہرنے کے لئے جگہ مل گئی۔

۱۸ رمئی۔ پیرس اور فرانس میں ہمارا پہلا دن تھا... فی الحال دو کام مدِ نظر تھے رہائش کا کوئی مستقل انتظام اور فرانسیسی زبان سیکھنے کے لئے معلومات کا حاصل کرنا سب سے پہلے برطانوی سفارت خانہ میں گیا رہائش کے لئے امداد کے سلسلہ میں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ پیرس میں اِن دنوں یہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ زبان سیکھنے کے سلسلہ میں بعض اداروں کا پتہ دیا۔ اس کے بعد برطانوی قونصل خانہ میں گیا وہاں بھی انہی امور کے سلسلہ میں بعض معلومات اور پتے حاصل کئے۔ وہاں سے ۲ دو تعلیمی اداروں اور ایک پرائیویٹ سکول میں گیا اور ممکن معلومات حاصل کیں۔ اس دَوران ایک ایسے ادارہ میں بھی گیا جہاں مختلف ممالک کے طلباء کے لئے مقابلۃً بہت ہی کم خرچ پر رہائش اور کھانے کا انتظام ہے...

۱۹ رمئی۔ دفاتر بند تھے کہیں جا نہ سکتا تھا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اور دفتر کو مفصّل رپورٹ بھجوائی۔ ہمارے سامان میں کتابوں کا ایک بنڈل تھا جو پیرس پہنچنے پر ہمیں نہ ملا تھا۔ کل اور آج پھر ہم متعلقہ دفاتر میں گئے لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں رہ گیا ہے۔ لنڈن میں یا ڈووَر یا کیلے کی بندرگاہ پر رہ گیا۔ ان تینوں مقامات پر دفتر متعلقہ کی طرف سے خط لکھوائے اور تاریں بھجوائیں۔ ایک فرانسیسی نوجوان سے دو اڑھائی گھنٹہ تبلیغی گفت گو ہوتی رہی... وہ نوجوان آبدیدہ ہو گیا اور بڑے درد سے کہنے لگا "افسوس ہم نے یہ مذہب اپنے آباء سے اس رنگ میں پایا ہے کہ ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ میرے والدین نے تو میرے اندر عیسائیت ہمیشہ کے لئے بھرنی چاہی ہے، اور بھر دی ہے لیکن مجھے محسوس ہونے لگا ہے کہ آپ کی باتیں میرے عقائد سے مجھے ہلانا چاہتی ہیں۔"

یہ لوگ اپنے مذہب کے لئے اِس قدر ضدی اور متعصب واقع ہوئے ہیں کہ تبدیل مذہب

کا انہیں وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ [1]

۲۰ مئی۔ آج صبح پیرس میں مختلف مقامات پر مختلف امور کے سلسلہ میں چند خطوط لکھے۔ ایک پرائیویٹ تعلیمی ادارہ اور ایک دفتر میں بھی گیا۔ اس تعلیمی ادارہ کی منتظمہ سے تعلیم اور رہائش کے سلسلہ میں بعض معلومات حاصل کیں اور آخر میں اسے پون گھنٹہ کے قریب تبلیغ کی۔ اس نے بھی یہی کہا کہ "اسلام کی تعلیم کس قدر خوش نما ہے۔ مدلّل اور حقائق پر مبنی ہے لیکن میں رومن کیتھولک ہوں یہ نہ خیال کرنا کہ میں اپنا مذہب کبھی چھوڑوں گی"۔

فرانس کے حالات سیاسی۔ ملکی۔ مذہبی اور قومی تبلیغ کی راہ میں روکیں رکھتے ہیں جنہیں صرف اور صرف ہمارا خدا ہی دُور کر سکتا ہے جو انشاء اللہ ضرور دُور کرے گا اور احمدیت جلد ایک دن اپنے الٰہی مقصد میں کامیاب ہوگی۔ انشاء اللہ"۔ [2]

فرانس مشن کی پہلی رپورٹ اور حضرت مصلح موعود

مجاہدینِ فرانس نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ اقدس میں جو پہلی رپورٹ بھیجی اس میں خاص طور پر فرانسیسیوں کے قومی تعصب اور ہوش ربا گرانی [3] پر اظہارِ تشویش کیا گیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے

---

[1] اگرچہ فرانس میں اسلام کے خلاف صدیوں سے شدید تعصب پایا جاتا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے عہدِ حکومت کے گہرے اثرات آج تک فرانس کے علم و تمدن میں موجود ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ فرانس کے ایک فاضل مصنّف موسیو ڈوزی نے تسلیم کیا ہے۔ فرانسیسی سرمایہ علم و ادب میں ہمیں بے شمار عربی الفاظ و مصطلحات ملتی ہیں۔ یہی بات موسیو سومتری یو نے لکھی ہے ڈاکٹر گستاولی بان نے "تمدّن عرب" کے آخر میں بعض ایسے عربی الفاظ کی فہرست بھی دی ہے جو آج تک فرانسیسی زبان میں مروّج ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی تک مسلم اطبّاء کی تالیفات فرانس کی درسی کتابیں بنی رہیں۔ انگلستان کا مؤرخ سنگر تو یہاں تک لکھتا ہے کہ پیرس کی یونیورسٹی میں پروفیسروں کو قسم کھا کر یہ عہد کرنا پڑتا تھا کہ ہم کوئی لفظ ایسا نہ پڑھائیں گے جو ارسطو اور اس کے ترجمان ابن رشد کی تعلیم کے خلاف ہو۔ اگرچہ اس سنہری دَور پر صدیاں گزر گئیں مگر مسلم خون کا اثر اب تک فرانسیسیوں میں باقی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان نے "تمدّن عرب" میں لکھا ہے۔ فرانس کے بعض علاقوں میں عربوں کی اولاد بآسانی پہچانی جا سکتی ہے ("تمدّن عرب" از ڈاکٹر گستاولی بان "عرب اور اسلام" پروفیسر فلپ۔ کے۔ حِتّی۔ "طب العرب" مسٹر ایڈورڈ۔ جی براؤن "یورپ پر اسلام کے احسان" ڈاکٹر غلام جیلانی برق)۔ [2] الفضل ۲۷ احسان/جون ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۲۔ [3] دوسری جنگِ عظیم میں جرمن فوج نے فرانس کی میجینو (MAGINOT) لائن توڑ کر رکھ دی اور ۱۶ جون ۱۹۴۰ء کو پیرس میں داخل ہوگئی جس کے بعد مارشل پیٹیان کی نئی حکومت نے جرمنی کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ جرمن نے فرانس پر قبضہ کرکے ملک میں سخت لوٹ مار کی اور فرانس کئی سال تک قحط کا شکار ہو گیا۔ روزمرّہ استعمال کی چیزوں کے نرخ تین گنا سے بھی بڑھ گئے اور آٹا تک کمیاب ہو گیا۔ غرضکہ جنگ کی وجہ سے فرانس کی غذائی صورتِ حال حد درجہ نازک صورت اختیار کر گئی۔

۲ ماہ احسان / جون ۱۳۲۵ ہش / ۱۹۴۶ء کی مجلس علم و عرفان میں مجاہدینِ فرانس کی ان مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ باتیں مبلغین نے لکھی ہیں اور ہمیں یہ پہلے بھی معلوم تھیں ہم نے ناواقفیت میں مبلغین کو نہیں بھیجا اور نہ مبلغین ان سے ناواقف تھے۔ دراصل جو قوم کامیاب ہونا چاہتی ہے اسے ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اور ہمارے مبلغ یہی سمجھ کر گئے ہیں کہ انہیں کانٹوں پر چلنا ہے اور کانٹے انہیں پیش بھی آئے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے لئے خوشی سے برداشت کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اور بھی جو مبلغ جانے والے ہیں وہ یہی سمجھ کر جائیں گے اور یہی سمجھ کر جانا چاہئیے حقیقی لیڈر کا یہ کام ہوتا ہے کہ صاف صاف بتا دیتا ہے کہ فلاں کام کرنے میں تکالیف ہوں گی، مشکلات پیش آئیں گی، تلواروں کے سایہ میں چلنا ہوگا۔ ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات برداشت کرنی پڑیں گی جس نے چلنا ہے وہ چلے۔ اس کے بعد جو چلتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ ہماری مشکلات اور تکالیف کی تو ابھی ابتداء ہے۔ لوگ ابھی تک ہمیں کھیل سمجھتے ہیں اور ہماری طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے لیکن جب کوئی قوم ترقی کرنے لگتی ہے اور جلد جلد قدم بڑھاتی ہے تو اس کی زیادہ مخالفت کی جاتی ہے اور اسے زیادہ دکھ اور تکالیف دی جاتی ہیں۔ کفار نے جتنا بغض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی زندگی میں ظاہر کیا مکہ کی زندگی میں ظاہر نہیں کیا تھا۔" [1]

فرانسیسی زبان سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ

ابتدائی ڈیڑھ سال میں تبلیغ کا کوئی باقاعدہ کام نہ کیا جاسکا۔ سب سے بڑی روک زبان کی تھی۔ انگریزی میں کوئی مؤثر کام کرنا ممکن نہ تھا۔ اوّل تو وہاں انگریزی جاننے والے بہت کم ملتے تھے۔ اور جو کوئی انگریزی جانتا تھا وہ اس میں بولنا پسند نہ کرتا تھا۔ اِس وقت کے پیشِ نظر ملک عطاء الرحمٰن صاحب نے فرانس پہنچتے ہی اپنی پوری توجہ فرانسیسی زبان سیکھنے کی طرف مبذول کر دی جس میں انہیں نمایاں کامیابی ہوئی بلکہ قریباً سوا دو سال کے بعد مشہور احمدی انگریز مسٹر بشیر آرچرڈ یورپ کے احمدی مشنوں کا دورہ کرتے ہوئے سب سے پہلے پیرس میں ملک صاحب سے ملے تو انہیں فرانسیسی پر خاصہ عبور حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سفرنامہ کے تأثرات میں لکھا:۔

---

[1] الفضل ۴ ماہ احسان / جون ۱۳۲۵ ہش / ۱۹۴۶ء صفحہ ۵۔

"میں لنڈن سے ۳ ستمبر ۱۹۴۶ء کو روانہ ہوا اور اسی شام پیرس میں پہنچا۔ میں پیرس میں چند گھنٹے ٹھہرا اور رات کو زیورک (سوئٹزرلینڈ) کے لئے روانہ ہوگیا جہاں ہمارا مشن قائم ہے۔ پیرس ریلوے سٹیشن پر برادرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب موجود تھے۔ برادرم ملک صاحب مجھے اپنے ہمراہ اپنی جائے رہائش پر لے گئے۔ آپ کے پاس صرف دو چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ دورانِ گفتگو میں نے ان کے کام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ آپ اپنے وقت کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتے اور نمازِ فجر سے لے کر رات دیر تک اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ نے فرانسیسی زبان پر اچھا عبور حاصل کر لیا ہے اور ابھی تک زبان کو سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے میں کوشاں ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ فرانسیسی زبان میں لٹریچر شائع کر سکیں۔ ان کے کھانا پکانے کے انتظامات بہت سادہ ہیں اور خوراک بھی بالکل سادہ ہے۔" (ترجمہ) [1]

تبلیغ کی قانونی اور سرکاری اجازت اور پریس کانفرنس سے تبلیغی سرگرمیوں کا باضابطہ آغاز

ملکی قانون کے مطابق تبلیغِ اسلام کے لئے حکومت کی اجازت حاصل کرنا ضروری تھا جس کے لئے ملک عطاء الرحمٰن صاحب ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء سے برابر کوشش کر رہے تھے آخر ایک لمبی جدوجہد کے بعد ماہ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے آخری عشرہ میں فرانس کی وزارتِ خارجہ نے اجازت دے دی لیکن ابھی کام شروع کرنے کے لئے پولیس کے محکمہ اعلیٰ کی اجازت و منظوری حاصل کرنے کی روک سدِّ راہ تھی جو بڑی تگ و دو، دوڑ دھوپ اور کئی مشکلات کے بعد ۲۲ ماہ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو دُور ہوئی۔ ملک صاحب نے پولیس کی اجازت ملنے سے ڈیڑھ دو ماہ قبل ملک میں آئندہ تبلیغی پروگرام کا ایک قابلِ عمل ڈھانچہ بنا لیا تھا اور فرانس کو اوّل مرحلہ پر ہی تحریکِ احمدیت سے روشناس کرانے کے لئے ایک تبلیغی پریس کانفرنس کے انعقاد اور ایک پمفلٹ اور ایک ٹریکٹ کی ترتیب و اشاعت کی تیاری شروع کر دی تھی اور پریس سے رابطہ قائم کرنے کے لئے رائٹر (REUTER) اور فرانس کی ایک مقامی خبر رساں ایجنسی سے بھی تعلقات پیدا کر لئے۔ چنانچہ جونہی منظوری کی دوسری سرکاری اطلاع پہنچی انہوں نے پریس کانفرنس کا اعلان کر دیا۔ بیس ہزار کی تعداد میں چار صفحات پر مشتمل پمفلٹ

---

[1] الفضل ۳۰ تبوک/ستمبر ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء ص ۳ کالم ۳-۴

LE MESSIE EST VENU اور پانچ سَو کی تعداد میں بارہ صفحات پر مشتمل ٹریکٹ[2] شائع کرنے کے علاوہ دعوت نامے بھی طبع کرائے جو جملہ مشہور رباثر اخبارات کے علاوہ ملک کے دوسرے شہروں کے مستند اخبارات کو خاص اہتمام سے بھجوائے۔

پریس کانفرنس پروگرام کے مطابق ماہ وفا/جولائی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے دَوران پیرس کے ایک بڑے ہوٹل میں منعقد ہوئی جس میں ایک درجن کے قریب اخباری نمائندے شامل ہوئے۔[3]

رائٹر کے نامہ نگار کا ایک مضمون "اِسلام کا نیا حملہ یورپ پر"

پریس کانفرنس کے چند ماہ بعد رائٹر کے نامہ نگار نے ملک عطاء الرحمٰن صاحب سے ایک خصوصی انٹرویو لیا اور ایک تفصیلی مضمون تیار کرکے اپنی عالمگیر سروس کے ذریعہ سے تمام ممالک میں بغرض اشاعت بھجوایا۔ اس مضمون کا ملخص یہ تھا کہ:-

"کبھی صرف یہی مشاہدہ میں آتا تھا کہ مغرب مشرق کی تادیب و تعلیم کے لئے مشرق کی ہر سمت پر چھا رہا ہے۔ عام علم و صنعت میں ہی نہیں بلکہ مغرب مشرق کا معلّم دین و رُوحانیت بھی بن چکا تھا لیکن اب تھوڑے عرصہ سے اس کے برخلاف مشرق اپنی دیرینہ روایات اور تعلیم کے ماتحت مغرب کو تدریسِ دین اور اسرارِ رُوحانیت سے واقف کرانے کے لئے مغربی ممالک کی طرف غیر معمولی اہتمام سے بڑھتا ہوا نظر آنے لگا ہے۔ یہ مُہم ایک وقت سے اسلام کے نام

---

[1] الفضل ۱۵ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵ کالم ۴۔ پمفلٹ کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک تھی جس کے اُوپر الہام "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" درج تھا، اسے تصویری زبان میں واضح کرنے کے لئے دُنیا کے نقشہ پر قادیان سے نُور کی شعاعیں ان ممالک تک دکھائی گئی تھیں جہاں جہاں احمدیت کی خبر پہنچ چکی ہے حضور کی شبیہ مبارک کے بعد مختصر تمہید کے ساتھ حضور کا اقوامِ عالم کے نام صلح و آشتی اور امن و سلامتی کا پیغام دیا گیا تھا جو "الوصیت" "مسیح ہندوستان میں" اور "اسلامی اُصول کی فلاسفی" کے تین اقتباسات کی صورت میں تھا۔ آخر میں اسلامی پیغام سُننے اور مامور وقت سے وابستہ ہونے کی مؤثر اپیل کی گئی تھی (الفضل ۱۲ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲) اس پمفلٹ کی ایک کاپی فرانس مشن کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

[2] اس ٹریکٹ میں اختصار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے متعلق انبیاء سابق کی پیشگوئیوں اور نشانات کا تذکرہ کرنے کے علاوہ خود حضور کی بعض پیشگوئیاں بھی دی گئی تھیں اور سلسلہ احمدیہ کی مختصر تاریخ بھی (الفضل ۱۶ وفا/جولائی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲)۔

[3] ان دنوں ملک صاحب کا پتہ یہ تھا 220 BOULEVARD PEREIRE ٹیلیفون نمبر ۴۱۶۵ تھا اور ٹیلیگرام کے لئے احمد آباد - پیرس (AHMADABAD, PARIS) کے الفاظ رجسٹر کرائے گئے تھے۔

پر قرآنی تعلیم کی اشاعت کے لئے مغربی ممالک بالخصوص یورپ میں شروع ہو چکی ہے۔

اسلام کا یہ حملہ یورپ پر تحریکِ احمدیت کی طرف سے شروع کیا گیا ہے۔ چنانچہ احمدیت کے مبلّغ یورپ کے بیشتر ممالک میں اپنے مراکز قائم کر چکے ہیں۔

حضرت احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تحریکِ احمدیت کے بانی ہیں۔ انہوں نے وفاتِ مسیح کا عقیدہ پیش کر کے اس تحقیق کا انکشاف فرمایا ہے کہ مسیح (علیہ السلام) صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ بیہوشی کی حالت میں انہیں صلیب پر سے اُتارا گیا اور پھر وہ عراق، ایران، افغانستان سے ہوتے ہوئے تبت و ہندوستان میں آئے اور آخر سرینگر میں مقیم ہو گئے۔ چنانچہ محلہ خانیار سرینگر میں ایسی قبر بھی موجود ہے جو قبر مسیح کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت احمد (علیہ السلام) نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں اس انکشاف پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ واقعہ صلیب سے ۷۲۱ سال قبل شاہ اسور یہود کے بعض قبائل کو سمریا میں قید کر کے لے گیا تھا۔ ان میں سے ایک حصہ بالآخر ہندوستان میں آباد ہو گیا۔ حضرت احمد (علیہ السلام) نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ افغان اور کشمیر کے قدیم باشندے دراصل اسرائیلی نسل سے ہیں چنانچہ اس کی تائید میں بعض قابلِ اعتماد مبصرین کی آراء پیش کی گئی ہیں جن کی روشنی میں ان اقوام کے خد و خال و نقوش اور رسوم و عادات اس تھیوری کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض عیسائی محققین اس انکشاف میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ تحریکِ احمدیت کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) ہیں۔ اسلامی تبلیغ کی عالمگیر مہم انہی کی قیادت میں عمل میں آ رہی ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام حقائق اور تمام صداقتیں خدا کے آخری اور اکمل کلام قرآن پاک میں موجود ہیں اور دنیا میں کوئی صداقت نہیں جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔

یورپ پر اس حملہ کی تیاری آج سے دس سال قبل شروع کی جا چکی تھی مگر لڑائی کی وجہ سے مجوزہ پروگرام ملتوی ہوتا چلا گیا۔ لڑائی کے معاً بعد اس غیر معمولی مہم کے سلسلہ میں اسلام کے مبلّغ فرانس، اٹلی، سپین، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ وغیرہ پہنچ گئے۔ چنانچہ اس تھوڑے عرصہ میں وہ ان ممالک میں اپنے مراکز باقاعدہ قائم کر چکے ہیں۔

(چوہدری) مشتاق احمد صاحب باجوہ امام لنڈن مسجد کی زیرِ نگرانی ایک انگریز نو مُسلم برائن آرچرڈ برسٹل (انگلینڈ) جن کا اسلامی نام بشیر احمد ہے اسلامی علم پڑھ رہے ہیں انہیں اسلام کی تبلیغ کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ بشیر احمد آرچرڈ قادیان سے لنڈن اس وقت بھجوائے گئے تھے جب قادیان تقسیمِ ہند کے وقت ہندوستان میں شامل کیا گیا تھا اور اہلِ قادیان زبردستی وہاں سے نکالے جا رہے تھے۔

اس وقت تک سپین اسلامی تجدید کے لحاظ سے زیادہ زرخیز ثابت ہو رہا ہے۔ غالباً صدیوں کی مُورثی حکومت کے ورثہ و ترکہ کی وجہ سے!

فرانس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی تعلیم و تبلیغ کے لئے یہ ملک دُنیا بھر میں سب سے زیادہ سنگلاخ ہے۔ فرانس میں تبلیغِ اسلام کا دُشوار ترین کام ملک عطاء الرحمٰن کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ آجکل پیرس میں مقیم ہیں اور حال ہی میں اپنی تبلیغی مُہم کا آغاز کر چکے ہیں۔

ملک عطاء الرحمٰن (جنہیں دیگر مسلمانوں کی طرح سگرٹ اور شراب سے مکمل پرہیز ہے) کے نزدیک فرانس خاصہ دلچسپ مُلک ہے۔ باوجود اس کے مذہبی عقائد کی سختی سے پابندی ان کے لئے فرانس کے مشہورِ عالم لذیذ کھانوں اور بے مثال شرابوں کے چکھنے میں سختی سے روک ہے۔

جماعتِ احمدیہ ابھی تک تقسیم پنجاب کو خلاف انصاف و عدل ایک ظالمانہ فیصلہ سمجھتی ہے کہ جس کے ماتحت قادیان کو ہندوستان میں شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک انہیں انتہائی مظالم اور سختی کے ساتھ اپنے مقدس مرکز سے ہجرت پر مجبور کیا گیا ہے۔ پندرہ ہزار سے بیس ہزار احمدی اپنے مرکز سے ہجرت کر کے پاکستان میں منتقل ہونے پر مجبور کر دئے گئے۔ تمام مرکزی دفاتر اور تنظیم کو وقتی طور پر لاہور میں قائم کیا گیا لیکن جہاں وہ اس ظلم کے خلاف ظاہری لحاظ سے ہر طرح احتجاج کر رہے ہیں وہاں ان کے نزدیک یہ ہجرت خدائی نوشتوں کے ماتحت ہے کہ جس کی پیشگوئی حضرت احمد (علیہ السّلام) کے الہامات میں پہلے سے موجود تھی اور یہی نہیں بلکہ ان کا ایمان ہے کہ جس طرح یہ ہجرت پہلے سے آسمانی نوشتوں میں موجود تھی ان کے مرکز قادیان کی واپسی کا بھی خدائی وعدوں میں وضاحت سے ذکر ہے اور وہ ایک

دن ضرور اپنے مرکز میں واپس لوٹیں گے۔"[1]

فرانس میں پہلا تبلیغی پبلک جلسہ

تبلیغی پریس کانفرنس نے فرانس میں اشاعت و تبلیغ اسلام و احمدیت کے لئے ایک خوشکن اور نمایاں حرکت سی پیدا کر دی تھی ملک صاحب نے اس سے فائدہ اٹھانے اور اپنے تبلیغی حلقہ کو مزید وسعت دینے کے لئے ۱۳ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو وسیع پیمانہ پر ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا جو ملک میں اپنی نوعیت کا پہلا اور کامیاب اجتماع تھا پوسٹر، ریڈیو[2] اور پریس تینوں ذرائع سے جلسہ کا اعلان کیا گیا۔ علاوہ ازیں قریباً ایک ہزار مطبوعہ دعوت نامے بھجوائے گئے۔ مدعوئین میں پیرس کی بعض ادبی سوسائٹیوں کے ممبر اور پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر اور بعض مستشرقین بھی تھے۔

یہ جلسہ پیرس کے ایک بڑے پبلک ہال میں پیرس یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی صدارت میں ہوا جس میں مجاہد فرانس نے "جنگ اور اس کے بعد —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور پیشگوئیوں کی روشنی میں" کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک لیکچر دیا جو توجہ، سکون اور دلچسپی سے سنا گیا اور سامعین نے کچھ وقفہ کے بعد اس موضوع پر تقریر کرنے کی خواہش کی جلسہ میں تبلیغی ٹریکٹ اور پمفلٹ بھی تقسیم کئے گئے[3]۔ اس جلسہ کے بعد ملک صاحب کو پیرس کی "فلوسافیکل سوسائٹی" کے زیر اہتمام "ہستی باری تعالیٰ" اور "وجود ملائکہ" کے مضمونوں پر لیکچر دینے کا موقعہ ملا۔ ان لیکچروں میں لوگوں نے پہلے سے بھی بڑھ کر دلچسپی لی اور سوالات کے ذریعہ اپنی معلومات میں اضافہ کیا[4]۔

عیسائی لیڈروں کو قبولِ اسلام کی دعوت

فرانس میں ان دنوں ۵۸ کے قریب مشنری سوسائٹیاں تھیں جن کے ہزاروں منادٗ دنیا کے اکثر ممالک میں عیسائیت کا پراپیگنڈہ کر رہے تھے۔ ان سوسائٹیوں میں سے بعض کے بڑے بڑے فرانسیسی شہروں میں

---

[1] اخبار الفضل مؤرخہ ۲ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔ [2] ملک صاحب کی ایک مطبوعہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں پریس پر یہود کا کافی اثر و نفوذ تھا۔ اور ریڈیو پر تو وہ گویا مسلط تھے بعض دوستوں نے کہا یہ اسرائیل کسی اسلامی جلسہ کا کہاں اعلان کرنے دیں گے؟ لیکن ملک صاحب نے کوشش برابر جاری رکھی اور نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے فضل سے ریڈیو کے اسرائیلی افسر اعلان جلسہ پر رضامند ہو گئے۔ ازاں بعد جب آپ نے اپنی آٹھ تبلیغی تقاریر کا سلسلہ جاری کیا تو ان تقریروں کا اعلان بھی ریڈیو سے نشر کیا گیا جس سے یہودیت نواز عیسائی ریڈیو پر اسلام کی بالواسطہ رنگ میں تبلیغ بھی ہو گئی (الفضل ۲۷ امان/مارچ ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء)۔ [3] الفضل ۲۷ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔ [4] الفضل ۳۱ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۶ کالم ۳-۴، ۲۷ امان/مارچ ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵ کالم ۲-۳۔

ایک سے زائد مراکز قائم تھے۔ ملک صاحب نے ان سوسائٹیوں اور ان کی شاخوں کو ایک مطبوعہ خط بھجوایا جس میں انہیں بتایا کہ مسیح صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے مگر اسلام کا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) رحمۃ للعالمین ہے اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت سارے جہانوں اور زمانوں کے لئے ہے۔

سفرِ بلجیم فرانس کے ساتھ ہی بلجیم کا مشہور ملک ہے جہاں زیادہ تر فرانسیسی رائج ہے۔ اور گو اسکے بعض حصوں میں فلیمنگ زبان بھی بولی جاتی ہے مگر شائستہ اور اعلیٰ طبقہ میں فرانسیسی کو ہی پسند کیا جاتا ہے۔ ملک عطاء الرحمٰن صاحب اس ملک تک پیغامِ احمدیت پہنچانے کے لئے ۲۶ ماہ نبوت/ نومبر ۱۳۲۷ ہش/ ۱۹۴۸ء کو پہلے اس کے دار الحکومت برسلز میں اور پھر مشہور شہر اینٹورپ میں تشریف لے گئے۔ آپ کو دونوں شہروں میں اخباری نمائندوں سے ملاقات کرنے اور پبلک مقامات پر تبلیغی ٹریکٹ تقسیم کرنے کا موقعہ ملا۔ اس ایک روزہ سفر کا یہ اثر ہوا کہ برسلز کے بعض اخبارات نے پہلی بار اسلام اور احمدیت کی نسبت عمدہ نوٹ شائع کئے۔ مثلاً اخبار "فیر ڈی مانش" (PHARE DIMANCHE) نے "یورپ پر اسلام کا حملہ" کے عنوان سے حسبِ ذیل شذرہ سپردِ اشاعت کیا:-

"یورپ پر اسلام کا حملہ"

"کچھ دن ہوئے ایک ذہین النظر، خوش کلام اور سنجیدہ طبع صاحب ہمارے اخبار "PHARE DIMANCHE" کے دفتر میں ملنے کے لئے آئے۔ مسیح کے نمائندہ کے طور پر انہوں نے ہم سے اپنا تعارف کرایا۔

معلوم ہوا کہ ایک "مسیح" ہندوستان میں مبعوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے معتقدین کے سپرد یہ کام کیا ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک ان کا پیغام پہنچائیں۔ چنانچہ مسلمان اب اس طرح عیسائیوں کو اسلام کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ قرآن کے ذریعہ نہ کہ پہلے کی طرح تلوار کے ذریعہ۔ چنانچہ یہ اپنے رنگ کا نیا اور جدید طریق ہوگا۔

مسیح کے اس نمائندہ کے بیان کے مطابق حضرت احمد (علیہ السلام) وہ "موعود مسیح" ہیں کہ جنکے متعلق مختلف انبیاء نے کتبِ سابقہ میں پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ چنانچہ وہ ساری پیشگوئیاں حضرت احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے وجود میں پوری ہوئیں۔ مثلاً گندمی رنگ، قدرے لکنت، کدعہ بستی میں، وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام پیشگوئیوں کے مطابق وہ ہندوؤں کے لئے کرشن ہوئے۔

زرتشتیوں کے لئے میسودربھی، عیسائیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی۔

ان تمام اُمور میں کیونکر شک کیا جا سکتا ہے اور پھر اس پیشگوئی پر کیوں شک ہوگا کہ جو اس مہدی نے فرمائی ہے کہ ساری ہی دُنیا اپنے خاتمہ سے پہلے اسلام قبول کرے گی۔

اس نمائندہ کے بیان کے مطابق تحریکِ احمدیت نے دُنیا کی تمام وسعتوں میں اپنے مراکز اور جماعتیں قائم کی ہیں۔ امریکہ اور انگلستان اور فرانس میں بھی۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی بلجیم میں بھی ان کی جماعت قائم ہو۔

چنانچہ اس کے علاوہ ہم اَور کیا کر سکتے ہیں کہ خدا ان صاحب کو اس مقصد کے لئے نیک مواقع عطا فرمائے۔ کیا تمام مذاہب اور عقائد اعزاز و اکرام کے حقدار نہیں؟" [1]

مرکز پر بوجھ ڈالے بغیر مشن جاری رکھنے کا عزم

پاک و ہند کی احمدی جماعتیں چونکہ سانحۂ ہجرت کے دَوران شدید مالی بُحران سے دوچار تھیں اِس لئے فیصلہ کیا گیا کہ فرانس مشن اور دوسرے نئے جاری شدہ احمدی مشنوں کو فی الحال بند کر دیا جائے مگر مبلّغ فرانس ملک عطاء الرحمٰن صاحب نے دوسرے مجاہدینِ یورپ کی طرح اِس عزم کا اظہار کیا کہ وہ مرکز پر مشن کے اخراجات کا بوجھ ڈالے بغیر تبلیغِ اسلام کا کام جاری رکھیں گے۔ انہیں اس گہوارۂ الحاد و دہریت میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ سیّدنا المصلح الموعودؓ نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی اور ۲۶ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء کے خطبۂ جمعہ میں فرمایا:-

"فرانس میں مبلّغ بھیجے گئے مگر کامیابی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ وہاں کے بھی مبلّغ کو جو لاہور کے ہی ہیں کہا گیا کہ تم واپس آجاؤ تو انہوں نے بھی کہا کہ مجھے واپس نہ بُلایا جائے مَیں یہاں اپنی کمائی سے کام کروں گا۔ انہیں وہاں چھوڑ دیا گیا اور انہیں اپنے خرچ پر کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ اب وہاں بھی کام شروع ہو گیا ہے۔ ان کی تار آئی ہے کہ اب وہاں بھی جلسوں اور تقریروں کا سِلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ پریس اور دوسرے لوگ بھی توجہ کر رہے ہیں۔ آج ہی اطلاع ملی ہے کہ وہاں کی ایک سوسائٹی نے اقرار کیا ہے کہ اگر الہام کے متعلق مضامین لکھے جائیں تو وہ خود بھی ان کی اشاعت میں مدد کرے گی۔" [2]

---

[1] الفضل ۱۳ صلح/جنوری ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۳۔ یورپ میں جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی۔ [2] الفضل ۵ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳ کالم ۱۔

اہلِ کلیسا کے غلط نظریات کی تردید کے لئے تبلیغی لیکچروں کا سلسلہ

فرانس اور دوسرے مغربی ممالک میں اہلِ کلیسا کے تعصب نے اسلام کی خوبصورت اور حسین و دلکش تصویر کو ایسے مکروہ، بھیانک اور گھناؤنے رنگ میں پیش کیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ عوام ہی نہیں اچھے پڑھے لکھے اونچے طبقہ کے لوگ بھی اسلام کے بارے میں انتہائی غلط اور بے بنیاد نظریات رکھتے اور ان کی فخریہ اشاعت کرتے ہیں۔ اُن دنوں چونکہ افریقہ کے بعض مسلمان ممالک فرانس کے مقبوضات میں شامل تھے اِس لئے فرانسیسی عام طور پر اسلام کو بھی سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے نزدیک اسلام معاذ اللہ صرف زن اور زر پرستوں اور جبر و تشدد کا مذہب سمجھا جاتا تھا۔

ملک صاحب چونکہ اپنے مفید لیکچروں کی وجہ سے پیرس کے علمی حلقوں میں کسی حد تک متعارف ہو چکے تھے اِس لئے اب آپ اسلام کے خلاف پھیلائے جانے والے اعتراضات کی برسرِ عام اور پبلک میں ازالہ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے پیرس کا ایک معروف ہال کرایہ پر لے کر لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جو قسط اوّل کے طور پر مندرجہ ذیل آٹھ عنوانات پر مشتمل تھا۔

(۱) حقیقی اسلام (۲) عیسائیت اور دیگر مذاہب (۳) اسلام میں عورت کی حیثیت

(۴) اسلام اور تعدد ازدواج (۵) اسلام اور جنگیں (۶) اسلام اور غلامی

(۷) اسلام اور صوفی ازم (۸) اسلام کے پانچ ارکان۔

اِن لیکچروں کا پوسٹروں اور پیرس ریڈیو سے بھی اعلان کیا جاتا تھا اور لوگ ہر لیکچر میں پہلے سے زیادہ ذوق و شوق سے شامل ہوتے اور فائدہ اُٹھاتے تھے۔ [۱]

فرانسیسی لٹریچر کی تیاری

مغربی ممالک میں لوگ اِس درجہ مصروف رہتے ہیں کہ ان کے لئے روزمرہ کے پروگرام میں سے لیکچروں یا پرائیویٹ ملاقاتوں کے لئے وقت نکالنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ اِن حالات میں تبلیغی میدان کو وسعت دینے کے لئے لٹریچر کی افادیت بہت بڑھ جاتی ہے ملک عطاء الرحمٰن صاحب نے فرانسیسی زبان میں کچھ دسترس حاصل کر لی تو انہیں جلد سے جلد فرانسیسی لٹریچر تیار کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے پہلے تو پریس کانفرنس کے موقعہ پر پمفلٹ

---

[۱] الفضل ۲۷ امان/مارچ ۱۳۲۸ہش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۴

اور ٹریکٹ شائع کئے اور فرانس اور بلجیم دونوں جگہ اس کی اشاعت کی۔ اس کے بعد "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے فرانسیسی ترجمہ پر نظر ثانی کی۔ "اسلام کا اقتصادی نظام" کا فرانسیسی ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں اسلام اور تحریکِ احمدیت سے متعلق تعارفی اور بنیادی معلومات پر مشتمل دو کتابیں تالیف کیں [1]

پہلی فرانسیسی رُوح کا قبولِ اسلام

فرانس میں پہلی رُوح جسے قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک تعلیم یافتہ فرانسیسی خاتون MADAME MARGAERITE DEMAGANY تھیں جو ۲۳ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء کو بیعت فارم پُر کر کے داخلِ احمدیت ہوئیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے ان کا اسلامی نام عائشہ رکھا۔ ملک صاحب جب تک فرانس میں تبلیغِ اسلام کے فرائض بجالاتے رہے یہ خاتون ان کے فرانسیسی تراجم میں ان کا ہاتھ بٹاتی رہیں [2]

مجاہدِ فرانس کی مرکز میں واپسی

ملک عطاء الرحمٰن صاحب قریباً سوا پانچ برس تک فرانس کی سنگلاخ زمین میں کلمۂ حق بلند کرنے کے بعد ۱۱ ماہ نبوّت/نومبر ۱۳۳۰ ہش/۱۹۵۱ء کو واپس مرکز میں تشریف لے آئے اور ساتھ ہی یہ مشن بھی بند ہو گیا۔

تبلیغی مساعی کا فرانس پر اثر

اگرچہ ملک صاحب کی لگاتار اور اَن تھک مخلصانہ کوششوں کے باوجود فرانس میں نئے مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا مگر ان کو یہ کامیابی ضرور نصیب ہوئی کہ انہوں نے دہریّت اور مادہ پرستی کے مرکز میں برسوں تک نہایت استقلال اور پامردی کے ساتھ نہ صرف اسلام کا دفاع کیا بلکہ اہلِ فرانس کے علمی طبقہ کو اس کے اصولوں کی برتری اور اس کی زندہ طاقت کا احساس دلا دیا۔ آپ کا پیغام سُن کر جہاں ایک قلیل طبقہ تو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے تصوّر سے لرزاں، خوفزدہ اور مبہوت ہو گیا کیونکہ اس کے نزدیک یہ بات کہ اسلام ابھی زندہ موجود ہے ایک ناقابلِ برداشت صدمہ سے کم نہ تھی وہاں وہ عنصر جو مغربی تہذیب کے گھناؤنے، حیا سوز اور شرمناک اثرات اور دوسری جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں سے مضمحل ہو کر مایوس ہو چکا تھا۔ دعوتِ اسلام کو زندگی کے نئے پیغام سے تعبیر کرنے لگا۔ چنانچہ جیسا کہ ذکر آچکا ہے فرانس کے ایک اخبار نے اگر جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مُہم کو "یورپ پر اسلام کا حملہ" قرار دیا تو بلجیم کے ایک اخبار نے اسے یورپ کے لئے "زندگی کا نیا پیغام" قرار دیتے ہوئے یہ اُمید ظاہر کی کہ کاش اسلام

---

[1] الفضل ۱۵ تبلیغ/فروری ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵ ۔ [2] الفضل ۹ ظہور/اگست ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۲ ۔

ہی دُنیا میں قیامِ امن کا ذریعہ ثابت ہو کر دُنیا کی مشکلات دُور کرنے کا باعث بنے۔

ملک عطاء الرحمٰن صاحب نے ۲۹ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۳۰ ہش / ۱۹۵۱ء کو مجلس ارشاد تعلیم الاسلام کالج کے زیرِ اہتمام ایک تقریر میں اہلِ فرانس کے اس ملے جلے ردِّ عمل پر تفصیل سے روشنی ڈالی تو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل کالج (ایدہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا۔

"ملک عطاء الرحمٰن صاحب کی تقریر سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں آج اسلام کسمپرسی کی حالت سے نکل کر عیسائیت پر حملہ آور ہونے کے قابل ہو گیا ہے۔ آج جو مذاہب مسلمانوں کی مجرمانہ غفلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں وہ خود ان کے خیالی معیار پر پُورے نہیں اُترتے پس ہمیں اسلام کے خلاف صدیوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے ایسے حملہ آوروں کو بتا دینا چاہیئے کہ وہ خود کتنے پانی میں ہیں؟ جب ہم اسلام کی اصل تصویر اور ان کے اپنے مذاہب کی موجودہ ہیئت کذائی انہیں دکھانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو وہ کھرے کھوٹے میں خود تمیز کر کے اسلام قبول کر لیں گے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دُنیا کو اسلام کے منوّر چہرے سے رُوشناس کراتے چلے جائیں اور ساتھ ساتھ دوسرے حملہ آور مذاہب کا چہرہ بھی انہیں دکھاتے رہیں جب دونوں تصویریں بیک وقت دُنیا کے سامنے آکر ذہن نشین ہو جائیں گی تو یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا نقشہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ پس اگر آئندہ بیس۲۰ تیس۳۰ برس تک نومسلموں کی تعداد میں اضافہ نہ بھی ہو تب بھی ہمیں اسلام اور دیگر مذاہب کا اصل چہرہ دکھانے میں مصروف رہنا چاہیئے جس دن یہ کام باحسن وجوہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اُسی دن دُنیا دیوانہ وار اسلام کی طرف دوڑ پڑے گی اور ہمیں اپنی تمام مساعی کا اچانک ثمرہ مِل جائے گا" [1]

---

[1] الفضل ۳۰ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۳۰ ہش / ۱۹۵۱ء صفحہ ۸

فصل دوم

احمدیہ مسلم سپین مشن کا احیاء اور اُس کی شاندار اسلامی خدمات

سیدنا حضرت امیرالمومنین المصلح الموعودؓ کے دل میں سپین کے اندر از سرِ نو اسلامی حکومت قائم کرنے کی اِس درجہ تڑپ تھی کہ جب مارچ ۱۹۴۶ء میں برطانوی وزارتی مشن ہندوستانی سیاست کی گتھیاں سلجھانے کے لئے ہندوستان آیا تو حضور نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"کیا سپین میں سے نکل جانے کی وجہ سے ہم اسے بھول گئے ہیں؟ ہم یقیناً اسے نہیں بھولے۔ ہم یقیناً ایک دفعہ پھر سپین کو لیں گے... ہماری تلواریں جس مقام پر جاکر کند ہوگئیں وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع ہوگا اور اسلام کے خوبصورت اصول کو پیش کرکے ہم اپنے ... بھائیوں کو خود اپنا جزو بنالیں گے۔"[۱]

اِس اعلان پر ابھی دو ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ مجاہدِ تحریکِ جدید مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر اور مولوی محمد اسحٰق صاحب ساقی ۳/ احسان (جون) کو سپین کو محمد رسول اللہؐ کے قدموں پر لانے کا عزم کرکے لنڈن سے روانہ ہوئے اور ۱۰/ ماہ احسان (جون) کو اس کے دار الحکومت میڈرڈ[۳] میں پہنچ گئے۔[۴] دونوں احمدی جوان قریباً چھ ماہ سے دوسرے مجاہدین کے ساتھ لنڈن میں مقیم تھے اور نہایت بے تابی سے سپین میں داخلہ کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ مجاہدین میڈرڈ پہنچ کر PENS ON DIEZ ECHEGRAY نامی گلی میں مقیم ہوئے۔[۵]

---

[۱] جیساکہ "تاریخ احمدیت" جلد ہشتم میں آچکا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے حکم سے سپین میں پہلا مشن ملک محمد شریف صاحب گجراتی نے مارچ ۱۹۳۶ء میں قائم کیا تھا جو اندرونی خانہ جنگی کے باعث بند کر دینا پڑا اور ملک صاحب سپین سے نکل کر اٹلی میں تشریف لے گئے۔

[۲] الفضل ۶/ ماہ شہادت / اپریل ۱۳۲۵ ہش / ۱۹۴۶ء۔ [۳] MADRID اسلامی نام ماترید یا مجریط۔

[۴] الفضل ۵، ۱۷/ احسان / جون ۱۳۲۵ ہش / ۱۹۴۶ء ص ۲۔

حضرت امیر المومنین کا نہایت اہم بیان مجاہدینِ سپین کے پہنچنے پر

سیدنا المصلح الموعود نے فرزندانِ احمدیت کے سپین میں پہنچنے کی اطلاع پر مسجد مبارک قادیان میں ایک تقریر کرتے ہوئے سپین میں مسلمانوں کے شاندار عروج اور دردناک زوال کی تاریخ پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا :-

"اسلامی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ سپین پر اسلامی لشکر کا حملہ ہے جس سے یورپ میں اسلام کا قیام ہوا۔ یوں تو سارے انسان ہی خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک جیسے ہیں اور کسی جماعت یا کسی طبقہ کو کسی دوسری جماعت پر فوقیت نہیں لیکن یورپ اس اسلامی حملہ کے بعد سارے مشرق پر چھا گیا۔ گویا یہ اسلامی حملہ ایسا تھا جس نے ذوالقرنین کے بند کو توڑ دیا۔ یورپ سویا ہوا تھا اسلامی حملہ نے اُسے بیدار کر دیا۔ یورپ غافل تھا اسلامی حملہ نے اُسے ہوشیار کر دیا۔ اس نے بیدار ہوتے ہی ایشیا اور افریقہ پر قبضہ کر لیا مسلمان اگر ہمت دکھاتے اور جو چیز ان کو دی گئی تھی اسے مضبوطی سے پکڑے رکھتے اور اپنی طاقت کو کمزور ہونے سے بچاتے تو آج مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی کہ بجائے اِس کے کہ ایشیا یورپ پر قابض تھا آج یورپ ایشیا پر قابض ہے۔ اور بجائے اِس کے کہ اسلام کے غلبہ اور شوکت کی وجہ سے یورپ میں عیسائیت کا نام و نشان نہ ملتا آج عیسائیت ایشیا میں اسلام کو کمزور کر رہی ہے...

اس ملک میں آج تک مسلمانوں کے بنائے ہوئے عالی شان محلات موجود ہیں۔ غرناطہ اور قرطبہ میں اِس اِس قسم کے محلات تھے کہ تاج محل ان کے مقابل پر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ انسان جب ان کے کھنڈرات کی تصویروں کو دیکھتا ہے تو عش عش کر اُٹھتا ہے۔ غرناطہ میں ہزاروں باغات تھے مسلمانوں کے وقت میں جگہ جگہ لائبریریاں تھیں بعض کتب میں لکھا ہے کہ چھ سات سَو کے قریب وہاں لائبریریاں تھیں اور بعض لائبریریوں میں لاکھ لاکھ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ کتابیں تھیں۔ سارا یورپ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا تھا جس طرح آج لوگ برلن اور انگلینڈ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں یہی حال اُس وقت قرطبہ[1] اور غرناطہ[2] کا تھا۔ اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں اٹھارھویں صدی تک وہاں کی لکھی ہوئی کتابیں

[1] CORDOVA ۔ [2] OGARANADA ۔

پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ جس مُلک میں مسلمانوں نے اِس شان سے حکومت کی آج وہاں کوئی ایک مسلمان بھی نہیں ملتا۔ کوئی غیر ملک سے وہاں تعلیم کے سِلسلہ میں یا اَور کسی کام کے لئے گیا ہو تو اَور بات ہے لیکن اس ملک کا کوئی باشندہ مسلمان نظر نہیں آئے گا۔ وہ لوگ جنہوں نے سینکڑوں سال تک سپین پر حکومت کی وہ آج سپین کے زیرِ نگیں ہیں اور وہ لوگ جو سپین کے بادشاہ تھے آج سپین کے غلام ہیں۔ یہ واقعات ایسے اہم ہیں جن کو کسی وقت بھی بُھلایا نہیں جاسکتا۔ آٹھ سَو سال کی حکومت کوئی معمولی بات نہیں لیکن آج اس مُلک کی یہ حالت ہے اس میں کسی مسلمان کی ہَوا تک سُونگھنے کو نہیں ملتی۔ اندلس میں مسلمانوں کو جو شان و شوکت حاصل تھی اور پھر اس کے بعد جو سلوک وہاں کے مسلمانوں سے کیا گیا اسی طرح صقلیہ میں مسلمانوں کا جو رُعب و دبدبہ تھا اور اس کے بعد جس طرح انہیں وہاں سے نکالا گیا جب مَیں نے یہ حالات تاریخوں میں پڑھے تو مَیں نے عزم کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو مَیں ان علاقوں میں احمدیت کی اشاعت کے لئے اپنے مبلّغین بھجواؤں گا جو اسلام کو دوبارہ ان علاقوں میں غالب کریں اور اسلام کا جھنڈا دوبارہ اس ملک میں گاڑ دیں۔

پہلے مَیں نے ملک محمد شریف صاحب کو اس ملک میں بھیجا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہاں اندرونی جنگ شروع ہوگئی اور سپین کے انگریزی قنصل نے ان سے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں، پھر مَیں نے ان کو اٹلی بھیج دیا مگر اب جو وفود گئے ہیں ان میں مَیں نے سپین کو بھی مدِنظر رکھا ہے اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے مبلّغ سپین کے دارالسلطنت میڈرڈ میں پہنچ گئے ہیں جیسا کہ اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ دو آدمی اتنے بڑے علاقہ کے لئے کافی نہیں ہوسکتے اور ہمیں اس کے لئے مزید کوشش جاری رکھنی ہوگی مگر سرِدست ہم ان دو کو ہی ہزاروں کا قائمقام سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لئے کثرت سے اہم مقامات پر نئے تبلیغی رستے کُھل رہے ہیں اور وہاں سے پیاسی رُوحیں پکار رہی ہیں کہ ہماری سیرابی کا کوئی انتظام کیا جائے لیکن ہمارے پاس نہ اتنی تعداد میں آدمی ہیں کہ ہم ہر آواز پر ایک وفد بھیج دیں اور نہ ہی وفود بھیجنے کے لئے اخراجات ہیں۔ ایسے حالات میں ایک مومن کا خُون کھولنے لگتا ہے، خصوصاً

سپین اور صقلیہ کے واقعات کو پڑھ کر تو اس کا خون گرمی کی حد سے نکل کر اُبلنے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں ہمارے آباء واجداد نے سینکڑوں سالوں تک حکومتیں کیں اور وہ ان ممالک کے بادشاہ رہے وہاں مسلمانوں سے یہ سلوک کیا گیا کہ ان کو جبراً عیسائی بنا لیا گیا اور آج وہاں اسلام کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں۔ پھر یہ علاقے اِس لحاظ سے بھی خصوصیت رکھتے ہیں کہ وہاں سے تمام یورپین ملکوں میں تبلیغ کے رستے کھلتے ہیں پس اِس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے ضرورت ہے اخلاص کی، ضرورت ہے متواتر قربانی کی، ضرورت ہے بلند عزائم کی۔" ؎۱

سپین میں تبلیغی مشکلات

مجاہدینِ سپین کو فرانس کے احمدی مبلغین کی طرح اوّل قدم پر ہی شدید تبلیغی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی ممالک میں مدتوں سے جو رَو چل رہی تھی اس کی ابتداء مسلمانوں کے مکمل اخراج کے بعد سپین ہی سے ہوئی تھی اور یہ ملک صدیوں سے نہایت متعصب اور ظالم و متشدد کیتھولک چرچ (CATHOLIC CHURCH) کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہُوا تھا جہاں کیتھولک فرقہ کے سوا کسی دوسرے مذہب بلکہ عیسائی فرقہ پروٹسٹنٹ (PROTESTANT) تک کو اپنے مخصوص نظریات پھیلانے کی اجازت نہ تھی۔

ملکی آئین کے مطابق دوسرے مذاہب والے اگرچہ حکّام کو اطلاع دے کر اپنے مکان کے اندر عبادت تو کر سکتے تھے مگر باہر اپنا بورڈ وغیرہ آویزاں نہیں کر سکتے تھے۔

۱۹۴۵ء میں جرمنی کی شکست کے بعد جب بین الاقوامی سیاست نے پلٹا کھایا تو اس ملک کی خارجہ پالیسی میں بھی کسی قدر لچک پیدا ہوگئی اور اس نے اسلام کے نام سے انتہائی نفرت کے باوجود شام، شرق الاردن، سعودی عرب اور ترکی وغیرہ مسلم ممالک سے سفارتی تعلقات قائم کر لئے اِس طرح خدا کے فضل و کرم سے اگرچہ مبلغینِ احمدیت کو بھی سپین میں داخلہ کی اجازت مل گئی مگر خفیہ پولیس مشن کی خاص نگرانی پر متعین کر دی گئی۔ ؎۲

مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے ESCULA NACIONAL DE IDIOMAS میں داخلہ لیا اور چھ ماہ میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے قابل ہوگئے۔ زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ ایک روسی ترجمان SR ENVIQUE KUZINIW کی خدمات حاصل کر لیں اور پرائیویٹ ملاقاتوں میں اسلام

؎۱ الفضل ۱۷ وفا / جولائی ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۵۔ ؎۲ الفضل ۱۹ فتح / دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

کی آواز بلند کرنا شروع کر دی اور نہایت حکیمانہ انداز سے عیسائی عقائد کی حقیقت واضح کرنے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ صلیب سے اُترنے اور کشمیر میں چلے آنے کا تذکرہ کرنے لگے۔ سپین میں عیسائیت کے خلاف یہ پہلا علمی محاذ تھا جس کا ہسپانوی عیسائیوں سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑتا تھا جس پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس پر رکیک حملے شروع کر دیتے تھے۔ دوسرے مغربی ممالک کی طرح یہاں بھی یہ اعتراض عام طور پر بڑی شد و مد سے کیا جاتا تھا کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی مبلغینِ اسلام نے اِس خطرناک غلط فہمی کے ازالہ کی طرف بھی خاص توجہ دینا شروع کر دی۔

مجاہدینِ سپین کی طرف سے جو سب سے پہلی رپورٹ مرکز میں پہنچی وہ ماہ وفا/جولائی ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کی تھی جس میں مندرجہ بالا ابتدائی سرگرمیوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا تھا کہ:۔

"یہاں کے لوگ دوسرے لوگوں اور دوسری اقوام کی نسبت سخت بُغض اور تعصب رکھتے ہیں۔ یہاں کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا ملک تمام ممالک سے بہرحال عمدہ اور بہتر ہے اور دیگر تمام ممالک کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں خصوصاً مسلمانوں سے ایسا بُغض ہے کہ انہیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے جس کا سب سے بڑا سبب یہاں کے پادریوں کی فتنہ پردازی ہے۔ رعایا کی ضمیر پر پادریوں کا قبضہ ہے۔ کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق کچھ نہیں کر سکتا حتّٰی کہ دفتر میں کام کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ چرچ سے کیتھولک ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا جائے۔"[1]

رُوسی ترجمان کا قبولِ اسلام

ہسپانیہ میں احمدیہ مسلم مشن کا پہلا ثمر ان کے رُوسی ترجمان کا قبولِ اسلام تھا جو ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کے وسط آخر میں حضرت مصلح موعود کے اعجازِ قبولیتِ دعا کے نتیجہ میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔[2]

---

[1] الفضل ۱۵ ظہور/اگست ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۲۔

[2] مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کی رپورٹ میں اس خوش قسمت جوان کا ذکر بایں الفاظ ملتا ہے:۔

"یہ سعید نوجوان ملک رُوس کا اصل باشندہ ہے اس کا باپ زار کے زمانہ میں جنرل سٹاف میں کمانڈنٹ کے عہدہ پر مامور تھا۔ یہ نوجوان خارکوف میں پیدا ہوا۔ انقلابِ رُوس کے بعد اس کے باپ

(باقی اگلے صفحہ میں)

دو ہسپانوی باشندوں کا قبولِ اسلام

۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء میں اسلام نے اس ملک کے اصل باشندوں پر براہِ راست نفوذ و اثر پیدا کرنا شروع کر دیا چنانچہ اس سال کے وسط میں دو[2] ہسپانوی جوانوں پر بھی (جن میں سے ایک کا نام مسٹر میگل[1] اور دوسرے کا مسٹر فلپی اروِیو مینکرڈس[2] تھا) صداقتِ اسلام منکشف ہو گئی اور وہ بیعت کرکے داخلِ احمدیت ہو گئے۔ حضرت مصلح موعود نے ان کا اسلامی نام بالترتیب اجمل احمد اور فلاح الدین تجویز فرمایا[3]

مسٹر فلپی اروِیو نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں جو مکتوب لکھا وہ چونکہ اِس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے احمدیہ مسلم سپین مشن کے ابتدائی حالات اور ہسپانیہ کے سب سے پہلے نومسلموں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- کو رُوس سے بھاگ کر جان بچانی پڑی اور اِستھونیا میں چلے گئے جو آزاد ریاست تھی۔ پھر جلد ہی وہاں سے جنوبی امریکہ آ گئے اور اس نوجوان نے ارجنٹائن میں تعلیم حاصل کی۔ اور وہاں چونکہ ہسپانوی زبان بولی جاتی ہے اور انگریزی بھی۔ اس لئے دونوں زبانیں وہاں سیکھیں ۱۹۳۶ء میں اِستھونیا واپس آیا کیونکہ اس کو اس ملک کے حقوقِ شہریت حاصل تھے۔ اِستھونیا میں جب رُوس کا قبضہ جرمنی سے معاہدہ ہو جانے پر ہو گیا تو اس کا وہاں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ سپینش زبان جاننے کی وجہ سے سپینش محکمہ اطلاعات میں جرمنی میں ملازم ہو گیا۔ بعد میں ایک کرنیل کی مدد سے ۱۹۴۴ء میں سپین آ گیا۔ ہم جس روز لنڈن سے روانہ ہوئے تو وکٹوریہ سٹیشن پر خاکسار نے نہایت الحاح سے دعا کی کہ اے مولا کریم اپنے گناہوں اور کمزوریوں کا مجھے اعتراف ہے مگر ان کو نظر انداز کرتے ہوئے سیدنا حضرت المصلح الموعود کی قوتِ قدسیہ کے طفیل ہی ایسا نشان دکھلا کہ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ کا نشان پورا ہو۔ چنانچہ تھامس کُک ایجنسی سے اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کر دیا کہ ہمیں کوئی نہایت سستی سی رہائش کی جگہ تلاش کر دے۔ یہ ملک بیکاری کے لحاظ سے بالکل ہندوستان کے مشابہ ہے۔ باوجود اس کے کہ نوجوان ہر لحاظ سے قابل ہے۔ ٹائپ، شارٹ ہینڈ اور اس کے علاوہ پانچ چھ زبانیں جانتا ہے لیکن عرصہ سے باوجود انتہائی کوشش کے بیکار تھا اور اسے اسی روز ہی ملازمت اس ایجنسی میں بطور ترجمان ملی تھی اور اس کا پہلا کام ہمارے ساتھ ہی شروع ہوا۔ یہ بعض مشکلات میں تھا جس ہمدردی اور حُسنِ سلوک سے بوجہ اجنبی ہونے کے یہ ہمارے ساتھ پیش آیا اس سے متأثر ہو کر خاکسار نے فوراً حضرت اقدس المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہ کی خدمت میں خصوصیت سے دردمندانہ طور پر دعا کے لئے درخواست کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی مشکلات دُور ہو گئیں اور حضور کی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھ کر اس نے اسلام قبول کر لیا، الحمد للہ علیٰ ذالک" (الفضل ۲۰ تبوک / ستمبر ۱۳۲۵ ہش / ۱۹۴۶ء صفحہ ۳)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا :- [1] SR MIGUEL MIRANDA

[2] SR JESUS FELIPE ARROYO [3] الفضل ۳ وفا / جولائی ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء صفحہ ۵

کے کوائف پر روشنی پڑتی ہے اِس لئے اس کا اُردو ترجمہ فائدہ سے خالی نہیں۔ اُنہوں نے لکھا۔

"میرے پیارے آقا۔ سنٹرل لینگوئج سکول میں ساقی صاحب اور ظفر صاحب سے جہاں وہ سپینش اور خاکسار انگریزی اور فرانسیسی سیکھ رہے ہیں، واقفیت ہوئی۔ اس دوستانہ تعارف کے بعد مجھے ان سے گفتگو کرنے کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ بہت آسانی سے پُوری بھی ہو گئی۔ انہوں نے دوسرے روز ہی مجھ سے میرا نام دریافت کیا۔ جواباً مَیں نے اپنا نام بتایا۔ پھر دَورانِ گفتگو ساقی صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور موت کے بارے میں گفتگو شروع کر دی لیکن تنگیٔ وقت اور کلاس کا وقت ہونے کی وجہ سے سلسلہ گفتگو ختم نہ ہو سکا۔ مزید گفتگو کے لئے مجھے اُنہوں نے اپنے مکان پر دعوت دی مَیں مکان پر گیا اور مذہبی گفتگو ہوئی۔ مذہبی گفتگو کا سلسلہ کئی روز بلکہ مہینوں جاری رہا اور اِس اثناء میں مَیں نے "ٹیچنگز آف اسلام" اور "مسیح ہندوستان میں" کا بھی مطالعہ کیا۔ پہلے پہل تو مَیں اسلام سے بہت متنفر تھا کیونکہ میرے رگ و ریشہ میں کیتھولک مذہب سمایا ہُوا تھا لیکن روزانہ کی بحث و گفتگو نے آخر مجھ پر اسلام کی صداقت منکشف کر دی۔

مَیں بے انتہا شکر گزار ہوں اُس خدا کا جس نے مجھے اسلام کی تعلیم سے واقفیت کی توفیق بخشی اور جس نے حضور کو دُنیا کے مختلف اطراف میں مبلّغین بھجوانے کی توفیق عطا فرمائی خصوصیّت سے سرزمینِ سپین میں جہاں اسلام نے کئی صدیوں تک حکومت کی۔

مَیں نے شرائط بیعت پڑھ لئے ہیں اور مَیں اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی مدد سے زندگی بھر ان پر عمل کروں گا اور آپ کے تمام حکموں کو بجا لاؤں گا۔ آخر میں حضور کی خدمت میں نہایت انکسار سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے ہر حالت میں ان پر عمل کرنے کی اور فرمانبرداری کی توفیق بخشے اور دن بدن ایمان میں زیادہ سے زیادہ ترقی کروں اور میرا ہر دن اطاعت و فرمانبرداری میں بسر ہو اور خدا تعالیٰ مجھے نُورِ رُوحانیت عطا فرماوے جس کے ذریعہ اَور لوگوں کو منوّر کر سکوں جو ابھی تک ایمان نہیں لائے۔

حضور کا فرمانبردار خادم فیلی اردیو مینکڑس "[1]

---

[1] الفضل ۳۰ وفا/جولائی ۱۳۲۶ ہش/۱۹۴۷ء ص۴

لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" کے ہسپانوی ترجمہ کی اشاعت

یہ مشن ابھی ابتدائی مراحل میں تھا کہ ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں مبلّغین کا خرچ ختم ہو گیا اور مرکز کو اسے بند کر دینے کا فیصلہ کرنا پڑا[1] مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے تبلیغ اسلام کا جھنڈا سرنگوں ہونا کسی طرح گوارا نہ کیا اور اخراجاتِ مشن چلانے کے لئے عطر فروخت کرنے کا کام شروع کر دیا[2]۔ میڈرڈ کارپوریشن کی طرف سے پھیری والوں کو مال بیچنے کی ممانعت تھی جس کی وجہ سے بڑی مشکلات پیش آئیں مگر انہوں نے اپنا کام جاری رکھا جو عملاً سپین میں ایک چلتا پھرتا تبلیغی ادارہ تھا جس کو حکومت کے سپاہی مشتبہ نظروں سے دیکھتے تھے بلکہ ایک بار جب آپ خوانچہ لگائے عطریات فروخت کر رہے تھے خفیہ پولیس کے پانچ آدمی آپ کو گرفتار کر کے لے گئے اور چار گھنٹہ تک زیر حراست رکھا[3]۔

ہسپانوی زبان میں کوئی اسلامی لٹریچر موجود نہیں تھا اس خلاء کو جلد سے جلد پُر کئے بغیر تبلیغی مساعی

---

[1] چوہدری محمد اسحٰق صاحب ساقی ماہ شہادت/اپریل ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں سپین سے پاکستان بلوا لئے گئے۔

[2] مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر تحریر فرماتے ہیں:-

"برصغیر ہند و پاکستان کی تقسیم کے وقت جب فسادات کی وجہ سے جماعت کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان جانا پڑا تو مالی تنگی کی وجہ سے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے یورپ کے بعض مشنوں کو بند کرنے کا فیصلہ فرمایا ان میں سپین کا مشن بھی تھا۔ خاکسار نے حضور پُرنور کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ مشن نہ بند کریں، خاکسار خود اخراجات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا چنانچہ لنڈن میں جو عطر کا کام سیکھا تھا کام آیا عطر کی شیشیاں بھر کر بعض دوستوں کے ذریعہ فروخت کرنے کی کوشش کی مگر آمد بہت قلیل ہوتی تھی۔ میڈرڈ یونیورسٹی کے ایک انگریز پروفیسر SR MORRIS سے تعارف تھا۔ ان کی اہلیہ ہسپانوی خاتون تھیں انہوں نے تحریک کی کہ RASTRO سنڈے مارکیٹ کیوں نہیں جاتے؟ چنانچہ ایک ہسپانوی دوست کے ساتھ سنڈے مارکیٹ جانا شروع کر دیا۔ خدا کے فضل سے ہر اتوار کو تین چار پونڈ بکری ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ایک واقف فیملی نے رائے دی کہ آپ انٹرنیشنل انڈسٹری نمائش ZARAGOZA جائیں چنانچہ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں وہاں گیا، الحمد للہ وہاں اچھی بکری ہوئی۔ ۱۹۴۹ء میں اشبیلیہ بھی گیا۔ ماہ مئی ۱۹۴۹ء میں VALENCIA کی صنعتی نمائش میں بھی شامل ہوا اور اس سال BARCELONA کی صنعتی نمائش میں بھی حصہ لیا اور کچھ رقم بھی جمع کر لی" (اقتباس از مکتوب محررہ ۱۴ احسان/جون ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء بنام مؤلف "تاریخ احمدیت")۔

[3] الفضل یکم تبوک/ستمبر ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵۔

مُلک پر کوئی نتیجہ خیز اثر نہیں ڈال سکتی تھیں مبلغ اسلام مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے اس شدید کمی کو محسوس کرتے ہوئے پہلے ہی سال حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کے مشہور لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" کا ہسپانوی ترجمہ مکمل کیا اور اس کی اشاعت کے لئے وزارتِ تعلیم میں درخواست کر دی اور ساتھ ہی ماہِ وفا/جولائی ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء میں اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن محکمہ سنسر شپ میں پیش کر دیا۔ خیال تھا کہ چونکہ سپین کی حکومت دن رات کمیونزم کے خلاف پراپیگنڈا کر رہی ہے اس لئے اس کتاب کی اشاعت کی ضرور اجازت مِل جائے گی خصوصاً اس لئے کہ اس میں دوسرے مذاہب کے خلاف ایک لفظ تک بھی موجود نہیں اور خالص مثبت انداز میں اسلام کے معاشی نظریات کی ترجمانی کی گئی تھی مگر اِس معاملہ نے بہت طُول کھینچا۔ ہُوا یہ کہ چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر نے کتاب کے دیباچہ میں لکھا تھا کہ کمیونزم کا علاج صرف اسلام ہے سنسر والوں نے اصرار کیا کہ اس فقرہ سے اسلام کا لفظ کاٹ دیا جائے۔ اِس پر مولوی صاحب موصوف نے بعض ذمہ دار افسروں سے ملاقات کی اور بار بار درخواستیں دیں کہ عیسائیت کا ذکر کئے بغیر اسلامی تعلیم پیش کی گئی ہے۔ آخر خدا خدا کر کے خط و کتابت کے بعد یہ معاملہ وزارتِ تعلیم تک پہنچا اور کتاب کے اس فقرہ میں کسی قدر ترمیم کے بعد کتاب شائع کرنے کی اجازت مِل گئی[1] پریس نے ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء میں اسے چھاپنا شروع کیا اور ۲۳ ماہ ظہور/اگست ۱۳۲۶ ہش / ۱۹۴۷ء کو اس کا پہلا نمونہ تیار کر کے دیا۔ اخبار الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا تین ہزار نسخہ شائع کیا گیا اور اس پر پانچ سَو پونڈ سے بھی زیادہ لاگت آئی جو اصل تخمینہ سے قریباً ایک تہائی حصّہ زیادہ تھی[2]

---

[1] ان دنوں پروفیسر SR D. JUAN BENEYTO PEREZ محکمہ سنسر شپ کے انچارج تھے جو پریس کے ڈائریکٹر جنرل بھی رہے اور آج کل سپین کی پریس کونسل کے صدر ہیں۔ چونکہ سنسر شپ نے بہت سی تبدیلیوں کا مطالبہ کیا تھا اِس لئے پروفیسر صاحب مذکور نے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کو بُلا کر کہا کہ خواہ خفیف سی ہو کوئی تبدیلی بہر حال کر دیں۔ چنانچہ دیباچہ میں جہاں یہ لکھا تھا کہ "اسلام جو سب سے زیادہ سچا اور مکمل مذہب ہے" مولوی صاحب نے "اسلام" کے بعد" جو میرے نزدیک" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا جس پر کتاب شائع کرنے کی اجازت مِل گئی۔ اِس سلسلہ میں PEDRO EXEMO. S.R. ROCAMORA ڈائریکٹر جنرل پراپیگنڈا اور SR. CERDERA (حال جج سپریم کورٹ سپین و ممبر رائل مارل اور پولیٹکل سائنس اکیڈیمی کے ممبر) نے گرانقدر امداد دی۔ یہ کتاب AFRO DICIO AGUADO پریس میں چھپی۔

[2] سپین مشن کی ایک رپورٹ کے مطابق اس کتاب (مع ترجمہ) کی قیمت کے قریباً چار سو پونڈ اخراجات ہوئے تھے

نتیجۃً آپ زیر بار ہو گئے۔ اِسی دوران آپ کو ماہِ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ھ ش ۱۹۴۷ء میں صوبہ اراگون کے قدیم ترین شہر سَارا گوتا کی قومی صنعتی نمائش میں پھیری لگا کر عطر بیچنے کی اجازت مِل گئی جس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنی آمد ہوئی کہ سب قرضہ بے باق ہو گیا۔[۱]

کتاب کی مقبولیت

مُلک میں تبلیغی ٹریکٹوں کی اشاعت اور پبلک اجتماعات کے انعقاد میں بھاری رُکاوٹیں تھیں مگر اس کتاب کی اشاعت نے سپین میں تبلیغ کی ایک نئی اور وسیع راہ کھول دی۔ ایک فوری اثر یہ بھی ہُوا کہ سپین کے بعض متعصب عیسائیوں نے بھی یہ برملا اقرار کرنا شروع کر دیا کہ اسلام کا اقتصادی نظام ہی دُنیا کے دُکھوں دردوں کا بہترین اور کامیاب علاج ہے۔

کتاب کے متعلق بہت سے خطوط موصول ہوئے جن میں سرکردہ علمی و سیاسی طبقہ کے افراد نے نہایت اعلیٰ تأثّرات کا اظہار کیا تھا چنانچہ سپریم ٹریبونل کے پریذیڈنٹ SY. D. JOSE CASTAN نے کتاب پڑھ کر حسبِ ذیل مکتوب لکھا:۔

" میڈرڈ ۲۴ اپریل ۱۹۵۰ء

امیر کرم الٰہی ظفر

نہایت مکرم و محترم

مَیں آپ کے نوازش نامہ کا بہت شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بہترین کتاب ہے جس کے مطالعہ نے میری طبیعت پر نہایت شاندار اور اعلیٰ تأثّرات پیدا کئے ہیں۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو اِس ملک (سپین) میں اور اس کے باہر بھاری کامیابی عطا کرے گا۔ کتاب حالاتِ حاضرہ کے متعلق نہایت دلچسپ ہے۔

آپ کا نیاز مند

(دستخط) " (ترجمہ)

سپین کے عوامی اور خصوصی حلقوں کے علاوہ مُلکی پریس نے بھی کتاب پر بہت عُمدہ تبصرے شائع کئے[۲] جن میں اِس کتاب کی بیان کردہ تعلیمات کی برتری کا اقرار کیا۔

---

[۱] الفضل ۱۹ فتح ۱۳۲۶ھ ش صفحہ ۵

[۲] بطور نمونہ میڈرڈ کے مشہور اور ضخیم رسالہ " انسٹی ٹیوٹ آف پولیٹیکل سائنس " کا مفصّل ریویو " تاریخ احمدیت " جلد دہم صفحہ ۴۶۹، ۴۷۰ پر نقل کیا جا چکا ہے۔

مختصر یہ کہ حضور کی اِس بلند پایہ تصنیف کی وجہ سے بفضلہٖ تعالیٰ تبلیغ اسلام کے کام میں بہت وسعت پیدا ہو گئی اور سنجیدہ طبقہ میں اسلامی تعلیمات کی برتری کے احساس کو پیدا کرنے میں بھاری مدد ملی۔[1]

حضرت مُصلح موعُود کا اظہارِ خوشنودی

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود نے سپین مشن کے انچارج مبلّغ مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کی تبلیغی کوششوں پر (۲۶ ماہِ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے) خطبہ جمعہ میں اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا :-

"ہسپانیہ کے مبلّغ نے بہت اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ جب سلسلہ کی مشکلات بڑھیں اور اُن نقصانات کے بعد جو مشرقی پنجاب میں ہوئے ہم مجبور ہو گئے کہ وہاں سے مشن ہٹالیں اور اسے بتایا گیا تو اس نے لکھا کہ مجھے واپس نہ بُلایا جائے بلکہ مجھے اجازت دی جائے کہ مَیں اپنے گذارہ سے یہاں کام کروں۔ چنانچہ اس نے پھیری کا کام کر کے گذارہ کیا اور نہ صرف گذارہ کیا بلکہ اس نے ایک کافی رقم جمع کر کے میرے لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" کا ترجمہ کر کے شائع کیا۔ دو اڑھائی ہزار روپیہ کے قریب اس پر خرچ آیا اور اب وہ اِس فکر میں ہے کہ وہ اِس کام کو وسیع کرے۔"[2]

حضرت مصلح موعود کا مکتوب گرامی بارسلونہ کی ایک ہسپانوی خاتون کے جواب میں

ایک خاتون نے جو "اسلام کا اقتصادی نظام" سے بہت متأثر تھی، حضرت سیّدنا المصلح الموعود کی خدمت میں ہسپانوی زبان میں ایک خط لکھا جس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا :-

---

[1] ایک عرصہ سے سی آئی ڈی نے مبلّغِ اسلام کی نگرانی ترک کر دی تھی مگر کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" کے منظرِ عام پر آنے کے بعد اس کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ ایک بار خفیہ پولیس کا ایک آدمی کیتھولک چرچ کی رپورٹوں کی بناء پر آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ کیا تم نے کوئی کتاب شائع کی ہے؟ اس کے بعد سنسر شپ کا اجازت نامہ دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اسے نہایت وضاحت سے بتایا کہ جب بندہ اسلام کا مبلّغ ہے تو میرا کام اسلام کی تبلیغ کرنا ہے آپ لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ بندہ ہرگز ہرگز ملک کے سیاسی معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ میرا سپین میں پانچ سالہ قیام اِس بات پر شاہد ہے۔" (الفضل ۲۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ہش/۱۹۵۲ء صفحہ ۷ کالم ۱-۲)

[2] الفضل ۵ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴

"ہسپانیہ ایک ایسا ملک ہے جس نے اسلام کی ایک دفعہ پہلے بھی روشنی دیکھی تھی لیکن اُس وقت اس کی روشنی جنگ کے ذریعہ ظاہر ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آخر میں مشتبہ ہو گئی۔ اَب وہ روشنی محبت، اور صُلح کے پیغام کے ذریعہ ظاہر ہوئی ہے اِس وجہ سے وہ دائمی ہو گی اور کبھی نہ بُجھے گی اور کبھی وہاں سے نکالی نہ جائے گی۔" [1]

اِسلامی اُصول کی فلاسفی کے ہسپانوی ترجمہ کی اشاعت

کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" شائع ہو چکی تو مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرکۃ الآراء اور حقائق و معارف سے پُر اور قرآنی علوم سے لبریز کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا بھی ہسپانوی ترجمہ شائع کریں۔

لیکن اِس کتاب کی اشاعت ایک زبردست معرکہ تھا۔ سب سے دُشوار اور حل طلب مسئلہ اجازت کا تھا۔ محکمہ سنسر شپ کے انچارج پروفیسر BENEYTO نے جو "اسلام کا اقتصادی نظام" کی اجازت میں ممد و معاون تھے اپنی ذاتی ذمہ داری پر اِس کتاب کی بھی اجازت دے دی اور ساتھ ہی تاکید کر دی کہ جلد طبع کر کے شائع کر دو تا کوئی روک نہ پڑ جائے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے ۱۹۵۰ء (۱۳۲۹ھش) میں یہ کتاب بھی اُسی مطبع (AFRO DICIO AGUADO) کو دے دی جہاں پہلی کتاب طبع ہوئی تھی۔ کتاب پانچ ہزار کی تعداد میں چھپ کر تیار ہو چکی تھی اور سرورق لگ رہا تھا کہ سپین حکومت کے وزیرِ تعلیم [2] نے ایک خاص آرڈر کے ذریعہ مطبع والوں کو حکم جاری کر دیا کہ کتاب کی اشاعت روک دی جائے اور اس کی تقسیم شُدہ کاپیاں ضبط کر لی جائیں۔ اِس پر مولوی صاحب نے وزیرِ تعلیم سے ملنے کی کوشش کی، خطوط پر خطوط لکھے، تار دیئے، مختلف شخصیتوں سے بار بار ملاقاتیں کیں۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی (جو اُن دنوں حکومتِ پاکستان کے وزیرِ خارجہ تھے) ہسپانوی سفراء پر کتاب پر سے پابندی اُٹھا لینے کے لئے زور دیا لیکن وزارتِ تعلیم نے جواب تک دینا گوارا نہ کیا۔

آخر سپین کی وزارتِ خارجہ نے ایک روز مولوی صاحب موصوف کو بُلا کر کہا کہ اگر آپ اِس کتاب میں سے بعض عبارتیں حذف کرنے کو تیار ہوں تو ہم اسے شائع کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ مولوی

---

[1] الفضل ۱۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء صفحہ ۴۔

[2] نام SR JOSE ILEANOZ MARTIN (یہ صاحب اب فوت ہو چکے ہیں)۔

صاحب نے کہا کہ آپ ایک ایسی بات کا مطالبہ کر رہے ہیں جسے دُنیا کا کوئی بھی انصاف پسند اور عقلمند انسان تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ یہ خالص ایک مذہبی کتاب ہے اور اس کے مصنف ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تھے۔ ان کی کتاب میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔

علاوہ ازیں ماہِ تبوک/ستمبر ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء میں لنڈن کے پاکستان آفس نے بھی بذریعہ چٹھی اطلاع دی کہ اگر کتاب میں ہسپانوی حکومت کی رائے کے مطابق ترمیم و تصحیح کر دی جائے تو یہ پابندی اُٹھالی جائے گی مگر مبلّغِ اسلام نے اسے بھی اپنے تار اور مفصّل مکتوب میں یہی جواب دیا کہ تبدیلی ناممکن ہے۔

یہ سلسلۂ مُراسلت ابھی جاری تھا کہ اِس اثناء میں سنسر شپ کا محکمہ وزارتِ تعلیم کی بجائے وزارتِ اطلاعات کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ اِس تبدیلی سے کتاب کا معاملہ از سرِ نو اُٹھانا پڑا[1] جناب ظفر صاحب نے ایک مفصّل خط ڈائریکٹر آف پراپیگنڈا کو لکھا اور ملاقات بھی کی مگر اُنہوں نے چند دنوں کے بعد جواب بھجوایا کہ وہ سابق وزیرِ تعلیم کا فیصلہ منسوخ نہیں کر سکتے جبکہ دوسرے مذاہب کے بارے میں حکومت کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے[2] قبل ازیں پریس کے مالک نے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر کتاب کی تمام قیمت ادا کر دی جائے تو وہ کتاب مشن میں لے جانے کی اجازت دے دے گا مگر اس نے بھی معذرت کر دی اور بتایا کہ ڈائریکٹر جنرل نے کہا ہے کہ جب تک کتاب پر سے پابندی نہیں اُٹھائی جاتی ساری ذمہ داری مطبع والوں پر ہوگی۔ اِس پر مبلّغِ اسلام نے ڈائریکٹر جنرل آف پراپیگنڈا کو پے در پے خطوط لکھے۔ ایک زوردار خط کے ذریعہ اُن کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی کہ سچے مذہب کی نشانی یہ ہے کہ غیر مذاہب کو کُھلی تبلیغ و اشاعت کی اجازت دیتا ہے۔

ڈائریکٹر جنرل صاحب نے بظاہر بڑی ہمدردی کا خط لکھا کہ آپ کی کوششوں کا مُعترف ہوں مگر ساتھ ہی یہ دو ٹوک جواب دیا کہ سپین میں کیتھولک کے سوا کسی مذہب کو تبلیغ کی قانوناً اجازت نہیں ہے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے مختلف شخصیتوں کے ذریعہ سے بھی اس پابندی کے اُٹھائے جانے کی بہت کوششیں کیں مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی[3]

خدا کی قدرت! اُن ایام میں جبکہ سپین گورنمنٹ کی طرف سے کتاب پر نہایت سختی سے پابندی عائد

---

[1] الفضل ۲۷ نبوت/نومبر ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء صـ۴ کالم ۲ ؁ [2] الفضل ۲۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء صـ۷ کالم ۱ ؁ [3] الفضل ۱۹ شہادت/اپریل ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء صـ۲ کالم ۲ ؁

تھی خدائے قادر و توانا ذو المجد و العلیٰ نے اہم ہسپانوی شخصیتوں تک کتاب پہنچانے کا یہ سامان پیدا کر دیا کہ لنڈن کے ایک نئے احمدی دوست محمد لیسین صاحب نے مولوی صاحب موصوف سے وعدہ کیا کہ اسلامی اصول کی فلاسفی کا ہسپانوی ترجمہ اور ہسپانیہ کے چوٹی کے معزز اشخاص کے پتے ہمیں بھجوا دیں ہم لنڈن سے یہ کتاب اُن کو بھجوا دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کتاب پہنچنے پر لنڈن ہی سے بذریعہ ڈاک ہسپانوی معززین کو پہنچانا شروع کر دی۔ اِسی دَوران میں مولوی صاحب نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ایک نسخہ سپین کے صدر جنرل فرانکو کی خدمت میں بھی بھجوا دیا جنرل موصوف نے ایک خط کے ذریعہ کتاب کا دِلی شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ کتاب انہیں بے حد پسند آئی۔ اِس خط کے بعد مولوی صاحب نے کتاب کی محدود رنگ میں تقسیم شروع کر دی۔ پولیس والے اکثر جواب طلبی کے لئے آتے تھے لیکن جب آپ ان کو جنرل فرانکو کا خط دکھاتے تو وہ خط کی نقل لے کر چل دیتے تھے۔ اِس کے علاوہ اَور بھی بہت سے اہم لوگوں نے کتاب سے متعلق اپنے اعلیٰ تأثرات کا اظہار کیا۔

چنانچہ ۱۹۶۴ء میں کارڈینل آرچ بشپ اشبیلیہ نے کتاب ملنے پر حسبِ ذیل مکتوب لکھا:۔

"اشبیلیہ کا آرچ بشپ کارڈینل، کرم الٰہی ظفر امیر مشن احمدیہ سپین کو سلام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سلامتی طلب کرتا ہے۔

"اسلامی اصول کی فلاسفی" کے بھجوانے پر دِلی ممنون ہوں اور خوشی کا اظہار کرتا ہوں۔ کتاب مَیں نے انتہائی دلچسپی سے پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر ہو اور باقی سب پر بھی۔

مَیں اِس حقیقت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے ہر وہ تحریک بہت پسند ہے جو انسان کو مادّی زندگی سے نکال کر رُوحانیت کی رفعتوں پر لے جائے اور اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے میں ممد ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے تعلق سے ہی امن و سلامتی و باہمی اُخوّت، نیکی اور خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہم جس دَور میں سے گزر رہے ہیں وہ بے لگام مادّہ پرستی کا دَور ہے جس میں بے شمار لوگ خطرناک طور پر ملوّث ہو چکے ہیں اور وہ اس امر کو بھول چکے ہیں کہ اِس دُنیا کی زندگی حقیقی اور ابدی زندگی نہیں بلکہ دائمی اور رُوحانی زندگی اللہ تعالیٰ کے سچے تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ کی کتاب میں بے شمار ایسی عبارتیں موجود ہیں جو ہمیں نیکی کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام پر ہمارے درمیان اتحاد، اتفاق اور اُخوّت پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان عبارتوں کی وجہ سے ہمارے پختہ عقیدہ پر کہ مسیح خدا کے بیٹے اور تمام دُنیا کے نجات دہندہ تھے کوئی اثر یا فرق نہیں پڑتا۔

خدا تعالیٰ سے تمام اسلامی دُنیا کی خوشحالی طلب کرتا ہوں۔ اس کی رحمت آپ پر ہو۔ دستخط (ترجمہ)

اِس خط کا بھی بہت فائدہ ہوا۔ عوام اور پولیس میں سے جو لوگ مولوی صاحب موصوف کے پاس آتے تو آپ انہیں اس کی فوٹو کاپی دکھا دیتے جس سے ان پر یہ گہرا اثر پڑتا کہ جب اُن کے ایک مذہبی رہنما کو کتاب بہت پسند آئی ہے تو کتاب مفید ہی ہوگی۔[1]

بالآخر چودہ[۱۴] برسوں کے بعد انفارمیشن منسٹر D. MANUEL FRAGA نے نہ صرف اِس کتاب کے شائع کرنے کی بلکہ ایک ٹریکٹ "مَیں اسلام کو کیوں مانتا ہوں"[2] کے چھپوانے کی بھی باقاعدہ سرکاری اجازت دے دی۔ اِس کتاب کا پہلا ایڈیشن پانچ ہزار کی تعداد میں اور دوسرا ایڈیشن چھ[۶] ہزار کی تعداد میں چھپ کر سپین کے سرکردہ علمی، سیاسی اور مذہبی طبقوں کے اکثر معزز اشخاص تک پہنچ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عام طور پر اس کی نسبت بہترین خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔

ذیل میں بطور نمونہ بعض ہسپانوی مقتدر شخصیتوں کے تأثرات درج کئے جاتے ہیں جن سے اِس شاندار کتاب کے وسیع اثرات کا پتہ چلتا ہے:۔

---

[1] سپین مشن کی مطبوعہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے اس کتاب کی عام اشاعت تک مشن ہاؤس میں اِس کتاب کا درس جاری رکھا۔ (الفضل ۲۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ہش ۱۹۵۲ء صفحہ ۳ کالم ۲) ؁

[2] اِس ٹریکٹ کا پہلا ایڈیشن پانچ ہزار اور دوسرا ایڈیشن چھ ہزار کی تعداد میں چھپ کر تقسیم ہو چکا ہے اور ہسپانوی عوام نے اسے بے حد پسند کیا ہے۔ ایک اعلیٰ سرکاری افسر نے اسے پڑھ کر مبلغ اسلام سے کہا کہ میں دستخط کر دیتا ہوں کہ مَیں ٹریکٹ میں بیان کردہ اسلامی تعلیم سے سو فیصدی اتفاق کرتا ہوں۔ مبلغ اسلام نے طراگونہ TARAGONA میں یہ ٹریکٹ تقسیم کئے۔ ایک نوجوان یہ ٹریکٹ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے جن کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے محمود احمد رکھا۔

(۱) پریذیڈنٹ رائل اکیڈیمی آف قرطبہ (D. RAFAEL CASTEJON Y MORTIOZ DE ARIZALA) نے درج ذیل مکتوب کی صورت میں خراجِ تحسین ادا کیا:-

قرطبہ - ۳۰ نومبر ۱۹۶۵ء

جناب کرم الٰہی ظفر

احمدیہ مسلم مشن میڈرڈ

نہایت واجب الاحترام

آپ کا نوازش نامہ اور کتاب مصنفہ (حضرت) احمد (مسیح موعود علیہ السلام) ملی میں اس تحفہ کے بھجوانے پر دلی شکریہ ادا کرتا ہوں میں نے اس کتاب کو انتہائی دلچسپی اور توجہ سے پڑھا ہے اس میں بیان کردہ تعلیم حقائق و معارف اور علم و عرفان سے پُر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے میرا دل و دماغ معطر ہو گیا۔

میں نے ڈائریکٹر آف انسٹی ٹیوٹ (ESTUDIOS CALIFALES) جن کا نام D. VICENTE GARICA FIGUERA ہے اور جو چیف آف سٹیٹ کے کرنل بھی ہیں کو یہ کتاب پڑھنے کے لئے دی۔ ان کو یہ کتاب اس قدر دلچسپ معلوم ہوئی کہ آپ نے اس ماہ کی ۲۰ تاریخ کو رائل اکیڈیمی میں اس کے متعلق ایک لیکچر دیا۔

ہم ایک رسالہ "الملک" شائع کرتے ہیں جس میں عموماً خلفاء بنو امیہ آف قرطبہ کے تاریخی اور آثارِ قدیمہ سے متعلق مضامین شائع کرتے ہیں۔ اگر آپ ہمیں رسالہ ریویو آف ریلیجنز بھجوا دیا کریں تو یہ رسالہ ہم آپ کو بھجوا سکتے ہیں۔

آخر میں پھر دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دستخط (ترجمہ)

(۲) کلچر ہسپانی (CULTURE HISPANI) کے ڈائریکٹر صاحب نے لکھا:-

"روحانی علم و عرفان سے پُر کتاب پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی" [۱]

(۳) میڈیکل پروفیسر و ممبر رائل اکیڈیمی آف میڈیسن (D. ALFONSO DELAFUENTE) نے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کے نام لکھا کہ:-

---

[۱] ماہنامہ "تحریکِ جدید" ربوہ فتح / دسمبر ۱۳۴۵ ہش / ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۵ (ایڈیٹر مولانا نسیم سیفی صاحب)

جنابِ من مَیں آپ کا اسلامی اصول کی فلاسفی کے بھجوانے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کتاب انسان کی رُوحانی ترقی کے لئے علم و عرفان اور وعظ و نصیحت سے پُر ہے جس کی آجکل شدید ضرورت ہے جبکہ دُنیا ضلالت و گمراہی میں مُبتلا ہے اور لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین نہیں رہا۔ مَیں خلوصِ دل سے آپ کو دِلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور آخر میں دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اِس کا مطالعہ میرے لئے بے حد مفید ثابت ہُوا ہے۔[۱] (ترجمہ)

(۴) ایک میڈیکل سکول کے پرنسپل اور رائل اکیڈیمی کے ممبر سر وِلّا نووا SR VILLA NOVA نے ۵ مئی ۱۹۶۹ء کو لکھا:-

"مَیں نے بڑی خوشی سے اِس کا مطالعہ کیا اور اسے بے حد مفید پایا۔ مَیں اِس کتاب کے مطالعہ سے بے حد متاثر ہُوا ہوں۔ نہایت اعلیٰ اخلاقی تعلیم احسن رنگ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب عالمگیر خوبیوں کی حامل ہے جس میں اسلامی تعلیم کا گہرا فلسفہ بیان کیا گیا ہے ہم سب کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ مَیں دوبارہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور خلوصِ دل سے اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"[۲]

احمدیہ مشن کی دیگر ابتدائی نوسالہ عمومی سرگرمیاں

(از ماہ ظہور/اگست ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء تا امان/مارچ ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء)

احمدیہ دارالتبلیغ سپین کی دُوا بتدائی اور نہایت اہم اور اثر انگیز مطبوعات کا یکجائی تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم پھر پیچھے پلٹتے ہیں اور اِس مشن کی بعض دیگر ابتدائی نوسالہ عمومی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

چونکہ سپین میں تبلیغی مشکلات بے اندازتھیں اِس لئے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے جماعتِ احمدیہ کے مستقل سیاسی مسلک اور روایات کے عین مطابق قانونِ ملکی کا احترام کرتے اور اُس کی حدود میں رہتے ہوئے اُن تمام ذرائع کو حتّی الامکان بروئے کار لانے کی انتہائی کوشش فرمائی جو ملک کے مختلف حلقوں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے اور اُن تک حق و صداقت کی آواز پہنچانے میں کسی طرح بھی مفید و معاون بن سکتے تھے۔ مثلاً:-

---

[۱] الفضل ۱۲ وفا/جولائی ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء صا کالم ۱۔

[۲] الفضل ۱۲ وفا/جولائی ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء ص۳۔

۱ - احمدیہ دار التبلیغ میں ہر اتوار کو دوپہر کے بعد اسلام کے بارے میں دلچسپی لینے والوں اور معلومات حاصل کرنے والوں کا گویا ہجوم رہتا تھا مولوی صاحب موصوف اس موقع سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھاتے۔ اُن کے سامنے موقع محل کے مطابق مختصر تقریر کرتے اور سوال و جواب کی صورت میں اسلام کے خلاف مختلف شُبہات کا ازالہ کرتے تھے۔

۲ - اس عرصہ میں آپ نے سپین کے سفارت خانوں، سرکاری افسروں، تعلیمی اداروں اور ملک کے دیگر مختلف حلقوں اور باہر سے آنے والے لوگوں سے روابط و مراسم پیدا کرنے کی کوششیں برابر جاری رکھیں چنانچہ اس دَور کی رپورٹوں میں ہسپانوی مراکش کے ولی عہد شہزادہ مولائی مہدی بن حسن[1]، ہسپانوی کمرشل اٹیچی، سفیر ارجنٹائن، برطانوی سفیر ، سفیر برائے پاکستان، مصری سفیر فرانسیسی سفیر، وزیر پبلک ورکس اور گوائی کے وزیر مختار، امریکی سفیر، فلپائن کے سفیر، کولمبیا اور لبنان کے صحافیوں، سپین کے مشہور مؤلف و مؤرخ DR. GREGNO MANON اور سپین کی مختلف خطاب یافتہ شخصیتوں (COUNTS) سے ملاقاتوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس زمانہ میں مجاہدِ اسلام نے سفارت ارجنٹائن کے افسروں سے بالخصوص گہرے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے تھے اور ان لوگوں کو اکثر خوشگوار ماحول میں تبلیغ کے مواقع ملتے رہتے تھے اسی اثنا میں ملٹری اٹیچی کے سیکرٹری نے سائیکلوسٹائل مشین کا تحفہ احمدیہ مسلم مشن کو پیش کیا۔[2]

۳ - مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو میڈرڈ[3] (دار الحکومت) ہی میں محدود نہیں رکھا بلکہ وقتاً فوقتاً سپین کے دوسرے مشہور شہروں مثلاً اشبیلیہ[4]، تاراگوتا[5]، برشلونہ[6] تشریف لے جا کر پیغامِ حق پہنچانے کی کوشش کی۔ بلنسیہ[7] سپین کا تیسرے نمبر پر بڑا شہر ہے جو بحیرۂ روم کے

---

[1] ان ایام میں مراکش کے بیشتر حصہ پر فرانس نے قبضہ کر رکھا تھا مگر ایک حصہ سپین کے ماتحت تھا۔ اس علاقے میں ایک مورش سردار حکمران تھے جن کا نام المولائی حسن تھا جو خلیفہ سپینش مراکو کے نام سے ملقّب تھے۔ یہاں انہی کے ولیعہد کا ذکر ہے۔

[2] الفضل ۱۹ شہادت/اپریل ۱۳۳۱ ہش/۱۹۵۲ء صـ۴ وتفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۷ نبوت/نومبر ۱۳۳۰ ہش/۱۹۵۱ء، ۲۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ ہش/۱۹۵۲ء، ۲ اخاء/اکتوبر ۱۳۳۱ ہش/۱۹۵۲ء، ۸ وفا/جولائی ۱۳۳۵ ہش/۱۹۵۶ء صـ۳۔ [3] اسلامی نام ماترید یا مجریطہ۔ [4] SEVILLA۔ [5] ZARAGOZA۔ [6] BARCELONA [7] VALENCA۔

ساحل پر واقع اہم بندرگاہ ہے اور جہاں جابجا اسلامی عہدِ حکومت کے آثارِ قدیمہ ملتے ہیں مجاہدِ اسلام نے ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء میں اِس علاقے کی طرف بھی تبلیغی سفر کیا اور ایک گاؤں الکھن سیڈل فارو (ALKHAN SIDELFORO) میں اسلام کی منادی کی۔[1]

۴۔ آپ نے "اسلام کا اقتصادی نظام" اور "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے ہسپانوی ترجموں کے علاوہ عام طور پر ملک میں درج ذیل لٹریچر معززین کو بطور تحفہ یا قیمتاً دیا:-

"خطبہ الہامیہ" (عربی)۔ "مسیح ہندوستان میں" (انگریزی)۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی" (انگریزی وفرانسیسی)۔ "اسلام کا اقتصادی نظام" (انگریزی)۔ "کمیونزم اینڈ ڈیموکریسی" (انگریزی از حضرت مصلح موعود)۔ "مسیح کہاں فوت ہوئے؟" (انگریزی)۔

ان کتابوں میں سے بعض بیرونی ممالک میں بھی بھجوائی گئیں مثلاً "اسلام کا اقتصادی نظام" پریذیڈنٹ ری پبلک ارجنٹائن کو جنہوں نے کتاب موصول ہونے پر تحریری شکریہ ادا کیا۔[2]

۵۔ آپ نے تبلیغِ اسلام کی وسعت کے لئے ایک کارگر ذریعہ یہ اختیار کیا کہ زیرِ تبلیغ احباب کے نام بکثرت خطوط لکھے جن میں ان کے شکوک و وساوس کا ازالہ کیا اور صحیح اسلامی تعلیم پیش کی۔[3]

نومسلموں کی تعلیم و تربیت

مندرجہ بالا ذرائع کے نتائج خدا کے فضل و کرم سے بہت خوشکن نکلے اور اس کے نتیجہ میں ہر سال نومسلموں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اسلام میں آنے والوں کی اس نئی جماعت نے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر پر ان کی تعلیم و تربیت کی بھاری ذمہ داری ڈال دی جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہوں نے خاص توجہ دی اور نومسلموں کو نماز، اذان اور تکبیر سکھانے یسرنا القرآن پڑھانے اور عام دینی مسائل سے آگاہ کرنے کا کام بھی برابر جاری رکھا۔ نتیجۃً سپین کے بعض نئے اسلامی بھائی جن میں مبارک احمد صاحب بہت نمایاں تھے۔ تبلیغِ اسلام کی جدّوجہد میں سرگرم حصہ لینے لگے۔

اسلام پر سرکاری پابندی

سپین میں مبلغِ اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں اگرچہ شروع ہی سے کیتھولک پادریوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھیں لیکن اب جو اسلام کا اثر و

---

[1] الفضل ۱۲ اخاء/اکتوبر ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء ص۷۔ [2] الفضل ۲۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء ص۶ کالم ۱۔ [3] الفضل ۲۷ نبوت/نومبر ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء ص۴، ۲۲ صلح/جنوری ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء ص۷۔

نفوذ بڑھنے لگا اور سعید رُوحیں حق و صداقت قبول کرنے لگیں تو انہوں نے ماہ مارچ ۱۹۵۶ء میں سرکاری حلقوں سے گٹھ جوڑ کر کے تبلیغِ اسلام پر پابندی لگوادی[1] پاکستانی سفارت خانہ کی طرف سے ۲۶۔ مارچ ۱۹۵۶ء کو اس کی اطلاع بھی پہنچ گئی۔ اِس افسوسناک اور رنجیدہ اقدام کی تفصیل مولوی کرم الٰہی صاحب ظفرؔ کے قلم سے لکھی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ماہ مارچ کے شروع میں ایک روز صبح سفارتِ پاکستان کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر افضل اقبال نے مجھے بُلا کر کہا کہ ہسپانوی حکومت آپ کی طرف سے لوگوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دینے کو اپنے مُلک کی کانسٹی ٹیوشن کی خلاف ورزی تصور کرتی ہے۔ میرا بھی یہی مشورہ ہے کہ آپ کوئی ایسا کام نہ کریں جسے حکومت مُلک کے قانون کی خلاف ورزی تصور کرے۔ بعد میں انہوں نے یہ نوٹس کی صورت میں لکھ کر بھی بھجوا دیا۔ مَیں نے ان کو کہا کہ مذہبی آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے جسے دُنیا کی ہر مہذب حکومت تسلیم کرتی ہے۔ اگر سپین کی کوئی ایسی CONSTITUTION ہے تو اسے انہیں تبدیل کرنا چاہیئے ورنہ پاکستان کو بھی ان کے مشنریوں کو تبلیغ کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ اگر وہ مجھے مُلک سے باہر نکالنے کی دھمکی دیتے ہیں تو ہماری حکومت ان کے مشنریوں کو بھی نکل جانے کا نوٹس دیدے۔ کہنے لگے ہمارا ملک مذہبی آزادی کو تسلیم کرتا ہے مگر ان کا ملک تسلیم نہیں کرتا ہم ان کو ان کے ملکی قانون بدلنے کے لئے کیسے مجبور کر سکتے ہیں؟

خاکسار نے ہسپانوی وزیرِ خارجہ کو ایک خط لکھا کہ مَیں دس سال سے سپین میں مقیم ہوں اَب تک میرے خلاف کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اب حکومت میری سرگرمیوں کو کیوں

---

[1] انہیں دنوں کا واقعہ ہے کہ جناب ظفرؔ صاحب ایک روز گلی میں اسلام کی عام اخلاقی تعلیم بیان فرما رہے تھے کہ ایک صاحب نے کہا کہ تم ہمارے مُلکی قانون کے خلاف اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہو؟ سامعین نے اس کی مداخلت پر ملامت کی مگر وہ سیدھے پولیس والوں کے پاس پہنچے۔ پولیس افسر صاحب نے ایک سپاہی بھیج کر آپ کو بُلوایا اور تنبیہہ کی کہ آپ کو شارعِ عام میں ہرگز کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے ورنہ حکومتِ سپین آپ کو ملک سے نکالنے پر مجبور ہوگی۔ کیتھولک مجلسِ عمل ACTION CATHOLIC کے ممبر نے بھی کہا کہ وہ اپنا پُورا زور صرف کریں گے کہ آپ کو ملک سے نکال دیا جائے۔ خود شکایت کنندہ نے بتایا کہ چرچ آپ کی ہر حرکت و نقل کی نگرانی کر رہا ہے اور سپین چرچ کو اِس ملک میں آپ کی موجودگی کسی طرح گوارا نہیں۔

ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے؟ ہسپانوی حکومت سرکاری طور پر کیتھولک گورنمنٹ ہے اس کا دعویٰ ہے کہ یہ مذہب سچا ہے جو خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ اور اعلیٰ اخلاق کا حامل ہے۔ میری تبلیغ کا مقصد بھی محض اعلیٰ اخلاق کا قیام اور بنی نوع انسان کا خدا تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم کرنا ہے۔ میری تبلیغ کا واحد مقصد یہ ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کو تمام مخلوق پہچان لے۔ نیز میں نے اس بات پر زور دیا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلام ہرگز ملکِ سپین کے لئے کسی قسم کا خطرہ نہیں بلکہ اس سرزمین کی حقیقی فلاح و بہبود کا خواہش مند ہے۔ خط کا جواب ملا کہ وزیر خارجہ صاحب نے آپ کے خط کا اچھا اثر لیا ہے۔

دراصل ساری شرارت پادریوں کی ہے کہ انہوں نے پولیس والوں اور حکام کو انگیخت کی ہے"۔ [1]

حضرت مصلح موعود کی طرف سے خطبہ جمعہ میں زبردست احتجاج

حکومتِ سپین کے اِس فیصلہ کی اطلاع ملنے پر حضرت مصلح موعود نے ۲۰ شہادت/اپریل ۱۳۳۵ ہش/۱۹۵۶ء کو ربوہ میں ایک پُرجلال خطبہ پڑھا جس میں فرمایا:-

"کرم الٰہی صاحب ظفر کو گورنمنٹ کی طرف سے نوٹس دیا گیا ہے کہ ہمارے مُلک میں اسلام کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ تم لوگوں کو اسلام میں داخل کرتے ہو جو ہمارے ملک کے قانون کی خلاف ورزی ہے اِس لئے تمہیں وارننگ دی جاتی ہے کہ تم اس قسم کی قانون شکنی نہ کرو ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ تمہیں اپنے مُلک سے نکال دیں۔ ہمارا ملک اسلامی ملک کہلاتا ہے لیکن یہاں عیسائی پادری دھڑلّے سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور کوئی انہیں عیسائیت کی تبلیغ سے نہیں روکتا لیکن وہاں ایک مبلّغ کو اسلام کی تبلیغ سے روکا جاتا ہے اور پھر بھی ہماری حکومت اس کے خلاف کوئی پروٹسٹ نہیں کرتی۔ وہ کہتے ہیں میں نے پاکستان کے ایمبیسڈر سے کہا کہ تمہیں تو ہسپانوی حکومت سے لڑنا چاہیئے تھا اور کہنا چاہیئے تھا کہ تم اسلامی مبلّغ پر کیوں پابندی عائد کرتے ہو؟ جبکہ حکومتِ پاکستان نے اپنے ملک میں عیسائی پادریوں کو تبلیغ کی اجازت دے رکھی ہے اور وہ ان پر کسی قسم کی

---

[1] الفضل ۸ وفا/جولائی ۱۳۳۵ ہش/۱۹۵۶ء صفحہ ۳

پابندی عائد نہیں کرتی۔ اس نے کہا یہ تو درست ہے مگر سپین کی وزارتِ خارجہ کا سیکرٹری یہ کہتا تھا کہ تم اپنے ملک میں لوگوں کو جو بھی آزادی دینا چاہتے ہو بیشک دو ہمارے ملک کی کانسٹی ٹیوشن اس سے مختلف ہے اور ہمارے ملک کا یہی قانون ہے کہ یہاں کسی کو اسلام کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بہرحال یہ ایک افسوس کا مقام ہے کہ ہماری حکومت دوسری حکومتوں سے اتنا ڈرتی ہے کہ وہ اسلام کی حمایت بھی نہیں کرسکتی۔ حالانکہ اس کا فرض تھا کہ جب ایک اسلامی مبلّغ کو ہسپانوی حکومت نے یہ نوٹس دیا تھا تو وہ فوراً پروٹسٹ کرتی اور اس کے خلاف اپنی آواز بلند کرتی مگر پروٹسٹ کرنے کی بجائے ہسپانوی حکومت نے یہ نوٹس بھی ہمارے مبلّغ کو پاکستانی نمائندہ کے ذریعہ ہی دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مَیں نے ایک وزیر سے کہا کہ مجھے یہ نوٹس براہِ راست کیوں نہیں دیا گیا تو اس نے کہا یہ نوٹس براہِ راست تمہیں اِس لئے نہیں دیا گیا کہ اگر ہم تمہیں نکال دیں تو پاکستانی گورنمنٹ ہم سے خفا ہو جائے گی پس ہم نے چاہا کہ پاکستانی سفیر تمہیں خود یہاں سے چلے جانے کے لئے کہے تاکہ ہمارے خلاف حکومتِ پاکستان کو کوئی خفگی پیدا نہ ہو...

پاکستانی گورنمنٹ کے نمائندے کے ذریعہ ہسپانوی گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے مبلّغ کو یہ نوٹس دیا گیا ہے کہ چونکہ تم اسلامی مبلّغ ہو اور ہمارے مُلک کے قانون کے ماتحت کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کا مذہب تبدیل کرے اِس لئے تم اسلام کی تبلیغ نہ کرو ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں۔ شاید کوئی محبتِ اسلام رکھنے والا سرکاری افسر میرے اِس خطبہ کو پڑھ کر اِس طرف توجہ کرے اور وہ اپنی ایمبیسی سے کہے کہ تم ہسپانوی گورنمنٹ کے پاس اس کے خلاف پروٹسٹ کرو اور کہو کہ اگر تم نے اسلام کے مبلّغوں کو اپنے مُلک سے نکالا تو ہم بھی عیسائی مبلّغوں کو اپنے مُلک سے نکال دیں گے۔

بیشک اسلام ہمیں مذہبی آزادی کا حکم دیتا ہے مگر اسلام کی ایک یہ بھی تعلیم ہے کہ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا یعنی اگر تمہارے ساتھ کوئی غیر منصفانہ سلوک کرتا ہے تو تمہیں بھی حق ہے کہ تم اس کے بدلہ میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ پس اگر کوئی

حکومت اپنے ملک میں اسلام کی تبلیغ کو روکتی ہے تو مسلمان حکومتوں کا بھی حق ہے کہ وہ اس کے مبلغوں کو اپنے ملک میں تبلیغ نہ کرنے دیں۔ اسی طرح چاہیئے کہ ہماری گورنمنٹ انگلستان کی گورنمنٹ کے پاس بھی اس کے خلاف احتجاج کرے اور کہے کہ یا تو سپین کی حکومت کو مجبور کرو کہ وہ اپنے ملک میں اسلام کی تبلیغ کی اجازت دے نہیں تو ہم بھی اپنے ملک میں عیسائیت کی تبلیغ کو بالکل روک دیں گے۔ اسی طرح وہ امریکہ کے پاس احتجاج کرے اور کہے کہ وہ ہسپانوی گورنمنٹ کو اپنے اس فعل سے روکے ورنہ ہم بھی مجبور ہوں گے کہ عیسائی مبلغوں کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ بہرحال یہ ایک نہایت ہی افسوسناک امر ہے کہ ایک ایسا ملک جو پاکستان سے دوستانہ تعلقات رکھتا ہے ایک اسلامی مبلغ کو نوٹس دیتا ہے کہ تم ہمارے ملک میں اسلام کی تبلیغ کیوں کرتے ہو؟[1] ایک دفعہ پہلے بھی پانچ سات نوجوان ہمارے مبلغ کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ سی۔ آئی۔ ڈی کے کچھ آدمی وہاں آگئے اور انہوں نے کہا کہ تم حکومت کے باغی ہو کیونکہ حکومت کا مذہب رومن کیتھولک ہے اور ہم نے سُنا ہے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ ان نوجوانوں نے کہا ہم حکومت کے تم سے بھی زیادہ وفادار ہیں لیکن اِس امر کا مذہب سے کیا تعلق ہے؟ انہوں نے کہا دراصل پادریوں نے حکومت کے پاس شکایت کی ہے کہ یہاں اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے اور گورنمنٹ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمہاری نگرانی کریں۔ انہوں نے کہا تم ہمیں دوسرے کی باتیں سُننے سے نہیں روک سکتے اگر ہمارا دل چاہا تو ہم مسلمان ہو جائیں گے لیکن تمہیں کوئی اختیار نہیں کہ تم دوسروں پر جبر سے کام لو۔ اُس وقت سے یہ مخالفت کا سلسلہ جاری تھا جو آخر اس نوٹس کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بہرحال یہ ایک نہایت ہی افسوسناک امر ہے کہ بعض عیسائی ممالک میں اب اسلام کی تبلیغ پر بھی پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ پہلے عیسائی ممالک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف رات اور دن جھوٹ بولتے رہتے تھے ہم نے ان افتراؤں کا جواب دینے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان دُنیا میں ظاہر کرنے کے لئے اپنے مبلغ

---

[1] یہ واقعہ ۲۹ صلح/جنوری ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء کا ہے۔

بھیجے تو اب ان مبلغوں کی آواز کو قانون کے زور سے دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اسلام کی تبلیغ سے انہیں جبراً روکا جاتا ہے۔ مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی بلندی کے لئے عیسائی حکومتوں پر زور دیں کہ وہ سپین کو اس سے روکیں ورنہ ہم بھی مجبور ہوں گے کہ ہم عیسائی مبلغوں کو اپنے ملکوں سے نکال دیں۔

دیکھو سویز کے معاملہ میں مصر کی حکومت ڈٹ گئی اور آخر اس نے روس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اگر سویز کے معاملہ میں مصر ڈٹ سکتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی بلندی کے لئے پاکستان کی حکومت اگر ڈٹ جائے تو کیا وہ دوسری اسلامی حکومتوں کو اپنے ساتھ نہیں ملا سکتی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت یقیناً کروڑ کروڑ سویز سے بڑھ کر ہے۔ اگر ایک سویز کے لئے امریکہ اور برطانیہ کے مقابلہ میں مصر نے غیرت دکھائی اور وہ ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تو کیا دوسری اسلامی حکومتیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اتنی غیرت بھی نہیں دکھا سکتیں۔ انہیں عیسائی حکومتوں سے صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ یا تو تم اسلامی مبشرین کو اجازت دو کہ وہ تمہارے ملکوں میں اسلام کی اشاعت کریں ورنہ تمہارا بھی کوئی حق نہیں ہو گا کہ تم ہمارے ملکوں میں عیسائیت کی تبلیغ کرو۔ اگر تم ہمارے ملک میں عیسائیت کی تبلیغ کر سکتے ہو تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم کہو کہ ہم اسلام کی باتیں نہیں سن سکتے۔ بیشک ہمارے مذہب میں رواداری کی تعلیم ہے مگر ہمارے مذہب کی ایک یہ بھی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ بے انصافی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ یہ ایک نہایت صاف اور سیدھا طریق ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان حکومتوں کا ذہن ادھر نہیں جاتا اور وہ اسلام کے لئے اتنی بھی غیرت نہیں دکھاتیں جتنی کرنل ناصر نے سویز کے متعلق غیرت دکھائی۔ اگر مسلمان حکومتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سویز جتنی غیرت بھی دکھائیں تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں اور اسلام کی تبلیغ کے راستے کھل جائیں۔ اور جب اسلام کی تبلیغ کے

راستے کھل گئے تو یقیناً سارا یورپ اور امریکہ ایک دن مسلمان ہو جائے گا۔" [۱]

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے منظم احتجاج حضور کے اس خطبہ نے جماعتِ احمدیہ میں تشویش و اضطراب کی لہر دوڑا دی۔ اس کی شہری اور دیہاتی شاخوں کی طرف سے احتجاجی قراردادیں پاس کی گئیں سفارت خانوں کو یادداشتیں بھجوائی گئیں۔ احمدی اخبارات و رسائل نے مضامین اور اداریے لکھے۔

مشرقی پاکستان کے مسلم پریس کا احتجاج احمدی مسلمانوں کے علاوہ مشرقی پاکستان کے دوسرے مسلم پریس نے بھی اس موقعہ پر غیرتِ ایمانی کا نمایاں ثبوت دیا اور اس بندش کے خلاف پُرزور اور مؤثر آواز بلند کی چنانچہ مشرقی پاکستان کے مشہور روزنامہ "آزاد" نے اپنی ۲۶ جون ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں "سپین اور اسلام" کے عنوان کے تحت ایک پُرمغز اداریہ سپردِ قلم کیا جس میں لکھا کہ:۔

"سپین میں چونکہ حکومت کا مذہب (STATE RELIGION) صرف عیسائیت ہے اس لئے وہاں دوسرے مذاہب کی تبلیغ کی اجازت روک دی گئی ہے۔ اس بنا پر سپین کی حکومت نے جماعتِ احمدیہ کے مبلغ کو جو وہاں تبلیغِ اسلام کا کام کر رہا تھا نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ حکومتِ سپین کے اسی حکم کے خلاف جماعتِ احمدیہ صدائے احتجاج بلند کر رہی ہے۔ اس کی طرف سے کثرت سے احتجاجی خطوط بھجوائے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک احتجاجی خط کراچی میں غیر ملکی سفارت خانوں کو بھی یادداشت کے طور پر دیا گیا ہے۔ احمدیہ جماعت کی بے چینی بالکل طبعی امر ہے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس کا جماعت احمدیہ کے بڑے سے بڑے نقاد بھی انکار نہیں کر سکتے کہ مغربی ممالک میں اسلام کا پیغام صرف جماعتِ احمدیہ ہی اپنی اَن تھک کوششوں کے ذریعہ پہنچا رہی ہے۔ قریباً ہر ایک ملک میں ہر ایک مذہب کو اپنی اشاعت کا کم و بیش موقعہ ملتا ہے اور یہی بین الاقوامی مسلّمہ اصول ہے۔ لہٰذا سپین کی حکومت کا اس بنیادی حق کو چھیننا ایک ایسا امر ہے کہ جس پر جماعتِ احمدیہ کے ممبران بے چین ہوئے

---

[۱] الفضل ۱۵ ہجرت/مئی ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء خطبہ ۲ ص ۲ تا ۴۔

بغیر نہیں رہ سکتے اور اس معاملہ میں دوسرے مذاہب کے مشنری اور تمام رواداری برتنے والے اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی حفاظت کے خواہاں اصحاب بھی جماعتِ احمدیہ کی ہمنوائی کریں گے۔

حکومتِ سپین کا قابلِ نفرت حکم ہمارے سامنے پرانے زمانہ کے ایسابیلا ISABELLA اور فرڈی نینڈ FERDINAND کی حکومت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ نیز ہمیں سپین میں عرب تمدن کے سنہری زمانہ اور طارق و موسیٰ بن نصیر کی بے نظیر جرأت بھی یاد دلاتا ہے۔ درحقیقت عربوں نے ہی سپین کی تاریخ کو بنایا تھا۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں عمارت سازی، انڈسٹری، علمِ موسیقی، ادب اور علوم و فنون کو ترقی دی تھی مگر وقتی طور پر عربوں کی یہ جلائی ہوئی شمعیں ناموافق حالات کی وجہ سے بجھا دی گئیں مگر کچھ عرصہ بعد وہی یورپ کے ظلمت کدوں میں روشن ہوگئیں۔ اسی کو تاریخ میں یورپ کی نئی زندگی (RENAISSENCE) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ سپین سے عرب حکومت کو اور مسلمانوں کو بہ نوکِ شمشیر نکال دیا گیا مگر ایسا کرنے والوں نے اسلام کو سپین سے نکال کر عربوں سے زیادہ خود یورپ کے تمدن کو نقصان پہنچایا۔ اسی وجہ سے مشہور عیسائی مؤرخ لین پول لکھتا ہے:۔

"اسی طرح سے سپین والوں نے اس عرب ہنس کو قتل کر دیا جو روزانہ ایک سنہری انڈا دیا کرتا تھا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کا تمدن پانچ سو سال پیچھے پڑ گیا۔"

مندرجہ بالا تمام حقائق سپین کے موجودہ مدبر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور آج کل جنرل فرانکو سپین کی اس پرانی غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت انکی مساعی سے آشکار ہو رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسلم ممالک میں اپنے تمدنی مشنز بھجوا کر اور افریقہ میں اپنے مقبوضہ مسلم علاقہ کی آزادی کا اعلان کر کے اسی بات کا واضح ثبوت فراہم کیا ہے آج کل سپین میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ پیرانیز پہاڑ سے ہی افریقہ شروع ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سپین اور افریقہ میں گہرا تمدنی تعلق ہے۔

ماضی اور حال کے ان مختلف حقائق و واقعات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آج سپین گورنمنٹ کا یہ حکم خاص طور پر اسلامی دُنیا کے لئے حیران کُن اور انتہائی تکلیف دہ ہے اور طبعاً دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سپین اور اسلامی دُنیا کی دوستی اور تعلقات کیا صرف ایک کھوکھلی نمائش ہے اور کیا آج بھی سپین میں پُرانے زمانہ کی طرح اسلام کے متعلق بُغض موجود ہے۔

اگر ان حقائق کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر بھی مذہب کی تبلیغ ہر ایک انسان کا بنیادی حق ہے جس کو حکومتِ سپین نے اپنے حکم کے ذریعہ سے ختم کرنا چاہا ہے۔ اس کے متعلق حکومتِ پاکستان کو غور و فکر کرنا چاہیئے اور اس کے جواب میں اسے سفارتی کارروائی اور حکومتی خط و کتابت کے علاوہ حکومت کو اپنے ملک میں دوسرے مذاہب کے مبلغین کے بارے میں بھی نئے سرے سے اُصول وضع کرنے چاہئیں۔ اس ضمن میں ہماری ہمسایہ حکومت بھارت کا رویہ بھی قابلِ غور ہے۔ نہ معلوم اِس سلسلہ میں ہماری حکومت نے بھی کچھ غور و فکر کیا ہے یا نہیں۔" (ترجمہ) [1]

مشرقی پاکستان کے دوسرے مشہور اخبار "اتفاق" نے ۲۹ جون ۱۹۵۶ء کے پرچہ میں لکھا کہ:۔

"حکومتِ فرانکو نے حال ہی میں سپین میں صرف عیسائیت کو STATE RELIGION ہونے کا اعلان کیا ہے اور دوسرے مذہب کی تبلیغ پر پابندی عائد کر دی ہے اسی وجہ سے میڈرڈ میں مقیم مبلّغِ اسلام کو سپین سے چلے جانے کا حکم جاری کیا گیا ہے۔

حکومتِ سپین کا یہ فعل بین الاقوامی حقوقِ انسانیت پر ایک کاری ضرب ہے اور تمام عالَمِ اسلام کے لئے خصوصاً انتہائی طور پر تکلیف دہ ہے۔ سپین ایک زمانہ میں یورپ میں اسلامی تمدّن کا مرکز تھا اور یہاں فلسفہ، ادب، علوم و فنون اور علمِ صنعت و حرفت نے اِس حد تک ترقی کر لی تھی کہ بعد میں یہی چیز یورپ کی نئی زندگی کا باعث بنی۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ در اصل سپین میں عربوں کے ذہنی ارتقاء نے ہی موجودہ ماڈرن یورپ کو جنم دیا۔ پھر بین الاقوامی اُصول کی رُو سے بھی مذہبی آزادی کا حق ہر ایک کے لئے تسلیم

---

[1] الفضل ۴ روفا/جولائی ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء صفحہ ۳۔

کیا گیا ہے۔ سپین کی موجودہ حکومت عالمِ اسلام کے ساتھ گہرے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی خواہاں ہے لیکن اگر اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو عالمِ اسلام کو تکلیف دینے والا ہو تو اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوگا کہ یہ محض ایک نمائشی خواہش ہے۔ حکومت کا یہ حکم پرانے زمانہ کے ایسا بیلا اور فرڈی نینڈ کے بُغض و تعصب سے کم نہیں ہے۔ حکومتِ فرانکو نے مذہبی آزادی کو ختم کرنے لئے جو حکم جاری کیا ہے اس پر حکومتِ پاکستان کو بیدار ہونا چاہیئے اور ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر سیاسی گفت و شنید سے اِس اہم معاملہ کو طے کرے۔" (ترجمہ) [1]

مشرقی پاکستان کے ایک اور مؤقر جریدہ "مِلّت" (۲۱ جون ۱۹۵۶ء) نے لکھا:۔

"ایک خبر سے یہ معلوم ہُوا ہے کہ حکومتِ سپین نے اپنے ملک سے مبلّغِ اسلام کو نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حکم پاکستانی سفارت خانہ کے ذریعہ سے دیا گیا ہے۔ یہ امر انتہائی تکلیف دہ ہے۔ مذہبی مبلّغ کی آزادی کا ہر مُلک میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ پاکستان میں عیسائی مبلّغین عیسائیت کی تبلیغ نہایت آزادی کے ساتھ بلا روک ٹوک کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ اُمید ہے کہ ہماری حکومت اِس حکم کے ازالہ کے لئے مناسب کارروائی فرمائے گی۔" (ترجمہ) [2]

تبلیغِ اِسلام پر پابندی کے بعد سے خلافتِ ثانیہ کے اختتام تک
۱۳۳۵ھش / ۱۹۵۶ء تا ۱۳۴۴ھش / ۱۹۶۵ء

اب اگرچہ حکومت کی طرف سے تبلیغِ اسلام کی راہیں قانوناً بند کر دی گئیں اور مسلم مشن پر پولیس کی خُفیہ نگرانی اَور بھی سخت ہوگئی تھی جس نے عوامی ذہن پر ایک ہیبت سی طاری کر دی تاہم خدا کا یہ فضلِ خاص ہُوا کہ مُلک کے چھوٹے اور بڑے، نچلے اور اُونچے حلقوں کی اسلام سے دلچسپی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ لوگوں کے اِس مِلے جُلے قلبی رُجحان کی ایک ابتدائی جھلک مبلّغِ اسلام کی ایک ماہانہ رپورٹ (بابت ماہ احسان / جون ۱۳۳۷ھش / ۱۹۵۶ء) کے مندرجہ ذیل چند فقروں سے خوب نمایاں ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"روزانہ دو یا چار وردی والے پولیس کے آدمی میرے پاس آجاتے ہیں۔ دو دفعہ خُفیہ

---

[1] الفضل ۶ وفا / جولائی ۱۳۳۵ھش / ۱۹۵۶ء صفحہ ۵۔
[2] الفضل ۶ وفا / جولائی ۱۳۳۵ھش / ۱۹۵۶ء صفحہ ۵۔

پولیس والوں نے بھی دخل اندازی کی۔ لوگ جب اسلام کے متعلق شوق اور دلچسپی کا اظہار کرتے اور کتب خریدتے تو خاکسار اُن سے اُن کا پتہ مانگتا تو ان میں سے بعض کی حالت قابلِ رحم ہوتی۔ پولیس کے ڈر سے ہاتھ کانپ رہے ہوتے تھے اور بعض تو جلدی سے بھاگ جانے کی کرتے۔" [1]

مرعوبیتِ اقتدار اور تلاشِ حق کی اس کشاکش میں احمدی مبلغ کی تبلیغی مساعی محدود پیمانہ پر خلافتِ ثانیہ کے اختتام تک نہایت باقاعدگی سے برابر جاری رہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

اسلامی لٹریچر کی اشاعت:۔ سپین کے طول و عرض میں مندرجہ ذیل اسلامی لٹریچر کی اشاعت کی گئی۔ ۱۔ انگریزی ترجمہ قرآن مجید، ۲۔ اسلام کا اقتصادی نظام، ۳۔ لائف آف محمدؐ، ۴۔ کمیونزم اینڈ ڈیموکریسی، ۵۔ کشتی نوح، ۶۔ احمدیہ موومنٹ، ۷۔ نظامِ نَو، ۸۔ مسیح کشمیر میں، ۹۔ مسیح کہاں فوت ہوئے؟، ۱۰۔ مَیں اسلام کو کیوں مانتا ہوں، ۱۱۔ اسلامی اصول کی فلاسفی، ۱۲۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔

اِس سلسلہ میں جن لوگوں کو مشن کی طرف سے لٹریچر دیا گیا ان میں مندرجہ ذیل شخصیتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ سپین کے وائس پریذیڈنٹ، ان کے پرائیویٹ سیکرٹری اور ملٹری ڈاکٹر اور پانچ لیفٹیننٹ کرنل فوجی افسر، صدر امریکہ جانسن، سپین کے متعدد سِول گورنر [2]، سول گورنر آف BADAJOZ اور شہر ALMERIDA کے میئر جائنٹ سیکرٹری وزارت رفاہِ عام، جائنٹ سیکرٹری انفارمیشن منسٹری چیف آف پروٹوکل وزارتِ خارجہ، وائس پریذیڈنٹ وون (D.AGUSTIN) انفارمیشن منسٹر (D.MANUELFRAGA) پروفیسر ڈاکٹر LOPEZ DEGBOZ، پروفیسر D. JUANBENCYTS، مشہور وکیل JUAN BRANO، وزیرِ اعظم اطالیہ، وزیرِ خارجہ اٹلی، چلی کے قونصل (S.D.CARLOS SANPER)، عرب، اطالیہ اور پرتگال کے قونصل خانوں کے سربرآوردہ اصحاب، میلگا (MALGA) شہر کے آرچ بشپ، یونیورسٹی کے لاء پروفیسر

---

[1] الفضل ۱۳ روفا / جولائی ۱۳۳۷ہش / ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔

[2] سپین میں قریباً ۵۲ صوبے ہیں۔ اوائل ۱۳۴۲ہش / ۱۹۶۳ء تک ستائیس ۲۷ گورنروں تک "اسلامی اصول کی فلاسفی" اور "اسلام کا اقتصادی نظام" بھجوایا جا چکا تھا۔
(الفضل ۲ ہجرت / مئی ۱۳۴۲ہش / ۱۹۶۳ء صفحہ ۳)

(D. ISIDROAR CEN ڈائریکٹر جوڈیشنل انسٹی ٹیوٹ کے (D. PASCUAL MARIN) ، (EGRU) ، وزیر تعلیم (BURGOS) ، SALHMAHEH یونیورسٹی کے وائس چانسلر، جنرل ڈانکو کے جنرل سول سیکرٹری، جج سپریم کورٹ۔[1]

پرائیویٹ ملاقاتیں:۔ اس دور میں مبلغ اسلام نے بھاری تعداد میں اہل سپین سے ملاقاتیں کر کے ان تک پیغام حق پہنچانے کی کوشش کی۔ ملک کے نامور معززین میں سے صدر مملکت جنرل فرانکو، محکمہ امور عامہ کے چیف، وزارت خارجہ کے جنرل سیکرٹری، سول گورنر BADAGAZ ، المیریڈا ALMERIDA کے میئر، سپین کے واحد سرکاری خبر رساں ایجنسی کے ڈائریکٹر، ٹیلی گراف آفس کے آفیسر، ڈائریکٹر جوڈیشنل انسٹی ٹیوٹ سے ملاقاتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔[2]

اس کے علاوہ نائب صدر مملکت سے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے ۱۶ ماہ تبلیغ / فروری ۱۳۴۳ھش/۱۹۶۴ء کو ایک خصوصی ملاقات کی جس کی تفصیل انہیں کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے:۔

"۶ فروری سوا ایک بجے ہزایکسی لینسی نے ملاقات کے لئے وقت دیا اور مجھے اپنے دفتر میں بلا لیا۔ خاکسار نے ان کی خدمت میں قرآن کریم (انگریزی) کا تحفہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقدس اور مکمل کلام ہے جو اس کے پیارے نبی سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور قرآن کریم اصل تورات اور انجیل کی سچائی کو تسلیم کرتا ہے۔ بائبل کے بیان کردہ تمام انبیاء کو خدا تعالیٰ کے سچے مبعوث کردہ رسول مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن کی سچائی پر آپ ایمان لائیں تا آسمانی برکات سے آپ اور آپ کی قوم بھی حصہ لے"

میں نے ایڈریس میں مزید لکھا کہ قادیان کی ایک چھوٹی سی گمنام بستی میں سیدنا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں جن کے مقدس وجود میں مسیح موعود کی آمد ثانی کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ آپ کی آمد کے ساتھ ایک نئے روحانی دور کا آغاز

---

[1] الفضل ۱۴ شہادت ۱۳۳۸ہش صفحہ ۳، ۱۸ احسان ۱۳۳۸ہش صفحہ ۳، یکم وفا ۱۳۳۹ہش صفحہ ۴، ۶ شہادت ۱۳۴۲ہش صفحہ ۸، ۲ ہجرت ۱۳۴۲ہش صفحہ ۳، ۲۳ صلح ۱۳۴۵ہش صفحہ ۳، ۱۰ احسان ۱۳۴۲ہش صفحہ ۸، ۹ وفا ۱۳۴۴ہش، ۲۳ صلح ۱۳۴۵ہش۔

[2] الفضل ۱۳ وفا / جولائی ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳، ۱۰ احسان / جون ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء صفحہ ۳۔

اور مُردہ پرستی اور ضلالت و گمراہی کے دَور کا خاتمہ ہوتا ہے۔

وائس پریذیڈنٹ صاحب نے نہایت شوق اور غور سے ہماری باتوں کو سُنا، ان کی خدمت میں "لائف آف محمدؐ"، "احمدیہ موومنٹ"، "کشتی نوحؑ" اور "اسلام کا اقتصادی نظام" کا ہسپانوی ترجمہ بھی پیش کیا۔ دروازہ تک الوداع کہنے آئے اور اسلامی طریق پر السلام علیکم کہا۔[1]

ان کے پرائیویٹ سیکرٹری، ان کے ملٹری ڈاکٹر اور پانچ لیفٹیننٹ کرنل فوجی افسروں کو بھی تبلیغ کا موقعہ ملا اور "اسلامی اُصول کی فلاسفی" (ہسپانوی ترجمہ) مطالعہ کے لئے بطور تحفہ پیش کیں۔ اہم مذہبی اور علمی شخصیتوں کو "اسلامی اصول کی فلاسفی" بطور تحفہ بھجوائی گئی۔[1]

علاوہ ازیں مبلّغ اسلام کو اِس عرصہ میں ریاست اینڈورا (ANDORA) جرمنی، ہالینڈ، برطانیہ، جنوبی امریکہ، کولمبیا، پرتگال اور مینروتا کے بعض باشندوں کو تبلیغ کرنے اور مندرجہ ذیل ممالک کے سفیروں یا نمائندوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے متعارف کرانے کا موقع ملا۔

چلّی، برطانیہ، یُونان، شام، مراکش، الجیریا، ٹیونس، مصر، عراق، لبنان، سعودی عرب، لیبیا، امریکہ، ٹرکی، انڈیا، جرمنی، ارجنٹائن۔

تقاریب و اجتماعات میں شرکت

مختلف تقاریب و اجتماعات تبلیغ کا مؤثر ذریعہ بنتے ہیں۔ مولوی کرم الٰہی صاحب ظفرؔ نے سپین میں ہمیشہ اِس ذریعہ سے ہر ممکن فائدہ اُٹھایا ہے چنانچہ انہوں نے اُس زمانہ میں بھی جبکہ تبلیغِ اسلام پر سرکاری پابندی عائد تھی ملک کی صنعتی نمائش[2]، ویجی ٹیرین سوسائٹی کے سینٹر[3]، سپین یونیورسٹی[4]، اخوان کیتھولک تنظیم[5] اور پاکستان نیشنل ڈے[6] کے اجتماعات میں شرکت کر کے تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔

سفر

مولوی کرم الٰہی صاحب ظفرؔ نے اس دَور میں بعض تبلیغی سفر بھی کئے مثلاً گرنگا (GRANGA) میڈرڈ کے نواح میں ایک گاؤں ہے جہاں آپ ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء میں تین ہفتہ تک چرچ کی شدید

---

[1] الفضل ۲۰ ہجرت/مئی ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء صفحہ ۳ ۔ [2] الفضل ۱۳ وفا/جولائی ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳ ۔ [3] الفضل ۱۴ شہادت/اپریل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۳، ۲۸ شہادت/اپریل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۴ ۔ [4] الفضل ۱۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳ ۔ [5] الفضل ۲۸ شہادت/اپریل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۴ ۔ [6] ایضاً صفحہ ۴ ۔

مخالفت کے باوجود اشاعتِ اسلام میں مصروف رہے۔[1]

تبلیغ بذریعہ خطوط

اِس عرصہ میں تبلیغی خط وکتابت کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری رہا خصوصاً بارسیلونہ کے باشندوں سے۔[2]

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی سپین میں تشریف آوری

اِس دَور کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس میں سلسلہ احمدیہ کی دو مقتدر شخصیتوں یعنی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (صدر عالمی اسمبلی) اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (وکیل الاعلیٰ والتبشیر تحریکِ جدید) نے احمدیہ مسلم مشن سپین میں مختصر قیام فرمایا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب رُوم میں F.A.O کے اجلاس کی صدارت کے لئے تشریف لیجا رہے تھے۔ میڈرڈ ہوائی مستقر پر چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر، اسلامی ممالک کے اکثر سفراء اور وزارتِ خارجہ سپین کے ڈائریکٹر جنرل (SIR MARQUES DENERNA) نے استقبال کیا۔ چوہدری صاحب ایک گھنٹہ کے لئے احمدیہ مشن ہاؤس میں تشریف لے گئے۔ ہسپانوی نومسلم آپ کی ملاقات سے بے حد خوش ہوئے۔ اس موقعہ پر میڈرڈ کے پریس، ریڈیو اور ٹیلیویژن پر بھی احمدیہ مشن کا ذکر آیا۔[3]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جو اُن دنوں مغربی افریقہ کے مشنوں کا دَورہ کر رہے تھے واپسی پر ایک روز کے لئے سید مسعود احمد صاحب مبلغ انچارج سیکنڈے نیویا کی معیّت میں ۲۳ ہجرت/مئی ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء کو میڈرڈ پہنچے۔ آپ کی تشریف آوری بھی ہسپانوی احمدیوں کے لئے غیر معمولی مسرّت کا موجب ہوئی۔ احمدیوں کے علاوہ ایک ہسپانوی کرنل (FRADE) اور ایک ہسپانوی مصنّف (ALARCON) کو بھی آپ سے ملاقات کا موقعہ ملا۔[4]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب قبل ازیں بھی ایک بار سپین میں تشریف لے گئے تھے۔ اس دَورہ میں بشیر احمد صاحب رفیق امام مسجد لنڈن اُن کے ہمراہ تھے۔[5]

---

[1] الفضل ۱۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔ [2] الفضل ۱۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔ [3] الفضل ۲ ہجرت/مئی ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء صفحہ ۳ کالم ۱۔ [4] الفضل ۲ وفا/جولائی ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء صفحہ ۳ کالم ۲۔

[5] الفضل ۵ ہجرت/مئی ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء صفحہ ۳ کالم ۳۔

سپین مشن کی نشاۃِ ثانیہ خلافتِ ثالثہ میں

خلافتِ ثالثہ کے عہدِ مبارک سے سپین مشن ایک نئے دَور میں داخل ہو چکا ہے جبکہ نہ صرف اس کی تبلیغی سرگرمیوں کی وسعت پذیری اور رفتارِ ترقی دونوں میں بہت اضافہ ہوا اور ہو رہا ہے بلکہ اب اس کا طریقِ کار اور پروگرام پہلے سے زیادہ معیّن، واضح اور نمایاں صورت اختیار کر چکا ہے۔

اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر ترسیل اور اس کے اثرات

خلافتِ ثالثہ کے ابتدائی چار پانچ سال میں اس مشن کی طرف سے سب سے زیادہ توجہ اِس امر کی طرف دی گئی کہ ملک کے مشہور اداروں اور نامور شخصیتوں تک اسلامی لٹریچر بکثرت پہنچا دیا جائے[1]

اس لٹریچر میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا "پیغامِ امن اور حرفِ انتباہ" خاص طور پر شامل تھا چنانچہ اِس عرصہ میں جن ممتاز اور مشہور لوگوں کو اسلامی لٹریچر دیا گیا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

۱- ہز ایکسی لینسی (SR. RENE SHICK) پریذیڈنٹ نکراگوآ (NICRABUA) وسطی امریکہ۔

۲- ملٹری اٹیچی صاحب افسر رابطہ (CHIEF OF PROTOCOL) نکراگوآ۔

۳- ہز میجسٹی (D. JUAN DE BOSTION) جلاوطن بادشاہ سپین مقیم پرتگال۔

۴- سپین کے مشہور ڈاکٹر D. CARLOS JIMENEZ وزیر اقتصادیات سپین۔

۵- ہز ایکسی لینسی D. PEDRO CUAL VILL ABLE وزیر اعظم پرتگال۔

۶- D. ANTO MIS OLIVIERA SALAZAR پریذیڈنٹ رائل اکیڈیمی فزیکل سائنس۔

۷- سیکرٹری پریس ایسوسی ایشن۔[2]

۸- سابق وزیر خارجہ سپین D. AL BERTO MARTIN ARTAJO[3]

۹- D. JUAN BENEYTO پریذیڈنٹ کونسل آف پریس سپین۔

---

[1] مثلاً ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء میں رائل میڈیکل اکیڈیمی، رائل اکیڈیمی آف ہسٹری، جوڈیشل رائل اکیڈمی۔ رائل اکیڈیمی آف فارمیسی کے ۱۰۳ ممبروں کو اسلامی اصول کی فلاسفی بھجوائی اور بعض کو اسلام کا اقتصادی نظام بھی۔

[2] رسالہ "تحریکِ جدید" وفا/جولائی ۱۳۴۵ھش/۱۹۶۶ء۔

[3] الفضل ۱۲ وفا/جولائی ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء صفحہ ۳۔

۱۰- D.FELIPEXIMENEZ SHDIDOVAL

۱۱- لیفٹیننٹ جنرل SR CON DE CASALOJA

۱۲- لیبریونین کے وزیر D. EMIGNE GAREIS RAMAL

۱۳- ہزایکسی لینسی جنرل فرانکو صدر مملکت سپین مع وزراء کونسل S.E, SR, D.FRANCISCO FRANCO BAHAMONDE

۱۴- پریذیڈنٹ فرانس ہزایکسی لینسی موسیو جارج پومپیڈو (GEORGE POMPIDO) [۱]

اِن شخصیتوں نے اسلامی لٹریچر کے مہیّا کئے جانے پر نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ اس کا دلچسپی سے مطالعہ کرکے نہایت عمدہ تأثرات کا اظہار کیا مثلاً لیبریونین کے وزیر (D. EMIGNE GAREIS RAMAL) نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" "کمیونزم اینڈ ڈیموکریسی" "اسلام کا اقتصادی نظام" "پیغامِ امن اور ایک حرفِ انتباہ" کی نسبت لکھا:-

"مَیں خط کا جواب دیر سے دے رہا ہوں۔ کیونکہ نیا چارج لینے کی وجہ سے بے حد مصروفیت رہی ہے لیکن یہ کتب پڑھنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ کچھ دن ہوئے مَیں نے کتب پڑھ لی ہیں۔ آپکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کتب علومِ رُوحانی کا خزانہ ہیں اور انتہائی دلچسپ ہیں۔ آپ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔" [۲]

سربراہِ مملکت سپین کے نام تبلیغی مکتوب

مبلغِ اسلام مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے ماہِ فتح / دسمبر ۱۳۴۸ھش / ۱۹۶۹ء میں مملکت سپین کے سربراہ ہزایکسی لینسی جنرل فرانکو کی خدمت میں ایک اہم تبلیغی مکتوب لکھا جس میں اسلام اور احمدیت کے اہم بنیادی عقائد کا خلاصہ بیان کیا۔ اور آخر میں انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرزندِ جلیل مہدیٔ معہود علیہ السلام پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

صدرِ مملکت جنرل فرانکو نے اِس مکتوب کے موصول ہونے پر ۲۴ دسمبر ۱۹۶۹ء کو شکریہ کا خط لکھا۔

---

[۱] الفضل ۷ احسان / جون ۱۳۴۹ھش / ۱۹۷۰ء صفحہ ۳

[۲] (ترجمہ) الفضل ۷ احسان / جون ۱۳۴۹ھش / ۱۹۷۰ء صفحہ ۳

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا مُبارک سفرِ سپین

۲۵۔ ماہِ ہجرت/مئی ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء کا دن سپین کی پوری تاریخ میں ہمیشہ سُنہری حروف سے لکھا جائے گا کیونکہ اس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل سیدنا احمد المسیح الموعود کا تیسرا خلیفۂ راشد مغربی افریقہ کے نہایت درجہ کامیاب اور بے شمار برکتوں سے معمور دورہ سے واپسی پر لنڈن سے بذریعہ ہوائی جہاز سپین کے دارالحکومت میڈرڈ (ماترید) میں رونق افروز ہوا۔[1]

اِس مبارک سفر میں حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریکِ جدید، چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ[2]، پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب ایم۔اے[3]، بشیر احمد خانصاحب رفیق[4] اور محمد سلیم صاحب ناصر کو بھی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔[5]

جناب بشیر احمد خاں صاحب رفیق کا بیان ہے کہ:-

"ہوائی جہاز میں یہ سفر قریباً دو گھنٹے میں طے ہوا۔ جوں جوں میڈرڈ قریب آتا گیا حضور کی طبیعت میں ایک اضطراب کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔ میڈرڈ کا ہوائی اڈہ نظروں کے سامنے آیا تو حضور نے پیچھے مُڑ کر فرمایا:-

"مجھے تو طارق کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سُنائی دے رہی ہیں کیا تم کو بھی سُنائی دے رہی ہیں۔"[6]

حضور نے اِس سرزمین کو (جس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کی شوکتِ رفتہ اور عظمتِ پارینہ کا دائمی نشان اور ان کی عبرت ناک شکست اور الم انگیز پسپائی پر خُون کے آنسو رُلا رہا ہے) قریباً ایک ہفتہ تک اپنے مبارک قدموں سے برکت بخشی۔

حضور کے اِس مبارک سفرِ سپین کی تفصیلات تو خلافتِ ثالثہ کے عہدِ مبارک کی تاریخ میں بیان ہونگی

---

[1] الفضل ۲۸ ہجرت/مئی ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء ص۱۔ [2] حال ناظر امور عامہ و خارجہ ربوہ۔ [3] حال پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ [4] سابق امام مسجد فضل لنڈن حال پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح۔
[5] الفضل ۵ ہجرت/مئی ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء ص۲۔ [6] ایضاً ص۲ کالم ۱۔

یہاں ہمیں مختصراً صرف اِسی قدر بتانا ہے کہ حضور انور پہلے دُو روز میڈرڈ (مائرید) میں قیام فرما رہے بعد ازاں دوسرے تاریخی مقامات قرطبہ، غرناطہ اور طلیطلہ کی طرف تشریف لے گئے۔

قرطبہ میں ورودِ مسعود

چنانچہ حضور مع قافلہ ۲۷ ہجرت/مئی کی صبح کو میڈرڈ سے روانہ ہو کر شام کے وقت قرطبہ[1] پہنچے۔ حضور کا قیام میلیا (MELIA) ہوٹل میں تھا۔ مختصر وقفہ کے بعد حضور شام کو مسجد قرطبہ میں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضور کے پُر انوار اور خدانما چہرہ کی زبردست مقناطیسی اور رُوحانی کشش کے بعض عجیب اثرات دیکھنے میں آئے۔ ایک تو یہ کہ جب حضور پہنچے تو قرطبہ کالج کے ایک پروفیسر پہلے ہی موجود تھے جو حضور کے رُخِ مبارک سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے از خود مسجد دکھانے کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ دوسرے یہ کہ محراب کے گرد لوہے کا جنگلہ لگا ہوا تھا اور کسی کو محراب کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی مگر مسجد کے عیسائی محافظ نے بغیر کسی درخواست کے بلا تأمل حضور کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور جنگلہ کے اندر محراب میں تشریف لے چلیں اور ساتھ ہی آہنی جنگلے کا دروازہ بھی کھول دیا۔ محراب میں داخلے کا نظارہ نہایت دردناک تھا۔ حضور تو مجسم دُعا بنے ہی ہوئے تھے قافلہ کے باقی تمام افراد پر بھی رِقت طاری تھی۔ حضور نے محراب میں کھڑے ہو کر نہایت الحاح وزاری سے دُعا کی۔

غرناطہ میں آمد

حضور نے قرطبہ میں دعاؤں سے معمور ایک شب گزارنے کے بعد اگلے روز علی الصبح مسجد قرطبہ اور قرطبہ کے مشہور محل "القصر" کو دوبارہ ملاحظہ فرمایا اور پھر غرناطہ[2] روانہ ہوئے اور شام کو غرناطہ پہنچے۔ حضور کا قیام قصر الحمراء" کے ایک حصہ (یعنی غرناطہ پیلس ہوٹل) میں تھا۔ اگلے روز حضور نے الحمراء کا پُرشکوہ محل دیکھا[3]

شوکتِ اسلام کیلئے حضور کی پُرسوز دُعائیں اور ان کی قبولیت پر آسمانی بشارت

حضور انور نے لندن سے سپین کے لئے روانگی کے وقت سے ہی اپنے پیارے رب کے حضور پُرسوز دعاؤں کا جو خاص سلسلہ شروع کر رکھا تھا وہ غرناطہ میں نقطۂ عروج تک پہنچ گیا۔ اور غرناطہ ہی میں ربِّ جلیل نے اپنے پاک الہام سے ان کی قبولیت کی

---

[1] CORDOVA ۔ [2] OGRANADA ۔ [3] الفضل ۶ ہجرت/مئی ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء صہ۲ ۔

بھاری بشارت عطا فرمائی۔ اِس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل امیر المومنین سیدنا حضرت فاتح الدین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے۔ فرمایا:-

"مَیں بہت پریشان تھا۔ سات سو سال تک وہاں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ اُس وقت کے بعض غلط کار علماء کی سازشوں کے نتیجہ میں وہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ وہاں کوئی مسلمان نہیں رہا۔ ہم نے نئے سرے سے تبلیغ شروع کی چنانچہ اس ملک کے چند باشندے احمدی مسلمان ہوئے۔ وہاں جاکر شدید ذہنی تکلیف ہوئی۔ غرناطہ جو بڑے لمبے عرصہ تک دارالخلافہ رہا، جہاں کئی لائبریریاں تھیں، یونیورسٹی تھی جس میں بڑے بڑے پادری اور بشپ مسلمان اُستادوں کی شاگردی اختیار کرتے تھے مسلمان وہاں سے مٹا دیئے گئے۔ غرض اسلام کی ساری شان و شوکت مادّی بھی اور رُوحانی بھی اور اخلاقی بھی مٹادی گئی ہے۔ طبیعت میں اس قدر پریشانی تھی کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ غرناطہ جاتے وقت میرے دل میں آیا کہ ایک وقت وہ تھا کہ یہاں کے در و دیوار سے دُرود کی آوازیں اُٹھتی تھیں آج یہ لوگ گالیاں دے رہے ہیں۔ طبیعت میں بڑا تکدّر پیدا ہوا چنانچہ مَیں نے ارادہ کیا کہ جس حد تک کثرت سے دُرود پڑھ سکوں گا پڑھوں گا تاکہ کچھ تو کفّارہ ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مجھے بتائے بغیر میری زبان کے الفاظ بدل دیئے۔ گھنٹے دو گھنٹے کے بعد اچانک جب مَیں نے اپنے الفاظ پر غور کیا تو مَیں اس وقت دُرود نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ اس کی جگہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ پڑھ رہا تھا یعنی توحید کے کلمات میری زبان سے نکل رہے تھے۔ تب مَیں نے سوچا کہ اصل تو توحید ہی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی قیامِ توحید کے لئے تھی۔ مَیں نے فیصلہ تو درست کیا تھا یعنی یہ کہ مجھے کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں لیکن الفاظ خود منتخب کرلئے تھے۔ درود سے یہ کلمہ کہ اللہ ایک ہے زیادہ مقدم ہے۔ چنانچہ مَیں بڑا خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی میری زبان کے رُخ کو بدل دیا۔

ہم غرناطہ میں دو راتیں رہے۔ دوسری رات تو میری یہ حالت تھی کہ دس منٹ تک میری آنکھ لگ جاتی پھر کھل جاتی اور مَیں دُعا میں مشغول ہو جاتا۔ ساری رات مَیں سو نہیں سکا۔ ساری رات اِسی سوچ میں گزر گئی کہ ہمارے پاس مال نہیں یہ بڑی طاقتور قومیں ہیں۔

مادی لحاظ سے بہت آگے نکل چکی ہیں۔ ہمارے پاس ذرائع نہیں ہیں، وسائل نہیں ہیں ہم انہیں کس طرح مسلمان کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو یہ مقصد ہے کہ تمام اقوامِ عالم حلقہ بگوش اسلام ہو کر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خادم بن جائیں گی۔ یہ بھی اقوامِ عالم میں سے ہیں یہ کس طرح اسلام لائیں گی اور یہ کیسے ہوگا؟ غرض اس قسم کی دعائیں ذہن میں آتی تھیں اور ساری رات میرا یہی حال رہا۔ چند منٹ کے لئے سوتا تھا پھر جاگتا تھا۔ پھر چند منٹ کے لئے سوتا تھا۔ ایک کرب کی حالت میں میں نے رات گزاری۔ وہاں دن بڑی جلدی چڑھ جاتا ہے۔ میرے خیال میں تین یا ساڑھے تین بجے کا وقت ہوگا میں صبح کی نماز پڑھ کر لیٹا تو یکدم میرے پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی اور قرآن کریم کی یہ آیت میری زبان پر جاری ہو گئی :۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (الطلاق آیت ۴)

اس بات کا بھی جواب آگیا کہ ذرائع نہیں کام کیسے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ پر توکل رکھو اور جو شخص اللہ پر توکل رکھتا ہے اسے دوسرے ذرائع کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ اس کے لئے کافی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۔

اللہ تعالیٰ جو اپنا مقصد بناتا ہے اسے ضرور پورا کر کے چھوڑتا ہے اس لئے تمہیں یہ خیال نہیں آنا چاہیئے یہ خوف نہیں پیدا ہونا چاہیئے کہ یہ نہیں ہو سکتا یہ ہوگا اور ضرور ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض ہی یہ ہے کہ تمام اقوامِ عالم کو وحدتِ اسلامی کے اندر جکڑ دیا جائے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں لا کر کھڑا کر دیا جائے۔

دوسرا یہ خیال تھا اور اس کے لئے میں دعا بھی کرتا تھا کہ خدایا یہ ہوگا کب؟ اس کا جواب بھی مجھے مل گیا۔

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ اور تخمینہ مقرر کیا ہوا ہے جس وقت وہ وقت آئے گا ہو جائے گا تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مادی ذرائع اگر نہیں ہیں تو تم فکر نہ کرو اللہ کافی ہے وہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ میرے دل میں بڑی تسلی پیدا ہو گئی" [1]

غرناطہ سے طلیطلہ تک

حضور انور غرناطہ میں دو روزہ قیام کے بعد طلیطلہ[2] تشریف لے گئے طلیطلہ میں اب تک چار قدیم مساجد باقی ہیں جو سپین کے نیشنل ٹرسٹ کی تحویل میں ہیں۔ ان مساجد میں وہ چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں طارق بن زیاد نے اِس سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلی نماز پڑھی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے طلیطلہ کی اِس تاریخی مسجد میں دعا کی۔ حضرت اقدس جب دعا کے بعد مسجد کے قریبی دروازہ سے گزر کر باہر تشریف لائے تو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے بتایا کہ یہ وہ دروازہ ہے جو مسلمانوں کے دورِ حکومت میں خلیفہ کے لئے مخصوص تھا۔[3]

دَورۂ طلیطلہ کی ایک بھاری خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہاں سپین میں اسلام اور مسلمانوں کی گم گشتہ عظمت و شوکت کی بازیابی کے لئے ایک خاص سکیم بھی تجویز فرمائی جس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بھی سپین میں تشریف لے جا چکے ہیں۔

حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ احسان / جون ۱۳۴۹ھش / ۱۹۷۰ء میں اس خاص سکیم کی طرف اشارہ کرتے اور اس کے لئے خصوصی دعا کی تحریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"سپین کے متعلق مَیں ایک اَور کوشش کر رہا ہوں جس کو ظاہر کرنا اس وقت مناسب نہیں لیکن جس کے لئے دعا کرنا آج ہی ضروری ہے۔ اِس لئے بڑی کثرت سے یہ دعا کریں کہ جس مقصد کے لئے مَیں سپین گیا تھا اور جس کے پورا ہونے کے بظاہر آثار پیدا ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے ہمارا کام کر دے کیونکہ ہم کمزور اور عاجز بندے

---

[1] الفضل ۱۵ وفا / جولائی ۱۳۴۹ھش / ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۳ [2] TOLEDO [3] الفضل ۶ ہجرت / مئی ۱۳۵۰ھش / ۱۹۷۱ء صفحہ ۴

ہیں۔ پھر وہ دن ساری اُمّتِ مُسلمہ کے لئے بڑی خوشی کا دن ہوگا بعض اس کو پہچانیں گے اور خوش ہوں گے بعض نہیں پہچانیں گے یہ ان کی بدقسمتی ہوگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دن ساری اُمّتِ مُسلمہ کے لئے خوشی کا دن ہوگا۔" [1]

مراجعت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ طلیطلہ کی یادگار مسجدوں کو دیکھنے اور دعا کرنے کے بعد شام کو واپس میڈرڈ پہنچے اور اپنی نیم شبی دعاؤں اور اشکبار اور پُرنم آنکھوں سے آسمان پر مسلم سپین کی ایک بُنیادی اینٹ رکھنے کے بعد یکم ماہِ احسان/جون ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء کو میڈرڈ سے بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن تشریف لے گئے اور یہ مبارک سفر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

حضرت امیر المومنین کے انٹرویو کی اشاعت میڈرڈ کے مشہور اخبار میں اگرچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورۂ سپین نہایت مختصر تھا تاہم ہسپانوی پریس میں حضور انور کی آمد کا خوب چرچا ہوا۔ چنانچہ میڈرڈ کے ایک کثیر الاشاعت اخبار پوائبلو (PUEBLO) نے اپنی ۲ جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں حضور کا ایک مفصّل انٹرویو شائع کیا جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

اِسلام کے ایک شہزادے کا میڈرڈ میں ورودِ مسعود

"مجھے اپنی زندگی بھر میں ایک زندہ مجسّمہ کے اتنا قریب ہونے کا موقعہ نہیں ملا جتنا آج حضرت امام جماعت احمدیہ سے مل کر نصیب ہوا۔ حضرت اقدس کا نورانی چہرہ دیکھ کر میں ورطۂ حیرت میں پڑ گیا۔ میں جو میڈرڈ میں دُنیوی مشاغل اور لہو ولعب میں مصروف زندگی دیکھنے کا عادی ہوں مجھے حضرت امام جماعت احمدیہ کے ساتھ جو دس ملین جماعت کے رُوحانی مقتدا ہیں ان سے بات کرنے کے لئے کافی ذہنی تیاری کی ضرورت پیش آئی۔ ہوٹل ہلٹن کے جس کمرے میں حضور تشریف رکھتے ہیں خوشبو سے مُعطّر تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی حضور اقدس کی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی نظر نے مُجھ پر جو اثر کیا میں اس کی کیفیّت الفاظ میں بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

جماعتِ احمدیہ جو دُنیائے اسلام کا ایک جدید فرقہ اور زبردست منظّم تبلیغی اور فعّال

---

[1] الفضل ۱۵ وفا/جولائی ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء ۴

جماعت ہے۔ ان کے افراد کی تعداد دس ملین ہے۔

حضور اقدس کا نام حضرت مرزا ناصر احمد ہے حضور اس جماعت کے امام ہیں جو اسلام میں ایک نیا فرقہ ہے اور زبردست منظّم تبلیغی اور فعّال جماعت ہے جو اِس صدی میں ظاہر ہوئی۔ یہ دس ملین کی جماعت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اِس جماعت کے متعلق مشہور ہے کہ عیسائیت کا یہی ایک جماعت (خصوصًا) افریقہ میں مقابلہ کر رہی ہے۔

مَیں اس پُر اثر شخصیّت اور بزرگ مقدّس ہستی سے جن کی سفید ریش مبارک اور سفید عمامہ میں تقدّس کا نشان پایا جاتا ہے گفتگو کے نیاز حاصل کرتا ہوں۔ مَیں اِس حقیقت کا دلی طور پر اظہار کرتا ہوں کہ حضور اقدس کا وجود حقانیت کا زندہ ثبوت ہے۔

ہم سب برابر ہیں

جماعتِ احمدیہ اور باقی مسلمانوں میں بنیادی عقائد کا کوئی فرق (نہیں)۔ ان کے لئے قرآن کریم کامل کتاب اور اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جس سے عقائد صحیحہ، اعلیٰ کامل اُصول اور احکامات کا رُوحانی چشمہ بہتا ہے جس کی تعلیم سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ اسلام کی تعلیم غیر متبدّل ہے۔ خدا تعالیٰ کو واحد مانتے ہیں۔ ہم عیسائیوں کے تثلیث کے عقیدہ کو نہیں مانتے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان براہِ راست تعلق قائم کرتا ہے۔ اسلام میں خدا تعالیٰ کو اللہ کہتے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کے خیالات اور افکار میں انسانیت کے لئے گہری ہمدردی اور محبّت کے جذبہ کا نمایاں اثر پایا جاتا ہے۔ بنی نوع انسان سے سچّی ہمدردی اور سچّی محبّت اِس امر میں اسلام اور عیسائیت کی تعلیم (میں) کوئی فرق نہیں۔

اِسلام کا پیغام محبّت کا پیغام ہے

فرمایا۔ ہم نے اپنے مبلّغوں کے ذریعہ اِس محبّت کا پیغام اہلِ افریقہ تک پہنچایا۔ ہم نے کئی لاکھ دلوں کو فتح کر لیا ہے۔

سوال:۔ دُنیا میں بدامنی قتل و غارت کا جو فساد برپا ہے اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:۔ دُنیا میں انشاء اللہ تعالیٰ امن و سلامتی کا نظام قائم ہو کر رہے گا۔ دُنیا کی

تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی نہیں کہ سچی محبت کا پیغام ناکام ہوا ہو محبت کا پیغام ہمیشہ ہی کامیاب ہوا ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ انسان انسان سے محبت کرنا سیکھے اور حقیقی ہمدردی سے پیش آئے۔

سوال:۔ آپ کے نزدیک امن وانصاف کی کیا تعریف ہے؟

جواب:۔ امن وامان اور ظلم وتعدی دو متضاد چیزیں ہیں۔ دُنیا میں کئی لوگ امن قائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عملی طور پر وہ ظلم اور بے انصافی سے کام لیتے ہیں اور اِس امر کا عملی ثبوت بہم پہنچاتے ہیں کہ وہ دل سے حقیقی طور پر دُنیا میں امن قائم کرنا نہیں چاہتے جب مَیں امن وسلامتی کے الفاظ استعمال کرتا ہوں تو دل سے حقیقی طور پر امن وسلامتی کا خواہش مند ہوں۔

افریقہ کے باشندے ہمارے متعلق سچی گواہی دے سکتے ہیں کہ ہم دُنیا میں سچے دل سے امن وسلامتی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ پچاس سال کے عرصہ میں جب سے ہم نے وہاں مشن کھولے ہیں ہم وہاں سے ایک پائی تک بھی نہیں لائے۔ ہم نے ہزاروں پونڈ اہلِ افریقہ کی بہتری اور بھلائی کے لئے خرچ کئے ہیں۔ افریقہ کے احمدی احباب کا غیر از جماعت احباب پر نہایت ہی اچھا اثر پڑا ہے۔ وہ محض ان کے نیک نمونہ کی وجہ سے ہے۔

آخری سالوں میں جماعتِ احمدیہ نے ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، ہالینڈ وغیرہ میں اپنی مسجدیں بنائی ہیں۔ میڈرڈ میں بھی ایک چھوٹی سی جماعت موجود ہے۔ ان کا اپنا مشن کھُلا ہوا ہے۔ یہ آخری گفتگو ہے جو حضرت امام جماعتِ احمدیہ سے کر سکا۔ مجھے بتایا گیا کہ پاکستانی سفیر نے بُلایا ہے۔ اِسی طرح آپ ساتھ والے کمرے میں داخل ہو گئے اور خوشبو کی دِلرُبا مہک اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔"[1]

احمدیہ مُسلم مِشن سپین رجسٹرڈ ہو گیا

خلافتِ ثالثہ کے مبارک دَور کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء سے حکومتِ سپین نے "احمدیہ مسلم مشن سپین" کو باقاعدہ رجسٹرڈ کر لیا ہے جس کے بعد اب پولیس کی طرف سے کڑی نگرانی اور بے وجہ تنگ کرنے کا سِلسلہ بھی ختم ہو گیا

---

[1] الفضل ۸۔ظہور/اگست ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء صفحہ ۵۔

ہے اور تبلیغِ اسلام پر بھی اَب قانوناً کوئی پابندی نافذ نہیں ہے۔ فَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ[1]

دار التبلیغ سپین کی شاندار خدمات پر ایک طائرانہ نظر

احمدیہ مشن نے اِس وقت تک اسلام کی جو شاندار خدمات انجام دیں ان سے اِس ملک میں اسلام کا مستقبل صاف طور پر روشن نظر آنے لگا ہے جس کا بھاری ثبوت یہ ہے کہ چرچ کی اسلام کے خلاف جاری شدہ نفرت کی ظالمانہ مہم آہستہ آہستہ بے اثر ہوتی جارہی ہے اور قلوب واذہان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید اور مسلمانوں سے نفرت وحقارت کے خیالات وجذبات میں بتدریج نمایاں کمی واقع ہورہی ہے اور ان کی جگہ رواداری اور محبت نے لینی شروع کردی ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ سپین کا ملکی پریس اسلام اور مسلمانوں کو نظر انداز کر دیتا تھا مگر اَب پریس کا رجعت پسندانہ اندازِ فکر وطرزِ عمل بھی بدل رہا ہے۔ اِس خوشگوار تغیّر وتبدّل کا ایک نمونہ بارسیلونہ کے ہفتہ وار رسالہ REVISTA کا وہ مفصّل مضمون بھی ہے جو اُس نے اپنی ۱۹ تا ۲۵ جولائی ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں شائع کیا۔[2]

یہ مضمون چونکہ اسلام سے متعلق سپین کے موجودہ بدلتے ہوئے رجحانات کی ایک واضح تصویر پیش کرتا ہے اِس لئے اِس کے ایک حصّہ کا ترجمہ دیا جانا ضروری ہے۔ اخبار مذکور نے "کرم الٰہی ظفر مبلغِ اسلام" کے جلی عنوان سے لکھا:۔

> " احمدیت کے بُنیادی اُصول سمجھنے مشکل نہیں ہیں ہاں ہمارے لئے ان کا قبول کرنا مشکل ہے کیونکہ ہم یورپ کو زیادہ ترقی یافتہ سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سب اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا مقصد صاف ہے جیسا کہ گزشتہ وقتوں میں دُہرایا جاچکا ہے۔ کیا مشرق ہی ہمیں اخلاقِ حسنہ سکھائے ؟ ہوسکتا ہے مشرق ہی ہمیں آکر اخلاقِ حسنہ سکھائے

---

[1] مبلغِ اسلام مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کا مکتوب بنام مؤلف "تاریخ احمدیت" (مورخہ ۱۴؍احسان/جون ۱۳۵۰ہش ۱۹۷۱ء)

[2] REVISTA نے اِس مضمون کے ساتھ ایک گروپ فوٹو بھی شائع کیا جس میں مبلغِ اسلام مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کے ساتھ سابق سفیر سپین مقیم کراچی۔ سابق وزیر محنت سپین۔ سابق وزیر خارجہ سپین SR MARTIN ARTAJO (حال S.R. SANZ DRRIO جنرل سیکرٹری آف سٹیٹ کونسل) اور سابق سفیر پاکستان مقیم میڈرڈ سید میراں محمد شاہ صاحب بھی کھڑے تھے۔

جبکہ TOYNBEE کہتا ہے کہ آخر میں یہ دو متوازی تمدن اکٹھے ہو جائیں گے۔ BERTRAND RUSSELL کہتا ہے کہ یورپ اپنی مادہ پرستی کی وجہ سے اپنی تہذیب کا گلا گھونٹ رہا ہے اِس لئے خیال گزرتا ہے کہ شاید یہ سچ ہی ہو۔

سچ تو یہ ہے کہ انتہائی ضلالت اور خوفناک مصائب کے اندر ایک نیا تہذیب و تمدن جنم لے رہا ہے ہمیں اس کو اس کی علامات سے پہچاننا چاہیئے تاکہ انسان کا حقیقی وقار و عزت قائم ہو۔"

افریقہ اور مشرقِ وسطی کے مسلمان سفیروں کو پیغامِ حق

سپین مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ سپین سے باہر افریقہ اور مشرقِ وسطی تک وسیع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس مشن کی طرف سے سفیر مصر (مصطفی اللطفی)، سفیر شام (نشأۃ الحبی) سفیر مراکو، نمائندہ لیبیا، نمائندہ الجزائر، نمائندہ موری طانیہ کو "اسلامی اصول کی فلاسفی" (عربی) "اسلام کا اقتصادی نظام" (عربی)، "نَحْنُ مُسْلِمُوْن" (عربی)، "سفینہ نوح"، "دعوتِ احمدیت وغرضہا" اور دیگر کتب اور پمفلٹ پیش کئے گئے۔ ان ممالک کے سفارتی عملہ کے باقی ممبروں کو بھی سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کے لئے دیا گیا اور "لِمَا اَعْتَقِدُ الْاِسْلَامَ" کی وسیع تقسیم کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں انور سادات (صدر مصر)، بومدی الدین (صدر الجزائر)، حسن ثانی (والیٔ مراکش)۔ حبیب بورقیبہ (صدر ٹیونس)۔ میجر جنرل جعفر نمیری (صدر سوڈان)۔ کرنل قذافی (صدر لیبیا)۔ جنرل حافظ الاسد (صدر شام) کو بھی "فلسفہ اُصول الاسلامیہ"، "نظام الاقتصاد فی الاسلام"، "سفینہ نوح"، "دعوۃ احمدیت وغرضہا" وغیرہ عربی لٹریچر بھجوایا گیا۔

احمدیہ مشن کی کوششوں کا یہ بھی نتیجہ ہے کہ خدا کے فضل سے مراکو کے دو تعلیم یافتہ مسلمان محمد بن عیسیٰ (CENTA شمالی افریقہ مقبوضہ سپین) اور احمد عروشی (ربط) حلقہ بگوشِ احمدیت ہو چکے ہیں۔

احمدیہ مشن کے ذریعہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والوں کے اسماء

احمدیہ مشن کے ثمرات و نتائج کا اندازہ اِس سے لگ سکتا ہے کہ سرکاری پابندیوں اور کیتھولک چرچ کی پُرزور مخالفت کے باوجود وسط احسان / جون ۱۳۵۰ہش مطابق ۱۹۷۱ء تک سپین کے مندرجہ ذیل انتیس[۲۹] افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔

فہرست

اسلامی نام	ہسپانوی نام
۱۔ مکرم محمد احمد صاحب آف استھونیا	SR EURIQUE KUZMIN
۲۔ مکرم انور احمد صاحب	SR MANNEL BUENO
۳۔ مکرم اجمل احمد صاحب	SR MIGUEL MIRANDA
۴۔ مکرم بشیر احمد صاحب (ڈاکٹر)	SR LUIS CARENO
۵۔ مکرم فلاح الدین صاحب	SR JESUS JCLIPE ARROYO
۶۔ مکرم مبارک احمد صاحب	SR FERNANDO CHICARANDA
۷۔ مکرم عطاء اللہ ناصر صاحب	SR ANTONIO JGLESIA LAGUNA
۸-۹۔ مکرم سعید احمد صاحب و سعیدہ صاحبہ	SRS CARLOS COLMENARES
۱۰۔ مکرم عبد اللطیف صاحب	SR LUIS DE VAL
۱۱۔ مکرم بشیر الدین صاحب	SR VICENTE CARBALLO
۱۲۔ مکرم عبد الرحیم صاحب بارسلونہ	SR JOSE ABAD
۱۳۔ مکرم انیس عبد الباقی صاحب غرناطہ (وکیل)	SR ALBERDI
۱۴۔ مکرم منصور احمد صاحب	SR JOSE MARIA GARZON
۱۵۔ مکرمہ نصیرہ صاحبہ (جرمنی میں فوت ہوگئیں)	SR TA CARMEN
۱۶۔ مکرم سیف الاسلام صاحب	SR MANUEL BUENO PRELLEZO
۱۷۔ مکرم عبد السلام صاحب و ناصرہ صاحبہ	SRS. FMILIO CASTILLOS (CEUTA)
۱۸۔ مکرم ظفر اللہ صاحب	SR FRANCISCO POZO
۱۹۔ مکرمہ امۃ اللہ صاحبہ (اہلیہ)	
۲۰۔ مکرم عطاء المنان صاحب	SR ANGEL MORENO GARCIA
۲۱۔ مکرم بشارت الرحمٰن صاحب	SR FRANCISCO DUCHEN
۲۲۔ مکرمہ منصورہ عائشہ صاحبہ	SRTA CARMENDEL RIO

۲۳۔ مکرم محمد احمد صاحب	SR XAVIERICARTI GARCTA
۲۴۔ مکرم عبدالواحد محمود صاحب	SR EDUARDO DE CORDOBA
۲۵۔ مکرم عبدالاحد ناصر صاحب	SR FERNEMDO BARREJOU
۲۶۔ مکرم منوّر احمد صاحب	SR VICENTE BRIZ ALVAREZ
۲۷۔ مکرم عبدالحی صاحب و اہلیہ صاحبہ	SR RESTI TUTO SINDO
۲۸۔ مکرم بشیر احمد صاحب	SR JOSE REQUENA GOUZALEZ
۲۹۔ مکرم نور الحق صاحب	SR MIGUEL SEQUI

سپین کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی پُرشوکت پیشگوئی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے سپین کے مستقبل کی نسبت ایک نہایت پُرشوکت پیشگوئی ۲۹ ماہِ احسان/جون ۱۳۴۹ہش/۱۹۷۰ء کو فرمائی جس کو درج کرکے سپین مشن کے حالات و کوائف ختم کئے جاتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا:۔

"ہم مسلمان سپین میں تلوار کے ذریعہ داخل ہوئے اور اس کا جو حشر ہؤا وہ ظاہر ہے۔ اب ہم وہاں قرآن لے کر داخل ہوئے ہیں اور قرآن کی فتوحات کو کوئی طاقت ٹال نہیں کرسکتی۔" [۱]

فصل سوم

صقلیہ (سسلی) میں اشاعتِ اسلام

صقلیہ اٹلی کے نچلے حصہ میں ایک جزیرہ ہے جہاں یورپ میں سپین کے بعد دوسرے نمبر کی اسلامی

---

[۱] الفضل ۷ وفا/جولائی ۱۳۴۹ہش/۱۹۷۰ء صفحہ ۳ کالم ۲۔

حکومت قائم تھی اور جس کے ذریعہ مسلمانوں کی ہسپانوی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بھی قریباً دو صدیوں تک پوری شان و شوکت سے اسلام کا جھنڈا لہراتا رہا تھا۔ صقلیہ کے اسلامی دَور میں بکثرت اصحابِ فضل و کمال پیدا ہوئے جو اپنے علم و فن میں ہسپانوی علماء کے ہم پلّہ، نابغۃ الدہر اور یکتائے روزگار تھے اور یہ جزیرہ ہر قسم کی اسلامی یونیورسٹیوں کا مرکز تھا لیکن افسوس جو دردناک حشر ہسپانوی مسلمانوں کا ہوُا وہی اس خطہ کے برگشتہ نصیب مسلمانوں کا ہوُا۔ ۴۸۴ھ ۹۲-۱۰۹۱ء میں عیسائی بادشاہ راجر اوّل نے صقلیہ کے آخری مسلمان تاجدار ابن البعباع کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور مسلمان عیسائی حکومت کی رعایا قرار پائے۔ ۶۴۷ھ ۵۰-۱۲۴۹ء میں فریڈرک نے تمام صقلوی مسلمانوں کو اٹلی کے علاقہ (بوجارہ) نوسیرا میں جلاوطن کر دیا مگر یہاں بھی عیسائی بادشاہوں نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور یہ غریب اور نہتے مسلمان ناقابلِ برداشت تکالیف برداشت کرتے کرتے بالآخر جبراً عیسائی بنا لئے گئے ۷۰۰ھ ۱۳۰۰ء میں یہ پُورا علاقہ اسلام کے نام لیواؤں سے خالی ہو گیا۔ [1]

حضرت مصلح موعود کا عزم بالجزم

حضرت مصلح موعود نے جب اُندلس اور صقلیہ میں مسلمانوں کے رُعب و دبدبہ اور پھر ان کے اخراج کی دردناک تاریخ پڑھی تو آپ نے مصمم ارادہ کیا کہ ان علاقوں میں ضرور احمدی مبلّغین بھجوائیں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی مسلمان مُردہ دِل ہو تو اَور بات ہے ورنہ ایک غیرت رکھنے والے مسلمان کے دِل پر ان حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد جو زخم لگتے ہیں ان کے اندمال کی کوئی صُورت نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ وہ اپنا خونِ دل پیتا رہے۔ ... جب مَیں نے یہ حالات تاریخوں میں پڑھے تو مَیں نے عزم کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو مَیں ان علاقوں میں احمدیت کی اشاعت کے لئے اپنے مبلّغین بھجواؤں گا جو اسلام کو دوبارہ ان علاقوں میں غالب کریں اور اسلام کا جھنڈا دوبارہ اس ملک میں گاڑ دیں۔" [2]

مبلّغینِ اسلام کا سسلی میں ورُود

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی اِس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل اور مولوی

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ صقلیہ" از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی۔ ناشر ندوۃ المصنفین اُردو بازار جامع مسجد دہلی۔

[2] الفضل ۱۷ وفا/جولائی ۱۳۲۸ھش ۱۹۴۹ء صفحہ ۳ کالم ۲۔

محمد عثمان صاحب حضور کے حکم پر ۱۴ ماہِ شہادت/اپریل ۱۳۲۵ ہش/۱۹۴۶ء کو لنڈن سے اٹلی اور صقلیہ کیلئے روانہ ہوئے۔[۱]

یہ پہلے مبلغین تھے جو جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد یورپ کی رُوحانی فتح کے لئے لنڈن سے بھجوائے گئے۔[۲] اِن مبلغین نے کچھ وقت فلارنس (اٹلی) میں پیغامِ حق پہنچایا بعدازاں مسینہ (سسلی) کو اپنا مرکز بنا کر اشاعتِ اسلام کی مہم کا آغاز کر دیا[۳] جس کے نتیجہ میں یہاں ایک حرکت سی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ اٹلی اور سسلی کے پریس[۴] میں اسلام کا چرچا ہُوا اور ان کے متعلق مضامین شائع کئے بلکہ بعض لوگوں نے قبولِ اسلام کی سعادت بھی پائی۔ مجاہدینِ اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں ابھی بالکل ابتدائی حالت میں تھیں کہ سسلی کی کیتھولک حکومت نے ان کو ملک میں مزید قیام کی اجازت دینے سے انکار کر دیا جس پر پہلے مولوی محمد عثمان صاحب آخر ستمبر ۱۹۴۷ء میں مسینہ کو خیرباد کہہ کے فلارنس (اٹلی) چلے آئے پھر ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل بھی ۲۱ نومبر ۱۹۴۷ء کو جنیوا پہنچ گئے جہاں ان کا قیام ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء تک رہا[۵] جس کے بعد آپ حضور انور کے حکم سے فری ٹاؤن (سیرالیون) میں تشریف لے گئے۔ آپ کو سیرالیون میں گئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ مولوی محمد عثمان صاحب بھی اعلائے حق کیلئے فلورنس سے سیرالیون پہنچ گئے اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔

---

[۱] الفضل ۲۰ ہجرت/مئی ۱۳۲۵ ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۵-۶۔ [۲] جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل مجاہدِ سسلی کا بیان ہے کہ "ہم پہلے لنڈن گئے تین ماہ وہاں رہے۔ اٹلی کے ویزا کی کوشش کی حکومتِ اٹلی نے لکھا کہ کسی مبلغ کو اٹلی جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ آخر معجزانہ طور پر ویزا مل گیا اور ہم دونوں ٹرین کے ذریعہ پیرس سے روم پہنچے جب سوئٹزرلینڈ کے ملک سے ہماری گاڑی جا رہی تھی تو وہاں کی حکومت نے ہماری تلاشی لی اور ہمارے بستر وہاں ہی رکھ لئے۔ ہم حیران و پریشان، وہ سوس زبان بولیں ہم نہ سمجھیں۔ آخر تسلی کرنے کے بعد ایک ماہ تک ہمارے بستر بخیریت فلورنس پہنچ گئے"۔ [۳] شروع میں ملک محمد شریف صاحب گجراتی مبلغِ اٹلی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل کے ساتھ مسینہ ۱۹۴۶ء میں تشریف لے گئے۔ یہ ۱۹ احسان/جون ۱۳۲۵ ہش/۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے۔ یہ مبلغین اٹیلین اور انگریزی زبان کے ٹریکٹ بھی ساتھ لے گئے تھے (الفضل ۴ وفا/جولائی ۱۳۲۵ ہش/۱۹۴۶ء صفحہ ۲)۔ [۴] مثلاً پراٹسٹنٹ عیسائیوں کے اخبار "لالوشے" (روشنی۔ نور) روم نے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں "مسلمان مبلغ" کے عنوان سے احمدیہ مشنوں کے تبلیغی کارناموں کا مختصر تذکرہ شائع کیا۔ سسلی میں "محمد" کے عنوان سے تورین سے چھپنے والے ایک اخبار (ILLUSTRAJIENE DEL POPOLS) نے ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کے ایشوع میں ایک مضمون سپردِ اشاعت کیا اور اس میں مبلغینِ سسلی کے فوٹو بھی دیئے۔ اس کے علاوہ بلونیا سے شائع ہونیوالی ایک کتاب (CADOTTRINA DELL,ISLAM) کے صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۸ میں تحریکِ احمدیت کا ذکر کیا گیا۔ کتاب کے مصنف کا نام (M.M.MORENO) ہے۔ [۵] ان تاریخوں کا تعین مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل کے ویزا سے ہوتا ہے۔

[۶] الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۱ کے مطابق آپ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو لندن سے فری ٹاؤن کیلئے روانہ ہوئے تھے۔

سیدنا المصلح الموعودؓ کی طرف سے اظہارِ خوشنودی

اِس تفصیل سے ظاہر ہے کہ صقلیہ میں اگرچہ مبلّغینِ اسلام کا قیام نہایت مختصر تھا مگر اس قلیل سے عرصہ میں خدا کے فضل و کرم سے اسلام کا بیج بو دیا گیا۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود ان مبلّغین کے سِسلی میں پہنچنے پر کس درجہ مسرور و محظوظ ہوئے۔ اِس کا اندازہ اِس سے لگ سکتا ہے کہ جب حضور کی خدمت میں مبلّغینِ اٹلی کی طرف سے یہ خوشکن اطلاع پہنچی کہ پہلے دو روز میں ہی خدا کے فضل و کرم سے دو نفوس[1] حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے ہیں تو حضور نے انہی دنوں مجلسِ علم و عرفان میں اِس پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"صقلیہ کے لوگ آجکل اپنی آزادی کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اس علاقے کے مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنایا گیا تھا لیکن امتدادِ زمانہ کی وجہ سے وہ اب اپنے آبائی مذہب کو بالکل بدل گئے ہیں۔ صقلیہ میں رہنے والوں میں سے لاکھوں ایسے ہیں جو مخلص، دیندار اور پرہیزگار مسلمانوں کی اولادیں ہیں ان کے آباؤ اجداد اسلام کے فدائی اور بہت متقی لوگ تھے لیکن یہ لوگ اسلام سے بالکل غافل ہیں اور عیسائیت کو ہی اپنا اصلی مذہب سمجھتے ہیں۔ مَیں نے اٹلی کے مبلّغین کو لکھا کہ آپ اس علاقہ میں تبلیغ پر زور دیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے آباء و اجداد کی ارواح کی تڑپ اور ان کی نیکی ان کی اولادوں کو اسلام کی طرف لے آئے پہلا خط[2] ان کا جو مجھے پہنچا اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ہم اب روم سے آگئے ہیں اور صقلیہ کی طرف جا رہے ہیں۔ پھر ان کا دوسرا خط[3] مجھے پہنچا کہ ہم مسینہ میں پہنچ گئے ہیں۔ لوگ ہمارے لباس کو دیکھ کر جوق در جوق ہمارے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ہم ان کو یہ وعظ کرتے ہیں کہ تمہارے باپ دادا تو مسلمان تھے تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اسلام سے دُور چلے گئے ہو۔ اب دوسرا مسیح آگیا ہے آؤ اور اس کے ذریعہ حقیقی اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تیسرا خط اُن کا

---

[1] سِسلی کے ابتدائی نو مسلموں کا نام محمود اور بشیر رکھا گیا۔

[2] [3] یہ دونوں خط جن میں سے ایک ملک محمد شریف صاحب کا اور دوسرا ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل کا لکھا ہوا تھا الفضل کی ۲۵ جولائی ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں محفوظ ہیں۔ حضور نے یہ خط ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے قلم سے تحریر فرمایا "اللہ تعالیٰ نے میری خواہش پوری کی اِس وقت سپین اور سِسلی دونوں سابق اسلامی ملکوں میں ہمارے مبلّغ پہنچ گئے ہیں اور تبلیغِ اسلام کا کام شروع ہو چکا ہے"۔

مجھے آج ملا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں کے دو نوجوان احمدی ہو گئے ہیں۔ دونوں بہت جوشیلے احمدی ہیں۔ احمدیت کی تبلیغ کا بہت جوش رکھتے ہیں۔ ایک کا نام ہم نے محمود رکھا ہے اور دوسرے کا نام ہم نے بشیر رکھا ہے۔ ان کا خط بھی مجھے آیا ہے جس میں انہوں نے بیعت کا لکھا ہے۔ ہمارے لئے یہ حالات خوش کُن ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ یہ دونوں ملک (سپین اور صقلیہ۔ ناقل) ہمارے ذریعہ پھر اسلام کا گہوارہ بن جائیں"۔ اس کے ساتھ ہی حضور نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"جہاں ہمارے مبلّغین بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں اور وہ ہماری طرف سے فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں وہاں ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان کی امداد صحیح طور پر کریں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔۔ ہمارے مبلّغین کا تو بیرونی ممالک میں یہ حال ہے کہ ان میں سے ایک یعنے ماسٹر محمدؐ ابراہیم صاحب نے جنگل میں جا کر درختوں کے پتّے کھا کر پیٹ بھرا اور دوسرے بھی نہایت تنگی کے ساتھ گزارہ کرتے ہیں"۔ [1]

علاوہ ازیں حضرت سیدنا المصلح الموعود نے ایک اہم مضمون بھی سپردِ قلم فرمایا جس میں سسلی کے نومسلموں کے خطوط کا چربہ اور ترجمہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ :-

"یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے اسلام کی شوکتِ گزشتہ کو واپس لانے کے لئے ہماری جماعت کو قائم کیا ہے اور پھر ہمارے نوجوانوں میں اخلاص اور قربانی کی رُوح پیدا کی ہے اور آج ہم سپین اور سسلی دونوں جگہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوبارہ اسلام کا جھنڈا گاڑنے کی جدّ و جہد میں مشغول ہیں۔ الحمد للہ علےٰ ذالک"۔ [2]

گو صقلیہ مشن نامساعد حالات کی وجہ سے جلد بند کر دینا پڑا مگر یورپ میں قیامِ توحید سے متعلق خدائی بشارتوں کی بناء پر ہمیں یقین ہے کہ جلد یا بدیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خدّام ایک بار پھر اس علاقہ میں پہنچیں گے اور اس کے چپہ چپہ پر محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم کر کے

---

[1] الفضل ۱۷؍ وفا/ جولائی ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صـ۳-۴ ؛ [2] الفضل ۴؍ وفا/ جولائی ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء صـ۳ کالم ۲ ؛

ہی دَم لیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ؎

فصل چہارم

سوئٹزرلینڈ مشن کا قیام

سوئٹزرلینڈ وسطی یورپ کا مشہور ملک ہے جو عیسائیت کی عالمگیر تبلیغی مہم میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس ملک میں درجن کے لگ بھگ ایسی مشنری سوسائیٹیاں ہیں جو دُنیا کے مختلف حصّوں میں عیسائیت کا پرچار کر رہی ہیں۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق اس مُلک کے اٹھارہ سَو کیتھولک پادری دُنیا میں صلیبی مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے ساتھ جرمنی، فرانس، اٹلی اور آسٹریا کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اِس ملک کا بہتّر فیصد علاقہ جرمن زبان بولتا ہے اور بقیہ حصّہ میں فرانسیسی اور اطالوی زبان رائج ہے۔ یہ ملک اگرچہ ایک چھوٹا ملک ہے مگر چونکہ بین الاقوامی اعتبار سے اسے ایک خاص مرکزی حیثیت حاصل ہے اِس لئے یہاں سے اُٹھائی ہوئی آواز کا اثر ہمسایہ ممالک خصوصاً جرمنی پر بہت خوشگوار پڑتا ہے۔ وجہ یہ کہ سوئٹزرلینڈ کے اپنے پڑوسی ملکوں سے ہمیشہ گہرے اور عمدہ تعلقات رہے ہیں۔

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی دُور رَس نگاہِ انتخاب نے ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء میں قلبِ یورپ کے اس اہم ملک کو بھی اشاعتِ اسلام کے لئے چُنا اور اس میں مضبوط تبلیغی مرکز قائم کرنے کے لئے لنڈن سے شیخ ناصر احمد صاحب کو (چوہدری عبداللطیف صاحب[1] اور مولوی غلام احمد صاحب بشیر[2]

---

[1] [2] چوہدری عبداللطیف صاحب اور مولوی غلام احمد صاحب بشیر ۱۲ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کو سوئٹزرلینڈ سے ہالینڈ بھجوا دیئے گئے جہاں حافظ قدرت اللہ صاحب کے ہاتھوں ۲ وفا/جولائی ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کو احمدیہ مشن کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ چوہدری عبداللطیف صاحب نے کچھ عرصہ سوئٹزرلینڈ میں تبلیغی خدمات بجالانے کے بعد ۲۰ صلح/جنوری ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء کو جرمنی میں مستقل مشن کی بنیاد رکھی جیسا کہ آگے مفصّل ذکر آئے گا (الفضل ۱۸ تبلیغ/فروری ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵، الفضل یکم امان/مارچ ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲)

کے ہمراہ، سوئٹزرلینڈ بھجوادیا تا نہ صرف اِس ملک میں پیغامِ حق پہنچایا جائے بلکہ جرمنی سے آنے جانے والوں میں بھی تبلیغ کا رستہ جلد کھل جائے اور جرمنی میں داخلہ کی اجازت ملتے ہی وہاں بھی احمدیہ مسلم مشن کھولا جاسکے۔

مجاہدینِ تحریکِ جدید کا یہ وفد ۱۰/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کو لنڈن کے وکٹوریہ اسٹیشن سے بوقت دس بجے صبح بذریعہ گاڑی روانہ ہوا اور پیرس میں مجاہدینِ فرانس کے ساتھ نمازِ جمعہ کی ادائیگی اور مختصر قیام کے بعد ۱۳/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۵ہش/۱۹۴۶ء کو دوپہر کے وقت سوئٹزرلینڈ کے مشہور شہر زیورچ پہنچا۔ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں اس کی اطلاع ۱۵/اخاء/اکتوبر کو سفرِ دہلی سے واپسی پر بذریعہ تار قادیان موصول ہوئی اور اس کا تذکرہ بھی حضور نے اسی شام مجلسِ علم و عرفان میں اول نمبر پہ کیا نیز فرمایا:۔

"جرمنی میں احمدیہ تبلیغی مشن قائم کرنے کے لئے بار بار کوشش کی گئی کہ احمدی مبلّغین کو جرمنی میں جانے کی اجازت دی جائے مگر امریکہ نے بھی اور برطانیہ نے بھی اجازت نہیں دی۔ اس پر مَیں نے اپنے جرمنی جانے والے مبلّغین کو ہدایت کی کہ وہ ہالینڈ چلے جائیں جو جرمنی کی سرحد پہ ہے اور وہاں سے جرمنی میں بھی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ مگر یہ کوشش بھی بہت لمبی ہوگئی۔ ہالینڈ کی گورنمنٹ کو برطانوی گورنمنٹ نے بھی توجہ دلائی مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب مَیں نے دیکھا کہ یہ صورت بھی پیدا ہوتی نظر نہیں آتی تو مَیں نے یہ ہدایت بھجوائی کہ سوئٹزرلینڈ کا علاقہ ایسا ہے جہاں لوگوں کی حالت اچھی ہے اور جنگ کی وجہ سے وہاں سیاسی حالات اِس قسم کے پیدا نہیں ہوئے کہ نازک صورت ہو اِس لئے وہاں جانے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ پہلے یہ بات تجربہ میں آچکی تھی کہ غیر ممالک کا سِکّہ مشکل سے ملتا ہے اٹلی کے مبلّغ اِس وجہ سے سخت تکلیف اُٹھا چکے تھے اِس لئے مَیں نے ہدایت کی کہ سوئٹزرلینڈ کا سِکّہ اتنا حاصل کرلیا جائے کہ کم از کم چھ ماہ گزارا ہوسکے اور پھر سوئٹزرلینڈ کو جائیں۔ سپین میں جانے کا راستہ خدا تعالیٰ نے اِس طرح کھول دیا کہ وہاں ایک ہندوستانی رہتا تھا اس کے پاس کافی سِکّہ تھا اور وہ واپس آنا چاہتا تھا اسے انگریزی سِکّہ کی ضرورت تھی اتفاقاً وہ ہمارے مبلّغین سے ملا اور اس نے کہا اگر تمہیں ضرورت ہو تو میرے پاس یہاں کے کافی سکّے ہیں انگریزی سِکّہ سے تبادلہ کرلیں چنانچہ تبادلہ کرلیا گیا اور اس طرح

سپین کے مبلغین کے ایک سال کے خرچ کا انتظام ہو گیا۔

اٹلی کے لئے کوشش کی گئی جس کا نتیجہ نکل چکا ہو گزشتہ مہینوں کا خرچ بھیجنے کی گورنمنٹ نے اجازت نہیں دی تھی اس لئے ہمارے مبلغین کو محنت و مشقت کر کے پیٹ پالنا پڑا مگر اس طرح تبلیغ کا کام اچھی طرح نہ کر سکتے تھے اب انہیں خرچ بھیجنے کا انتظام ہو گیا ہے۔ اس تلخ تجربہ کی وجہ سے میں نے ہدایت کر دی تھی کہ سوئٹزرلینڈ کے خرچ کا انتظام ہو سکے تو مبلغ جائیں۔ اب انتظام ہونے پر جرمنی جانے والا وفد سوئٹزرلینڈ چلا گیا ہے اور ایسی جگہ جا کر ٹھہرا ہے جو جرمنی کی سرحد پر ہے" [۱]

زیورچ میں احمدی مجاہدین کے ابتدائی چھ ایام

شیخ ناصر احمد صاحب نے انچارج احمدیہ مشن سوئٹزرلینڈ کی حیثیت سے ابتدائی چھ ایام کی جو مختصر رپورٹ ۱۸/اخاء/اکتوبر بروز جمعہ مرکز میں بھیجی اس میں تحریر کیا کہ :-

" ۱۳/اخاء بروز اتوار دوپہر ایک بج کر اٹھارہ منٹ کی گاڑی سے ہم تینوں (برادرم چوہدری عبداللطیف صاحب۔ برادرم مولوی غلام احمد بشیر صاحب اور خاکسار ناصر احمد) سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورچ پہنچے۔ گاڑی سے اترنے سے قبل ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ وہ اپنی خاص قدرتوں اور طاقتوں کے ذریعہ ہمیں کامیاب فرمائے اور ہر قدم پر اس کی تائید اور نصرت ہمارے شاملِ حال ہو۔ تاہم اِس نہایت ہی عظیم الشان ذمہ داری کو باحسن وجوہ ادا کر سکیں جس کا بار وقف کے گراں قدر فریضہ نے ہمارے کمزور کندھوں پر رکھا ہے سرزمینِ سوئٹزرلینڈ پر قدم رکھتے وقت خاموش دعا کی گئی اور نیک فال کے طور پر پہلا کلمہ تبلیغِ حق کا اس نئی سرزمین کو مخاطب کر کے منہ سے نکالا کہ خدا ہماری آواز میں برکت رکھ دے اور ہمارا طرزِ تبلیغ نیک طبائع کی کشش کا موجب بنے۔ سامان کی پڑتال کرنے کے بعد ہم ایک ہوٹل میں گئے جس میں ابتدائی تین ایام کے لئے جگہ کا انتظام کیا تھا۔ سٹیشن اور ہوٹل کے درمیان چند سو گز کا فاصلہ تھا لیکن اس قلیل فاصلہ کے طے کرنے کے دوران میں بے شمار افراد ہمارے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ انہیں ہم اپنی پگڑیوں اور اچکنوں

---

[۱] الفضل ۱۸/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۵ھش / ۱۹۴۶ء صہ ۳

ہیں عجوبہ نظر آئے۔ اکثر نے اِس لباس میں کسی انسان کو پہلی بار دیکھا ہوگا۔ لوگ حیرت سے ایکدوسرے کی طرف دیکھتے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ بعض ہنس دیتے۔ غرضیکہ شہر میں قدم رکھتے ہی ہمیں ایک حیران اور ششدر پبلک کا سامنا کرنا پڑا۔ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا عوام کی حیرت کم ہوتی جائے گی لیکن ابھی ان کی حیرت کے بہت سے مواقع ہیں۔ کچھ وقت ہمیں زبان کی دِقت سَر کرنے کے لئے درکار ہے۔ ہم اپنے ساتھ دو قسم کے ٹریکٹ جرمن زبان میں طبع کرا کر لائے ہیں جن میں اپنے آنے کی غرض، اسلام کی صداقت، حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور قبرِ مسیح کا اعلان وغیرہ اُمور درج ہیں۔ ہم ابھی یہ ٹریکٹ تقسیم نہیں کر رہے کیونکہ جب تک ہم ان کی زبان میں تفصیل کے ساتھ بات کرنے اور لٹریچر کی اشاعت کے لازمی نتیجہ کے طور پر پیش کئے جانے والے سوالات کا جرمن زبان میں جواب دینے کے قابل نہ ہو جائیں اس وقت تک ان ٹریکٹوں کی اشاعت سے کماحقہٗ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اُمید ہے کہ انشاء اللہ العزیز جلد ہی ہم اِس قابل ہو جائیں گے۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوفِیْق ... یہاں ایک بڑے بنک کے ایک ڈائریکٹر مسٹر آرنی کے ساتھ ہمارا غائبانہ تعارف ہو چکا تھا جو مکرم چوہدری سر محمدؐ ظفر اللہ خان صاحب کے ایک دوست کے دوست ہیں ہم اگلے روز ان سے ملے بہت خوش خُلقی سے پیش آئے۔ ہم نے سب سے پہلے انہیں کسی مکان کا انتظام کرنے کے لئے کہا کیونکہ اس وقت سب سے بڑی ضرورت ہماری یہی تھی بصورت دیگر یورپ کے اِس عدد رجہ گراں مُلک میں جہاں دُنیا بھر سے عموماً اور جنگ کے مصیبت زدہ یورپ سے خصوصاً لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں ہمارا بہت خرچ ہو رہا ہے۔ اشیاء یہاں لندن سے بہت مہنگی ہیں۔ چائے کی ایک پیالی کی قیمت قریباً ۸ پنس ہے اور اسی نسبت سے ہوٹلوں اور دوسرے بورڈنگ ہاؤسوں کے کرائے ہیں۔ مسٹر آرنی نے بتایا کہ زیورچ میں مکان ملنا بہت دُشوار ہے تاہم وہ کوشش کریں گے۔

ہم ٹامس کُک کے دفتر میں بھی گئے اور وہاں سے کچھ معلومات حاصل کیں اور بعض ضروری اُمور سرانجام دیئے۔ ۱۵ تاریخ کو برطانوی کونسل جنرل کے دفتر میں جا کر ہم نے اپنے نام رجسٹرڈ کرائے اور اس کے بعد شہر میں پھرتے رہے تا حالات کی واقفیت حاصل کریں...

ابھی ابھی جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں ہم شہر سے باہر جا کر نماز جمعہ ادا کر کے واپس آئے ہیں۔ ہم کسی کھلی جگہ کی تلاش میں دُور نکل گئے۔ پہاڑیوں پر چڑھ کر چلتے چلتے جب کوئی جگہ نہ ملی تو جنگلات کا رُخ کیا اور قریباً ½ گھنٹہ کی تلاش کے بعد گھنے جنگلات میں بلند اور خوبصورت درختوں کے جھنڈ تلے جا کر ہم نے اذان کہی جو اس طور پر پہلی اذان ہو گی کہ نماز جمعہ کے لئے دی گئی۔ اس کے بعد ہم نے نماز ادا کی اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ وہ ہمیں اِس علاقے میں مسجد تعمیر کرنے کی توفیق دے ہمیں یہ نماز جمعہ ہمیشہ یاد رہے گی۔ یہ ہماری بے کسی اور ابتدائی کمزور حالت کا نشان ہو گی۔ اور ہم اپنے خدا سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری عاجزانہ دعاؤں کو ضرور قبول فرمائے گا اور ہمیں اپنے اعلیٰ اور مقدس نام کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائیگا۔"[1]

ماہِ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء تا آخر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کا زمانہ سوئٹزرلینڈ مشن کی داغ بیل کا زمانہ تھا جبکہ ملک میں بے سروسامانی کے عالم میں نہایت مختصر پیمانہ پر تبلیغی جدّ و جہد کا آغاز کیا گیا جو بوجہ اجنبی ماحول کے گردوپیش کے حالات کا جائزہ لینے، رہائش کا انتظام کرنے اور غیر زبان سیکھنے اور پرائیویٹ ملاقاتوں میں پیغامِ حق پہنچانے تک محدود رہی[2]۔ اِس ابتدائی زمانہ میں مبلّغینِ اسلام نے جن لوگوں کو تبلیغِ اسلام کی ان میں (اینگلو انڈین) ہیفیلی، مسٹر مڈسن، (ڈنمارک) مسٹر لیبرمین، مسز سٹائل، مسٹر شیف الکنکٹ، مسز فُلر، کیتھولک پادری شرانر، مسٹر ایگرمین، مسٹر برونر (زیورچ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر) اور پروفیسر فارا بھی تھے[2]۔ ان ملاقاتوں کے علاوہ مبلّغین نے بعض تبلیغی خطوط بھی لکھے۔ مثلاً زیورک سے باہر سینٹ گالن سے ایک صاحب نے بذریعہ خط معلومات طلب کیں جن کو مفصّل مکتوب لکھا[2]۔ ایک روز انہیں یہودیوں کی ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ یہ سُنکر حیران و ششدر رہ گئے کہ کیا مسلمان مبلغ بھی اپنا دین پھیلانے کے لئے یہاں آنے کی "جسارت" کر سکتے ہیں۔ یہودیوں ہی کو نہیں اکثر سوئس باشندوں کو مبلّغینِ اسلام کے آنے کی غرض معلوم کر کے حد درجہ حیرت ہوتی تھی اور وہ کہتے تھے کہ اسلام دُنیا میں کیسے پھیل جائے گا۔ اسی زمانہ میں شیخ ناصر احمد صاحب سے ایک بڑے ڈاکٹر نے کہا کہ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح سوئٹزرلینڈ کے لوگ اسلام کو قبول کر لیتے ہیں۔ غرضکہ ان ابتدائی ایّام میں لوگ احمدی مبلّغین

---

[1] الفضل ۲۶ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء ص۴۔ [2] الفضل ۱۲ فتح/دسمبر ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء صفحہ ۴، ۵، الفضل ۲۸ شہادت/اپریل ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء ص۵۔

کی باتیں اکثر ہنسی میں اُڑا دیتے تھے اور اس ملک میں اشاعتِ اسلام کو ناممکن تصوّر کرتے تھے۔

ٹریکٹ "قبر مسیح" کی اشاعت اور احمدی مبلغین کو ملک سے باہر نکالنے کی مسیحی سازش

کُفر کی آنکھ بھی تیز ہوتی ہے۔ اگرچہ اُن دنوں احمدیہ مسلم مشن اپنی زندگی کے ابتدائی دور سے گزر رہا تھا مگر چرچ نے شروع ہی میں بھانپ لیا کہ سوئٹزرلینڈ سے اُٹھنے والی اسلام کی بظاہر کمزور آواز صلیبی مذہب کے لئے مہیب خطرہ ثابت ہوگی۔ چنانچہ جونہی مجاہدین اسلام نے "قبر مسیح" کے ٹریکٹ کی اشاعت شروع کی تو چرچ احمدی مبلغین کو ملک سے باہر نکالنے کی سازشیں کرنے لگا۔ یہ وقت مجاہدین کے لئے بہت صبر آزما تھا۔ ذیل میں شیخ ناصر احمد صاحب کے قلم سے اس کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ شیخ صاحب نے ماہ تبلیغ / فروری ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کی رپورٹ میں لکھا:۔

"گزشتہ سال یہاں قبر مسیح کے اعلان پر مشتمل ٹریکٹ کی اشاعت کے نتیجہ میں مخالفت کا ایک غبار اُٹھا تھا۔ سخت کلامی سے لبریز خطوط ہمیں آئے۔ اخبارات میں مضامین ہمارا مضحکہ اُڑانے اور مشن کی مخالفت کی غرض سے لکھے گئے۔ پادری طبقہ بالخصوص بوجہ اپنی نوعیّت[1] کے ہمارا مخالف ہو گیا۔ چنانچہ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ ایک پادری صاحب نے ہماری مالکۂ مکان کو کہلا بھیجا کہ وہ حیران ہے کہ اس نے ہمیں رہنے کے لئے جگہ کیوں دے رکھی ہے۔ اکتوبر کے شروع میں ہم نے جبکہ برادران غلام احمد بشیر اور چوہدری عبداللطیف صاحبان ابھی یہیں تھے اپنے ویزا کی توسیع کی درخواست دی۔ چار ہفتہ کے بعد ہر دو صاحبان ہالینڈ تشریف لے گئے۔ قریباً چار ماہ تک اس درخواست کا کوئی جواب نہ آیا۔ یہ دیر غیر معمولی اور تشویشناک تھی۔ گزشتہ ماہ کے آخر میں خاکسار کو کسی ذریعہ سے معلوم ہؤا کہ میرے یہاں قیام کی اجازت کا معاملہ چرچ کونسل کے سامنے ہے۔ اِس خبر میں مجھے خطرہ کی سُرخی نظر آئی چنانچہ احتیاطی طور پر بعض تدابیر اختیار کیں۔ ۱۶۔ فروری کو خاکسار ایک کام کے سلسلہ میں پولیس کے دفتر میں گیا وہاں سے معلوم ہؤا کہ پولیس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میری درخواست کو ردّ کر دیا جائے اور یکم مارچ تک ملک چھوڑ دینے کے احکام جاری کئے جائیں۔ نادان پولیس مین نے یہ بھی کہا کہ چونکہ آپ کا مشن پورا ہو گیا ہے اور ایک سال کا عرصہ اِس کیلئے کافی ہے اِس لئے اَب آپ کو چلے جانا چاہیئے۔ مَیں نے کہا کہ آپ اپنے عیسائی مشنوں کو بھی

---

[1] نقل مطابق اصل

مصر وغیرہ ممالک سے واپس بُلا لیں۔ کہنے لگا ہمارے مشنوں اور آپ کے مشنوں میں فرق ہے میں نے کہا بہت اچھا، اور اس کا شکریہ ادا کر کے واپس آ گیا۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ کاغذات تصدیق کے لئے برن (دارالحکومت) بھجوائے ہوئے ہیں جہاں سے آخری احکام جاری ہوں گے ..حقیقت یہ ہے کہ اِس ملک کے لوگوں میں ایک خاص قسم کی کجی پائی جاتی ہے جو شاید یورپ کے کسی اَور ملک میں مفقود ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بوجہ مخصوص اور معلوم حالات کے یہ ملک ایک عرصہ سے جنگوں سے محفوظ رہا ہے اور اِس امر نے انہیں ایک بے جا فخر عطا کیا ہے اور یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ ان کی ذاتی خوبیاں، ان کا حُسنِ تدبّر اور نہ جانے کیا کچھ ان کے امن کی ضمانت ہیں لیکن یہ ایک غلط فہمی ہے۔ ملک کے افراد میں اس غرور کی جھلک نمایاں ہے اور انانیت کے جذبہ کو ان کی اِس حالت نے بہت تقویّت دی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی انفرادی مرضی کے خلاف کوئی بات سُننے کو تیار نہیں اور ہمچو ما دیگرے نیست کا راگ الاپتے ہیں۔

دوسری بات اِس سلسلہ میں یہ ہے کہ یہاں کی پولیس جو غیر ملکیوں سے متعلق ہے اس کے اختیارات بہت وسیع ہیں کیونکہ ان کا صیغہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ماتحت نہیں اِس لئے یہ لوگ مَن مانی کارروائیاں کرتے ہیں۔ اور غیر ملکیوں کے لئے قوانین بھی سخت ہیں۔ معلوم ہُوا ہے کہ بسا اوقات پولیس نے اپنے اِس رویّہ کے باعث غیر ملکیوں کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچائی ان پر اَور تو کسی شعبۂ حکومت کا اقتدار نہیں اِس لئے انجام کار فیڈرل کورٹ میں جا کر پولیس کے خلاف فیصلہ ہُوا اور بیچارے غیر ملکیوں کے حقوق کی حفاظت ہوئی۔ مَیں نے محسوس کیا کہ پولیس کے چھوٹے بڑے میں میرے خلاف مخالفت کی آگ لگی ہوئی ہے۔ اسی تنگ دلی اور کم ظرفی سے یہاں کے چرچ کو خاطر خواہ حصّہ ملا ہے۔ وہ جنہوں نے صدیوں تک اپنے جھوٹے عقائد کے خلاف کوئی زبان ہلتی اور کوئی قلم چلتی نہ دیکھی تھی آج یہ کیا ہُوا کہ اچانک ان کے "ایمان" کی جڑوں پر تبر رکھ دیا گیا اور مسیح کے سپاہی قلم و زبان سے باطل کا بُطلان کرنے لگے۔ ان کے نزدیک تو ہمارا ایک سال کا عرصہ ہی ہمارے مِشن کی تکمیل کے لئے کافی ہے۔ وہ لوگ جن کے دِلوں میں عیسیٰؑ کی جھوٹی خُدائی کا بُت ہے وہ کب برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی اس بُت کو توڑے۔ نہ صرف توڑے بلکہ بے دردی سے

توڑے۔ ہم محمود کے سپاہی بفضلِ خدا اِس سومنات کے بُت کو توڑیں گے، توڑیں گے۔ اے خدا! ہمارے ہتھوڑے کو بھاری اور اس کی ضرب کو کاری بنا۔ آمین .... اِس سلسلہ میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ پولیس والوں نے اپنی پوزیشن کو بیرونی دُنیا کی نظروں میں محفوظ بنانے کے لئے ایک جعلی عُذر کی آڑ لی اور کہا کہ چونکہ مرکزِ احمدیت اب مشن کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا اسلئے آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔ اب یہ تو مستقبل بتائے گا کہ ہم ان کے اس باطل عُذر کو کس طرح باطل ثابت کریں گے اور پولیس کو اس آخری دلیل کا سہارا بھی نہ ملے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ تاہم خاکسار اس امداد کو ریکارڈ کرنا چاہتا ہے جو اس نازک وقت میں ہماری نو احمدی بہن محترمہ محمودہ کی طرف سے ملی۔ ان ایام میں ایک رقم کی ضرورت تھی جسے بطور ثبوت کے پیش کیا جا سکتا (بوقتِ ضرورت) کہ سلسلہ ہمارے اخراجات کا کفیل ہے۔ محترمہ محمودہ نے کہا کہ ان کے پاس تین صد (۳۰۰) فرینک کی ایک رقم ٹیکس کی ادائیگی کے لئے موجود ہے جس کی فی الحال ضرورت نہیں۔ چنانچہ یہ رقم لے کر اپنے نام پر بنک میں جمع کرا دی گئی تا ہمارا کیس مضبوط ہو جائے۔ اِس رقم کے ساتھ محترمہ محمودہ نے لکھا "خدا آپ کی مدد کرے۔ خدا بالخصوص اِس موقعہ پر آپ کے ساتھ ہو۔"[1]

تبلیغی اجلاسوں کا نہایت مفید سلسلہ

سوئٹزرلینڈ میں اشاعتِ اسلام کا باقاعدہ کام ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء سے شروع ہوا جبکہ شیخ ناصر احمد صاحب نے تبلیغی اجلاسوں کا سلسلہ جاری کیا۔ اِس ضمن میں پہلا اجلاس ۲۰ صلح/جنوری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو ایک ہوٹل کے کمرہ میں منعقد کیا گیا۔ گو اس پہلے اجلاس کی حاضری تو بہت کم تھی مگر اس نئے تجربہ نے ملک میں تبلیغ کا ایک نیا رستہ کھول دیا۔[2] حلقہ واقفیت میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی تعداد بھی

---

[1] الفضل ۱۸ امان/مارچ ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳۔ [2] ملک عطاء الرحمٰن صاحب مجاہدِ فرانس کو ۱۵ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے اجلاس میں شمولیت کا موقع ملا تو وہ اس کی کامیابی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور لکھا "اجلاس بفضلہ تعالیٰ خوب کامیاب تھا مغربی ممالک کی مذہب سے بے رغبتی اور اسلام سے تعصب کے پیشِ نظر حاضری غیر معمولی تھی" (الفضل ۱۸ تبلیغ/فروری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۳) ان اجلاسوں کے لئے دعوت نامے بھجوانے کے علاوہ اخبارات میں اعلان شائع کئے جاتے تھے۔ اجلاس میں بالعموم پہلے شیخ ناصر احمد صاحب کسی اہم موضوع پر خطاب فرماتے پھر حاضرین کو سوالات کے ذریعہ اسلام سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا موقع دیا جاتا۔ بعض اجلاسوں میں اسلامی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ سال میں ایک بار دیگر مذاہب کے نمائندوں کو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بڑھنے لگی۔ ابتداء میں یہ اجلاس زیورچ میں کئے جاتے تھے مگر بعد ازاں برن، بازل، باڈن، وِنٹرتھور، سینٹ گالن، شاف ہاؤزن میں بھی ان کا انعقاد عمل میں لایا گیا[1] اور یہ ہر مقام پر کامیاب رہے اور ان سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی مہم کو تیز کرنے میں بھاری مدد ملی۔

سوئٹزرلینڈ مشن کے ذریعہ جرمنی میں اشاعتِ اسلام

جرمنی میں ابھی مستقل مشن کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا کہ خط و کتابت کے ذریعہ کم و بیش بیس[2] افراد پر مشتمل ایک جماعت قائم ہو چکی تھی جس کی دیکھ بھال کے لئے شیخ ناصر احمد صاحب کنٹرول کمشن جرمنی سے اجازت لے کر گاہے گاہے تشریف لے جاتے رہے[3]۔ اس دوران میں آپ کو جرمنی میں اشاعتِ اسلام کے متعدد مواقع میسر آئے بلکہ ایک بار تو ہمبرگ ریڈیو نے آپ کی ایک تقریر بھی نشر کی، تقریر کا موضوع تھا "یورپی ممالک میری نظر میں"۔ اس تقریر کے بعض اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں تا معلوم ہو سکے کہ مجاہدینِ احمدیت مغربی دنیا کو کس جذبہ اور قوت و شوکت سے خدائے واحد و یگانہ کا پیغام پہنچاتے ہیں:۔

"آج یورپ خستہ حالی میں ہے... جرمنی میں جو تباہی اور ہولناک بربادی نظر آرہی ہے وہ یورپین اقوام کی معروف محنت و قابلیت کی متناقض ہے۔ اس صورتِ حالات کی اِس قوتِ استعماری سے مطابقت دکھلانا مشکل ہے جس کی بدولت یورپ کو صنعتی ترقی حاصل ہوئی۔ مَیں اپنے نفس سے یہ سوال کرتا ہوں کہ یورپ کی صنعت و سائنس کس کام کی اگر اس کے نتیجہ میں پائدار امن حاصل نہیں ہوا؟ اس میں سائنس کا قصور نہیں، ہم اسے ملزم نہیں کر سکتے۔ بنیادی طور پر کہیں کوئی نقص ہے۔ یورپ نے مادی ترقی کو ایک خوشحال سوسائٹی کی بنیاد سمجھا۔ آج یورپ مادیت میں اس قدر مستغرق ہو چکا ہے کہ رُوح کی طرف توجہ کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا... رُوحانی دائرہ میں مَیں یورپ کو بہت قلاّش پاتا ہوں۔ اِس موقع پر مجھے خدا کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک قول یاد آگیا ہے جو آپ نے کئی صدیاں پیشتر فرمایا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ بھی ایک پلیٹ فارم اور ایک ہی موضوع پر بولنے کی دعوت دی جاتی تھی تا لوگ اسلام اور دیگر مذاہب کا بآسانی تقابلی مطالعہ کر سکیں۔ (الفضل ۷ ظہور/اگست ۱۳۳۶ھش / ۱۹۵۷ء صفحہ ۳)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا: [1] الفضل ۷ ظہور/اگست ۱۳۳۴ھش / ۱۹۵۵ء صفحہ ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا مقامات میں ۱۳۳۴ھش / ۱۹۵۵ء تک تبلیغی اجلاس منعقد کئے جا چکے تھے۔ [2] چوہدری عبد اللطیف صاحب (انچارج مبلغ جرمنی مشن) کے مکتوب مورخہ ۴ ہجرت/مئی ۱۳۴۴ھش / ۱۹۶۵ء سے ماخوذ۔

ایک شخص نمودار ہوگا جو بہت جھوٹ بولے گا اور ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یورپ میں مادّیت کے ظہور کو قبل از وقت بھانپ لیا تھا۔ وہ مادّیت جو آب خستگی اور بدحالی کے عالم میں ٹھوکریں کھاتی ہے کیونکہ ایک آنکھ سے کانی ہے۔ اور رُوح کی طرف نظر نہیں کرتی۔ مغرب کے خلاف یہ کوئی توہین آمیز کلمہ نہیں جب یہ کہا جائے کہ یورپ کی ایک آنکھ تو تیز اور صاف دیکھتی ہے لیکن دوسری ظلمت سے نُور کو شناخت نہیں کر سکتی۔ کیا یہ تعجب انگیز امر نہیں کہ مغربی اقوام نے پہاڑوں کی بلندیاں اور سمندروں کی گہرائیاں تو سَر کر لیں پر نہ سمجھیں تو اپنے نفس کو۔ وہ ہر حادثہ کا سبب تلاش کرتے ہیں اور واقعات کو سائنس کی تحقیقات کی روشنی میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ تحقیق کے اِس جنون کو بُرا قرار نہ دیا جاتا اگر زندگی کے دوسرے پہلو کی جُستجو بھی اسی جوش و خروش سے ہوتی۔ یہ لوگ اگر سمندروں کی گہرائیوں سے موتی نکال لاتے ہیں تو اُن کے لئے خدا کی تلاش کیوں ممکن نہیں؟... انسان کو اب نئے سِرے سے کوشش کرنی چاہیئے اور ایک نئی بُنیاد پڑے اگر اتحادِ عالم کی کوئی بنیاد پڑ سکے تو سب اقوام کی یہ خوش قسمتی ہوگی۔ ہاں یہ بناء محض اسی صورت میں قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے جب یہ انسانی دماغ کی اختراع نہ ہو بلکہ آسمانی الہام پر مبنی ہو... انسان پر بوجہ آزاد ہونے کے بھاری ذمّہ داری یہ ہے کہ اپنے آپ کو انسان ثابت کرے۔ صنعت، سائنس اور تمدّن تبھی مفید ہیں اگر ہم اپنی خواہشات کو صحیح راستوں پر چلائیں۔ یہ چیز ہے جس کی مغربی ممالک کو بالخصوص ضرورت ہے۔ مَیں دوہراتا ہوں کہ ہم پاکستانی مادّیت کے عالم میں یورپ کو قطعاً حقیر نہیں جانتے۔

ہمارے لئے مایوس ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ ایک مومن ہمّت نہیں ہار سکتا۔ وہ اِس یقین کی چٹان پر قائم ہے کہ خدا ہماری مدد کرے گا۔ خدا صرف ہندوستانیوں یا مصریوں ہی کا خدا نہیں، وہ یورپ کا بھی خدا ہے، ہم خواہ اُسے چھوڑ دیں لیکن وہ ہمیں ترک نہیں کرتا۔ وہ صرف ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے فرمانبردار رہیں۔ جُونہی انسانیت خدا کی طرف جُھکے گی اس کی سب مشکلات خود بخود رفع ہو جائیں گی۔

شاید یورپ اِس میدان میں بھی ایک مثال قائم کر سکتا ہے۔ اگر یورپ سچّے خدا کی تلاش

اسی جوش، محنت اور توجہ سے شروع کر دے جس محنت اور جوش اور توجہ سے وہ دوسرے اُمور کی جستجو کرتا ہے اور دیگر سب اقوام کے لئے بھی راہبر بن جائے گا۔"[1] (ترجمہ)

ابتدائی دَور میں قبولِ اسلام و احمدیت کرنے والے خوش نصیب

مجاہدِ سوئٹزرلینڈ شیخ ناصر احمد صاحب کی اَن تھک تبلیغی مساعی اور دیوانہ وار کوششوں کے عملی نتائج ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء کے آغاز میں رونما ہونے لگے چنانچہ ۱۲۔ ماہِ صلح / جنوری ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء کو اس ملک کی پہلی رُوح نے قبولِ اسلام کیا اور اس کا نام محمودہ رکھا گیا۔[2] محمودہ کے بعد شیخ صاحب کے ذریعہ سے جو خوش نصیب حلقہ بگوشِ اسلام و احمدیت ہوئے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :۔

(۱) پی۔ جے۔ ایف۔ کے (۲) عبدالرحمٰن المہدی بن کوپی (۳) ہر ایرک وٹیسٹائن (HERR ERICH WETISTEIN) (اسلامی نام حمید رکھا گیا)[3] (۴) محمد اسمٰعیل ابراہیم راشد مصری[4] (۵) ہر کارل سکمیڈٹ (HERR CARL SCHMIDT) (اسلامی نام عبدالرشید رکھا گیا)[5] (۶) ہر اگسٹ بارڈر (HERR AUGUST BARDER) (اسلامی نام بشیر رکھا گیا)[5] (۷) ہر اینڈر بٹزی (HERR ANDRE BITZI) (اسلامی نام سعید رکھا گیا) (۸) ہر ہیرو زیئر (HERR HARRO ZEIER) (اسلامی نام امین رکھا گیا)[7] (۹) کمال فولمار[8]

---

[1] الفضل ۱۳۔ ہجرت / مئی ۱۳۲۸ہش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۵ ۔ [2] یہ ایک کیتھولک عقیدہ رکھنے والی جرمن نژاد خاتون تھیں جن کا پیدائشی نام فراؤ والی ولڈ بارتھا۔ ابتداء میں ان کے سوس خاوند نے ان کے اسلامی رُجحان کو پسند نہ کیا لیکن یہ امر اُن کے شوق میں کمی کا باعث نہ بن سکا۔ شیخ صاحب موصوف کی متعدد مواقع پر لمبی گفتگوؤں اور خطوط کے ذریعہ تبلیغ کے بعد اُن کے دل میں انشراح پیدا ہوا اور بیعت فارم پُر کرنے کے ساتھ ہی فی الفور ممنوعات کا استعمال ترک کر دیا اور بذریعہ خط اِس عزم کا اظہار کیا کہ "اب مَیں بھی بہاؤ کے خلاف تیرنے کی کوشش کروں گی۔" (الفضل ۲۵۔ تبلیغ / فروری ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵) ۔ [3] الفضل ۱۶۔ امان / مارچ ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵ ، الفضل ۱۸۔ امان / مارچ ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ ۔ [4] الفضل ۱۲۔ شہادت / اپریل ۱۳۲۸ہش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۲ [5] الفضل ۲۴۔ احسان / جون ۱۳۲۸ہش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۵ ۔ [6] الفضل ۱۷۔ ظہور / اگست ۱۳۲۸ہش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۶ ۔ [7] الفضل ۱۵۔ شہادت / اپریل ۱۳۲۹ہش / ۱۹۵۰ء صفحہ ۵ ۔ [8] چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (موجودہ انچارج سوئٹزرلینڈ مشن) کمال فولمار مرحوم کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"سوئٹزرلینڈ کے دارالحکومت برن کی یونیورسٹی میں ان کے والد صاحب قانون کے پروفیسر تھے۔ مرحوم کو اس مضمون سے شغف پیدا نہ ہوا۔ فنی، تجارتی تعلیم حاصل کی اور پھر زرعی انجینئرنگ میں لگ گئے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد کچھ عرصہ ٹریکٹروں کی فرم میں ملازم ہو گئے اور مسلمان ملکوں خصوصاً مراکش اور ترکی میں اس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسالہ "الاسلام" کا اجراء اور اس کی مقبولیّت

اشاعتِ اسلام کی مہم کو چلانے کے لئے چونکہ لسانی جہاد کے ساتھ قلمی جہاد بھی ضروری تھا اِس لئے شیخ صاحب موصوف نے ایک مخلص احمدی محمّد راشد صاحب مصری کے مالی تعاون سے ایک سائیکلوسٹائل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- فرم کی نمائندگی کے سلسلہ میں جاتے رہے اور اِس طرح اسلام میں دلچسپی پیدا ہوگئی مجھے باقی ممالک کا تو علم نہیں لیکن یورپ کے ممالک میں خاصی تعداد ان احمدیوں کی ہے جو مختلف ملکوں میں گھومتے رہے ہیں۔ یہ بھی ایک طیوری صفت ہے۔ اللہ کی تقدیر اس طرح ان میں وسعتِ نظر پیدا کردیتی ہے اور ان کو ایک نئے ماحول سے قدرے مانوس کر دیتی ہے اور ان کے لئے صداقت کی شناخت میں سہولت پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خدمت مرحوم سے لینا چاہتا تھا۔ اس کے لئے مزید تربیت کی ضرورت تھی۔ ان کی شادی جرمن میں ایسے باپ کی بیٹی سے ہوئی جو اخبار نویس تھا اور وہ خود اخبار ایڈٹ کرنے لگے جنگ کے بعد وہ سوئٹزرلینڈ آگئے اور ایک فارم خرید لیا۔ زمیندارہ اور صحافت ان کا شغل ہوگیا ۱۹۵۹ء میں (جبکہ برادرم شیخ ناصر احمد صاحب یہاں مبلّغ انچارج تھے) کا واقعہ ہے کہ ان کی ہمشیرہ نے جو معلّمہ ہیں اپنے ایک مضمون "اسلام میں عورت کی حیثیت" کی تیاری کے سلسلہ میں ان سے قرآن کریم کے حوالہ جات میں مدد چاہی۔ ان کے پاس اس وقت قرآن کریم کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا انہیں مشن کا پتہ کسی اخبار سے مل گیا اور انہوں نے مشن سے قرآن کریم طلب کیا۔ اِس طرح مشن سے رابطہ پیدا ہوا اور ۱۷ دسمبر ۱۹۵۹ء کو انہوں نے بیعت کر لی، الحمد للہ ... برادرم فولمار ہماری ہر مجلس کی زینت ہوتے۔ میرے بار بار کہنے پر بیوی بچوں کو بھی ہمراہ لانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ہم نے گھر میں ان کے بیوی بچوں کو مدعو کیا۔ برادرم فولمار مرحوم نے مجھے کہا کہ اس سفر نے سینکڑوں صفحات کے مطالعہ سے زیادہ کام دیا۔ ایک موقعہ پر عربوں کی حمایت میں اجلاس تھا مقصود یہ تھا کہ حالات بتائے جائیں اور چندہ کی اپیل کی جائے۔ برادرم کمال فولمار کو بلایا مگر نہ آئے۔ بعد میں مجھے بتایا کہ انہیں عربوں پر ظلم و ستم کا اِس قدر رنج ہے کہ انہیں ڈر تھا کہ وہ اپنے پر ضبط نہ رکھ سکیں گے اِس لئے نہ آئے۔

۱۹۶۷ء میں جب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے تو انہیں جماعت کی طرف سے حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی حضور جب اس موقعہ پر ان سے ملے اور معلوم ہوا کہ وہ کینسر سے بیمار ہیں تو فرمایا میں آپ کے لئے ایک بوٹی بھیج دوں گا وہ استعمال کیجئے۔ چنانچہ حضور نے بوٹی بھجوائی۔ برادرم کمال مرحوم نے جذباتِ تشکّر کے ساتھ اس کا استعمال شروع کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت فائدہ ہوا۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے بوٹی میں کچھ تاثیر رکھی ہے یا بوٹی بھجوانے والے کی دعا کی تاثیر تھی صحت پر بڑا اچھا اثر پڑا۔ برادرم مرحوم نے چاہا کہ وہ ہدایت کے مطابق استعمال کرتے ہی رہیں۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بعد میں بھجواتے رہے۔ اور آخری بار تو انھوں نے اکٹھی دو سو خوراکیں بھجوائیں وہ ختم نہ کر پائے تھے کہ مرحوم ان کی ضرورت سے بے نیاز ہوگئے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مشین کا انتظام کر کے ماہِ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء سے "DER ISLAM" (الاسلام) نامی ایک ماہوار رسالہ جاری کیا۔ اس رسالہ کا پہلا پرچہ تین اوراق پر مشتمل تھا جس میں اسلام کی تعلیم، قرآن کریم، احادیث النبیؐ اور ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات درج تھے۔[۱] یہ رسالہ جس کی ابتداء نہایت سادہ اور مختصر صورت میں ہوئی اپنے اثر و نفوذ میں بہت جلد ترقی کر گیا اور اس کے علمی اور مدلّل مضامین اسلام سے دلچسپی لینے والے حلقہ میں نمایاں اضافہ کا موجب ہوئے "DER ISLAM" (الاسلام) نے سوئٹزرلینڈ کے پڑھے لکھے طبقہ پر کتنا گہرا اثر ڈالا؟ اُس کا اندازہ لگانے کے لئے بعض سوئس لوگوں کی آراء کا مطالعہ کافی ہوگا:۔

۱۔ ایک شخص نے لکھا:۔

"آپ کے رسالہ "اسلام" کا دسمبر کا ایشوع میرے لئے ایک نہ بولنے والی یادگار بن کر رہ گیا ہے۔ اِس رسالہ کے ذریعہ آپ مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیوں اور تعصّبات کے پہاڑ کو اُٹھا رہے ہیں۔"

۲۔ ایک صاحب نے اپنی رائے یہ دی کہ:۔

"مجھے بغداد میں تین سال بطور پروفیسر رہنے کا موقعہ ملا۔ رسالہ "اسلام" ہر بار میرے لئے وہاں کی خوشگوار یاد کو تازہ کر دیتا ہے۔"

۳۔ پرچہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنے والے ایک دوست نے خط لکھا کہ:۔

"مجھے تین سال سے رسالہ "اسلام" کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس کے مضامین میرے لئے حد درجہ دلچسپ اور امید افزاء ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں کی مذہبی اور فرقہ وارانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ برادرم فولمار طویل القامت، گرانڈیل، بارعب انسان تھے۔ مَیں نے جب بھی پوچھا کیا حال ہے؟ الحمدللہ کہا۔ خطوط میں بھی الحمدللہ ہی لکھتے لیکن کینسر کی مرض ختم نہ ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کی دعاؤں اور حضور کی محبت سے تجویز فرمائی ہوئی بُوٹی سے تو ان کی حالت کچھ بہتر رہی مگر پھر کینسر کے زخم سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ مسز فولمار کو اہلیہ امام نے ہفتہ عشرہ کے لئے اپنے ہاں مدعو کیا تا وہ اس ماحول میں کچھ عرصہ رہ کر اسلام کا مطالعہ کر سکیں۔ اس دوران میں مسز فولمار نے زور دیا کہ اس کے شوہر کو ضرور ہسپتال جانا چاہئیے۔ میرے اصرار پر وہ آمادہ ہو گئے مگر افسوس ہے کہ کوئی علاج انکی زندگی کو لمبا نہ کر سکا۔ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔" (الفضل ۲۰ تبوک/ستمبر ۱۳۴۸ہش/۱۹۶۹ء)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:۔ [۱] الفضل ۱۹ اخاء/اکتوبر و ۲۲ نبوت/نومبر ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء۔ "الاسلام" کا پہلا نسخہ اقبال احمد خان صاحب ایم۔ ایس سی (سکالر فضل عمر انسٹی ٹیوٹ) نے جو اُن دنوں انگلستان میں تھے دو پونڈ میں خریدا (الفضل ۲۲ نبوت/نومبر ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء)

جماعتوں کی طرف سے اسلام کے خلاف کس قدر خطرناک غلط باتیں پھیلائی جاتی ہیں! وقت آگیا ہے کہ ایک بار اس بڑے مذہب پر صحیح روشنی ڈالی جائے اور اس کی تعلیم کو صحیح وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔"

۴۔ قارئین "الاسلام" میں سے ایک کا تأثر یہ تھا کہ:۔

" اگرچہ رسالہ "اسلام" ہر نوع کے لوگوں کے مذاق کے مطابق تیار کیا جاتا ہے تاہم میرے لئے یہ پرچہ ہر ماہ خاص رنگ میں تسلی بخش مواد لاتا ہے۔ اِس کے ذریعہ نہ صرف اسلامی تاریخ اور اسلامی تعلیمات کو خاطر خواہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے بلکہ ایک مسلمان کے طرزِ خیال اور اسکے فلسفۂ حیات پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔" [۱]

۵۔ ایک اَور صاحب نے اپنے تاثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے کہ:۔

" رسالہ اسلام کا جوبلی نمبر شائع کرنے پر مَیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کے کام میں مستقبل میں بھی برکت ڈالے۔ کام کے دوران میں آپ کو بہت سے مواقع خوشی کے اور بہت سے مواقع مایوسی کے بھی آئے ہوں گے تاہم آپ اِس امر پر یقیناً خوش ہو سکتے ہیں کہ آپ کو متعدد مقامات پر اسلام کے خلاف بالکل بے بنیاد اور غلط باتوں کی تردید کی توفیق ملی۔ مَیں اِس امر کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہوں کہ آپ کا کام آسان نہیں۔ وہ متعصب نظریات جو صدیوں سے چلے آتے ہیں وہ ایک دِن میں دُور نہیں کئے جا سکتے۔ یہ بہت صبر . . . چاہتا ہے کیونکہ بہت سی طاقتیں محض اس کام پر لگی ہوئی ہیں تا لوگوں کے سامنے اسلام کو ممکن ترین بھدّی شکل میں پیش کیا جائے۔ مثال کے طور پر اکثر ایسے مضامین پڑھنے میں آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ محمدؐ اگرچہ مذہبی آدمی تھے تاہم آپ (نعوذ باللہ) بہت چالاک تھے۔ حیرت ہے کہ یہ باتیں ایک ایسے شخص کے متعلق کہی جاتی ہیں جس کے متعلق اس کی بیوی (جو اسے یقیناً سب سے زیادہ جانتی تھی) یہ شہادت دیتی ہے کہ آپؐ کی زندگی آپ کی تعلیم کے مطابق اور آپ کی تعلیم آپ کی زندگی کے مطابق تھی۔" [۲]

۶۔ ایک صاحب نے لکھا:۔

---

[۱] الفضل ۲۷ وفا/جولائی ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء صفحہ ۳۔ [۲] الفضل ۲۹ صلح/جنوری ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔

"مَیں "رسالہ اسلام" کے نئے پرچہ کا ہر دفعہ شوق سے انتظار کرتا ہوں۔ آپ کا یہ رسالہ مہینہ میں دو بار بلکہ ہر ہفتہ شائع ہونا چاہیئے تا اسلامِ مقدّس کے خلاف یورپین پریس کے ذریعہ پھیلائے جانے والی غلط فہمیوں اور تعصبات کا جواب دیا جاسکے۔"

۷۔ ڈنمارک سے ایک شخص نے لکھا کہ:۔

"تحریکِ احمدیت پر شائع ہونے والے سلسلہ مضامین کو پڑھ کر انہیں حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کا یقین ہوگیا ہے۔ آپ محض محدّث نہ تھے۔ اور خلافت اسلامی تعلیم، احادیث اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریرات کے مطابق صراطِ مستقیم ہے۔" [۱]

۸۔ ایک سولہ [۱۶] سالہ نوجوان نے لکھا:۔

"اسلام سے مجھے دلچسپی ہے کیونکہ یہ ایک اہم عالمگیر مذہب ہے۔ ان ممالک میں اسلام کو لوگ نہیں جانتے بلکہ بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ جماعتِ احمدیہ اسلام کی بہت خدمت کر رہی ہے۔ یہ جماعت اسلام کی عزّت کو دوبارہ قائم کرتی ہے۔ آپ کی کوششوں کا بہت بہت شکریہ۔ سوئٹزرلینڈ کی نوجوان سرگرمِ عمل جماعتِ احمدیہ کو میرے دلی جذبات پہنچا دیں۔ یہ لوگ ہر احترام کے اہل ہیں ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیئے۔" [۲]

۹۔ ایک اسّی سالہ شخص نے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا:۔

"اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے رسالہ "اسلام" کے ذریعہ معرفتِ الٰہی کا علم ہوا۔ خدا تعالیٰ کے قوانین کے بارے میں پڑھا۔ ہاں خدائی قانون نہ کہ انسانی۔ اپنی یہ کوشش جاری رکھئے تا اس تاریکی کے زمانہ میں خدائی نور کا جلوہ قائم رہے۔ میری زندگی میں آپ پہلے شخص ہیں جو خدائی صداقت کو جانتے ہیں۔ آپ کے پاس خدائی نور ہے اور خدا تعالیٰ کی معرفت ہے اور آپ اس روشنی کو تاریکی کے درمیان روشن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تاریکی بہت عمیق ہے اور تاریک انسانی ارواح میں اس روشنی کو جلانے کے لئے آپ کی جرأت کے باعث خاموش طور پر آپ کو شاباش کہتا ہوں۔" [۳]

رسالہ "الاسلام" نہایت باقاعدگی کے ساتھ بلاناغہ پہلے چھ سال سائیکلوسٹائل کر کے نکالا کرتا تھا

---

[۱] یہ صاحب بعد میں حلقہ بگوشِ احمدیت ہوگئے۔ [۲] الفضل ۲۶ وفا/جولائی ۱۳۳۷ہش/۱۹۵۸ء صفحہ ۳۔

[۳] الفضل ۳۰ نبوت/نومبر ۱۳۴۰ہش/۱۹۶۱ء صفحہ ۳۔

مگر پھر پریس میں چھپنے لگا۔ شروع میں اسے اگرچہ سوئٹزرلینڈ کے مخصوص حالات و کوائف کو پیش نظر رکھ کر ہی مرتّب کیا جاتا تھا اور زیادہ تر اسی میں اشاعت پذیر ہوتا تھا مگر جوں جوں تبلیغی دُنیا میں اس کی اہمیت و ضرورت بڑھتی گئی اور اس کے مندرجات و مضامین میں خاص تنوع اور محققانہ رنگ نمایاں ہوتا گیا تو اسے سویڈن، ڈنمارک، ناروے، آسٹریا، جرمنی، ہالینڈ، فرانس، مشرقی جرمنی، انگلستان، سپین، یوگوسلاویہ، پولینڈ، ٹرکی، فلسطین، مصر، افریقہ کے ممالک، شمالی امریکہ، کینیڈا، انڈونیشیا، پاکستان میں بھی بھجوایا جانے لگا۔[۱]

یہ ماہنامہ اَب تک نہایت باقاعدگی اور اہتمام کے ساتھ جاری ہے اور اس کی ادارت کے فرائض مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ مجاہدِ اسلام سوئٹزرلینڈ، مکرم مسعود احمد صاحب ایم۔ اے، اور ڈاکٹر ایم۔ اے۔ ایچ چوسی (M. A. H. CHIUSSI) بجا لا رہے ہیں۔

تبلیغی ٹریکٹوں اور جرمن ترجمہ قرآن کی اشاعت اور اس کے وسیع اثرات

بلا شبہ ان دو جرمن زبان کے پمفلٹوں نے جو مجاہدینِ اسلام لنڈن سے چھپوا کر لائے تھے سوئٹزرلینڈ کے باشندوں میں صحیح اسلامی خیالات و افکار کا پہلا بیج بو دیا تھا مگر خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے اس بیج کے بڑھانے اور بالآخر ایک ایسے تناور درخت کی شکل دینے کے لئے جس کی دُور دُور تک پھیلی ہوئی شاخوں پر حق جوئی کے پرندے آرام کر سکیں ایک نہایت بلند پایہ، علمی اور وسیع لٹریچر درکار تھا یہی وجہ ہے کہ شیخ ناصر احمد صاحب نے جرمن زبان پر عبور حاصل کرتے ہی جرمن لٹریچر کی طرف اپنی پُوری توجہ مبذول کر دی اور سب سے پہلے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت، مقام، اعلانِ قبرِ مسیح، کرسمس اور سالِ نو کے پیغامات پر مشتمل چار ٹریکٹ[۲] مشن کی طرف سے چھپوا کر ملک میں تقسیم کئے نیز اُن اخبارات و رسائل کو بھجوائے جن میں احمدیہ مُسلم مِشن سوئٹزرلینڈ کی نسبت مضامین شائع ہوئے تھے اور جن کی تعداد باوَن[۵۲] تھی[۳]۔ ان ٹریکٹوں کے بعد آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ پر ایک کتابچہ بھی شائع کیا اور زیورک کے

---

[۱] الفضل ۱۲ شہادت/اپریل ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صفحہ ۱۔ [۲] الفضل ۱۸ تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔ موخر الذکر ٹریکٹ کا نام "ندائے آسمانی" تھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے چھ[۶] مختلف اقتباسات جمع کئے گئے تھے۔ یہ ٹریکٹ بذریعہ ڈاک ممتاز شخصیتوں کو بھجوایا گیا۔ اس ٹریکٹ کے اخراجات کا بڑا حصہ چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ مبلّغ انگلستان نے اپنے دادا مرحوم کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے ادا کئے۔ (الفضل ۲۱ صلح/جنوری ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۴)۔ [۳] الفضل ۲۱ صلح/جنوری ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۴۔

علاوہ لوزآن اور برن نیز دوسرے مقامات پر بھی اس کی اشاعت کی۔ علاوہ ازیں فلسطین، شمالی امریکہ اور ہالینڈ کے احمدی مشنوں کو بھی بھجوایا کیونکہ ان ممالک میں بھی جرمن زبان بولنے والے لوگ بستے ہیں۔[1]

اس کتابچہ کا نام محمد تھا۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک اخبار نے اس پر حسب ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا:۔

"اسلام حملہ آور ہوتا ہے!" "تم عیسائی کیا کہہ رہے ہیں؟" یہ ایک لیکچر کا عنوان تھا جسے سُننے کے لئے خاکسار گیا۔ مقرر نے حاضرین کو بتایا کہ اسلام یہاں بھی پھیلایا جا رہا ہے۔"[2]

جرمن لٹریچر کے ضمن میں سب سے اہم قدم جو شیخ ناصر احمد صاحب نے اُٹھایا وہ یہ تھا کہ آپ نے جرمنی ترجمہ قرآن کے اُس مسودہ پر جو حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کی زیرِ نگرانی انگلستان میں تیار ہوا تھا سالہا سال تک اس پر کمال محنت وجانفشانی سے نظر ثانی کی اور ۱۴؍تبلیغ/فروری ۱۳۳۳ھش/۱۹۵۴ء کو اس کی طباعت مکمل ہوئی اور "DER HEILIGE QUR-AN" کے نام سے اسے شائع کر دیا گیا۔[3] یہ پہلا ترجمہ قرآن تھا جو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے جنگِ عظیم دوم کے بعد یورپ کی کسی زبان میں چھپا اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت مقبول ہوا اور بہت جلد نایاب ہو گیا جس پر شیخ صاحب نے "تفسیر صغیر" کی روشنی میں دوبارہ نظر ڈالی اور یہ ترمیم شدہ ترجمہ بھی نہایت مفید اصلاحات وترمیمات کے ساتھ اور نہایت دیدہ زیب اور نفیس شکل میں ماہِ نبوت/نومبر ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء میں منظرِ عام پر آگیا۔[4] جناب شیخ ناصر احمد صاحب اس ترجمہ کی خصوصیات اور طباعت سے متعلق بعض ضروری تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"تفسیر صغیر کے ترجمہ کی روشنی میں پہلا ترجمہ قرآن کریم کا جرمن زبان میں شائع کرنے کی اس مشن کو توفیق ملی۔ ہمارے جرمن ترجمہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا تھا۔[5] جس پر خاکسار نے کئی سال محنت کی تھی۔ جب یہ ایڈیشن ختم ہونے کے قریب آیا تو خاکسار نے نئے ایڈیشن کی نظر ثانی کا کام شروع کر دیا۔ اس کام پر ایک سال گزرنے کے بعد تفسیر صغیر چھپ گئی اس لئے ایک بار پھر

---

[1] الفضل ۱۹؍اخاء/اکتوبر ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۶۔ [2] الفضل ۲۳؍ہجرت/مئی ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء صفحہ ۵۔ [3] الفضل ۱۷؍تبلیغ/فروری ۱۳۳۳ھش/۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔ [4] یہ دوسرا ایڈیشن ۶۵۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے ابتداء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قلم مبارک کے لکھے ہوئے شہرۂ آفاق دیباچہ تفسیر القرآن کا جرمن زبان میں ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے جو ۳۰۸ صفحات کو محیط ہے اور جس نے اس ترجمہ کی افادیت وعظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ ایڈیشن ہیگ (ہالینڈ) میں طبع ہوا اور VERLAG "DER ISLAM" ZURICH کی طرف سے شائع کیا گیا۔ [5] جرمن ترجمہ قرآن کا پہلا ایڈیشن کن کٹھن مراحل میں سے گزر کر منظرِ عام پر آیا اس کی تفصیل مکرم شیخ ناصر احمد صاحب کے قلم سے ۱؍احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔

اس نئے ترجمہ کی روشنی میں جرمن ترجمہ کی نظرِ ثانی کا کام شروع کیا گیا اور ساتھ ساتھ نوٹ بھی لکھے گئے۔۔ مختلف آیات کے ۲۴۴ تشریحی نوٹ کتاب میں شامل کئے گئے۔ چھوٹے چھوٹے حاشیہ کے نوٹ اس کے علاوہ ہیں۔ کتاب کی ظاہری خوبصورتی کے لئے ایک موزوں ٹائپ خرید کیا۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مقامات پر مفید اصلاحات ترجمہ میں کی گئیں اور جرمن زبان کے اسلوب کے مطابق مضمون کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی جس سے ترجمہ میں مزید روانی آگئی۔ ہمارا پہلا ترجمہ بھی بہت اچھا تھا اور اس کی بہت تعریف ہوئی تھی۔ تاہم یہ دوسرا ایڈیشن خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مفید اصلاحات کا حامل ہے۔ اور بعض افراد نے دونوں ترجموں کا مقابلہ کر کے بہت تعریفی رنگ میں خطوط لکھے ہیں۔ بالخصوص نوٹوں کے ذریعہ بہت سے مشکل مقامات پڑھنے والے کے لئے حل ہو گئے ہیں۔ کتاب کا حُجم آٹھ صد صفحات سے اُوپر ہے۔

اِس کام میں علاوہ دوسری مشکلات کے مالی مشکلات بھی تھیں۔ ادھر قرآن کریم کی مانگ بہت تھی اور آرڈر پر آرڈر جمع ہو رہے تھے۔ تاجرانِ کتب بار بار پوچھتے تھے انہیں مختلف میعادیں دی گئیں۔ بالآخر نومبر تک کتاب کو مارکیٹ میں لانے کا خاکسار نے تہیّہ کر لیا۔ اگست تک مطبع والوں نے کام شروع نہ کیا تھا۔ وقت بہت تھوڑا تھا صرف پروف دیکھنے اور اصلاح کرنے کا کام ہی اِس قدر وقت طلب تھا کہ روزانہ نصف دن اِس کام پر لگانے سے یہ کام چار مہینوں میں ختم ہوتا تھا۔ کام کے آخری مراحل کو تیز تر کرنے کے لئے وسط اکتوبر میں خاکسار نے ہالینڈ جا کر مطبع والوں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ یہ وقت بے حد مصروفیت کا تھا۔ آخر اس تمام تگ و دَو کا نتیجہ کام کے بر وقت ختم ہونے کی صورت میں نکل آیا جو خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے بغیر ممکن نہ تھا۔ پہلے ایڈیشن کی طباعت کے وقت قرآن کریم کی مانگ اتنی زیادہ نہ تھی جتنی اب جبکہ وہ ایڈیشن نایاب ہو گیا تھا۔ پہلے ایڈیشن نے مارکیٹ کو تیار کرنے میں مدد دی اور جب مارکیٹ تیار ہو گئی تو کتاب ختم ہو گئی اِس لئے دوسرے ایڈیشن کو مُلتوی کرنا بہت مُضر ہوتا۔ علاوہ ازیں دوسرے لوگ بھی ترجمہ کو مارکیٹ میں لا رہے تھے جس کے نتیجہ میں ایک تو لوگ غلط ترجمہ پڑھتے اور اسلام سے دُور ہو جاتے دوسرے ہمارا ترجمہ فروخت نہ ہوتا یہ سب اُمور خاکسار کے نئے کام کو جُملہ مشکلات کے باوجود ایک معیّن وقت تک ختم کرنے

میں محرّک ثابت ہوئے۔ مورخہ ۱۱۔ نومبر کو ہیگ کی مسجد میں ایک خاص تقریب کے دوران میں مطبع کی فرم کے ڈائریکٹر MR. STOOK نے خاکسار کو پہلا تیار شدہ نسخہ قرآن کریم کا پیش کیا۔ اس پر خاکسار نے قرآن کریم کی خوبیوں اور نئے ایڈیشن کی تیاری اور ضرورت پر مختصر تقریر کی۔ اس کام پر خاکسار کے کم و بیش تین سال صرف ہوئے۔ اور اگر پہلے ایڈیشن کے کام کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو یہ کام گیارہ برس کی محنت کے بعد بحمد اللہ ختم ہوا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو ترجمہ کی طباعت مکمل ہونے کی اطلاع ہوئی تو حضور نے ازراہِ ذرہ نوازی حسب ذیل تار خاکسار کو ارسال فرمایا:۔

ترجمہ:۔ "میں مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے کام کو یورپ میں اسلام کی اشاعت کے لئے ایک نہایت مؤثر ذریعہ بنائے" (خلیفۃ المسیح)

علاوہ ازیں حضور نے خط کے ذریعہ فرمایا:۔

"جزاك الله۔ بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اِس ترجمہ کو قبول کرے"

ایک اور خط میں حضور نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ واقعہ میں اس کو یورپ کے لئے فائدہ مند بنائے ؎

آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

اِس کے ذریعہ وہ لوگ جن کو تعصب نہیں اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے

آمین" [1]

جرمن ترجمہ قرآن پر سوئس پریس کے شاندار تبصرے

جرمن ترجمہ قرآن کی اشاعت سوئٹزرلینڈ کی مذہبی تاریخ میں ایک اہم اور انقلابی واقعہ تھا جس نے ملک بھر میں دھوم مچا دی۔ سوئٹزرلینڈ کے اہلِ قلم نے اِس کارنامہ کو خوب سراہا اور سوئس پریس نے دِل کھول کر اِس پر بڑے مفصل اور شاندار تبصرے شائع کئے۔ بطور نمونہ بعض اخبارات و رسائل کی آراء و افکار کا ترجمہ دیا جاتا ہے:۔

[1] الفضل ۱۸/ امان/ مارچ ۱۳۳۹ھش/ ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۔

(۱) ایک مشہور بدھ جماعت کے ماہنامہ "DIE EINSICHT" ۱۹۵۴ء کے آٹھویں شمارہ کے صفحہ ۱۲۶/۱۲۷ پر جرمن ترجمہ قرآن کریم کی نسبت حسبِ ذیل ریمارکس شائع ہوئے :-

"۸۰۰ صفحات پر مشتمل جرمن ترجمہ قرآن مع عربی متن — پہلا مستند اور قابلِ اعتماد ترجمہ — قیمت ۱۸ مارک۔

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے زیورچ اور ہمبرگ کے مشنوں کے نام سے شائع شدہ یہ ترجمہ قرآن کریم اِس لحاظ سے قابلِ توجہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت میرزا محمود احمد صاحب نے اس کے شروع میں ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ایک دیباچہ تصنیف کیا ہے جو بہت دلچسپ اُمور پر اِس لحاظ سے روشنی ڈالتا ہے کہ اسلام کا مطمح نظر دیگر مذاہب کی تعلیمات کے بارہ میں کیا ہے۔ اِس دیباچہ کے پہلے حصّہ میں قرآن کریم کی ضرورت پر بحث کی گئی ہے اور بائبل اور ویدوں کے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق نظریات کی وضاحت کی گئی ہے۔ خاص طور پر یسوع مسیح (JESUS CHRIST) کی پوزیشن کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ عالمگیر نبی نہ تھے کیونکہ انہوں نے خود واضح الفاظ میں "مَیں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہوں" (متی ۱۵/۲۴) لکھ کر اِس امر کو ظاہر کیا ہے کہ ان کی بعثت کا مقصد بنی اسرائیل کے لئے محدود تھا اور وہ تمام دُنیا کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔

صفحہ ۲۳ پر یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت بدھ بھی عالمگیر تعلیمات نہیں لائے۔ اگرچہ ان کی تعلیمات ان کی وفات کے بعد چین میں پھیلیں لیکن ان کا اپنا ذہن ہندوستان کی چار دیواری سے باہر کبھی گیا ہی نہیں۔

آگے چل کر تمدّن و تہذیب اور کلچر کی اہمیّت کے بارہ میں اسلامی نظریات کو پیش کیا گیا ہے اور یہ سوال اُٹھایا گیا ہے "کیا پہلی کُتب میں کوئی ایسا نقص تو نہیں آ گیا تھا جس کی وجہ سے ایک نئی کتاب کی ضرورت شدید طور پر دُنیا کو محسوس ہو رہی تھی اور قرآن کریم اس ضرورت کو پُورا کرنے والا تھا"۔

نئے اور پُرانے عہد نامہ میں سے متعدد حوالے پیش کرنے کے بعد اِس سوال کا جواب مثبت میں دیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اِس بات کی واقعی ضرورت تھی "کہ خدا تعالیٰ ایک نئے الہام کو نازل کرتا جو غلطیوں سے منزّہ ہوتا اور بنی نوعِ انسان کو اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ رُوحانیت کی طرف لے جانے والا ہوتا اور وہ کتاب اور الہام قرآن کریم ہے"۔

اِسی طرح ویدوں کی ظالمانہ تعلیمات، توہمات، تناقض اور خلافِ اخلاق تعلیمات پر سیر کُن بحث

کی گئی ہے تاکہ ان قابلِ اعتراض تعلیمات کی روشنی میں قرآن کریم جو کہ ان باتوں سے بالا اور منزّہ ہے، کی تعلیمات کی اہمیت واضح کی جائے۔

دوسرے حصّہ میں جمع القرآن پر بحث کی گئی ہے اور اسلامی تعلیمات کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان کیسا لانا چاہیئے۔ اس کی ہستی کے ثبوت کیا ہیں۔ اور وہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی تاریکی کے وقتوں میں اپنا کلام نازل کر کے اور اپنی غیر معمولی قدرتوں کو ظاہر کر کے اپنی ہستی کو ثابت کرتا رہتا ہے۔"

"نجات کیا ہے اور کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ نجات تین قسم کی ہے۔ کامل۔ ناقص اور ملتوی نجات۔ کامل نجات انسان اِس دُنیا سے حاصل کرتا ہے۔"

"قرآن تعلیم اور دماغی نشوونما پر خاص زور دیتا ہے۔ وہ فکر اور غور کرنے کو مذہبی فرائض میں سے قرار دیتا ہے۔ وہ لڑائیوں اور جھگڑوں سے روکتا ہے اور کسی حالت میں بھی حملہ میں ابتداء کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"قرآن کریم غلامی کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ صرف جنگی قیدیوں کے پکڑنے کی اجازت دیتا ہے مگر اس کے لئے بھی یہ شرط مقرر کرتا ہے کہ ہر قیدی اپنے حصّہ کا حرجانہ ادا کر کے آزاد ہونے کا حق رکھتا ہے۔"

"قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جو انسان کی رُوح اور اس کی پیدائش کے متعلق مکمّل بحث کرتی ہے اِس بارہ میں دوسری کتب یا تو خاموش ہیں یا قیاس آرائیوں پر اکتفا کرتی ہیں۔"

"قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام اشیاء کی علّت العلل بھی ہے یعنی تمام کی تمام مُفردات اس سے نکلی ہیں اور سب کی سب مخلوق اس کی طرف لوٹتی ہے۔"

"انسان کی پیدائش کے متعلق قرآن کریم بتاتا ہے کہ تورات اور انجیل کے دعووں کے خلاف انسان کی پیدائش تدریجی طور پر ہوئی ہے۔"

"انسانی پیدائش سے متعلق قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے تا وہ خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرے اور اس کا نمونہ بنے۔"

اِس تمہید کے آخر میں مرزا محمود احمد صاحب نے جماعتِ احمدیہ کے بانی کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء

میں پیدا شدہ اختلافات کا ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے جماعت کے وجود کو خطرہ لاحق ہوگیا یہاں تک کہ خدا نے انہیں خود مصلح موعود بنایا اور توفیق دی کہ وہ جماعت کے شیرازہ کو دوبارہ قائم کرسکیں اور انہیں دشمنوں پر غلبہ عطا کیا۔ مندرجہ ذیل فقرات قابلِ غور ہیں :۔

"یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دُنیا بھر میں پھیلا دیا اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ نے میری راہنمائی کی اور بیسیوں مواقع پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا یہانتک کہ ایک دن اس نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ مَیں ہی وہ موعود فرزند ہوں جس کی خبر حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۸۸۶ء میں میری پیدائش سے پانچ سال پہلے دی تھی۔ اُس وقت سے خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد اَور بھی زیادہ زور پکڑ گئی۔ اور آج دُنیا کے ہر برِّ اعظم پر احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔"

اِس کتاب کا بیشتر حصہ عربی اور جرمن متن پر مشتمل ہے۔ عربی جاننے والے احباب کے لئے یہ امر لذّت کا باعث ہوگا کہ وہ جرمن ترجمہ کا اصل عربی متن سے مقابلہ کرسکیں گے۔ اِس کتاب کے شروع میں جو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ ترجمہ ایک قابلِ اعتماد تمہید پر مشتمل ہے اور علمی طبقہ کے لئے اپنے عربی متن کے ساتھ جس کی وجہ سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی دُنیا کو جاننے کے لئے ایک نیا دروازہ کھولتا ہے ہمیں اس سے کُلّی اتفاق ہے۔ (ترجمہ)

(۲) ایک مشہور علمی اور ادبی ماہوار رسالہ GEO POLITIK (اگست ۱۹۵۴ء) میں انڈونیشیا میں مقیم جرمن سفیر DR. OTTO VON HENTIG کے قلم سے حسبِ ذیل تبصرہ شائع ہوا:۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے قرآن کریم کے مستند جرمن ترجمہ کی ضرورت شدّت سے محسوس ہوتی رہی ہے۔ جرمنی سے قریبی اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک سے دوبارہ تعلقات قائم ہونے کے باعث جرمن عوام میں قرآن کریم کے مطالعہ کا شوق بڑھ رہا ہے۔ احمدیہ جماعت کے زیورک اور ہمبرگ کے مشنوں نے اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن ربوہ (پاکستان) کی طرف سے نمونانہ انداز میں قرآن کریم کے مستند جرمن تراجم کی کمی کو پُورا کرنے کی سعی کی ہے۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ صاف ستھرے باریک کاغذ پر ہالینڈ میں چھپا ہے اور اس کے دائیں طرف اصل عربی متن محبّت اور پُوری احتیاط کے ساتھ ایک ماہر تحریر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور اپنی تحریر کی خوبی کی وجہ سے اِس ترجمہ کو کتابی متاع کا موجب بناتا ہے۔ جرمن ترجمہ ہر صفحہ کے بائیں طرف درج کیا گیا ہے۔ ہر سُورۃ کے شروع میں

سورۃ کا عربی نام اور اسی طرح سورۃ کے نزول کا مقام (مکہ یا مدینہ)۔ آیت کا نمبر اور رکوع درج کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے دو زبانوں کے متنوں (جنہیں ۶۲۹ صفحات میں مکمّل کیا گیا ہے) سے پہلے مفصّل دیباچہ دو حصّوں میں درج کیا گیا ہے۔ اِس دیباچہ کے مصنّف جماعتِ احمدیہ کے امام حضرت مرزا محمود احمد صاحب ہیں۔ اِس دیباچہ کے پہلے حصّہ میں قرآنی تعلیمات کا دوسرے بڑے مذاہب عیسائیت، یہودیّت اور ہندوازم کی تعلیمات سے موازنہ کیا گیا ہے۔ دوسرے حصّہ میں جمع القرآن اور اس کے نزول کی تفاصیل کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کی خصوصیّات پر بحث کی گئی ہے۔ قرآن کریم کے اس جرمن ترجمہ کے متعلق شائع کرنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ ترجمہ بہترین ہے۔ قدامت پسند علماء کی رائے کے مطابق قرآن کریم کا ترجمہ دوسری زبانوں میں محال ہے۔ اِس بارہ میں تمام کوششیں تفسیر قرار دی جاسکتی ہیں مسلمانوں کے لئے یقیناً اِس ترجمہ کے متعلق کہیں کہیں اعتراض کی گنجائش ہوگی لیکن چونکہ اِس ترجمہ کو اصل عربی متن کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اِس لئے اس کے شائع کرنے والوں نے اِس احتیاط اور یقین کا سامان بہم پہنچا دیا ہے کہ اس کو پڑھنے والے اسلام کی صحیح تصویر حاصل کر سکیں گے۔ قرآن کریم کی مُستند اور مشہور علماء کے ہاتھ سے لکھی ہوئی مختلف تفاسیر اِس بات کو واضح طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن کریم کا ایسا ترجمہ شائع کرنا جو سب کی رائے میں درست ہو کتنا مشکل کام ہے۔ اِس ترجمہ کے نئے ایڈیشن کے متعلق اِس امر کا اہتمام غالباً مناسب ہوگا کہ ہر سُورۃ کا جرمن ترجمہ بھی درج کیا جائے اور مختصر طور پر یہ بھی واضح کیا جائے کہ یہ نام کیوں تجویز کیا گیا ہے۔ جرمن پبلک کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ مشکل اور اہم آیات کا مطلب تفصیلی فٹ نوٹ کی صُورت میں درج کیا جائے۔ (ترجمہ)

(۳) مشہور سوئس اخبار "NEUE ZURCHER ZEITUNG" نے اپنے ۱۳ر اگست ۱۹۵۴ء کے ایشوع میں لکھا:۔

گزشتہ کئی سال سے زیورخ میں احمدیہ مسلم مشن کی ایک شاخ قائم ہے۔ جماعتِ احمدیہ اسلام ہی کا ایک روشن خیال فرقہ ہے جس کا نام اس کے بانی مرزا غلام احمد آف قادیان پنجاب (۱۸۳۵ء ــ ۱۹۰۸ء) کے نام پر رکھا گیا ہے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو الہامِ الٰہی کے ذریعہ اسلام اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت کے لئے مامور کیا ہے۔ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ رسالت و نبوّت کے بھی دعویدار تھے لیکن نبوّت کے باوجود آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ قرآنی

شریعت اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کامل متبع ہیں۔ اور آپ کوئی نیا قانون لے کر نہیں آئے۔ گویا اس طرح وہ اپنے آپ کو صرف "تنبیہہ کرنے والا" سمجھتے رہے جیسے نبی پاک کے بُروز کامل کی صورت میں قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح اور مہدی ہو کر آنا تھا اور جس کا کام مادی دُنیا میں صرف رُوحانی بیج بونا تھا۔ آپ نے اپنی پیشگوئی کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ آپ کی جماعت زمین کے کناروں تک پھیلے گی اور آپ کے متبعین کو قُربِ الٰہی حاصل ہوگا۔

اِس پیغامِ ربّانی کے ساتھ آپ کا ظہور ۱۸۸۰ء میں آپ کے اپنے گاؤں میں ہوا اور آپ نے اس وقت ان نشانات و معجزات کا ذکر کیا جن سے آپ کے مشن اور پیشگوئیوں کی صداقت کا اظہار ہوتا تھا ابتدائی مخالفت کے باوجود آپ کی جماعت پھیلتی ہی گئی حتیٰ کہ ہندوستان اور بیرونی مُسلم دُنیا میں اسکی شاخیں قائم ہو گئیں۔

۱۸۸۹ء میں آپ نے جماعت کے خلیفہ (امام) کی حیثیت سے بیعت لینی شروع کی۔ ۱۹۱۴ء میں آپ کے پہلے خلیفہ (حضرت حکیم الاُمّت) مولانا نورالدین (رضی اللہ عنہ) کی وفات پر جماعت میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا اور کچھ لوگ جنہیں بعد میں لاہوری پارٹی کے نام سے موسوم کیا گیا اس وجہ سے الگ ہو گئے کہ وہ حضرت احمد کو نبی ماننا پسند نہ کرتے تھے بلکہ صرف مصلح سمجھتے تھے۔ جماعت قادیان متفقہ طور پر حضرت احمد کے فرزند (حضرت) مرزا محمود احمد کے ہاتھ پر جمع ہوئی اور آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل ہی خدا تعالیٰ نے آپ کے موعود خلیفہ ہونے کے متعلق خبر دے دی تھی۔ آپ ہی کے عہدِ خلافت میں اسلام کا مشن یورپ میں قائم ہوا جس کا مرکز انگلستان ہے لیکن مشن کا کام فرانس، سپین، ہالینڈ، جرمنی اور کچھ سال سے سوئٹزرلینڈ میں بھی جاری ہے اسی طرح شمالی اور جنوبی امریکہ میں بھی جماعت تبلیغ کا کام کر رہی ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے عقائد کی بُنیاد اسلام کی معروف تعلیم پر ہے۔ صرف تین اُمور میں اختلاف پایا جاتا ہے:۔

اوّل:۔ یسوع مسیح جو خدا کے نبی اور (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل بطور الہامی آئے تھے۔ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ ان کی حالت وفات یافتہ شخص کے مشابہ ہو گئی تھی۔ وہ اپنی قبر سے اُٹھ کر مشرق کی جانب روانہ ہو گئے تاکہ کشمیر میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھ

سکیں (مسیح کی زندگی کے بارہ میں اسی طرح کے اور غلط خیالات بھی ان میں پائے جاتے ہیں)
آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر کے بعد کشمیر میں وفات پائی جہاں سرینگر شہر میں دفن ہوئے اب تک ان کا مقبرہ موجود ہے لیکن غلطی سے اِس مقبرہ کو یوز آصف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

(۲) :- جہاد یعنی جنگِ مقدس کا استعمال منکرین کے استیصال کے لئے ناجائز ہے۔ اسلام کی تبلیغ قرآنی دلائل کی روشنی میں صرف امن و آشتی سے ہی کی جانی چاہیئے۔

(۳) :- موعود مہدی حضرت احمد ہیں جو یسوع کے مثیل اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ حقیقی ہیں برخلاف عام مسلمانوں کے جو ایسا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں۔

گو جماعتِ احمدیہ قرآن کریم کی تشریحات کے بارہ میں آزادی کی قائل ہے لیکن ان کا کوئی عقیدہ اسلام کے منافی نہیں مسلمانوں کے عام فرائض نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے علاوہ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے دین داری اور اخلاقِ فاضلہ پر خاص زور دیا جاتا ہے اور ہر فرد و قوم کے ساتھ پُر امن برتاؤ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اِس طور پر جماعتِ احمدیہ جو اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے اور اصلاحی تحریک ہے اپنے آپ کو دلچسپ طریق پر پیش کرتی ہے۔ پُرانی رسُومات کے خلاف یہ جماعت اسلام کو محض مذہب تک محدود رکھتی ہے اور ان کا یہ استدلال قرآنی تعلیم پر مبنی ہے۔

حکومتِ برطانیہ نے بھی جماعتِ احمدیہ کے اِس مؤقف کو تسلیم کیا ہے کہ جماعت ۱۹۰۰ء سے ہی اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہی ہے اور انہوں نے سیاسیاتِ ملکی میں حصہ نہ لے کر یہ کام اُور لوگوں کے سپرد رکھا ہے۔

حالیہ ترجمۃ القرآن بھی ان کی تبلیغی کارروائیوں کا ہی ایک اہم حصہ ہے۔ مشہور و معروف مشرقی علوم کی اشاعت کی ذمہ دار فرم OTTO HARRASSOWSITZ LEIPZIG نے جو پہلے پہل میں قائم ہوئی تھی اِس کتاب کو خوبصورتی اور نفاست کا لباس پہنایا ہے۔ یہ ترجمہ جو عربی متن کے ساتھ ہے انڈکس، مبسوط دیباچہ اور تشریح الغاظ کے ساتھ رکسون کی لچک دار جلد میں خوبصورت طباعت کے ساتھ اور باریک کاغذ پر شائع کیا گیا ہے اور اپنی تمام خصوصیات کے باوجود نہایت تھوڑی قیمت پر میسّر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا جامع ترجمہ ہے جو مسلمانوں کے زُعم میں یورپین اقوام کے سامنے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کو پیش کرتا ہے۔ اگرچہ عربی زبان کے اسلوب و محاورات کو جانچنے

اور اس کی جزئیات پر نظر رکھنے کے قابل وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی تربیت اسلامی ماحول میں ہوئی ہو دراصل یہ ترجمہ بھی پرانے تراجم سے کوئی خاص اختلاف نہیں رکھتا اور جہاں کہیں تھوڑا بہت اختلاف بھی ہے اسے کوئی خاص اہمیّت حاصل نہیں۔ سورۃ فاتحہ کے مطالعہ کے وقت بھی کوئی خاص فرق معلوم کرنا مشکل ہے۔

جہاں نئے ترجمہ کا ہر لحاظ سے خیر مقدم کیا گیا ہے وہاں ۶۰ صفحات پر مشتمل دیباچہ جسے مرزا محمود احمد (خلیفہ ثانی) نے تصنیف کیا ہے ایسے تبلیغی پراپیگنڈا پر مبنی ہے جس کا نوٹس لیا جانا ضروری ہے۔ ناشرین کو واقعی اِس کا حق پہنچتا ہے لیکن کیا ہم بھی اِس پروپیگنڈا کو جانچنے اور اس پر تنقید کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

دیباچہ کا دوسرا حصّہ مُجمل طور پر قرآنی تعلیمات کو پیش کرتا ہے جو یسوع مسیح کی مخصوص تعلیم سے ٹکراتی ہیں۔ پہلے حصّہ میں بتایا گیا ہے کہ پُرانی کُتبِ مقدّسہ کے ہوتے ہوئے نئی کتاب ـــ قرآن مجید کی کیا ضرورت تھی۔ پُرانے مذاہب کا اختلاف اِس بات کا متقاضی تھا کہ کوئی نیا مذہب ان کی جگہ لے جس کا دائرۂ عمل تمام اقوامِ عالم ہوں کیونکہ بائبل اور انجیل کے خدا خاص خاص اقوام کے قومی خدا تھے حتیٰ کہ جب مسیح بپتسمہ دینے کے لئے اقوام کا ذکر کرتے تو اُن کا مطلب بنی اسرائیل کے قبائل ہوا کرتا تھا۔ اِسی طرح ویدوں، زرتشت اور کنفیوشس کا حلقۂ عمل خاص اقوام تک محدود رہا صرف اسلام ہی توحیدِ الٰہی کا معلّم ہے اور اِس کا پیغام ساری دُنیا کے لئے ہے۔ پہلی کُتب میں بہت سی خامیاں ہیں۔ اِس کے علاوہ یہ متضاد اُمور سے بھرپور ہیں۔ خالص الٰہی الفاظ متن میں قائم نہیں رہے۔

ان کی تعلیم وحشیانہ، غیر معقول اور غلط فلسفۂ الٰہیات پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک کامل و مکمّل کتاب کی ضرورت پیش آئی جو قرآن مجید کے وجود سے پُوری ہوئی۔ باقی تمام مذاہب مکمّل اور آخری مذہب ہونے کے دعویدار نہیں ہیں بلکہ ان سب میں ایک موعود نبی کی خبر موجود ہے جو (حضرت) محمد (صلعم) ہیں جن کے ذریعہ آخری فتح اسلام کے حق میں مقدّر ہو چکی ہے۔

تاریخ کے یہ اُوراق خواہ کتنے ہی حیران کن ہوں لیکن یہ تصویر کس طور پر سامنے آئی؟ اِس بارہ میں یہ کہنا ضروری ہے کہ (حضرت) مرزا احمد (علیہ السّلام) اِن معاملات کو ناموزوں پیمانوں سے

ناپتے ہیں۔ وہ اپنے خیال میں اگر کوئی معمولی سی خامی ان کُتب میں دیکھتے ہیں جو مقابلہ کے وقت انہیں نظر آتی ہے اس کے متعلق وہ یک طرفہ نظریہ قائم کر لیتے ہیں اور اکثر اوقات ان کا فیصلہ معمولی اور نامناسب طریق پر ہوتا ہے۔

واقعتہً یہ امر صداقت پر مبنی نہیں کہ عہدنامہ عتیق جس کو جمع کرنے پر ایک ہزار برس لگے متضاد اُمور پر مشتمل اور عہدنامہ جدید میں بہت سے اَور لوگوں کے کلام کا دخل ہے۔ ہر وہ بات جس سے قومی عدبندی کی تنقیص ہوتی ہے اس سے احتراز کیا گیا ہے۔ مثلاً یسعیاہ ۲/۵-۲ یا ملاقی ۱ : ۱۱ یا اس کی غلط تعبیریں کی گئی ہیں۔ مثلاً متی ۲۸ : ۱۹۔

دوسری طرف فریضۂ جہاد پر خاموشی اختیار کی گئی ہے جس کے ذریعہ اسلام کو محمد رسول اللہ صلعم کی شروع مدنی زندگی سے ہی بزورِ شمشیر پھیلایا گیا۔ اسلام کے اِس اہم مسئلہ میں بڑی آسانی سے اصلاح کر دی گئی ہے۔ مزید یہ زور دیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے جادوگری کے مُرتکب کو جو موت کی سزا کا حکم توریت نے دیا ہے (خروج ۱۸ : ۲۲) یہ وحشت و بربریت پر مبنی ہے کیونکہ حقیقی جادوگر کبھی صفحۂ ہستی پر ظاہر نہیں ہوئے۔ البتہ توریت کی اِس تعزیر کا اطلاق ان فن کاروں پر ہوتا ہے جو اپنی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کے لئے سامانِ تفریح بہم پہنچاتے ہیں۔

لیکن آخری دونوں سورتوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ خود (حضرت) محمد سحر کار ، یا اس سے ملتی جُلتی کسی شَے کے وجود کو تسلیم کرتے رہے ہیں۔

عہدنامۂ جدید کے پیرے۔ متی ۱۲ : ۴۷ اور یوحنا ۲ : ۴ پر سخت نقطہ چینی کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس میں ماں کی عزت کو برقرار نہیں رکھا گیا لیکن حقوقِ نسواں سے متعلق قرآنی دلائل (صفحہ ۱۳۱) چوتھی سورت کے ہوتے ہوئے بہت کم سچائی پر مبنی نظر آتے ہیں۔

اِس طرح نہ صرف اسلام بلکہ قرآن کی ایک معیاری اور خوبصورت تصویر کو پیش کیا گیا ہے اور سارے قرآن کو ایسے ربطِ باہمی سے منسلک قرار دیا گیا ہے جس سے (پڑھنے والے کو) مکّی اور مدنی زندگی میں نازل ہونے والی سورتوں میں کوئی اختلاف نظر نہیں آ سکتا۔ نہ اسے ان اہم مقامات کا پتہ لگ سکتا ہے جہاں موضوع سے ہٹ کر نیا موضوع چھیڑا گیا ہے۔ نہ قاری کو ان دلچسپ تبدیلیوں پر آگاہی ہو سکتی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیالات میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً دوسرے

حصّہ میں توحیدِ الٰہی پر بہت زور دیا گیا ہے اور الحاد پر سخت حملے کئے گئے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف سخت رویہ روا رکھا گیا ہے لیکن جہاں فردوس کی نعماء کا ذکر کرتے وقت صرف وفادار بیویوں کو نہ کہ سیاہ چشم حُوروں کو مجاہدین شہداء کا منتظر دکھایا گیا ہے۔ اگرچہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو جو "جھوٹے نبی" کے نام سے پکارا جاتا رہا ہے اس کی کتنی ہی پُرزور تردید کیوں نہ کی جائے۔ جیسا کہ بیل (BALE) کا پادری ہر اتوار کو بلاناغہ پُرانے طریق کے مطابق اپنے منبر سے یہ آواز اُٹھاتا ہے کہ "جھوٹے محمد کے قلعوں کو مسمار کر دو۔" تب بھی عہد نامۂ عتیق کے نبیوں اور (حضرت) محمد (صلعم) کا موازنہ ان کے (حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) کے حق میں بہت غیر مفید ثابت ہوتا ہے سوائے اِس کے کہ اِس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جو باتیں محمد رسول اللہ (صلعم) کی زندگی ہی میں منصۂ شہود پر آگئی تھیں ان کے حصول کے لئے یہودیت اور عیسویت کو صدیوں کی مساعی کرنی پڑیں اور وہ بھی مختلف طریق عمل پر۔

اِس حقیقت سے بھی انکار مشکل ہے کہ محمد رسول اللہ (صلعم) مکّی زندگی میں بلاشبہ نبی تھے۔ ان کا سراپا ان کے مِشن میں محو تھا اور انہوں نے دیا نتدار مُصلح یا ریفارمر کی زندگی بسر کی لیکن جونہی آپ مدینہ میں منتقل ہوئے آپ میں وہ تمام صلاحیتیں نظر آنے لگیں جو ایک کُہنہ مشق سیاستدان میں ہونی چاہئیں۔ جو اپنے مقصد کے حصول کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتے۔ وہ اس زمانہ میں خدا کی طرف سے ایسی وحی کے بھی مُدعی ہیں جن میں ان کے ذاتی مراعات کا جواز یا ذکر ہے اور ان مراعات کا دائرہ کسی حد تک اخلاقیات پر بھی حاوی ہے۔ اسی طرح سورۃ ۳۳ : ۴۹ جس میں آپ کے لئے ازواج کی تعداد کا ذکر ہے یا جب آپ کی نظر خوبصورت زینب پر جا پڑی جو آپ کے متبنّٰی کی بیوی تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ زیدؔ کے عقد سے آزاد ہونے کے بعد اس سے شادی کر لیں تو ایک "وحی" کے ذریعہ تمام شکِ مخالفت کو دبا دیا گیا ($\frac{۳۳}{۳۸-۳۶}$) اسی طرح سورۃ $\frac{۶۶}{۱}$ میں ذکر ہے کہ فرشتۂ وحی آپ کو رنج واندوہ کے پنجوں سے آزاد کرانے کے لئے حرمِ نبویؐ میں بھی اُترا کرتا تھا۔

بائبل اور قرآن (کریم) کی اصلیت کا موازنہ اور ان پر بحث کرتے ہوئے بھی جدا جدا پیمانے استعمال کئے گئے ہیں۔"

(۴) آسٹریا کے مؤقر جریدہ BIBEL UNDLITURGIE نے اپنی اشاعت اگست وستمبر

۱۹۵۴ء میں قرآن کریم کے جرمن ترجمہ پر درج ذیل الفاظ میں ریویو شائع کیا:-

"قرآن کریم کا نیا شائع کردہ ترجمہ عربی زبان اور اس کے لٹریچر کو سمجھنے میں کافی مدد دینے کا موجب ہوگا۔ آسٹریا میں الٰہیات اور مشرقی علوم کے طالب علموں کو جو عربی میں ڈاکٹری کے امتحان میں شامل ہو رہے ہیں ادبِ عربی میں مہارت پیدا کرنے کے لئے اِس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔"

(۵) زیورخ کے بااثر اخبار DAS BUCHER BLATT نے اپنی ۲۴ ستمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں لکھا:-

"۸۰۰ صفحات پر مشتمل خوبصورت رکسوں کی جلد میں قرآن کریم کا ترجمہ عربی زبان سے جرمن زبان میں احمدیہ مسلم مشن زیورخ کے زیرِ اہتمام شائع ہوا ہے۔ اصل کتاب کے ساتھ الفاظ کی تشریح اور انڈکس کے علاوہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) کے قلم سے ایک مبسوط دیباچہ بھی شامل ہے۔

گزشتہ کئی سال سے سوئٹزرلینڈ میں احمدیہ مسلم مشن قائم ہے جس کا صدر مقام زیورخ میں ہے عربی اور جرمن زبان کے حالیہ ترجمے کی اشاعت کا سہرا اسی مشن کے سر ہے۔ اصل کتاب سے پہلے تقریباً ڈیڑھ صد صفحات پر مشتمل ایک لمبا دیباچہ شامل ہے جس کے فاضل مصنّف کا ذکر اُوپر آ چکا ہے جو مسیح موعود کے دوسرے خلیفہ اور جماعتِ احمدیہ کے موجودہ امام ہیں۔ مسلمان اِس بات کے دعویدار ہیں کہ اسلام کے ظہور کا مقصد یہودیت وعیسویت کا استیصال ہے اور ان کا یہی دعویٰ نیم مخاصمت کی وجہ ہے۔ عربی متن اور اس کے ترجمہ کے بارہ میں علمی حلقوں سے تنقید کی آوازیں سُنی گئی ہیں لیکن ان کا ذکر اِس موقع پر بے جا ہوگا۔ ہم اِس ترجمہ کی اشاعت کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ HENNING نے جو ترجمہ REKLAME, UNIVERSITY کی لائبریری کے لئے کیا تھا وہ بھی چونکہ اَب نایاب ہے اِس لئے بھی یہ ترجمہ ان لوگوں کی ضرورت پُورا کرنے کا موجب ہے جو اسلام کا اصل چہرہ اور اس کی رُوح ان کی کتابِ مقدس سے دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ (ترجمہ)

(۶) اخبار "FIER ARBERT UND BESINNUNG STUTLTGUST" نے یکم فروری ۱۹۵۵ء کو ایک طویل تبصرہ سپردِ قلم کیا جس کا ملخص درج ذیل کیا جاتا ہے:-

انیسویں صدی میں اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کی مساعی خاص طور پر قابلِ ذکر

ہیں۔اِس جماعت نے حال ہی میں قرآن کریم کا ترجمہ جرمن زبان میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلا نہیں بلکہ اِسکی خوبی یہ ہے کہ اسے ایک اسلامی جماعت نے خود اپنے زیرِ اہتمام شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور جرمن ترجمہ کے ساتھ عربی متن بھی دیا گیا ہے۔ احمدیہ جماعت کی بنیاد (حضرت) میرزا غلام احمد صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ۱۸۸۰ء میں رکھی جو ۱۸۳۵ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر بطور مسیح اور مہدی ظاہر ہوئے ہیں وہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے اور ۱۹۱۴ء سے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جماعت کے دوسرے خلیفہ اور امام ہیں۔اِس ترجمہ قرآن کریم کا دیباچہ انہی کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔اِس دیباچہ میں اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلام سے پہلے مذاہب وقتی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آئے تھے لیکن حضرت نبی کریمؐ اور اسلام کے ذریعہ مذہب کی تکمیل ہوئی۔مثال کے طور پر حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے آئے تھے۔گو ان کے حواریوں نے بعد میں دوسروں کو تبلیغ کرنی بھی شروع کی لیکن حضرت مسیح کا یہ مشن نہ تھا کیونکہ متی $\frac{10}{23}$ میں صاف لکھا ہے:۔

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے جب تک کہ ابنِ آدم نہ آئے گا"

پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ذریعہ اسلام سے پہلے قائم شدہ مذاہب کے اختلافات کو دُور کیا گیا جو وقتی اور قومی تعلیموں کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔پس گزشتہ مذاہب کا اختلاف اِس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ دُنیا کو متحد کرنے والی آخری تعلیم کے رستہ میں روک نہیں بلکہ ان کا وجود ہی ایک ایسی عالمگیر اور کامل تعلیم کا متقاضی ہے۔

عہد نامہ قدیم انسانی ضروریات کو مکمّل طور پر پُورا کرنے سے قاصر ہے کیونکہ اس میں تناقضات اور اختلافات موجود ہیں اور اس میں مصنّف نے اپنے خیالات کو بھی درج کر دیا ہے۔ پھر عہد نامہ قدیم میں ظالمانہ احکام موجود ہیں۔غلاموں کے لئے سخت اور انسان سوز احکام درج ہیں۔چنانچہ خروج $\frac{21}{20\text{-}21}$ میں لکھا ہے:۔

"اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے اور وہ مار کھاتی ہوئی مر جائے تو اُسے سزا دی جائے لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن جئے تو اسے سزا نہ دی جائے اِس لئے کہ وہ اس کا

حال ہے۔"

اِس تعلیم میں غلاموں کے لئے کتنی سختی ہے۔ پھر بائبل میں خلافِ عقل تعلیم بھی موجود ہے۔ چنانچہ احبار باب ۲۰ آیت ۲۷ میں لکھا ہے :۔

"مرد یا عورت جس میں جن ہو یا وہ جادوگر ہو تو وہ قتل کئے جاویں چاہیئے کہ تم ان پر پتھراؤ کرو اور ان کا خون انہیں پر ہووے۔"

یہ کیسی تعلیم ہے۔ یہ سب اختلافات ظالمانہ اور خلافِ عقل تعلیمات قرآن کریم کی ضرورت پیدا کرتی ہیں۔ عہد نامہ جدید یعنی اناجیل مسیح کے اقوال پر مشتمل نہیں کیونکہ مسیح اور ان کے حواری یہودی النسل تھے اِس لئے اگر مسیح کا کوئی قول محفوظ ہو سکتا ہے تو عبرانی زبان میں لیکن انجیل کا کوئی نسخہ عبرانی زبان میں محفوظ نہیں بلکہ تمام اناجیل یونانی زبان میں ہیں۔ اناجیل کے اندر بھی اختلافات اور توہمات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مرقس $\frac{1}{12-13}$ میں لکھا ہے :۔

"اور روح اسے فی الفور بیابان میں لے گئی اور وہ وہاں بیابان میں چالیس دن تک رہ کر شیطان سے آزمایا گیا اور جنگل کے جانوروں کے ساتھ رہتا تھا اور فرشتے اس کی خدمت کرتے تھے۔"

وہ انسان جو حضرت مسیح کی عظمت اور ان کے مقام کا قائل ہے اِس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہے کہ یہ مقامات اناجیل میں بعد میں داخل کئے گئے ہیں۔ پھر مسیح نے اناجیل میں اپنے نہ ماننے والوں کے خلاف جو سخت الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً انہیں سؤر اور کتّے قرار دیا اور اپنی والدہ کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اس کی بے اَدبی کی۔ یہ سب اُمور ہماری رائے میں بعد کے آنے والے لوگوں نے ایجاد کئے ہیں جبکہ مسیح اِس دُنیا سے جا چکے تھے اور ایک مصنوعی اور خیالی مسیح اس زمانہ کے نادان اور دین سے ناواقف لوگ بنا رہے تھے۔ اِن سب اُمور کے پیشِ نظر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نئے الہام کی ضرورت تھی جو اِس قسم کی غلطیوں سے پاک ہو اور بنی نوع انسان کو اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ رُوحانیت کی طرف لے جائے اور وہ کتاب قرآن مجید ہے۔ قرآن کریم ایک مکمل اور عالمگیر شریعت ہے جو کامل نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وجود باجود سے معرضِ وجود میں آئی۔

بائبل میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارہ میں متعدد پیشگوئیاں بھی موجود ہیں مثلاً

خدا تعالیٰ کے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے جس طرح حضرت موسیٰ کے ذریعہ پورے ہوئے اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے جو وعدے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے پورے ہوئے۔ اِسی طرح یسعیاہ اور دانیال کی پیشگوئیوں کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور استثناء ۱۸ / ۱۹-۱۵ کی پیشگوئی نبی کریم صلعم کے وجود میں نہ کہ مسیحؑ کے وجود میں پوری ہوئی کیونکہ اِس پیشگوئی کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک نئی شریعت کے حامل ہیں اور مسیحؑ کو کوئی شریعت نہیں دی گئی۔ اور پھر اس پیشگوئی کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مکمل تعلیم دی گئی۔

اِسی طرح متی ۲۱ / ۴۴-۳۳ کی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آخر وہ کون تھا جس سے عیسائیت اور یہودیت ٹکرائی اور پاش پاش ہوگئی۔ یہ سب اُمور دیباچہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو ۲۳ سال کے عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا حضرت مسیح خدا کے بیٹے نہیں بلکہ دیگر انبیاء کی طرح ایک نبی تھے اور وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اسلام اور قرآن کے ذریعہ ہی دین و ایمان کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

عیسائی دُنیا اِس سوال کا جواب کیا دے گی کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور نبی کریمؐ کے ذریعہ دین کی تکمیل ہوئی۔ امام جماعتِ احمدیہ اِس دیباچہ میں عیسائی دُنیا کو مندرجہ ذیل الفاظ میں چیلنج کرتے ہیں :-

"اگر مسیحی پوپ یا اپنے آرچ بشپوں کو اِس بات پر آمادہ کریں کہ وہ میرے مقابل پر اپنے پر نازل ہونے والا تازہ کلام پیش کریں جو خدا تعالیٰ کی قدرت اور علمِ غیب پر مشتمل ہو تو دُنیا کو سچائی کے معلوم کرنے میں کس قدر سہولت ہو جائے گی"

امام جماعتِ احمدیہ اپنے آپ کو مصلح موعود قرار دیتے ہیں جن کی پیدائش کی خبر حضرت مسیح موعود نے ان کی پیدائش سے پانچ سال قبل ۱۸۸۶ء میں دی تھی۔ وہ اپنے الہامات کو اسلام اور قرآن کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کے نئے علوم اُن پر کھولے گئے ہیں اور دوسرے مسلمان جماعتِ احمدیہ کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ افغانستان میں ۱۹۲۴ء میں دو احمدیوں کو شہید کیا گیا جماعتِ احمدیہ جہاد کی تعریف دوسرے مسلمانوں کی طرح یہ نہیں کرتی کہ آنے والا مسیح اور

مہدی کافروں کا تلوار سے قلع قمع کرے گا۔ ان کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے زندہ اُترے اور پھر مرہمِ عیسیٰ کے ذریعہ سے شفاء پائی اور بعد میں کشمیر گئے اور سرینگر میں فوت ہوئے۔ یہ بات غلط ہے کہ قرآن کریم مُعجزات کا قائل نہیں بلکہ قرآن کریم پُورے یقین کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ اور امام جماعتِ احمدیہ نے دیگر اُمور کے علاوہ نبی کریم کی پیشگوئیوں کو بھی مُعجزات قرار دیا ہے۔ ہاں قرآن کریم اِس قسم کی جاہلانہ باتیں نہیں کہتا کہ محمد رسول اللہ حقیقی مُردے زندہ کیا کرتے تھے یا سُورج اور چاند کی رفتار کو ٹھہرا دیا کرتے تھے یا پہاڑوں کو چلایا کرتے تھے، یہ تو بچّوں کی کہانیاں ہیں۔ اِن باتوں کو قرآن کریم نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے اور نہ کسی اَور نبی کی طرف بلکہ اگر پہلی کُتب میں اِس قسم کی باتیں استعمال ہوئی ہیں تو قرآن کریم ان کی تشریح کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ باتیں محض استعارۃً استعمال ہوئی ہیں اور لوگوں نے انہیں حقیقی رنگ دینے میں غلطی کی ہے مسیح کی اُلوہیت اور ان کی طرف خدائی قوتوں کو منسوب کرنے کا بھی جماعتِ احمدیہ نے ردّ کیا ہے۔ جماعتِ احمدیہ اِس بات کو بھی پیش کرتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائرۂ رسالت میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے برعکس تمام دُنیا کو مدِّنظر رکھا۔ ان کی تعلیمات میں حضرت موسیٰ کی تعلیمات اور حضرت عیسیٰ کی نرمی اور بُردباری اور محبت کی تعلیمات کامل طور پر موجود ہیں۔ وہ دشمنوں سے صُلح کرنے اور اہلی زندگی کے لئے بالخصوص عالمگیر اور کامل مثال ہیں۔

(حضرت) مسیح موعود نے اِس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ انہوں نے قرآنی مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام) کے خلاف کبھی نہیں لکھا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی تھے بلکہ جہاں جہاں انہوں نے مسیح پر حملے کئے ہیں وہاں انجیل کے مسیح پر انجیل کی تعلیمات کے مطابق الزامات لگائے ہیں جیسے وہ دُنیا کا نجات دہندہ اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اگر نجات مسیح کے دامن سے ہی وابستہ ہے تو پھر اِس بات کا کیا جواب ہے کہ جو انبیاء اور راست باز لوگ مسیح سے پہلے گزرے ان کی نجات کیسے ہوئی جبکہ مسیح پر ایمان نہیں لائے تھے۔

اسلام اب عیسائیت کے خلاف زور سے حملہ آور ہے اور احمدیت کے مرکز میں یہ پروپیگنڈا پُورے زور سے جاری ہے۔ اور یہ امر عیسائی دُنیا کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ (ترجمہ)

(۷) ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ماضی منیجر مدارسِ دینیہ مصر نے جرمنی ترجمہ قرآن کے متعلق مندرجہ

ذیل رائے تحریر کی :-

"اَمَّا التَّرْجَمَةُ نَفْسُهَا فَقَدْ اخْتَبَرْتُهَا فِيْ مَوَاضِعِ مُخْتَلِفَةٍ وَفِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰيَاتِ فِيْ مُخْتَلَفِ السُّوَرِ فَوَجَدْتُهَا مِنْ خَيْرِ التَّرْجَمَاتِ الَّتِيْ ظَهَرَتْ لِلْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ فِيْ اُسْلُوْبٍ دَقِيْقٍ مُحْتَاطٍ وَّمُحَاوَلَةٍ بَارِعَةٍ لِاَدَاءِ الْمَعْنٰى الَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ التَّعْبِيْرُ الْعَرَبِيُّ الْمُنَزَّلُ لِاٰيَاتِ الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ" [1]

یعنی جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے مَیں نے مختلف مقامات اور مختلف سُورتوں کی بہت سی آیات کا ترجمہ بنظرِ غائر دیکھا ہے۔ مَیں نے اِس ترجمہ کو قرآن مجید کے جُملہ تراجم سے جو اس وقت منصۂ شہود پر آچکے ہیں بہترین پایا ہے۔ اِس ترجمہ کا اسلوب نہایت محتاط علمی رنگ لئے ہوئے ہے۔ باریک بینی کو مدِّنظر رکھا گیا ہے اور معانی قرآن کی ادائیگی میں انتہائی علمی قابلیت کا اظہار کیا گیا ہے تاکہ عربی میں نازل شدہ قرآنی آیات کی کماحقہ ترجمانی ہوسکے۔ [2]

حضرت سیّدنا المصلح الموعود کا زیورک میں ورُودِ مسعود

سوئٹزرلینڈ مشن کو اپنی زندگی کے نویں سال یہ دائمی فخر نصیب ہوُا کہ حضرت سیّدنا المصلح الموعود جب دوسری بار یورپ تشریف لے گئے تو حضور زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں بھی ۹۔ ماہِ ہجرت/مئی سے ۱۰ ماہِ احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء تک جلوہ افروز رہے۔ حضور کی رہائش سے متعلق جُملہ انتظامات کی سعادت شیخ ناصر احمد صاحب کے حصّہ میں آئی جس پر حضور نے درجِ ذیل الفاظ میں بذریعہ تار اظہارِ خوشنودی فرمایا کہ :-

"ہم خدا کے فضل سے اہل وعیال کے ساتھ بخیریت پہنچ گئے ہیں جنیوا سے آگے تمام انتظامات شیخ ناصر احمد (مبلّغ سلسلہ) نے کئے تھے جو کہ بہت عمدہ تھے۔ شروع میں تازہ روغن ہونے کی وجہ سے کچھ تکلیف ہوئی لیکن چند گھنٹے کے بعد یہ تکلیف رفع

---

[1] مجلۃ الازھر فروری ۱۹۵۹ء۔

[2] بحوالہ الفضل ۳۱۔ امان/مارچ ۱۳۴۶ھش/۱۹۶۷ء صک۔

ہوگئی" سلہ

سیدنا المصلح الموعود کا سوئٹزرلینڈ میں ورود مسعود ڈاکٹر پروفیسر روسیو کی نگرانی میں معائنہ اور علاج کی غرض سے تھا[2] اور حضور نے نہ صرف ان سے طبی مشورہ لیا بلکہ زیورچ میں ڈاکٹر پروفیسر روزیئر ہومیوپیتھ ڈاکٹر گیزل اور مشہور معالج ڈاکٹر (DR. BOSIO) سے اور جنیوا میں ہومیوپیتھ ڈاکٹر شمڈٹ (DR. SCHMIDT) سے مشورہ فرمایا۔ تمام طبی ٹسٹ مکمل ہوچکے تو ڈاکٹر بوسیو نے ۲۳ مئی ۱۹۵۵ء کو طبی رپورٹوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تشخیص بتائی چنانچہ حضور انور نے اُسی روز حسب ذیل خصوصی پیغام بذریعہ تار ارسال فرمایا:۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمام طبی ٹسٹ مکمل ہوگئے ہیں اور بیماری متعین کرلی گئی ہے۔ مشہور معالج ڈاکٹر بوسیو (DR. BOSIO) نے رپورٹوں کا مطالعہ کرنے کے بعد آج اپنی تشخیص سے مطلع کردیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خون اور شریانیں اور باقی ہر چیز معمول کے مطابق پائی گئی ہے لیکن یہ کہ مجھے بہت زیادہ آرام کرنا چاہیئے اور اگر ممکن ہوسکے تو مجھے یہاں کچھ زیادہ عرصہ قیام کرنا چاہیئے۔ پھر یہ کہ میری تقریریں زیادہ مختصر

سلہ الفضل ۱۲ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صا۔ مکرم جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے (جنہیں اِس سفر میں حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری ہونے کا شرف حاصل ہوا) حضورؓ کے قیامِ زیورچ کی ایک رپورٹ میں تحریر فرمایا:۔

"۹ مئی کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تقریباً ایک بجے زیورچ پہنچے اور کاروں میں سوار ہوکر قافلہ اپنی جائے رہائش BEGONIAN STRASSE 2 میں آیا۔ یہ ایک چار منزلہ مکان ہے جس کے نیچے کی دو فلیٹیں شیخ ناصر احمد صاحب نے کوشش کرکے مالک سے جلدی جلدی تیار کروالیں۔ بقیہ حصہ ابھی زیرِ مرمت ہے اور ان فلیٹوں کے آگے کی سیڑھیاں، ہال وغیرہ میں ابھی پینٹ ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کی جو علومِ آسمانی کے امین اور عارفِ اسرارِ ربانی ہوتے ہیں حسیں بہت تیز ہوتی ہیں جضور کو بدبو بہت ناگوار گزری اور ایسا معلوم ہوا کہ یہاں رہنا ممکن نہیں مگر فلیٹ کے اندر ایسی بو نہ تھی۔ آہستہ آہستہ اِس فلیٹ کی خوبیاں بھی حضور کے سامنے آئیں اور حضور نے جب میں شام کو مائکروبس پر جنیوا سے زیورچ پہنچا یہی خیال ظاہر فرمایا کہ فلیٹ اچھی ہے اور کرایہ کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے۔"

(الفضل ۲۴ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء ص۳ کالم ۱)

سلہ[2] ڈاکٹر پروفیسر روسیو زیورک کے ہسپتال KANTONSPITZAL میں کام کرتے تھے اور سوئٹزرلینڈ کے مشہور ڈاکٹر تھے ہز ایکسی لینسی مسٹر غلام محمد گورنر جنرل پاکستان انہیں کے زیرِ علاج رہے۔

ہونی چاہئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ گزشتہ سال حملے کے نتیجے میں جو زخم لگا تھا وہ خطرناک تھا اور یہ کہ سرجن کی رائے درست نہیں تھی، ایکسرے فوٹو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاقو کی نوک گردن میں ٹوٹ گئی تھی جو اَب بھی اندر ہی موجود ہے اور ریڑھ کی ہڈی (سپائینل کارڈ) کے قریب ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ جن خطرناک معائنوں سے بچنے کی کوشش کی جا رہی تھی اب انکی ضرورت باقی نہیں رہی"۔ [1]

زیورچ میں حضرت مصلح موعود کی نہایت اہم دینی مصروفیات

طبی تشخیص کے بعد حضرت سیدنا المصلح الموعود زیورچ میں مزید ڈھائی ہفتے رونق افروز رہے۔ اگرچہ قبل ازیں بھی حضور کی دینی مصروفیات برابر جاری رہیں چنانچہ حضور مرکزی ڈاک ملاحظہ فرمانے اور یورپ میں تبلیغِ اسلام کو کامیاب طور پر وسیع کرنے کی سکیم تیار کرنے میں شب و روز منہمک رہے نیز لندن میں یورپ اور امریکہ کے مبلغین کی تبلیغی کانفرنس بلوانے کا فیصلہ سوئٹزرلینڈ ہی میں فرمایا [2] لیکن قیامِ زیورچ کے آخری ایام میں حضور کی دینی مصروفیات یکایک بڑھ گئیں اور اہلِ سوئٹزرلینڈ کو عموماً اور سوئس احمدیوں کو خصوصاً اپنے مقدس و محبوب آقا کی مبارک و روح پرور مجالس سے فیضیاب ہونے اور حضور کے روح پرور کلمات و ارشادات سننے کے ایسے ایسے قیمتی مواقع میسر آئے جو ہمیشہ کے لئے اِس سرزمین کے فرزندوں کیلئے سرمایۂ افتخار رہیں گے۔ اِس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود کی دینی سرگرمیوں کا مختصر اور تاریخ وار خاکہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

۲۴ ہجرت (مئی) حضور نے عید الفطر کی تقریب پر جماعت کے نام یہ پیغام دیا کہ

"ایک دوست نے لکھا ہے کہ آپ عید پر کوئی پیغام دیں چنانچہ میں یہ پیغام بھجواتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے دوستوں کے روزے قبول فرمائے اور عید اُن کے لئے بہت بہت مبارک کرے"۔ [3]

۳ احسان (جون) آج حضور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

۴ احسان (جون) آج حضرت اقدس زیورچ کے احمدیہ مشن میں تشریف لائے اور معائنے

---

[1] الفضل ۲۴ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔ [2] الفضل ۲۴ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۳۔

[3] الفضل ۲۴ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔ [4] الفضل ۷ احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔

کے بعد اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کہ

"خدا تعالیٰ سوئٹزرلینڈ کے باشندوں کی اپنے دین کی طرف رہنمائی فرمائے اور اُن کا حامی و ناصر ہو۔" [۱]

۵ / احسان (جون) آج حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی۔ حضور نے آج سوئٹزرلینڈ کے احمدی احباب کو بیلوائر پارک (BELVOIR PARK) میں چائے پر مدعو کیا۔ اس موقع پر حضور نے احباب سے خطاب کرتے ہوئے اِس تقریب کو باپ اور بیٹوں کی ملاقات سے تعبیر فرمایا۔ سوئٹزرلینڈ کے احمدی احباب نے اپنے آقا اور رُوحانی باپ کو اپنے درمیان رونق افروز پا کر بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ [۲]

۵ / احسان (جون) حضور نے آج چائے پارٹی کے موقع پر سوئٹزرلینڈ کے احمدی احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے رُوحانی بچو! میں تم سے مل کر بہت خوش ہوا ہوں بیشک سوئٹزرلینڈ ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرو گے تو بڑے بڑے ملک بھی تم پر رشک کریں گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی عزّت عطا کرے گا۔ حضور نے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا اور شیخ ناصر احمد صاحب (مبلغ سوئٹزرلینڈ) کو جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ [۳]

۸ / احسان (جون) آج سوئس ٹیلیویژن کے ذریعہ حضور انور کا انٹرویو نشر ہوا۔ حضور نے یہ انٹرویو انگریزی زبان میں دیا جس کا ترجمہ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب ہی نے جرمن زبان میں کر کے سُنایا۔ حضور نے سفرِ یورپ کی غرض، رمضان المبارک کی اہمیت، جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی جدّوجہد اور اس کی ضرورت سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے۔ یوگوسلاویہ کا ایک باشندہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہوا۔ [۴] آج شب کو حضور کا ایک انٹرویو بھی سوئس ٹیلیویژن کے ذریعہ نشر ہوا اور اِس ملک کے خوش نصیب باشندوں نے خدا کے مقدّس مصلح موعود کا پُر انوار اور مقدّس چہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور حضور کو اسلام کے حقیقی تصوّر اور اس کی اہمیت پر گفتگو فرماتے ہوئے سُنا۔ [۵]

---

[۱] الفضل ۷ / احسان / جون ۱۳۳۴ ہش / ۱۹۵۵ء صا۔ [۲] الفضل ۸ / احسان / جون ۱۳۳۴ ہش / ۱۹۵۵ء صا۔
[۳] ایضاً۔ [۴] الفضل ۱۱ / احسان / جون ۱۳۳۴ ہش / ۱۹۵۵ء صا۔ [۵] ایضاً۔

۱۰ احسان (جون) آج حضور نے نمازِ جمعہ پڑھائی۔[1]

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود تیس[2] دن تک سوئٹزرلینڈ کی سرزمین کو اپنے مقدس وجود سے برکت عطا کرنے اور اس کے باشندوں کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے بعد ۱۱ احسان (جون) کو ڈھائی بجے بعد دوپہر زیورچ سے جنوبی سوئٹزرلینڈ کے مقام لوگانو (LOGANO) تشریف لے گئے جہاں سے روانہ ہو کر ۱۱ احسان (جون) کو اٹلی کی مشہور بندرگاہ وینس میں پہنچے[3] اور سوئٹزرلینڈ کی اسلامی تاریخ کا ایک زریں ورق اُلٹ گیا۔

رومن کیتھولک کے پوپ کو تبلیغِ اسلام

جون بپست وسوم (POPE JOHN XXIII) کا انتخاب ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء کے آخر میں عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرقے کے نئے پوپ کی حیثیت سے ہوا تو محترم شیخ ناصر احمد صاحب (مبلّغ اسلام سوئٹزرلینڈ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ان کے نام ایک مفصّل تبلیغی مکتوب لکھا جس میں مروّجہ عیسائی معتقدات ونظریات کا غلط ہونا ثابت کرنے کے بعد انہیں دعوتِ اسلام دی اور توجّہ دلائی کہ وہ اسلام کی دائمی تعلیمات اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس زندگی اور پاک سیرت کا یورپ کے روایتی تعصب سے بالا ہو کر مطالعہ کریں اور بانی تحریکِ احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت پر غور کر کے اُس صداقت کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کریں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اکنافِ عالم میں پھیلانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔[4] اِس خط کے بعد شیخ صاحب نے بعض اَور تبلیغی خطوط بھی پوپ کے نام لکھے۔

احمدیہ مشن کی اِسلامی خدمات اور حلقہ مخالفین

احمدیہ مشن کی لِسانی وقلمی اسلامی خدمات سوئٹزرلینڈ کے حلقہ مخالفین کو کسی طرح گوارا نہیں تھیں۔ اور چرچ جو ابتداء ہی سے مبلّغینِ اسلام کی آمد کو اپنے لئے زبردست چیلنج سمجھتا تھا اسلام کے رُوحانی انقلاب کی راہ روکنے کے لئے اب آہستہ آہستہ کُھل کر سامنے

---

[1] الفضل ۱۴ احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ٭ [2] ایضاً ٭ [3] الفضل ۵ نبوت/نومبر ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء صفحہ ۱۔ شیخ صاحب نے اِس مکتوب کا جرمن ترجمہ ایک چھوٹی تقطیع کے رسالہ کی صورت میں چھپوا لیا اور اس کے نسخے سوئٹزرلینڈ اور آسٹریا کے نئے احمدیوں کو بغرضِ تقسیم بھجوائے۔

(الفضل ۱۵ ہجرت/مئی ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء)

آنے لگا چنانچہ اخبار KIRCHENZEITUNG LUCERNE نے اپنی ۶۔فروری ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں مجاہدینِ احمدیت کی سرگرمیوں کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کو چرچ کے لئے خطرہ قرار دیتے ہوئے انتباہ کیا کہ:۔

"مسلمانوں کی ایک جماعت اِس کوشش میں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو ہر جگہ پہنچائے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمان مبلغین ہمارے ملک میں بھی مقرر کئے جائیں کیونکہ سوئٹزرلینڈ بھی اب اُن علاقوں میں شامل ہو چکا ہے جن میں اسلامی مبلغین مصروفِ عمل ہیں مختلف طریقے جو یہ جماعت اِس جدوجہد کے سلسلہ میں عمل میں لائے گی ظاہر ہے۔ وہ نام جس کا گزٹ میں ذکر کیا گیا ہے وہ بھی کم دلچسپ نہیں۔ ہمیں اِس امر کا خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ کبھی AUGUST BADER یا JAKOB FREI بھی اسلام کی خدمت میں لگ جائیں گے یہ زیادہ دیر کی بات نہیں جب اِس امر کا علم ہوا کہ اسلام کا منظم تبلیغی کام سوئٹزرلینڈ میں بھی شروع ہو رہا ہے۔ اِس امر کا بھی اعلان ہو چکا ہے کہ یہ جماعت زیورک میں ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ رکھتی ہے۔ گو ہمیں اِس سے خائف نہیں ہونا چاہیئے لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے آپکو مناسب وقت کے اندر اندر اس کے مقابلہ کے لئے تیار کر لیں اور اسے یہ سمجھ کر نہ چھوڑ دیں کہ وہ کسی عملی خطرہ کا پیش خیمہ نہیں ہے۔ اگرچہ وقتی طور پر وہ خطرہ معلوم نہیں ہوتا تاہم ہمیں اِس امر کی ترغیب دلا رہے ہیں کہ ہم اپنی دینی معلومات اور مذہبی طریقۂ زندگی کے متعلق گہرا مطالعہ شروع کر دیں۔"[1]

اِسی طرح اخبار OSESCH WEIZ ST. GALLE نے اپنے ۷۔ مارچ ۱۹۵۸ء کے اشاعت میں لکھا:۔

"آج مسلمانوں کے ثقافتی حلقوں میں تبلیغ و اشاعت کی شدید خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ یہ خواہش جو اپنے جوش کی وجہ سے اچانک پھوٹ پڑی ہے۔ یورپین مبصرین کے لئے سنسنی خیز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دُنیا اچانک اپنی قوت سے دوبارہ آگاہ ہو گئی ہے

---

[1] (ترجمہ) بحوالہ "مغرب کے افق پر" (تقریر سالانہ جلسہ ۱۳۳۸ہش/۱۹۵۹ء جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تحریک جدید ربوہ) صفحہ ۲۸-۲۹۔

ایسی قوت ہے جو سیاسی نہیں بلکہ نظریاتی ہے۔ ایک ایسی خواہش جو تین صدیوں تک دبی رہی اچانک شعلہ بن کر یورپ کے ثقافتی حلقوں کو متأثر کرنے کے عزم صمیم میں تبدیل ہوچکی ہے تاکہ مسلمان قرآن اور ہلال کے لئے موجودہ ترقی یافتہ تبلیغی کام کے ذریعہ نئے آفاق تلاش کرسکیں۔ اسلام عرصہ سے اپنی اشاعت کے اِس نئے جوش اور نئے ولولہ کی وجہ سے یورپ کو اپنی کوششوں کا مرکز قرار دے چکا ہے اور محض یہی نہیں بلکہ اپنے قدموں کو مضبوطی سے جما رہا ہے۔ اگر کوئی اِس حقیقت کو خوش فہمی سمجھ کر نظرانداز کرنے کی کوشش کرے تو اسے ان حقائق پر غور کرنا چاہیئے۔ زیورک میں چند سالوں سے ایک اسلامی تبلیغی مرکز قائم ہے جو اپنا رسالہ خود شائع کرتا ہے۔ اور جو اپنے لیکچروں اور خطبات کے ذریعہ سوئٹزرلینڈ کی ہر سوسائٹی اور ایسوسی ایشن سے ہر ممکن تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ اسلامی لٹریچر کی سرگرم اشاعت کے کسی موقع کو ضائع نہیں ہونے دیتا، خاص طور پر نوجوانوں میں ایسے مواقع کو کسی صورت میں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ زیورک کا یہ اسلامی مرکز کسی لحاظ سے بھی ایک الگ تھلگ کوشش نہیں بلکہ ایک بہت بڑی منظم سکیم کی ایک شاخ ہے۔ اَب ہر ایک شخص کو یہ حقیقت مدِّنظر رکھنی پڑے گی کہ سُرخ دیو آہنی پردے کے پیچھے آڑ لئے بیٹھا ہے اور وہ اپنی تمام تر طاقتوں کو مجتمع کئے ہوئے منتظر ہے کہ کب اسے موقع میسّر آئے اور وہ مغرب کا گلا گھونٹنے کے لئے میدان میں آئے۔ اِس اثناء میں اسلام بھی یورپ کا مقابلہ کرنے کے لئے نہایت اطمینان کیساتھ پیش قدمی کر رہا ہے مگر اس کی پیش قدمی اس کی محتاط، محرّک اور مؤثر قوت کے ساتھ ہے جو اس کا خاصہ ہے۔" [1]

۱۳۴۰ھ/۱۹۶۱ء میں سوئٹزرلینڈ کے مخالفِ اسلام طبقے کیا سوچ رہے تھے اور کیا کر رہے تھے؟ اس کا نقشہ شیخ ناصر احمد صاحب نے اپنی ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۴۰ھ/۱۹۶۱ء کی رپورٹ میں بایں الفاظ کھینچا:۔

"مخالفین کے حلقہ میں سے ایک شخص نے گمنام خط لکھا کہ اپنا بستر بوریا باندھ کر واپس چلے جاؤ اور پھر نہ لوٹو۔ ایک رسالہ میں ہمارے ایک مضمون پر کڑی تنقید شائع ہوئی لیکن

---

[1] (ترجمہ) بحوالہ "مغرب کے افق پر" صفحہ ۲۹-۳۰۔

مضمون نگار نے بات کو محض بگاڑ کر پیش کیا اور لوگوں کو ہمارے خلاف اُبھارنا چاہا ہم نے مختصر رنگ میں اس کا جواب دیا۔ ان ہی دنوں خاکسار کو پولیس والوں نے ایک بیان کے لئے بُلایا اور مضمون مذکورہ بالا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں لوگوں کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ خاکسار نے انہیں جواباً کہا کہ ہمیں اِس امر سے سخت حیرت ہے کہ اس مضمون میں جو اسلام میں خدا تعالیٰ کے تصوّر کے موضوع پر لکھا گیا ہے کسی صحیح الدماغ انسان کو کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ خاکسار کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پولیس افسر نے ہمارے مضمون کو خود پڑھا تک نہ تھا۔ لہذا خاکسار نے مناسب سمجھا کہ انہیں نفسِ مضمون سے آگاہ کر دیا جائے چنانچہ خاکسار نے بتایا کہ ہم نے مضمون یہ لکھا ہے کہ اسلام میں خدا صرف ایک وجود ہے جس کا نہ بیٹا ہے نہ بیوی۔ خدا تعالیٰ کا یہ تصوّر عیسائیت کے تصوّرِ تثلیث سے بالکل مختلف ہے۔ شاید ایک عیسائی توحیدِ باری تعالیٰ کے تصوّر کو نہ سمجھ سکے لیکن ہم مسلمان تثلیث کو نہیں سمجھ سکتے نہ ہی خدا تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مشکل یا مصیبت کے اظہار کے وقت "یسوع خدا" پکارنا خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ نہ ہی ہم ابنیت کے قائل ہیں نہ ہی صلیبی موت کے۔ اسلام کے خدا کو کسی مدد کی حاجت نہیں وہ کسی کام کو کرنے پر مجبور نہیں وغیرہ۔ اس پر پولیس افسر نے کہا کہ آپ کو یہ سب باتیں کہنے کا حق ہے اور یہ مذہبی آزادی کے عین مطابق ہے۔ خاکسار نے کہا کہ آپ کے نزدیک مخالف مضمون نگار نے کوئی معقول بات بھی پیش کی ہے یا صرف جذباتی طور پر ہمارے خلاف لوگوں کو اُبھارا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اس کے نزدیک بھی مضمون متعلقہ کو جرنلزم سے کوئی تعلق نہیں۔ خاکسار نے کہا کہ اگر اِس قسم کے بے ضرر مضمون پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے تو پھر اسلام کی تبلیغ ہی بند کر دینی چاہیئے۔ قرآن کریم کی اشاعت ممنوع قرار دینی چاہیئے بلکہ ہر بات جو موجودہ چرچ کے خلاف ہے اسے حکماً روک دینا چاہیئے لیکن پھر ملک میں مذہبی آزادی نہیں رہے گی بلکہ مسلمان تو الگ رہے یہودیوں کو بھی خلافِ قانون قرار دینا پڑے گا کیونکہ مسلمان تو بہرحال حضرت مسیحؑ کی عزت کرتا اور انہیں خدا تعالیٰ کا نبی مانتا ہے برعکس اِس کے یہودی آپ کو نعوذ باللہ کذّاب اور ملعون سمجھتے ہیں۔ خاکسار

کی باتوں کو پولیس افسر اچھی طرح سمجھ گیا۔" ؎۱

نیز لکھتے ہیں :۔

"مخالفت کے ذکر کے سلسلہ میں عیسائی مشنری کونسل کے ایک رسالہ کا ذکر بہت ضروری ہے جو انہوں نے گزشتہ عرصہ میں شائع کیا ہے۔ یہ ایک دوماہی رسالہ ہے جس کا نام "WONDERER" ہے۔ اسے شائع کرنے والی کونسل کے اراکین دس مشنری سوسائٹیز ہیں جو اس ملک کی طرف سے دُنیا کے مختلف حصّوں میں عیسائیت کا پرچار کر رہی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کا ملک عیسائیت کی عالمگیر تبلیغی مہم میں خاص حیثیت رکھتا ہے۔ صرف کیتھولک فرقہ کے ہی اٹھارہ صد مبلّغ دُنیا بھر میں کام کر رہے ہیں۔ ایک شہر بازل کی ایک تبلیغی انجمن نے ہی ۲۲۵ مبلّغ بھجوا رکھے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا رسالہ ہماری تبلیغی مساعی کے بیان پر مشتمل ہے اور اس مشن کی کارروائیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کو ہماری جانب سے خطرہ سے خبردار کر کے لکھا گیا ہے کہ یہ احمدی لوگ ایک خاص جذبہ سے سرشار ہیں۔ ان کی سکیموں کو حقیر نہ جانو اور نہ ہی ان کی کارروائیوں سے لاپرواہی برتو بلکہ اپنے آپ کو ان کے مقابلہ کے لئے تیار کر لو کیونکہ اگر یہ لوگ ایک غلط بات کی تائید میں اس قدر محنت اور قربانی کا نمونہ دکھا سکتے ہیں تو کیا ہم عیسائی لوگ اس کی خاطر ان سے بھی زیادہ قربانی نہیں دکھا سکتے جس نے ہمارے لئے اپنی جان تک دے دی! رسالہ مذکورہ میں ایک صفحہ پر ہمارے قبرِ مسیح والے اشتہار کی فوٹو دی گئی ہے۔ ایک صفحہ پر قرآن کریم کے جرمن ترجمہ کا ایک پورا صفحہ دیا گیا ہے اور جماعت کی تاریخ حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی حضور کی پیشگوئیوں، مشنوں کے قیام۔ یورپ کی مساجد مسجد زیورک وغیرہ اُمور کا ذکر کیا گیا ہے۔

یورپ میں تبلیغِ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ چرچ نے اس تفصیل اور شدّت کے ساتھ ہمارا نوٹس لیا ہے۔ پہلے یہ لوگ ہمیں کم مایہ اور حقیر سمجھتے تھے لیکن اب ان کے تفکرات میں ایک نمایاں انقلاب آ رہا ہے اور یہ اپنے لوگوں کو

؎۱ الفضل ۳۰ نبوت/نومبر ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صفحہ ۳۔

ہمارے مقابلہ کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ ضمنی طور پر یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری کمزور کوششوں کی فوقیت اور اثر کا اعتراف بھی ہے۔

گزشتہ دنوں ایک مشہور اخبار میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے درمیان ایک بحث کا سلسلہ چل پڑا۔ ہمارے لئے اس مباحثہ میں دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ایک مضمون نگار نے لکھا کہ اسلام اِس قدر سُرعت سے آگے بڑھ رہا ہے اور اب اِس ملک میں بھی قدم جما چکا ہے۔ اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اندرونی اختلافات کو بھلا کر اس بیرونی خطرہ کا مقابلہ کریں۔ اِس رپورٹ کی تیاری کے دوران میں اطلاع ملی ہے کہ ایک کتاب اسلام کے متعلق ایک مخالف نے شائع کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اسلام کا چرچا اِس قدر بڑھتا جاتا ہے کہ عوام کو اس کی اصل تعلیم سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔"[1]

سوئٹزرلینڈ کے علمی طبقوں میں اِسلام کا عام چرچا

۱۳۳۸ہش/۱۹۵۹ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں سوئس کے علمی حلقوں میں اسلام کا خوب چرچا ہوا۔ چنانچہ شیخ ناصر احمد صاحب نے لکھا:۔

"اِن دنوں سوئٹزرلینڈ میں مختلف مواقع پر اسلام پر لیکچر ہو رہے ہیں۔ اخبارات میں مضامین بھی آئے دن چھپتے رہتے ہیں۔ دراصل ہماری تحریک پر ہی زیورک کی یونیورسٹی میں ایک سلسلہ تقاریر کا جاری ہوا جس میں ایک پروفیسر نے اسلام پر لیکچر دئے۔ احمدیت کا ذکر بھی کیا۔ آخری لیکچر کے دن ہم نے ایک اشتہار سائیکلوسٹائل کر کے سامعین میں تقسیم کیا اور انہیں دعوت دی کہ اسلام پر مزید معلومات ہم سے حاصل کریں اور رسالہ "اسلام" طلب کریں۔ چنانچہ اس پر بہت سے لوگوں نے اپنے پتے اس غرض کے لئے ہمیں بھجوائے۔ یوں ریڈیو پر بھی چند مہینوں سے ایک سلسلہ لیکچروں کا شروع ہے جس کا عنوان ہے "اسلام اور مغرب"۔ اِس پروگرام میں حصہ لینے والوں نے بعض دفعہ اسلام کے بارہ میں بہت اچھی باتیں کہی ہیں۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے احمدیہ جماعت کی تبلیغی مساعی کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ صرف ایک ہی تنظیم ایسی ہے جو اسلام کی تبلیغ کا کام کر رہی ہے۔ یہ لوگ تربیت یافتہ

---

[1] الفضل ۳۰ نبوت/نومبر ۱۳۴۰ہش/۱۹۶۱ء صفحہ ۳-۴

نوجوانوں کے ذریعہ تحریر و تقریر کے ہتھیاروں سے اسلام کو پھیلا رہے ہیں۔ آسٹرین ریڈیو پر بھی ایک پروفیسر نے اسلام پر ایک لیکچر نشر کیا جس کی نقل ہم نے منگوائی۔"[1]

آسٹریا میں تبلیغ اسلام

سوئٹزرلینڈ مشن کے ذریعہ جرمنی کے علاوہ آسٹریا تک بھی اسلام کا پیغام پہنچا۔ اِس سلسلہ میں شیخ ناصر احمد صاحب نے ۱۳۳۹ھش / ۱۹۶۰ء میں آسٹریا کے دَورے بھی کئے[2] جن میں سے دوؔ کی رپورٹ خود شیخ صاحب کے قلم سے لکھی جاتی ہے۔

پہلا دَورہ:۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آسٹریا کے دَورہ کے سلسلہ میں مورخہ ۹؍جون کو انزبروک کی یونیورسٹی میں خاکسار نے "اِسلام کی رُوحانی دُنیا" کے موضوع پر ایک مفصّل لیکچر دیا۔ اِس لیکچر کے بعد سامعین کو مزید معلومات حاصل کرنے کی دعوت دی گئی چنانچہ رہائش گاہ پر ایک گروپ سامعین کا آیا اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ تقریر کے موقعہ پر مسلمان ممالک کے بہت سے طلباء بھی موجود تھے جنہوں نے ہماری مساعی کو بہت تحسین و قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ تقریر سے پہلے بھی انفرادی گفتگو ہوتی رہی۔ اِس لیکچر کا اعلان لوکل اخبارات میں شائع ہوا۔ نیز ریڈیو پر بھی متعدد بار اس کا اعلان نشر کیا گیا۔ خاکسار اس موقعہ پر ایک پروفیسر ڈاکٹر LEONHARD FRANZ سے بھی ملا اور یونیورسٹی میں مزید لیکچروں کے مواقع پر گفتگو ہوئی۔ چنانچہ دسمبر میں وہاں دوؔ لیکچروں کا انتظام ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں آسٹریا کے دوسرے شہروں میں بھی لیکچروں کے انتظام کے لئے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ جون کے مہینہ میں ویؔ آنا گیا اور وہاں مقامی احمدی افراد سے متعدد انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں کرکے تبلیغی کام کو وسیع کرنے کی ایک سکیم پر غور کیا گیا انشاء اللہ العزیز یہ سکیم تیار کرکے اس پر عمل شروع کر دیا جائے گا۔

---

[1] الفضل ۱۵۔ہجرت/مئی ۱۳۳۸ھش / ۱۹۵۹ء صؔ ۔ [2] قبل ازیں شیخ صاحب موصوف کی آسٹریا کے بعض دوستوں سے تبلیغی خط و کتابت کرنے اور کتب بھجوانے کا سلسلہ جاری تھا جیسا کہ مشن کی رپورٹ (از وفا/جولائی تا تبوک/ستمبر ۱۳۳۷ھش / ۱۹۵۸ء) سے ثابت ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"آسٹریا سے بھی خطوط سوالات پر مشتمل آئے جن کے تفصیلی جوابات خاکسار نے بھجوائے اور لٹریچر کی ترسیل نیز خطوط کے ذریعہ وہاں بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔"

(الفضل ۲۳۔اخاء/اکتوبر ۱۳۳۷ھش / ۱۹۵۸ء)

وی آنا میں خدا کے فضل سے ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہو چکی ہے۔ اپریل میں ایک خاندان نے بیعت کی۔ جون میں ایک اور خاتون نے۔ اِس خاتون کے خاوند ڈاکٹر خالد رسیڈلر چند سال سے احمدیت قبول کر چکے ہیں۔

مورخہ ۱۴ جون کو خاکسار آسٹریا کے فیڈرل صدر DR. ADOLF SCHARB سے اُن کے ایوانِ خاص میں ملاقات کے لئے گیا۔ اس موقعہ پر ان کی خدمت میں قرآن کریم کا ایک نسخہ پیش کیا گیا۔ گفتگو کے دَوران میں صدرِ محترم نے خود ہی اِس امر کا اعتراف کیا کہ مسلمانوں نے اپنے زمانۂ اقتدار میں عیسائی حکومتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ رواداری کا نمونہ دکھایا ہے۔ اس سے ایک روز قبل خاکسار نے وی آنا کے صدر بلدیہ HERN FRANZ JONAS کو بھی ایک نسخہ قرآن کریم کا بطور تحفہ پیش کیا۔ وی آنا کے ایک اخبار میں ایک نوٹ شائع کرایا گیا تا اسلام سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاکسار سے مل کر مزید معلومات حاصل کریں۔ ایک روز ایک چھوٹے سے گروپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور لٹریچر تقسیم کرنے کا موقع ملا۔ وی آنا میں ہی خاکسار ایک لیکچروں کی انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر سے ملا اور اسلام پر تقاریر کا انتظام کروایا۔ آسٹریا کے دَورہ کی خبر یونائیٹڈ پریس آسٹرین پریس ایجنسی، رائٹر اور وی آنا کے اخبارات کو دی گئی۔[۱]

دوسرا دَورہ :-

"آسٹریا کے دَورہ کے سلسلہ میں مورخہ ۹ اکتوبر کو ایک جگہ HOLLABRUNN میں پبلک یونیورسٹی میں خاکسار کا لیکچر "اسلام کی رُوحانی دُنیا" کے موضوع پر ہُوا۔ حاضری بہت خوش کُن تھی اور سامعین نے یہ مفصل لیکچر بہت شوق اور توجہ کے ساتھ سُنا۔ مورخہ ۱۳ اکتوبر کو وی آنا میں ایک لیکچر "اسلام اور نبیٔ اسلام" کے موضوع پر ہُوا۔ اِس کے بعد اسلام پر ایک اور لیکچر وی آنا میں مورخہ ۲۰ اکتوبر کو ہُوا۔ بعد میں سامعین کو اُن کی خواہش پر لٹریچر پیش کیا گیا۔ اِس سفر کے دَوران میں خاکسار نے سالزبرگ، وی آنا، ہولابرن اور گراز میں مختلف اداروں سے ملاقاتیں کر کے آئندہ لیکچروں کا اجمالی پروگرام طے کیا۔ وی آنا

---

[۱] الفضل ۲۵ ظہور / اگست ۱۳۳۹ ہش / ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۔

کے احمدی افراد سے متعدد ملاقاتیں انفرادی اور اجتماعی رنگ میں کی گئیں تبلیغ کے کام کو وسعت دینے کے ذرائع پر غور کیا گیا۔ وہیں ایک آسٹرین نو مسلم میاں بیوی کا نکاح ان کی خواہش پر اسلامی طریق پر بھی پڑھا گیا۔ اُن کی شادی قبولِ اسلام سے پہلے کی ہے۔

دسمبر ۱۹۶۰ء میں شہر آنزبرگ کی یونیورسٹی میں دو لیکچروں کا انتظام تھا جن کا اعلان علاوہ اخبارات کے ریڈیو کے ذریعہ بھی کیا گیا۔ اکتوبر والے لیکچروں کا اعلان بھی پوسٹروں اور ریڈیو کے ذریعہ ہوا تھا۔۔۔ مورخہ ۶ر دسمبر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ نیز تعلیم الاسلام پر ایک تقریر ہوئی۔ بعد میں بعض سامعین نے علیحدہ مل کر مزید سوالات کے ذریعہ معلومات حاصل کیں۔" [1]

احمدیہ گزٹ کا اجراء

ملک میں قبولِ اسلام کرنے والوں کی تعداد جب بتدریج بڑھنے لگی تو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ سوئیس احمدیوں کی دینی و رُوحانی تربیت، مرکز اور مشن سے مضبوط رابطہ اور تعلق پیدا کرنے اور ان کے سامنے جماعت کے مالی جہاد کی تحریکات رکھنے کے لئے ایک مخصوص پرچہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ شیخ ناصر احمد صاحب نے اِس اہم ضرورت کی تکمیل کے لئے ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء کے شروع سے "احمدیہ گزٹ" جاری کیا جس سے نہ صرف نئے مسلمانوں کی تربیت و اصلاح میں بھاری مدد ملی بلکہ رسالہ "اسلام" کے صفحات پر جو دباؤ قلّتِ حجم کے باعث تھا وہ بھی کم ہو گیا۔ [2]

زیورچ میں تعمیرِ مسجد کیلئے قطعہ زمین کا حصول

مغربی ممالک میں اشاعتِ اسلام کا بہترین ذریعہ مسجد کا قیام ہے کیونکہ یہ اسلام کے رُوحانی انقلاب اور آسمانی نوبت خانے کا علامتی نشان ہونے کے علاوہ اسلامی درسگاہ بھی ہے اور خدائے واحد کی عبادت کا مرکز بھی۔ جناب شیخ ناصر احمد صاحب مسجد کی اس خصوصی اہمیّت سے بخوبی واقف تھے اور شروع ہی سے دِلی تڑپ رکھتے تھے کہ سوئٹزرلینڈ میں اسلام کی پنجوقتہ منادی کے لئے جلد سے جلد مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ اِس غرض سے شیخ صاحب نے ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء کے وسط اوّل میں سب سے پہلے شہر کے میئر سے ملاقات کی بعد ازاں دوسرے مقامی حکام سے متعدد بار مِل کر موزوں قطعہ زمین کے حصول کی کوشش کی۔ آخر ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء کی شبانہ روز جدّوجہد کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے معجزانہ طور

---

[1] الفضل ۱۲ر شہادت/اپریل ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صفحہ ۳۔ [2] الفضل ۲۰ر شہادت/اپریل ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صفحہ ۴۔

پر مدد فرمائی اور نہایت نامساعد حالات میں ایک گرجا گھر کے سامنے نہایت باموقع قطعہ زمین کا انتظام ہو گیا[1] قطعہ زمین کے انتظامات کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد ماہِ شہادت/اپریل ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء میں بلڈنگ پرمٹ کی درخواست دی گئی جو تعمیر کے پروگرام میں مشکل ترین مرحلہ تھا۔ یہ مرحلہ کس طرح طے ہوا؟ اس کی تفصیل شیخ صاحب موصوف کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"پہلے ایک اعلان گزٹ میں شائع ہوتا ہے تا اعتراض کرنے والے اپنے اعتراض کورٹ میں پیش کریں اس کے بعد ایک محکمہ سے دوسرے محکمہ میں فائلیں جاتی اور باریک نکتہ چینی اور جرح قدح ہوتی ہے جس پر کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔ استثنائی حالات میں معاملہ بالائی حکومت کے پاس بھی جاتا ہے۔ خاکسار نے ہر مرحلہ پر اپنی درخواست کا جائزہ لیا اور قدم قدم پر افسران سے ملا۔ آرکیٹیکٹوں، کارپوریشن کے محکمہ جائداد والوں، تعمیر کے محکمہ کے افسران بغرض ہر قسم کے اراکین کے ساتھ قدم قدم پر تعلق قائم رکھا معاہدہ کی رُو سے مسجد کی تعمیر کا کام دسمبر (۱۹۶۰ء) تک ایک خاص مرحلہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔۔۔ ایک مرحلہ پر چرچ والوں نے بھی مداخلت کی اور حکومت کو لکھا کہ ان لوگوں کو مسجد نہ بنانے دی جائے کیونکہ اسی جگہ ایک چرچ بھی ہے حکومت نے چرچ کی اس درخواست کو ردّ کر دیا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بالخصوص اعلیٰ حکام سے مفید رنگ میں ملنے کی توفیق ملی اور چرچ کی مخالفت بے ثمر رہی۔"[2]

قطعہ زمین پر کھدائی اور دُعا

جس طرح قطعہ زمین کے حصول کی سعادت محترم جناب شیخ ناصر احمد صاحب کے حصہ میں آئی اسی طرح اس پر تعمیر مسجد کے جملہ انتظامات سوئٹزرلینڈ مشن کے دوسرے انچارج اور مجاہد تحریکِ جدید محترم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کی زیرِ نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچے جو مرکز کے حکم سے ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء کے آغاز میں لنڈن سے سوئٹزرلینڈ تشریف لے گئے اور وہاں اب تک خدماتِ دینیہ بجا لا رہے ہیں۔ چوہدری صاحب نے ۱۳؍ وفا/جولائی ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء کو بُل ڈوزر کے ذریعہ کھدائی کا کام شروع کرایا۔ کھدائی سے پہلے جماعتِ احمدیہ زیورچ نے اجتماعی دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ مسجد کی تعمیر کو بابرکت فرمائے اور یہ سوئٹزرلینڈ میں اشاعت و غلبۂ اسلام کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہو۔[3]

---

[1] الفضل ۲۷؍ وفا/جولائی ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء و ۱۵؍ ہجرت/مئی ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء؛ [2] الفضل ۲۵؍ ظہور/اگست ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء صفحہ ۳؛ [3] الفضل ۵؍ ظہور/اگست ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء صفحہ ۱؛

اخراجات کے تعلق میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا فوری اقدام

چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اخراجاتِ مسجد کے تعلق میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے فوری اقدام کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"وکیل التبشیر ہونے کے باعث تمام مشنوں سے طبعًا ایک گہرا رابطہ ہے لیکن اس مسجد محمود کے ساتھ تو آپ کا ایک خاص تعلق ہے وہ یہ کہ زیورک میں تعمیر کے بلند معیار کے تقاضا کے باعث ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی اور پھر زرِ مبادلہ کا سوال تھا۔ حکومتِ پاکستان سے نصف سے بھی کم رقم کا زرِ مبادلہ ملا۔ بقیہ رقم بیرونی ممالک سے جہاں زرِ مبادلہ کی پابندی نہیں، مہیا ہونی تھی۔ مرکزی عظیم ذمہ داریوں کے پیشِ نظر یہ بوجھ اتنا زیادہ محسوس ہوتا تھا کہ خود مجھے اس پر اصرار کی ہمت نہ تھی۔

خوش نصیبی سے اِس شعبہ کے انچارج محترم میاں صاحب تھے انہیں غیر معمولی جرأت اور توکل حاصل تھا۔ محترم میاں صاحب کی منظوری کا تار ملا جس کے بعد گرامی نامہ مورخہ ۲۵ جولائی کو ملا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"مسجد کی تعمیر کے متعلق وکالتِ مال صاف انکاری تھی مجلسِ تحریک ذمہ داری لینے کو تیار نہ تھی مَیں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے خود فیصلہ کردیا۔ خدا تعالیٰ سامان بھی پیدا فرمادے گا۔ ایک شریف انسان بھی دوسرے کے اعتماد کو ضائع نہیں کرتا تو پھر وہ قادرِ کامل اپنے پر کئے گئے اعتماد کو کیسے ضائع کرے گا اِس لئے مجھے تو کامل یقین ہے کہ سب راہیں آسان ہوجائیں گی۔ گو اِس وقت کوئی رستہ نظر نہیں آتا لیکن لُطف بھی اسی میں ہے کہ کامل تاریکی سے انسان کامل روشنی میں آجائے۔ اَب آپ اللہ کا نام لے کر بنیادیں رکھیں"۔ [1]

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے دستِ مبارک سے سوئٹزرلینڈ کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد

۲۵ ظہور/اگست ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء کو سوئٹزرلینڈ کی اِس پہلی یادگار مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُخترِ نیک اختر حضرت سیدہ امۃ الحفیظ

---

[1] الفضل ۲۴ وفا/جولائی ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء صفحہ ۳

بیگم صاحبہ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور دُعا فرمائی۔ اِس مقدّس تقریب کے ایمان افروز کوائف و احوال مجاہدِ اسلام سوئٹزرلینڈ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کے قلم سے لکھے جاتے ہیں:۔

"دُنیا میں بے شک تقدیر اور تدبیر دونوں الٰہی قانون جاری ہیں لیکن مجھے اپنی زندگی میں تقدیر اِس طرح تدبیر پر حاوی نظر آئی ہے گویا تدبیر کا وجود ہی نہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں مبلّغ مقرر کئے جانے کا خیال میرے دماغ کے کسی گوشے میں بھی نہیں آسکتا تھا لیکن تقدیر یہاں پر لے آئی۔ اور پھر وہم میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبشّر اولاد میں سے کسی کے ہاتھوں مسجد زیورک کا سنگِ بنیاد رکھا جائے گا۔ غیر متوقع طور پر حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے دستِ مبارک سے اِس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا جانا محض تقدیرِ الٰہی کا ایک کرشمہ ہے۔

عاجز نے یہاں سخت نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے یہ کام شروع کیا اور جُملہ مراحل یکے بعد دیگرے محض اس کے کرم سے سرانجام پا گئے حتّٰی کہ مسجد کے پلاٹ پر کام شروع کرنے کا دن آگیا۔ مَیں نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر سے درخواست کی تھی کہ وہ خود سنگِ بُنیاد کے لئے تشریف لاویں لیکن اُنہوں نے جواب دیا کہ میرے لئے امسال یورپ آنا ممکن نہیں آپ خود ہی بنیاد رکھ لیں۔ مَیں نے پھر اپنی اِس شدید خواہش کا اظہار کیا کہ مسجد کی بنیاد ایسے ہاتھوں سے رکھی جائے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دوہرا تعلق ہو۔ نہ صرف یہ کہ وہ سلسلہ کا خادم ہو بلکہ جسمانی طور پر بھی حضورؑ کے برگ و بار میں سے ہو۔ سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت قریب آرہا تھا کوئی انتظام نہ ہونے کے باوجود قلب کو اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی جناب سے سامان پیدا کر دے گا۔

اچانک ایک دن محترم امام صاحب مسجد لنڈن چوہدری رحمت خان صاحب کا مکتوبِ گرامی آیا جس میں حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی تشریف آوری کا ذکر تھا۔ یہ خبر اتنی غیر متوقع اور خوشکن تھی کہ اِس کے سچّا ہونے پر یقین نہ آتا تھا۔ مَیں نے یہ خط اہلیہ ام کو دیا اُنہوں نے بھی پڑھ کر تعجب کا اظہار کیا۔ خاکسار نے حضرت بیگم صاحبہ کی خدمت میں بذریعہ تار یورپ تشریف آوری پر خوش آمدید عرض کیا اور مسجد زیورک کا سنگِ بنیاد رکھنے کی درخواست

کی آپ نے کمال شفقت سے اسے منظور فرمایا اور تحریر فرمایا کہ وہ اسے بڑی سعادت سمجھتی ہیں۔

مَیں نے سوئٹزرلینڈ کے تمام احمدی احباب سے جن میں سے اکثر زیورک سے باہر رہتے ہیں رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ اِس تقریب میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ آسٹریا کے احمدیوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ اخبارات اور نیوز ایجنسیوں سے بھی رابطہ قائم کیا۔ پھر اپنی جماعت کے احباب کے علاوہ زیورک یا اس کے نواح میں مقیم مختلف ممالک کے مسلمانوں کو بھی اِس تاریخی تقریب میں مدعو کیا۔ اِس موقعہ پر پریس کے لئے جرمن زبان میں ایک تفصیلی بیان تیار کیا گیا۔ اِس دَوران حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہٗ اور محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے پیغامات بھی موصول ہو گئے، ان کا بھی جرمن ترجمہ تیار کروایا گیا۔

حضرت بیگم صاحبہ ممدوحہ حسبِ پروگرام مورخہ ۲۴؍اگست بروز جمعہ پونے بارہ بجے ڈنمارک سے محترمہ صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ کے ہمراہ تشریف لائیں۔ ہوائی اڈّہ پر صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب معہ بیگم صاحبہ بھی موجود تھے جو ایک دن قبل ہمبرگ پہنچ گئے تھے۔ ائرپورٹ پر پُرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق اسی روز دوؔ بجے ایک نیوز ایجنسی نے ایک خاتون کو ٹیپ ریکارڈر کے ساتھ حضرت بیگم صاحبہ کا انٹرویو ریکارڈ کرنے کے لئے بھجوایا۔ حضرت بیگم صاحبہ سے اس خاتون نے مختلف سوالات کئے اور حضرت بیگم صاحبہ کی زبانِ مبارک سے جواب ریکارڈ کرنے کے بعد عزیزہ امۃ المجید بنت چوہدری عبداللطیف صاحب امام مسجد ہمبرگ نے اس کا جرمن ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی ریکارڈ کیا گیا۔

حضرت بیگم صاحبہ نے اپنے بیان کے آخر میں فرمایا کہ سوئس لوگوں کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ وہ اسلام کا مطالعہ کریں اور ہمارے مبلغ مشتاق احمد صاحب باجوہ سے رابطہ پیدا کرکے لٹریچر حاصل کریں۔ اس کی اوّلین سعادت نیوز ایجنسی کے مینیجر کو حاصل ہوئی اس نے فوراً فون کیا کہ مَیں لٹریچر دیکھنا چاہتا ہوں مجھے بھجوایا جائے۔ چنانچہ بذریعہ ڈاک اسے لٹریچر بھجوایا گیا۔ حضرت بیگم صاحبہ کا یہ انٹرویو زیورک کے ایک اخبار میں من وعن شائع ہوا۔

۲۵؍اگست کو ساڑھے دسؔ بجے صبح مسجد کی بنیاد کا وقت مقرر تھا۔ صبح اُٹھے تو مطلع ابرآلود تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ خاکسار صبح ہی وہاں پہنچ گیا کیونکہ بعض دوست جو

باہر سے آرہے تھے ان سے مسجد کے قریبی ایک ریسٹوران میں ہی ملاقات کرنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خاکسار بعض احباب و خواتین کے ہمراہ پلاٹ پر مہمانوں کا منتظر تھا کہ بارش میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ اِس اثناء میں حضرت بیگم صاحبہ کے ریسٹوران میں تشریف لے آنے کی اطلاع موصول ہوئی۔ اَب کافی دوست جمع ہو چکے تھے۔ برادرم چوہدری عبداللطیف صاحب بھی ہمبرگ سے پہنچ گئے تھے آپ کی بڑی خواہش تھی کہ اِس مُبارک تقریب میں شریک ہوں۔ حضرت بیگم صاحبہ کی خدمت میں درخواست بھجوائی گئی کہ اَب تشریف لے آویں۔ چند منٹ میں آپ کی کار آ گئی۔ خاکسار نے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا۔ حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی محترمہ صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ، محترمہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب، عزیزہ امۃ المجید اور اہلیہ ام کی معیت میں اُترے۔ یہ نظارہ سوئس آنکھوں کے لئے عجیب تھا۔ پریس فوٹوگرافروں کے کیمرے حرکت میں آ گئے۔ سب سے پہلے جماعتِ احمدیہ سوئٹزرلینڈ کی طرف سے السلام علیکم اور خوش آمدید عرض کرنے کے لئے ہماری نومسلم بہن مس فاطمہ ہولٹزشو آگے بڑھیں اور ان سے مصافحہ کے بعد پھول پیش کئے۔ ان کے ساتھ دوسری نومسلم بہن مس جمیلہ سوسترنک تھی۔ حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی دونوں کے ہمراہ سٹیج کی طرف تشریف لے گئیں چند منٹ وہاں خواتین کے ساتھ ٹھہرنے کے بعد خاص طور پر تیار شُدہ سیڑھیوں کے ذریعے نیچے بنیاد کی جگہ پر تشریف لے گئیں۔ خاکسار آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک بالٹی میں سیمنٹ رکھا تھا۔ مَیں نے آپکی خدمت میں مسجد مبارک کی وہ اینٹ جو سیّدنا حضرت امیرالمومنین اطال اللہ بقاءہ واطلع شموس طالعہ سے دعا کے بعد ربوہ سے بھجوائی گئی ہوئی تھی پیش کی آپ نے اس پر سیمنٹ لگایا اور دعا کے ساتھ بنیاد میں رکھ دی پھر اس کے اُوپر تھوڑا سا سیمنٹ لگایا۔ خاکسار نے اس کے بعد مزید پلستر لگا کر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی لختِ جگر اور مبشرہ صاحبزادی کے دستِ مبارک کی رکھی ہوئی بنیاد کو محفوظ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت بیگم صاحبہ سیڑھیوں پر سے ہوتی ہوئی اُوپر سٹیج پر تشریف لائیں۔ خاکسار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادِ کعبہ کے موقع کی دعائیں تلاوت کیں۔ سوئس ریڈیو کا نمائندہ اِس کارروائی کو ریکارڈ کرنے کے لئے آیا ہوا تھا اُس نے اپنا مائیک میرے سامنے رکھ دیا۔ ہمارے نومسلم بھائی مسٹر

رفیق چانن نے جو اِس تقریب کے لئے لمبا سفر کر کے آئے تھے اُن کا جرمن ترجمہ پڑھ کر سُنایا۔ حضرت بیگم صاحبہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دعا فرمائی اور پھر برادرم چوھدری عبد اللطیف صاحب نے اس کا جرمن ترجمہ سُنایا اور آخر میں خاکسار نے حضرت بیگم صاحبہ اور حاضرین سمیت ہاتھ اُٹھا کو لمبی دعا کی اِس طرح یہ تاریخی تقریب انجام پذیر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب قدرت تھی کہ حضرت بیگم صاحبہ کی آمد سے قبل بارش ہو رہی تھی لیکن اس تقریب کے آغاز کے ساتھ ہی بارش بالکل رُک گئی۔ حضرت بیگم صاحبہ اپنے قافلہ سمیت مشن ہاؤس تشریف لے گئیں اور باقی احباب و خواتین جن میں سوئٹزرلینڈ اور آسٹریا کے احمدی بہن بھائیوں کے علاوہ مختلف ممالک کے مسلمان بھی موجود تھے، ریستوران میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر ریڈیو کے نمائندہ نے بعض سوالات دریافت کئے برادرم لطیف صاحب نے ان کے جوابات ریکارڈ کروائے۔

مسجد کے پلاٹ کے ساتھ جلد سازی کی ایک بہت بڑی فرم کا کارخانہ ہے اس کے ڈائریکٹر نے ۲۲۔ اگست کو جب خاکسار انجینئروں کے ہمراہ پلاٹ پر بنیاد کی سکیم طے کر رہا تھا آ کر ملاقات کی اور ہمیں خوش آمدید کہا اور اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اس کے علاوہ اس نے ایک خوبصورت جلدی البم تیار کروایا اس البم کو اس تاریخی تقریب میں شریک ہونے والے احباب و خواتین کی یاد محفوظ رکھنے کے لئے دستخطوں کے واسطے استعمال کیا گیا۔

۲۵۔ کی شام کو جب ریڈیو نے ہماری اِس مسجد کے افتتاح کی خبر نشر کی تو اس کے ساتھ ہی ایک پادری کا مسجد کے بارہ میں تبصرہ بھی براڈ کاسٹ کیا گیا۔ ایک نو مسلم خاتون نے اِس بارہ میں اپنا تأثر دیتے ہوئے بتایا کہ اس پادری کی آواز کی لرزش سے اس کی سراسیمگی ہویدا تھی۔ اس نے کہا کہ مَیں یہ نہیں سمجھ سکا کہ عین گرجا کے سامنے کیوں مسجد بنائی جا رہی ہے!

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر ہے جس میں کسی انسانی تدبیر کا دخل نہ تھا۔ اتفاق سے ہمیں مسجد کے لئے پلاٹ ایسی جگہ ملا ہے جو عین گرجا کے سامنے ہے۔ مسجد خدائے واحد کا گھر ہے اور اس سے پانچوں وقت اس کی توحید کی منادی ہوتی ہے۔ اسکے بالمقابل مسیحی گرجا تثلیث کا مرکز ہے۔ اِن کے ایک دوسرے کے مقابل پر ہونے

سے تصویری زبان میں توحید و تثلیث کے مقابلہ کا اظہار ہے اور یہی چیز ہے جس کو سوئٹزرلینڈ میں فطری طور پر محسوس کیا جا رہا ہے۔ یہاں کے لوگوں کے سوالات اُن کے اِس احساس کے آئینہ دار ہیں۔"

سوئس پریس نے اِس واقعہ کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک جرمن۔ فرنچ اور اطالوی زبان کے اخبارات نے یہ خبر شائع کی۔ بعض نے تبصرہ بھی کیا ہے اور بعض نے مضمون لکھے ہیں۔ بعض اخبارات نے تقریب کی تصاویر شائع کی ہیں اِس وقت تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۱۷ ایسے اخبارات یا اُن کے تراشے موصول ہو چکے ہیں جن میں یہ خبر شائع ہوئی ہے، الحمدللہ۔

پریس کے نقطۂ نظر سے سوئس کے لئے اِس خبر کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ اخبار ٹسرشر (ZURCHERWOCHE) نے جو زیورک کا اپنی تعداد اور اثر کے لحاظ سے بہت وقیع ۴۴ صفحات کا ہفت روزہ ہے، ۲۸ راگست کو اِس بناء پر میرا انٹرویو لیا کہ مسجد کے باعث لوگوں میں اسلام اور جماعت کے متعلق کوائف معلوم کرنے کی جستجو پیدا ہو گئی ہے۔ یہ انٹرویو ۳۱ راگست کے پرچہ میں شائع ہوا۔ یہ اخبار ہر ہفتہ نیا پرچہ شائع ہونے پر پوسٹر شائع کرتا ہے جس میں اِس ہفتہ کے پرچہ کے اہم مضامین کے عنوان دیئے ہوئے ہوتے ہیں تا لوگوں میں اس کو خریدنے کے لئے کشش پیدا ہو۔ یہ پوسٹر تمام ٹراموں اور بسوں میں لٹک رہا ہوتا ہے اور اس اخبار کے بیچنے والے ایجنٹ اپنی دکانوں کے باہر نمایاں جگہ پر اسے لگاتے ہیں۔

۳۱ راگست کو یہ پوسٹر زیورک میں تمام جگہوں پر ایک ہفتہ کے لئے لگا دیا گیا۔ اِس پوسٹر کا پہلا جلی عنوان یہ تھا " زیورک میں مسجد کیوں ؟"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولادمیں سے ایک کے اِس موقعہ پر لمبا سفر کر کے سوئٹزرلینڈ میں پہنچ جانا اور اپنے دستِ مبارک سے یورپ کے اِس امیر ترین اور حسین ترین خطّہ میں جسے بعض قلبِ یورپ کہتے ہیں مسجد کی بنیاد رکھنا زیورک یا سوئٹزرلینڈ کے عوام کے لئے ہی نہیں بلکہ جماعتِ احمدیہ کے لئے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم نہ

صرف مسجد کی اِس اینٹ و کنکریٹ کی عمارت کو شایانِ شان طریق پر مکمل کریں اور فرش کریں بلکہ اس کو ہمیشہ نمازیوں سے آباد رکھیں اور اسے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے ایک مؤثر مرکز کے طور پر قائم رکھنے کی سعی کریں جس کے لئے طویل اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔

حضرت بیگم صاحبہ ممدوحہ نے اپنے ایک نوٹ میں تحریر فرمایا۔

"... بنیاد کے تعلق کی بناء پر کچھ ایسی ذمہ داری محسوس ہو رہی ہے جیسے میرے ہی کاندھوں پر بوجھ ہے۔"

جو ذمہ داری ہمارے پیارے آقا کی صاحبزادی پر بنیاد رکھنے سے عائد ہوئی ہے ہم سب احمدی اپنے آقا سے تعلق کی نسبت سے اس میں شریک ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اِس سے باحسن عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین!

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ نے بہت نکتہ سنج طبیعت بخشی ہے آپ نے اِس موقعہ پر یہ دُعا تحریر فرمائی ہے:۔

"اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عزیزہ امۃ الحفیظ بیگم کے سنگِ بنیاد رکھنے کو مبارک اور مثمر ثمراتِ حسنہ کرے اور ہمشیرہ کے نام کی طرح اِس مسجد کو یورپ کے اِس علاقہ کے لئے حفاظت کا قلعہ بنا دے۔ آمین"

حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی اپنے ایک مکتوب میں لنڈن سے تحریر فرماتی ہیں:۔

"مجھے بے حد خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اِس مسجد کو شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ورنہ مبلغ تو اِس ملک میں عرصہ دراز سے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص احسان ہے۔ میری دعا ہے کہ آپ ہی کے ہاتھوں سے یہ پایۂ تکمیل کو پہنچے اور اس کا افتتاح بنیاد کے موقعہ سے بھی شاندار اور خوشی کا موجب ہو میں تو یہ دعا کر رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ سیّدنا بھائی صاحب ہی کو کامل صحت عطا فرمائے اور رسمِ افتتاح اُن کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے اگر ایسا ہو جائے تو آپ کی خوش نصیبی قابلِ رشک ہو گی۔"

حضرت بیگم صاحبہ کے قلبِ مطہر سے جو دُعا نکلی ہے وہ ہر احمدی کے دل میں درد کی ٹیس پیدا کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دِل میں شدید تڑپ پیدا ہوگئی ہے کہ کاش ایسا ہی ہو اگر اللہ تعالیٰ یہ دن لے آئے تو میری خوش نصیبی میں کیا شُبہ! یہ مُبارک دن ساری دُنیا کے احمدیوں کے لئے ایک مسرت کا دن ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مسیح پاک علیہ السلام کے جگر گوشہ کی یہ پُرسوز دعا، ایک دردمند بہن کی بارگاہِ الہٰی میں پُکار، ایک مخلصہ کے قلب کی صدا جس سے ہر احمدی کے قلب کی صدا ہم آہنگ ہے، سُن لے!

حضور اطال اللہ بقاءہٗ کی ولادتِ باسعادت سے قبل سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد کی دیوار پر محمود لکھا دیکھا تھا۔ بیشک یہ جماعت کی امامت کی پیشگوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس رنگ میں بھی اس کو پُورا کیا کہ سیّدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کو مشرق و مغرب میں جابجا مساجد تعمیر کروانے کی توفیق بخشی۔ گویا اِس لحاظ سے اِن مساجد کی دیوار پر محمود کا نام ہی تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئیوں کے ماتحت اس پسرِ موعود، اِس اولوالعزم امام کو مراکزِ تثلیث میں خدائے واحد کے نام کی مُنادی کے لئے مساجد بنانے اور رُوحانی لحاظ سے ایک وسیع عالمی نظام قائم کرنے کی توفیق بخشی ہے اب وہ خدائے قدیر اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے حضور کی آنکھوں کے سامنے پروان چڑھنا بھی دکھائے۔ کامل صحت بخشے اور صحت و عافیت کے ساتھ لمبی کامیاب بامُراد عمر دے تا نہ صرف یورپ کی مسجد میں آپ کی تلاوتِ قرآن پاک گونج پیدا کرے بلکہ یورپ اور دُنیا بھر میں ان مقدس ہونٹوں سے نکلی ہوئی تلاوت دیر تک گونج پیدا کرتی رہے۔ آمین۔" [1]

چندہ مسجد کیلئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پُرزور اور مؤثر تحریک

مسجد سوئٹزرلینڈ کی تعمیر میں دُنیا بھر کے احمدیوں نے اپنی گزشتہ روایات کے مطابق سرگرم حصّہ لیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مکتوب گرامی میں جو آپ نے ۱۶ تبوک/ستمبر ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء کو وکیل المال کے نام رقم فرمایا چندہ مسجد میں حصّہ لینے کے لئے ایک پُرزور اور مؤثر تحریک فرمائی چنانچہ آپ نے لکھا:۔

---

[1] الفضل ۲۸ تبوک/ستمبر ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء صفحہ ۳-۴۔

"الحمد للہ کہ جماعتِ احمدیہ کے دوست اِس مبارک تحریک میں دِل کھول کر حصہ لے رہے ہیں در اصل یہ مسجد لندن کی مسجد کے بعد یورپ کی مسجدوں میں ایک خاص امتیاز رکھتی ہے کیونکہ ایک تو یہ مسجد یورپ کے وسطی ملک میں واقع ہے جس کا چاروں طرف اثر پڑتا ہے اور دوسرے یہ مسجد ایک ایسے ملک میں بنائی جارہی ہے جو عرصہ دراز سے امن کا گہوارہ رہا ہے پس درحقیقت یہ مسجد نہ صرف ہماری بڑی دعاؤں کی مستحق ہے بلکہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی امداد کے لئے دِل کھول کر چندہ دیا جائے۔" [1]

سوئٹزرلینڈ کے عیسائی چرچ کا ردِ عمل

سوئٹزرلینڈ کے پادری جو مبلغِ اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں خصوصاً جرمن ترجمہ قرآن کے باعث سخت پریشان ہو رہے تھے مسجد کے سنگِ بنیاد پر اور بھی مشوش ہو گئے۔ عیسائی چرچ کا خانہ خدا کی تاسیس پر کیا ردِ عمل تھا اُس کا اندازہ سوئٹزرلینڈ کے مشہور عیسائی اخبار SCHWEIZER EVANGELIST (۷ر اکتوبر ۱۹۶۲ء) کے درج ذیل نوٹ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:-

"ہمیں ایک اعلان کے ذریعہ پتہ چلا ہے کہ حال ہی میں مختلف یورپی ممالک میں ۳۷ مقامی باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اِن میں سے اکثر نومسلم سکنڈے نیوین ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ہم اُن تمام مساجد کو مدِ نظر رکھ کر جو گزشتہ سالوں میں یورپ کے ان عیسائی ممالک میں تعمیر ہوئی ہیں دیکھیں تو نومسلموں کی یہ تعداد بہت تھوڑی ہے جرمنی میں تعمیر شدہ اور زیرِ تعمیر مساجد کی مجموعی تعداد سات ہے۔ لندن، دی ہیگ اور ہلسنکی میں بھی مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورک میں بھی ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا ہے۔

اِن مساجد میں سے اکثر مساجد گزشتہ تین سال کے عرصہ میں ہی تعمیر ہوئی ہیں یا اُنہیں تعمیر کرنے کی تجویز منصّہ شہود پر آئی ہے۔ یہ مساجد اِس امر کی آئینہ دار ہیں کہ یورپ میں اسلامی مِشنوں کا ایک جال پھیلایا جا رہا ہے۔ اِن مِشنوں کے قائم کرنے والے مسلمانوں کے صفِ اوّل کے دو بڑے گروہوں یعنی شیعہ اور سُنّی فرقوں سے تعلق نہیں رکھتے، ان کا تعلق مسلمانوں

---

[1] الفضل ۲۰ر تبوک رستمبر ۱۳۴۱ھش / ۱۹۶۲ء صفحہ ۱

کی ایک ایسی جماعت سے ہے جنہیں بالعموم "بدعتی" سمجھا جاتا ہے۔ اس جماعت کا نام جماعتِ احمدیہ ہے۔ یورپ کی اکثر مساجد اِس جماعت نے ہی تعمیر کی ہیں۔ یہ جماعت آج سے ستر سال قبل برِّصغیر پاک و ہند میں معرضِ وجود میں آئی تھی۔ اِس جماعت کے افراد کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے۔ اِس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ حقیقی اسلام کی علمبردار ہے۔ اپنے اِس دعویٰ کی رُو سے یہ نوعِ انسان کی فلاح اور دُنیا میں امن کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔ احمدیہ تحریک اوّل و آخر ایک مشنری تحریک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہر خاندان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے میں سے کم ازکم ایک فرد ایسا پیش کرے جو تبلیغِ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف رکھے یہ عقل کو اپیل کرنے کی بنیاد پر اپنے مشن بالعموم اسلامی ممالک میں نہیں بلکہ افریقی ممالک میں اور ان میں سے بھی زیادہ تر مغربی افریقہ میں اور پھر یورپ اور امریکہ میں قائم کر رہے ہیں۔

ان کے یورپی مراکز زیورک، لندن اور کوپن ہیگن میں قائم ہیں۔ ان میں سے زیورک کا مرکز وسطی یورپ اور اٹلی کے علاقہ کو کنٹرول کرتا ہے۔ لندن کے مرکز کا رابطہ سارے مغربی یورپ سے ہے اور کوپن ہیگن کے مرکز کے دائرۂ عمل میں شمالی یورپ کا تمام علاقہ شامل ہے۔

اِن اسلامی مشنوں کو اب تک جو کامیابی ہوئی ہے اسے کوئی عظیم یا نمایاں کامیابی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ڈنمارک کا نومسلم گروپ ۴۲ ڈینش مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ کوپن ہیگن میں جو دوسرے مسلمان رہتے ہیں وہ زیادہ تر عرب باشندے ہیں۔ ۱۹۶۰ئ کے دَوران زیورک میں عیسائیوں کے علاوہ دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے صرف ۷۵۰ باشندے شمار کئے گئے تھے اُن کا ایک قلیل حصّہ اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ یورپ کی مساجد صرف اِس غرض کے لئے ہی قائم نہیں کی گئی ہیں کہ مسلمان ان میں عبادت کریں بلکہ تبلیغِ اسلام کی ساری مہم اِن مساجد کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ مساجد سے ملحق کلب کے کمرے اور لائبریریاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں تاکہ ان میں جماعت کے افراد باہم مِل کر اپنی مساعی اور سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔۔۔ یورپ کے عیسائی ممالک میں اسلام کے یہ نمائندے بُدھ مت والوں کے برخلاف عیسائیت کا مقابلہ کرنے میں بہت پیش پیش ہیں۔ اِن لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ مسیح کی اصل تعلیم عہد نامہ جدید کے واسطہ سے تحریف کا شکار ہونے کے بعد بدلی ہوئی شکل میں آگے پھیلی ہے۔ یہ مسیح کی صلیبی موت کے

نظریہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اِس طرح سے یہ لوگ بائبل کے مندرجات اور عیسائی معتقدات کے بارہ میں نئی توجیہات پیش کرکے ناقص علم رکھنے والے سامعین اور قارئین کو متأثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جرمن زبان میں ان کی جو مطبوعات شائع ہوئی ہیں اُن میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام میں زمانۂ حال کے جدید مسائل کا پُورا حل موجود ہے اور اسلام ہی انسانی ضرورتوں کے مناسبِ حال وہ اکیلا مذہب ہے جو وسعتِ فکر، تعمیر و ترقی اور آزاد خیالی کا علمبردار ہے۔ اپنے اِس دعویٰ کے ثبوت میں انہیں اسلامی روایات کی نئی تشریح کرنی پڑتی ہے۔ جرمنی میں مسلم طلبہ کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ کسی کا مسلمان ہونا ہر لحاظ سے بہتر اور اعلیٰ و افضل ہے۔ اِسی طرح اُن پر واضح کیا جاتا ہے کہ تقدیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مستقبل میں جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ پہلے سے طے شُدہ ہے اور یہ کہ مستقبل کے بارہ میں ہمیں چنداں فکر پالنے کی ضرورت نہیں۔ تقدیر کا یہ مفہوم ہرگز درست نہیں ہے۔ تقدیر کا عقیدہ نہ صرف یہ کہ سرگرمی اور جدّوجہد سے منع نہیں کرتا بلکہ یہ بذاتِ خود نسبتاً زیادہ سرگرمی اور جدّوجہد کا متحمّل ہے۔

جماعتِ احمدیہ نے قرآن مجید کا جو جرمن ترجمہ شائع کیا ہے اس کے شروع میں ایک دیباچہ بھی درج کیا گیا ہے یہ دیباچہ اپنے مندرجات کی رُو سے بائبل اور عیسائیت کے خلاف ایک بھرپُور حملہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید کے ترجمہ میں الفاظ کے انتخاب کا خاص خیال رکھ کر یورپی دماغوں کو متأثر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اِس لئے اس میں لفظی ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود اُس میں اِس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ عربی زبان ہی ایک ایسی زبان ہے جو گوناگوں اور باریک در باریک معانی و مطالب کے اظہار پر پُوری قدرت رکھتی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر ہم اسلام قبول کریں تو ساتھ ہی ہمیں عرب ثقافت کو بھی قبول کرنا ہوگا۔ اِس لحاظ سے ایک ایسا مسلمان جو عربی نہ جانتا ہو صحیح معنوں میں پُورا مسلمان نہیں بن سکتا۔ اندریں حالات یورپ میں اِن اسلامی مشنوں کا مقصد مُشتبہ اور ناقابلِ یقین نظر آنے لگتا ہے۔ تاہم اگر یہ لوگ افریقہ میں ہی اپنے پاؤں جمانے کی کوشش کریں تو یہ بات قرینِ قیاس ہوتے ہوئے سمجھ میں آسکتی ہے۔" [1]

---

[1] ترجمہ۔ بحوالہ رسالہ "انصار اللہ" ربوہ نبوت/نومبر ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء صفحہ ۴۲ تا ۴۴۔

مسجد کی تکمیل اور اخبارات میں چرچا

یہ مسجد قریباً نو ماہ میں مکمل ہوئی۔ ابھی اس کے مینار[1] بھی پوری طرح نہیں بنے تھے کہ سوئیس اخبارات کی دلچسپی کا خصوصی مرکز بن گئی چنانچہ زیورک کے وقیع روزنامہ NEU ZURCHER-ZEITUNG نے جو نہ صرف سوئٹزرلینڈ میں بلکہ جرمنی اور آسٹریا میں بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے ۱۷؍اپریل ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں گرجا کے خاکستری لیکن بہت اونچے مینار کے ساتھ مسجد کے مینار کی تصویر شائع کی اور اس کے ساتھ حسب ذیل نوٹ بھی سپردِ قلم کیا:-

جب کوئی شخص مختلف دیار و امصار میں سیاحت کے بعد اپنے وطن واپس آتا ہے تو وہ ان چیزوں کو خصوصاً دیکھتا ہے جن سے ہمارے اس شہر کو عظمت حاصل ہوتی ہے اور دیکھنے والے کے سامنے ایک نیا منظر آتا ہے۔ عام خاکستری پتھروں کی عمارتوں کے درمیان۔۔ عین بالگرسٹ (BALGRIST) کے گرجا کے بالمقابل سوئٹزرلینڈ کی اوّلین مسجد کا چھوٹا سا مینار جو تقریباً مکمل ہو چکا ہے سفید چمکتا نظر آتا ہے۔ ایک اجنبی ہمارے گھروں کے اندر گھونسلا بناتا ہے اور ہمیں اس کا احساس ہوتا ہے۔۔۔ (ترجمہ)

زیورک کے اِس اخبار کے علاوہ باژل، برن، باڈن، آراؤ وغیرہ کے جرمن زبان کے اخبارات میں سفید مینار کی تصویر کے ساتھ نوٹ شائع ہوئے۔ ایک تراشہ سے جو آسٹریا کے اخبار کا ہے معلوم ہوتا ہے قریبی ملکوں میں بھی یہ امر دلچسپی کا موجب ہوا۔ فرانسیسی زبان کے جنیوا کے مشہور اخبار ٹربیون نے بھی مینار کی تصویر اپنے نوٹ کے ساتھ شائع کی۔ باژل کے اخبار "NATIONAL-ZEITUNG" مورخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۶۳ء کے نوٹ کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

سوئٹزرلینڈ میں مذہبی آزادی مختلف مذہبی جماعتوں کو پنپنے کا موقع دیتی ہے۔۔ سوئٹزرلینڈ کی پہلی مسجد زیورک میں پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ احمدیہ مشن جس کا مرکز مغربی پاکستان میں ہے اِس مسجد سے اپنے خطبات سُنایا کرے گا۔ ہماری تصویر میں مسجد کا نفیس مینارہ جس کے اوپر ترکی انداز کا ہلال ہے نو رخ مٹرک زیورک پر نظر آرہا ہے۔[2]

مورخہ ۳؍مئی ۱۹۶۳ء کو جب مینار کے علاوہ مسجد کی عمارت پر بھی پینٹ ہو چکا تھا زیورک کے مشہور

---

[1] مسجد سوئٹزرلینڈ کا مینار قریباً ۶۸ فٹ بلند ہے۔ [2] الفضل ۱۷؍ہجرت ؍مئی ۱۳۴۲ھش ؍۱۹۶۳ء صفحہ ۳-۴۔

روزنامہ DIETAT نے بڑے سائز کی تصویر اخبار کے آخری سرورق پر نمایاں طور پر شائع کی اور نیچے لکھا کہ زیورک کی چھتوں کے اُوپر ہلال۔ زیورک میں بالگرسٹ کے محلہ میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی۔[1]

مسجد محمود سوئٹزرلینڈ کا چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب (صدر جنرل اسمبلی) کے ہاتھوں پُرشوکت افتتاح

سیّدنا المصلح الموعود کے عہدِ مبارک کی اِس اہم مسجد کا نام مسجد محمود تجویز کیا گیا اور اس کی شاندار افتتاحی تقریب ۲۲؍احسان/جون ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء کو چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کے ہاتھوں عمل میں آئی جس کی مفصل رُوداد چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ انچارج سوئٹزرلینڈ مشن کے الفاظ میں دی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"ماہ جون کے شروع میں پریس کے نام ایک چار ورقہ چٹھی تیار کر کے بھجوائی گئی جس میں احمدیت کی مختصر تاریخ اس کی عالمگیر علمی و تبلیغی و تربیتی سرگرمیوں کا خاکہ دیا گیا۔ افتتاح کے سلسلہ میں منعقد ہونیوالی تقاریب کے پروگرام میں نمائندگان پریس کو شمولیّت کی دعوت دی گئی، الحمدللہ اِس طریق سے پریس، ریڈیو ٹیلیویژن سب ہماری فعّال جماعت سے متعارف ہوگئے نہ صرف زیورک بلکہ باہر کے بعض اخبارات نے بھی اپنے نوٹوں میں اِس سے استفادہ کیا۔ محترم حافظ قدرت اللہ صاحب کے تعاون سے جرمنی اور ہالینڈ کے پریس کو بھی یہ چٹھی پہنچا دی گئی۔

سوئس ٹیلیویژن نے یہ خواہش کی کہ اِس تقریب سے قبل مسجد محمود کے بارہ میں انہیں فلم تیار کرنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ ۱۸؍جون کو دن کے وقت اور پھر رات کو فلش لائٹ کی روشنی میں کئی گھنٹے لگا کر انہوں نے یہ فلم تیار کی جسے ۱۹؍جون کی شب کو دکھایا گیا۔ احمدیت کی مختصر تاریخ سے تو وہ پہلے ہی واقف ہوگئے تھے لیکن انہیں فوٹو بھی مطلوب تھے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم امیر صاحب جماعتِ احمدیہ کراچی اور خدام الاحمدیہ کراچی کو کہ گزشتہ سال انہوں نے اپنا البم خاکسار کو بھجوا دیا تھا وہ اِس موقعہ پر کام آیا۔ اِس میں سے ٹیلیویژن نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت مصلح الموعود اطال اللہ بقاءہٗ کے فوٹو لئے۔ افتتاح کی خبر کے لحاظ سے محترم چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کے فوٹو کی ضرورت تھی جو آپ کی اسلام کے بارہ میں تازہ شہرۂ آفاق تصنیف کے

---

[1] الفضل ۱۷؍ہجرت/مئی ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء

گردپوش سے ڈھانپا گیا۔ مسجد کی دیوار پر مسجد محمود کے نیچے کلمہ طیبہ کی عبارت اسی طرح سبز دھات کے حروف میں نصب کی گئی ہے۔ یہ کتبہ محترم شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے بڑی محنت سے کم سے کم وقت میں تیار کرا کے بھجوا دیا تھا۔ ۱۸ راگست کو آرٹسٹ اسے چوبی چبوترہ پر کھڑا نصب کر رہا تھا اس مرحلہ پر بعض حروف کی درستی کے لئے مَیں خود چبوترہ پر گیا۔ خود درستی کی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کس کیمرہ کا اِس طرف رُخ ہے لیکن معلوم ہوا کہ یہ منظر بھی فلمایا گیا تھا۔ پس اخبارات اور ٹیلیویژن کے چرچا کے باعث سوئٹزرلینڈ کے لوگوں میں اِس مسجد کے دیکھنے کا اشتیاق اَور بڑھ گیا۔

مورخہ ۲۱ رجون کو ریڈیو نے خواہش کی کہ مَیں ان کے سٹوڈیو میں احمدیت اور مسجد کی تاریخ کے بارہ میں مختصر پیغام ریکارڈ کروادوں تا ۲۲ کو وہ افتتاح کی تقریب کے بارہ میں خبر دیتے ہوئے اسے بھی شامل کر سکیں۔ مَیں نے اس کی تعمیل میں پیغام ریکارڈ کروادیا۔ محترم چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب پراگ سے تشریف لا رہے تھے ایئرپورٹ پر خاکسار، محترم حافظ قدرت اللہ صاحب اور محترم چوہدری عبداللطیف صاحب (مبلغین کے نمائندگان کے طور پر) اور جماعت کے کچھ احباب موجود تھے۔ پریس کے نمائندے اور فوٹوگرافر بھی پہنچ گئے تھے۔ حکومتِ سوئٹزرلینڈ کی طرف سے چیف پراٹوکول موجود تھے۔ اقوامِ متحدہ میں سوئٹزرلینڈ کے مبصر آج کل یہاں رخصت پر ہیں وہ بھی استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کا جہاز تقریباً پونے ایک بجے اترا۔ آپ رُوس اور مشرقی یورپ کے ایک لمبے سفر سے واپس آرہے تھے مگر آپ کے چہرہ پر تکان کے اثرات نہ تھے حسبِ معمول ہشاش بشاش تھے۔ آپ جب مشن ہاؤس پہنچے تو احباب باہر استقبال کے لئے منتظر تھے۔

محترم چوہدری صاحب اڑھائی بجے پریس کانفرنس میں تشریف لائے جو مشن کے دفتر کے کمرہ میں منعقد ہو رہی تھی۔ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بین الاقوامی پریس ایجنسیوں، سوئس پریس ایجنسیوں، زیورک اور سوئٹزرلینڈ کے دیگر مقامات کے بعض اہم اخبارات کے نمائندے بھی موجود تھے۔ ہم نے مسیحی اخبارات کو بھی دعوت بھجوائی تھی۔ بعض ان کے نمائندے بھی شریک تھے۔ چنانچہ ایک ایسے ہی صاحب نے اپنے ان تأثرات کا اظہار کیا کہ مسجد میں پریس کانفرنس بُلائی گئی تو اتنے لوگ آگئے کہ کھڑے ہونے کے لئے بھی جگہ نہیں لیکن جب چرچ کی طرف سے کانفرنس بُلائی جاتی ہے اُس وقت یہ لوگ توجہ ہی نہیں دیتے۔ محترم چوہدری صاحب نے پریس کے سوالات کے جوابات دیئے۔ مسٹر عبدالسلام میڈیسن اور خاکسار بھی ساتھ موجود

تھے بعض سوالات جو مشن سے تعلق رکھتے تھے اُن کے جوابات خاکسار نے دیئے۔ ریڈیو کے نمائندہ اور ہمارے امام مسجد فرینکفورٹ میاں مسعود احمد صاحب جہلمی نے یہ پریس کانفرنس ٹیپ ریکارڈ کی۔

افتتاح کی تقریب کے لئے تین بجے کا وقت مقرر تھا۔ مختلف ملکوں کے مسلمان کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اپنے احمدی احباب دُور دُور سے آئے ہوئے تھے۔ مبلغینِ یورپ میں سے تین کا ذکر اُوپر کرچکا ہوں ان کے علاوہ محترم چوہدری رحمت خان صاحب امام مسجد لندن، محترم کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغِ سپین، محترم میر مسعود احمد صاحب رئیس التبلیغ سکنڈے نیویا، محترم عبدالسلام میڈسن صاحب مبلغ ڈنمارک، محترم محمود سیف الاسلام ارکسن صاحب مبلغ سویڈن بھی شریکِ تقریب تھے۔ محترم چوہدری عبدالرحمان صاحب واقفِ زندگی بھی تشریف لائے تھے۔ جرمنی سے احمدی مصنف اور جرنلسٹ محمد ایس عبداللہ اپنی بیگم صاحبہ اور بعض جرنلسٹ احباب اور ساربروکن ریڈیو کے نمائندہ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ اسی طرح ایک اَور جرمن خاتون محترمہ وینڈلٹ بھی تشریف لائی تھیں۔

زیورک اور اس کے نواح بلکہ دُور دُور کے شہروں سے جو معززین شریک ہوئے ان کی فہرست طویل ہے۔ ان میں اِس شہر کے پریذیڈنٹ، اس کانٹول کے صدر و سابق صدر، اراکینِ پارلیمنٹ، شہری کونسل کے اراکین، ڈاکٹر صاحبان، سفارتِ طونس اور سفارتِ پاکستان کے فرسٹ سیکرٹری، ڈچ قنصل، برطانوی قنصلیٹ کے نمائندہ، ڈومینکین قنصل وغیرہ ایک کثیر تعداد میں معززین موجود تھے۔ یونیورسٹی اور فیڈرل درس گاہ کے طلبہ کے علاوہ مختلف کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والے مختلف ملکوں کے احباب بھی موجود تھے۔ مسلمان احباب نے میزبانی کے جذبہ کا مظاہرہ کیا اور لیکچر روم کی اکثر نشستیں غیر مسلموں کے لئے خالی کر دی گئیں۔ باہر کے دروازہ سے لے کر اُوپر کی منزل کو آنے والی سیڑھیاں مسجد کے آگے خالی جگہ ہر طرف لوگ موجود تھے۔ لاؤڈ سپیکر کا اہتمام تھا۔

اِس مبارک تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو خاکسار کے قدیمی رفیق کار محترم حافظ قدرت اللہ صاحب نے مخصوص پُر اثر انداز میں فرمائی اس کے بعد خاکسار نے اپنے افتتاحی خطاب میں منجملہ دیگر اُمور کے احمدیت کی مختصر تاریخ اور مصلح موعود کی پیشگوئی بیان کی جو انگریزی اور جرمن دونوں زبانوں میں سائیکلوسٹائل کر کے شائع کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اپنی تقریر پڑھ کر سنائی۔ اس کا جرمن ترجمہ پریس اور پبلک کے پاس تھا اِس لئے غیر زبان میں ہونے

کے باوجود حاضرین کی دلچسپی قائم رہی۔ پھر محترم ڈاکٹر ایمل لانڈالٹ (DR. EMIL LANDOLT) پریذیڈنٹ زیورک مائیکروفون پر تشریف لائے اور ایک دلچسپ تقریر فرمائی جس میں مذہبی آزادی اور جماعتِ احمدیہ کو مسجد کے لئے پلاٹ دیئے جانے کا ذکر فرمایا۔

آخر میں محترم عبدالرشید فوگل (VOGEL) نے سیدنا حضرت امیرالمومنین اطال اللہ بقاءہٗ، حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی، حضرت سیدہ محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کے پیغامات مختصراً پڑھ کر سنائے۔ اسکے بعد مستشرقین انگلستان، ہالینڈ، جرمنی کے پیغامات میں سے اقتباسات پیش کئے۔ تمام پیغامات اپنے اپنے رنگ میں اچھے تھے اور ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان ممالک میں احمدیت کے ذریعے مؤثر رنگ میں اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر منٹگمری واٹ (DR. MONTGAMERY WALT) کا پیغام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی تصنیف کی وجہ سے (دو جلدوں میں سیرت کی تصنیف ہے) عالمِ اسلام میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں، بہت ہی اچھا تھا۔..

آخر میں بعض عمائدینِ حکومت کی طرف سے موصولہ پیغامات پیش کئے گئے۔ مملکتِ لائبیریا کے صدر زیورک تشریف لائے ہوئے تھے خاکسار انہیں ملا اور انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ۲۲ کو انکی روانگی کا پروگرام بن چکا ہے جس کے باعث افتتاح کی تقریب میں شرکت ممکن نہیں ورنہ وہ ضرور شامل ہوتے تاہم وہ اپنا پیغام روانگی سے قبل ضرور بھجوا دیں گے۔ چنانچہ ان کی طرف سے طویل پیغام موصول ہوا جس میں ہمارے مبلغ (محترم مبارک احمد صاحب ساقی) کے کام کا بھی ذکر ہے۔

سیرالیون کے رئیس التبلیغ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے سیرالیون کے نائب وزیراعظم اور وزیر تجارت اور فری ٹاؤن کے میئر کے اِس تقریب کے لئے پیغامات بھجوائے۔ نائیجیریا کے وزیرِ داخلہ نے بھی اپنا پیغام بھیج دیا۔ پیغامات سوائے دو تین کے جو آخر میں موصول ہوئے جرمن زبان میں شائع کر دئے گئے تھے۔ اِس تقریب پر مندرجہ ذیل ملکوں کے مبلغینِ کرام کی طرف سے بھی پیغامات موصول ہوئے:۔

سیرالیون، نائیجیریا، برما، ملایا، سنگاپور، لائبیریا، ٹوگو، ٹانگانیکا، بورنیو، غانا۔

کانو نائیجیریا سے محترم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اور ساؤتھ افریقہ کے ڈاکٹر عمر سلیمان صاحب نے لندن سے اپنے محبت بھرے پیغامات سے نوازا (اِس تقریب کے بعد فجی سے بھی پیغام موصول ہوا۔ اللہ تعالےٰ

سب کو اپنے فضل سے جزائے خیر بخشے۔ آمین)

مسٹر عبدالرشید نوگل کے پیغامات پیش کرنے کے ساتھ تقاریر کا پروگرام ختم ہوا۔ خاکسار نے میٹنگ کے سٹیج پر ہی مسجد محمود کی چابی زیورک کے پریذیڈنٹ محترم ڈاکٹر ایمل لانڈالٹ کو دی کہ وہ اس قصبہ کے میزبان کے جذبہ کے اظہار کے طور پر محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو پیش کریں۔ انہوں نے مائیکروفون پر آکر چند کلمات کے ساتھ چاندی کی طشتری میں یہ چابی محترم چوہدری صاحب کو پیش کی۔ چوہدری صاحب یہ چابی لیتے ہوئے انبوہِ کثیر کے ساتھ مسجد کے دروازہ کی طرف بڑھے اور اللہ کے نام کے ساتھ اس خدا کے گھر کا دروازہ کھولا۔ محترم کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین نے مائیکروفون پر جو بالکونی میں رکھا ہوا تھا پہلی اذان دی۔ محترم چوہدری صاحب نے نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں اور اس طرح مسجد محمود کی تقریبِ افتتاح تکمیل پذیر ہوئی، الحمدللہ۔

اُوپر کی منزل میں مسجد ہے اور نیچے کی منزل میں رہائشی کمرے ہیں۔ افتتاحی تقریب کے بعد مہمانوں کے لئے اکل و شرب کا انتظام تھا۔ برادران و خواتین کی کمروں میں ڈیوٹیاں تقسیم تھیں۔ مبلغینِ کرام بھی اس خدمت میں حصہ لے رہے تھے۔ جگہ کی تنگی اور مہمانوں کی کثرت کے باعث انتظامات میں خاصی دِقت تھی۔ اور پھر بعض چیزیں اپنے طور پر بھی تیار کرنی تھیں۔ تین خواتین نے دن رات کام کیا۔ ان میں سے ایک جس نے حال ہی میں بیعت کی ہے خاکسار کی امداد کے لئے پندرہ دن کی اپنے دفتر سے رخصت حاصل کر لی ہوئی تھی۔ اور ٹائپ، سائیکلوسٹائل، خطوط، پریس سے رابطہ وغیرہ سیکرٹری کا جملہ کام شب و روز محنت سے کیا۔

تمام اُمور کو نہایت خوش اُسلوبی سے سرانجام دیا۔ اِس موقعہ پر میاں مسعود احمد صاحب جہلمی امام مسجد فرینکفورٹ نے مسلسل بہت ہمّت سے کام کیا، جزاکم اللہ۔ محترم چوہدری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی آغازِ کار میں خاکسار کی امداد فرماتے رہے ہیں اور اب افتتاح کے ضمن میں انہوں نے بہت امداد کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی جناب سے جزائے خیر بخشے، آمین۔ ۲۲ جون کو شام چوہدری صاحب اور مبلغینِ کرام کے اعزاز میں ڈنر کا اہتمام تھا جس میں احبابِ جماعت اور بعض دیگر دوست شریک ہوئے۔ ۲۳ جون بروز اتوار صبح نو بجے۔ یورپین مشنز کانفرنس شروع ہوئی۔ محترم چوہدری صاحب نے دُعا اور تقریر سے اس کا افتتاح فرمایا۔

اسی روز ۲ ½ بجے مجلس تقاریر منعقد ہوئی جس میں محترم چوہدری صاحب کی صدارت میں مندرجہ ذیل یورپین احمدی احباب نے تقاریر فرمائیں :-

(۱) مسٹر محمد ایس عبد اللہ جرمنی (۲) مسٹر عبد السلام میڈسن ڈنمارک
(۳) مسٹر رفیق چانن سوئٹزرلینڈ (۴) مسٹر عبد الرشید فوگل سوئٹزرلینڈ

پہلے تین مقررین نے "یورپ میں اسلام کا کردار" کے موضوع پر تقاریر فرمائیں اور علی الترتیب ماضی، حال اور مستقبل کے بارہ میں بیان کیا، چوتھے مقرر نے افریقہ میں اسلام کے موضوع پر تقریر فرمائی محترم چوہدری صاحب کے ریمارکس کے بعد جن کا ترجمہ ساتھ ساتھ محترم چوہدری عبد اللطیف صاحب فرماتے رہے اِس علمی مجلس کا اجلاس ختم ہوا۔

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا جہاز ساڑھے پانچ بجے ائرپورٹ سے روانہ ہونا تھا آپ احباب سے رخصت ہوئے۔ محترم رفیق چانن صاحب لندن اپنی شادی کے لئے جارہے تھے اور چوہدری عبد الرحمٰن صاحب آپ کے اِس سفر میں ہم رکاب تھے خاکسار نے ائرپورٹ پر دِلی شکریہ کے ساتھ الوداع کہا۔

ابھی یورپین مشنز کی کانفرنس کا کام باقی تھا۔ کانفرنس نے متعدد اہم اُمور پر غور کیا اور محترم عبد السلام میڈسن صاحب کارروائی کا ریکارڈ رکھتے رہے اور اس کے اختتام پر رپورٹ تیار کی ....

مورخہ ۲۵ جون اڑھائی بجے دوپہر پریس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شریک ہونے والوں کو تیار کردہ بلیٹن دے دیا گیا اور ساتھ ہی ان کے سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ مسٹر محمود ارکسن نے بڑی توجہ سے ٹائپ کا کام کیا۔ اِسی طرح محترمہ ناصرہ رینڈلٹ نے بھی اِس کام میں امداد فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات میں چرچا کے باعث مسجد محمود کی شہرت دُور و نزدیک پہنچ چکی ہے زائرین کا تانتا بندھ رہا ہے۔ ایک طبقہ میں واقعی حق کی جُستجو کا جذبہ نظر آتا ہے وہ عیسائیت سے مطمئن نہیں، اُن کے قلوب میں صراطِ مستقیم کے لئے تڑپ ہے۔" [۱]

---

[۱] الفضل ۱۸ وفا / جولائی ۱۳۴۲ہش / ۱۹۶۳ء صفحہ ۴-۵

مسجد محمود کے مُلک گیر اثرات و برکات

مسجد محمود کی تعمیر سے ملک میں اسلام اور احمدیت کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی ہے اور اس کے مُلک گیر اثرات و برکات روز بروز نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ اِس سلسلہ میں بعض ممتاز شخصیتوں کے تأثرات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ڈاکٹر محمد عزالدین حسن البانوی نژاد[۱] نے ایک تقریب سعید پر جو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کے اعزاز میں منعقد کی گئی مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار فرمایا:۔

"ساری دُنیا میں احمدیت اسلام کی علمبردار ہے اور اس نے اَب تک بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔ قبل ازیں عثمانی سلطنت کے دَور میں اسلامی دُنیا میں ترکی ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا اور ترکی کی ہر چھوٹی بڑی سفارت کے ساتھ ایک مسلمان عالم ہوتا تھا جو اس مُلک میں مسلمانوں کی ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ بدقسمتی سے پہلی جنگِ عظیم کے بعد یہ دستور عموماً مسلمان حکومتوں نے ترک کر دیا۔ اَب یہ جماعتِ احمدیہ کی بڑی خوبی ہے کہ اس نے پیش قدمی کی اور وہ ہر جگہ اسلام کے مراکز قائم کر رہی ہے۔ بہت سے ممالک میں مسلمان اقلیتوں کے لئے یہ مساعی بہت خوش کُن ہے۔ زیورک میں اِس مسجد کی تعمیر احمدیت کی مساعی کی ایک روشن مثال ہے اس کی اہمیت کا اظہار مسلمانوں کی بڑی تعداد سے ہوتا ہے جو عیدین پر یہاں جمع ہوتے ہیں یہاں پر مقیم مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کا بھی جماعت نے بیڑا اُٹھایا ہوُا ہے۔ جماعت کا ایک اَور بڑا کام قرآن کریم کے بہت سی زبانوں میں تراجم ہے اور حال ہی میں قرآن کریم کے یہ تراجم ان ممالک میں جہاں کی زبان عربی نہیں ہے مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے بڑی قیمت رکھتے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ باقی مسلمان بھی احمدیوں کا اپنے معتقدات پر عمل اور مسلمان بھائیوں کی امداد کی مثال کی تقلید کریں گے۔"[۲]

---

[۱] ڈاکٹر صاحب ایک مسلم انجنیئر ہیں جن کا خاندان پہلی جنگِ عظیم میں سقوطِ ترکی کے بعد یورپ اور مصر میں آباد ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب خود سوئیس شہری ہیں۔ پانچ زبانیں بول سکتے ہیں اور ملک کے مختلف طبقوں میں نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

[۲] الفضل ۲۵ وفا/جولائی ۱۳۴۴ہش/۱۹۶۵ء صفحہ ۳۔

(۲) ایک ترک دوست قہرمان تونابلو[1] نے کہا:-

"مجھے سوئٹزرلینڈ میں رہتے پانچ سال ہوگئے ہیں۔ میرے لئے اپنے والدین اور وطن عزیز سے دُور رہنا بڑا مشکل تھا۔ اپنے والدین اور وطن سے دُوری کو والدین، عزیزوں اور دوستوں سے خط و کتابت کم کر دیتی لیکن ایک مسجد کی آرزو جہاں تمام مسلمان جمع ہو سکیں کی تکمیل کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ۲۲ جون ۱۹۶۳ء کو جماعتِ احمدیہ کی اس مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی، اب تمام ترک اور دوسرے مسلمان یہاں جمع ہو سکتے اور نمازیں ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے امام کے پُر اثر خطبات اور تشریحات نہ صرف میرے لئے بلکہ بہت سے ترک احباب کے لئے بہت ممد ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بھی ذکر کرنا ہے کہ قرآنِ مجید کے تراجم اور ایسا ہی اور بہت سی کُتب کے تراجم مثلاً دیباچہ تفسیر القرآن کا ترکی زبان میں ترجمہ ہمارے لئے بہت ہی قابلِ قدر ہے۔ یہاں ہماری یہ مسجد ہمیں قلبی سکون اور مسرت بخشتی ہے اور پھر ہم خوش ہیں کہ اسلام کا نُور دُور دراز علاقوں میں پھیلتا اور روشن سے روشن تر ہوتا جارہا ہے۔"[2]

(۳) سوئٹزرلینڈ کے ایک کیتھولک دوست مسٹر فرودن فرولا[3] نے مسجد کی اہمیت و عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:-

"ہم اسے خوش قسمتی تصوّر کرتے ہیں کہ اِس مسجد کی تعمیر سے ایک ایسا مرکز قائم ہوگیا جو نہ صرف وسطی یورپ کے مسلمانوں کے لئے مقامِ اجتماع ہے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی مذہبی تبادلۂ خیالات کے لئے ایک ادارہ کا کام دیتا ہے۔ اس سے باہمی مفاہمت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ مسجد محمود کی شہرت نے ہر جگہ بڑی کشش پیدا کی ہے۔ درحقیقت یہاں پر نہ صرف زیورک بلکہ سوئٹزرلینڈ کے مختلف حصوں اور ہمسایہ ممالک جرمنی اور آسٹریا سے لوگ آتے ہیں۔ کچھ چھوٹے چھوٹے گروپ تعلیمِ عربی کے حصول اور قرآن و بائبل کے موازنہ اور تاریخ و ادب سے بہتر واقفیت

---

[1] زیورک کی فیڈرل یونیورسٹی کے ایم۔ ایس سی!! جو اُن دنوں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے سوئٹزرلینڈ میں مقیم تھے۔
[2] (ترجمہ) الفضل ۲۵ وفا / جولائی ۱۳۴۴ھش / ۱۹۶۵ء صد ۳۔
[3] ایک ممتاز الیکٹریکل انجنیئر۔

حاصل کرنے کے لئے بن گئے۔ مَیں خود ایک ایسے گروپ سے تعلق رکھتا ہوں جو ہر ہفتہ عربی تعلیم کے حصول کے لئے جمع ہوتا ہے۔۔۔ ہم نے عربی کی تعلیم کی بنیاد کے طور پر قاعدہ یسّرنا القرآن کو استعمال کیا ہے جو پاکستان میں طلبہ مدارس کے لئے ابتدائی کتاب کے طور پر استعمال ہوتا ہے ۔۔۔ بڑی مشکل کے بعد اپنے اُستاد باجوہ صاحب کی راہ نمائی میں جو ہم سے ناقابلِ یقین محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں اس قاعدہ کو ختم کر دیا ہے۔ ہم اَب قرآن کو گرامر اور لُغت اور محاورات کے ساتھ پڑھ رہے ہیں۔ اِس حاصل کئے ہوئے علم کو استعمال کرنے اور ان ممالک اور ان کے لوگوں کو دیکھنے کے لئے ہم میں سے تین اَب تک مشرقِ وسطیٰ کی سیاحت کر چکے ہیں انہوں نے اِن ممالک کو اپنی توقعات سے بڑھ کر پایا۔ مَیں خود بھی ارادہ رکھتا ہوں کہ کسی مناسب موقع پر مُسلم ممالک دیکھوں" [1]

(۴) ہِز ایکسی لنیسی سیّد توفیق عبد الفتاح سفیر جمہوریہ متحدہ عربیہ نے ایک الوداعی دعوت میں (جو ان کے اعزاز میں جماعتِ احمدیہ زیورچ کی طرف سے دی گئی) تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

" سوئٹزرلینڈ میں میرے پہلے سال کے قیام کے دوران مجھے زیورک میں مسجد کا علم نہ تھا اسکے بعد مجھے ایک لبنانی ڈاکٹر سے مسجد کا علم ہوا اور اُن کی تحریک پر ہم عید الاضحی کی تقریب میں شریک ہوئے اس کے بعد مَیں آتا رہا اور امام مسجد نے ہمیشہ مجھے خوش آمدید کہا۔ یہاں ہمیں بہت سے سوئیس مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں سے تعارف کا موقعہ ملا جن کے ساتھ ہمارے بہت اچھے تعلقات ہیں اور صحیح رابطہ قائم ہو چکا ہے جب بھی امام نے مجھے بُلایا مَیں نے کبھی آنے میں تامّل نہیں کیا۔ مَیں امام کی سرگرمئ عمل کو شدّت سے محسوس کرتا رہا ہوں اور اِس مجلس میں اِس تأثّر کے اظہار سے مجھے خوشی ہے۔

امام! مَیں پھر آپ کے اِس پُرتپاک خوش آمدید کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں اور مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کبھی مجھے بھولے نہیں جب بھی مجھے قاہرہ جانے کا موقعہ ملا مَیں آپ کا ذکر کرتا رہا۔ الازہر کے امام سے کئی دفعہ آپ کے متعلق بات ہوئی اور مَیں نے انہیں آپ کے مشن کی کارگذاری سے آگاہ کیا۔ ابھی گزشتہ رمضان میں مَیں قاہرہ میں

[1] (ترجمہ) الفضل ۲۵ وفا/جولائی ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء صہ ۳ +

تھا وہ آپ کا اور آپ کے مشن کا ذکر بڑی دلچسپی سے سُنتے رہے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ آپ یہاں کس قدر کامیاب ہیں۔ آپ اور آپ کے سوئٹزرلینڈ میں کارہائے نمایاں کے لئے اپنے ممنونیت کے جذبات کا اظہار ایک حقیر خدمت ہے جو مَیں بجالاتا ہوں۔"[1]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر سوئٹزرلینڈ میں

۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء کا ایک قابلِ ذکر واقعہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی سوئٹزرلینڈ میں آمد ہے۔ صاحبزادہ صاحب مغربی افریقہ کے تبلیغی دَورہ پر تشریف لے جاتے ہوئے ۲۲/ماہِ شہادت کو زیورک پہنچے اور ۲۷/ماہِ شہادت تک ٹھہرے آپ کے اِس مختصر سے قیام سے نہ صرف سوئٹزرلینڈ کی احمدیہ جماعت کو بہت فائدہ پہنچا بلکہ آپ کی مؤثر گفتگو نے زیرِ تبلیغ اصحاب اور جماعت سے اخلاص و احترام رکھنے والے دوسرے دوستوں کو بھی بہت متاثر کیا۔ صاحبزادہ صاحب دَورۂ مغربی افریقہ سے واپسی پر لندن سے استنبول جاتے ہوئے دوبارہ سوئٹزرلینڈ سے گزرے اور ایک اثر انگیز خطاب فرمایا۔[2]

---

[1] الفضل ۲۴/شہادت/اپریل ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء صفحہ ۳۔

[2] چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے اپنی مفصّل رپورٹ میں لکھا:

"۲۲/اپریل کو محترم میاں صاحب کی آمد متوقع تھی چنانچہ استقبال کی ہم تیاری میں مصروف تھے۔ ۲۳/اپریل کو محترم میاں صاحب کے سیکرٹری مکرم میر مسعود احمد صاحب پہنچ گئے۔ ان کے استقبال کے بعد واپس آئے ہی تھے کہ اچانک محترم میاں صاحب بھی غیر متوقع طور پر پروگرام سے ایک دن قبل تشریف لے آئے۔ اِس اچانک آمد سے بہت خوشی ہوئی۔ معلوم ہُوا کہ بعض وجوہ کے باعث پروگرام میں کچھ تبدیلی کرنی پڑی اور اِس لئے ایک دن پہلے پہنچ گئے۔

آپ زیورک میں ۲۷/اپریل کی دوپہر تک ٹھہرے۔ ۲۵/کو آپ کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔ احبابِ جماعت کے علاوہ زیرِ تبلیغ اصحاب اور جماعت سے اخلاص و احترام کا تعلق رکھنے والے دیگر دوست مدعو کئے گئے تھے۔ اِس موقع پر محترم میاں صاحب کی ازحد مؤثر گفتگو سے حاضرین کے قلوب پر گہرا اثر ہُوا۔ اِس تقریب کے علاوہ ہمارے بعض احباب خصوصاً نواحمدی حبیب احمد سینرش اور پُرانے مخلص احمدی عبدالرشید فوگل کو ان کی صحبت سے بہت مستفید ہونے کا موقع ملا۔ حبیب احمد سینرش نے ۲۹/دسمبر ۱۹۶۴ء کو بیعت کی اور مَیں نے نام حبیب احمد رکھا۔ ان کی والدہ نے مخالفت شروع کی مَیں نے ان کو مدعو کیا اور وہ کافی نرم پڑ گئیں مگر ان کے پادری نے انہیں اُکسایا اور کہا کہ مذہب کی تبدیلی کا سوال

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک سفر سوئٹزرلینڈ

سوئٹزرلینڈ کی سرزمین کو ۱۳۴۴ھش/۱۹۵۵ء میں اگرسیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک قدموں نے برکت بخشی تو ۱۳۴۶ھش/۱۹۶۷ء میں اسے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے خدانما اور مقدس وجود سے براہِ راست انوار وفیوض حاصل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- نہیں لیکن اسلام بھی کوئی مذہب ہے۔ یہ تو یورپ کے لوگوں کے لئے قطعاً موزوں نہیں۔ یہ قرونِ وسطیٰ کا مذہب ہے۔ ان پادری صاحب نے اس فرم کے مالک سے بھی بات کی جہاں وہ ملازم تھے۔ وہ پہلے ہی ایک متعصب کیتھولک تھا اس نے ان کو پندرہ یوم کا نوٹس دے دیا انہوں نے کہا کہ پندرہ یوم کا سوال نہیں مَیں مستقل طور پر ابھی فارغ ہوتا ہوں۔ اِس پر والدین نے اَور مخالفت شروع کر دی۔ مَیں فون کرتا تو حبیب کو بات نہ کرنے دیتے اور خط لکھتا تو اس تک پہنچنے نہ دیتے آخر تنگ آکر ایک دن مَیں ان کے ہاں گیا۔ وہ زیورک سے دُور رہتے ہیں۔ ان کے گھر پہنچا۔ اہلیہ اور عزیزم یحییٰ بھی ہمراہ تھے۔ یہ ان کی والدہ کے پاس بیٹھے اور مجھے حبیب اپنے کمرہ میں لے گیا۔ دیکھا کہ سامنے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کتبہ لگا ہؤا ہے مسجد کی تصویر دیوار پر آویزاں ہے اور عید کا دعوتی کارڈ بھی زینت کے طور پر لگا ہؤا ہے۔ اس نے بتایا کہ کس طرح اس کی مخالفت ہو رہی ہے اور یہ کہ وہ اللہ کے فضل سے اسلام پر قائم ہے مَیں نے آئندہ کے لئے ایک ترک دوست کی معرفت ڈاک بھجوانے کا انتظام کیا اَور اس کو ہدایت کی کہ وہ خود مجھے گاہے بگاہے فون کر لیا کرے۔ یہ نوجوان کئی گھنٹے محترم میاں صاحب کے ساتھ رہے۔

ہمارے ایک دوست جو پشاور یونیورسٹی میں لیکچرار تھے اور اب یہاں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں استقبالیہ تقریب سے اِس قدر متاثر ہوئے کہ محترم میاں صاحب کے اعزاز میں اپنے ہاں عشائیہ کا اہتمام فرمایا۔ محترم میاں صاحب انہیں اور باقی حاضرین کو لطیف انداز میں جماعت کی اسلامی خدمات بتاتے رہے۔

محترم میاں صاحب نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ واپسی پر ہفتہ عشرہ قیام کر سکیں گے چنانچہ اِس امید پر کہ جلد ہی پھر ملاقات ہو گی ۲۷ر اپریل کو انہیں الوداع کہا۔

واپسی کے لئے مختلف تقاریب کا پروگرام زیرِ غور تھا کہ فون پر لندن سے معلوم ہؤا کہ وہ تو ۶ر جون کی شب کو پہنچیں گے اور ۷ر جون کو پونے دو بجے کے جہاز پر استنبول کو روانہ ہو جائیں گے مَیں نے اپنے خاص دوستوں کو فون پر اطلاع دی ائرپورٹ پر محترم میاں صاحب کے استقبال کے لئے خاکسار بعض احباب کے ساتھ موجود تھا۔ ہمارے نواحمدی بھائی ضیاء اللہ مایر (MEIER) نے جماعت کی طرف سے گلدستہ پیش کیا۔ ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا جو اپنے رنگ میں فروعی تھا مَیں نے اپنے مختلف طبقات کے احباب کو تھوڑا تھوڑا وقت دیا کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں اور بعد میں محترم میاں صاحب نے تقریر فرمائی۔" (الفضل ۲۴-۲۵ و ۲۸ر جولائی ۱۳۴۴ھش/۱۹۶۵ء)

کرنے کا سنہری موقعہ میسر آیا۔

حضورِ پُرنور اپنے دورۂ یورپ کے دوران ۱۰ روفا / جولائی ۱۳۴۶ھش / ۱۹۶۷ء کو پیر کے روز صبح گیارہ بجے کے قریب زیورک میں رونق افروز ہوئے۔ ہوائی مستقر پر سوئٹزرلینڈ کے معززین اور سربرآوردہ مسلمانوں نے حضور کا استقبال کیا۔ اسی روز شام کو حضور کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں معززین بکثرت شامل ہوئے اور اِس موقعہ پر مختلف ملکوں کے مسلمانوں نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں اپنے جذباتِ محبت و عقیدت پیش کئے۔[1]

اگلے روز (مورخہ ۱۱ / جولائی بروز منگل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر ایک ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا جس میں سات ملکوں کے سفیروں، متعدد دیگر سفارتی نمائندوں اور سوئٹزرلینڈ کے سربرآوردہ حضرات نے شرکت کی۔ سوِیس ریڈیو نے حضور کا ایک خصوصی انٹرویو نشر کیا۔ ٹیلیویژن نے حضور کے انٹرویو اور استقبالیہ تقریب کی فلم تیار کی۔ انٹرویو کے مناظر اسی شام ٹیلیویژن پر دکھائے گئے۔[2]

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ زیورک میں چار روز قیام کے بعد ۱۴ / ماہِ وفا / جولائی کو ہیگ (ہالینڈ) تشریف لے گئے۔[3]

مسجد محمود میں ۱۳۴۹ھش / ۱۹۷۰ء کی تقریب عید الاضحیہ

مسجد محمود میں ۱۷ / تبلیغ / فروری ۱۳۴۹ھش / ۱۹۷۰ء کو تقریبِ عید الاضحیہ منائی گئی۔ اِس عید کو پہلی بار یہ خصوصیت حاصل تھی کہ زیورک ریڈیو نے کافی وقت پہلے طے کئے ہوئے پروگرام کے مطابق نصف گھنٹہ سے بھی زیادہ وقت اِس تقریب کے لئے مخصوص کیا۔ ریڈیو پروگرام میں (جو آسٹریا، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کا اکٹھا چھپتا ہے) اِس کا ذکر بھی شائع شدہ تھا۔ اس میں انچارج مبلغ سوئٹزرلینڈ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کا مکمل خطبہ ریکارڈ کیا گیا اور مختصر تبصرہ و تعارف کے ساتھ نشر کیا گیا۔ اِس پروگرام میں دلچسپی رکھنے والے کروڑوں لوگوں نے اسے سُنا۔ اِس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا شہرۂ آفاق خطبہ الہامیہ اور کتاب برکات الدّعا کے اقتباسات اور اپنے محبوب امام

---

[1] الفضل ۱۳ / وفا / جولائی ۱۳۴۶ھش / ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ ۔ [2] الفضل ۱۴ / وفا / جولائی ۱۳۴۶ھش / ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ ۔
[3] الفضل ۱۸ / وفا / جولائی ۱۳۴۶ھش / ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے برقی پیغام کا ترجمہ بھی سنایا گیا۔ [1]

عید کے روز سخت سردی تھی اور برفباری ہو رہی تھی اور پھر کام کا دن تھا تاہم حاضری اچھی ہو گئی۔ حتی کہ اِس موسم میں برن سے الجزائر کے سفیر ہز ایکسیلنسی محمد یوسفی اور انڈونیشین سفارت کے سیکنڈ سیکرٹری نے بھی شرکت کی۔ مقامی ترکی قنصل کے نمائندے بھی اس وقت موجود تھے۔ اِس یادگار تقریب کی رپورٹ جرمن اور فرنچ دونوں حصوں کے پریس میں شائع ہوئی۔ اخبار ٹاگس اینائگر "TAGES ANZEIGER" نے اپنی ۱۲ فروری ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں لکھا:-

"اِس تقریب میں بکثرت شرکت سے ان کے مختلف رنگوں، نسلوں اور مذہبوں کے باعث اپنی اپنی الگ زبانوں اور انوکھے آداب سے ایسا عجیب اور رنگین امتزاج پیدا ہو گیا تھا کہ زیورک کے ایک عام باشندے کو گو وہ اس حلقہ میں دِلی مسرت کے ساتھ قبول کر لیا گیا ہو ضرور قدرے اجنبیّت کا احساس ہوگا۔" [2]

المختصر وہ سرزمین جو ۱۳۲۵ھ/۱۹۴۶ء میں کبھی مجاہدینِ احمدیت کے لئے بالکل اجنبی تھی اَب اس میں اسلام ایک مؤثر اور طاقتور تحریک کی صُورت میں اُبھرتا دکھائی دیتا ہے۔ قرآن مجید اور دوسرا اسلامی لٹریچر سوئیس مفکروں، دانشوروں، صحافیوں، سیاستدانوں اور صاحبِ علم طبقوں کی توجہ کا مرکز بنتا جا رہا ہے، شاندار مسجد۔ مسجد محمود۔ تعمیر ہو چکی ہے، دِل اسلام کے لئے جیتے جا رہے ہیں اور سعید رُوحیں آہستہ آہستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ رہی ہیں اور یہ تثلیث کدہ بھی اذانوں سے گونجنے لگا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك ؏

---

[1] الفضل ۲۳ شہادت/اپریل ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء صد ۳ ؏

[2] (ترجمہ) الفضل ۲۳ شہادت/اپریل ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء صد ۳ ؏

فصل پنجم

احمدیہ مُسلم مشن ہالینڈ کا قیام

تبلیغی نقطۂ نگاہ سے ہالینڈ نہایت درجہ اہمیت رکھتا ہے یہی وہ ملک ہے جس نے تین سو پچاس سال تک جزائر شرق الہند[1] کے دس کروڑ باشندوں پر حکمرانی کی ہے۔ ان باشندوں کی بھاری اکثریت مسلمان ہے اور ان کا ایک حصّہ ہالینڈ میں ہی مستقل بُود و باش اختیار کر چکا ہے۔ اس ملک کا تعلق جنوبی امریکہ کی بعض نو آبادیات سے بھی ہے جہاں مسلمان خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ کی لائیڈن یونیورسٹی (LEIDEN UNIVERSITY) مشرقی علوم کے "مغربی مرکز" کی حیثیت سے نہ صرف پورے یورپ بلکہ دُنیا بھر میں بہت مشہور ہے اور علمی دُنیا میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام رکھتی اور بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں کے مستشرقین کو حقیقی اسلام سے روشناس کرانے سے یورپ کے اُونچے علمی طبقوں میں زبردست انقلاب آسکتا ہے اور اسلام کی روحانی فتح کے دروازے کُھل سکتے ہیں۔

اگرچہ ہالینڈ سے انڈونیشی مسلمانوں کے ایک عرصہ سے تعلقات چلے آرہے تھے اور ایک بڑی تعداد اس میں مقیم ہو گئی تھی لیکن اتنے لمبے زمانہ میں یہاں اشاعتِ اسلام کی کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں کی گئی حتّٰی کہ کسی مسلمان کو یہ خیال تک نہیں آیا کہ اپنی مرکزیت کو برقرار رکھنے اور خدائے واحد کا

---

[1] انڈونیشیا شرق الہند کے اسی مجمع الجزائر کا دوسرا نام ہے جو سترھویں صدی عیسوی کے آغاز سے لیکر ۱۹۴۹ء تک ہالینڈ کے مقبوضات میں شامل رہا ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دَوران جاپانی فوجوں نے ولندیزی فوجوں کو زیر کر کے ان جزائر پر قبضہ جما لیا۔ ۱۹۴۵ء میں جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے تو ملک میں تحریکِ آزادی اُٹھ کھڑی ہوئی اور آخر بڑی کشمکش کے بعد حکومتِ ہالینڈ نے ریاست ہائے متحدہ انڈونیشیا کی آزادی تسلیم کر لی اور آزاد انڈونیشیا کے ساتھ اتحاد و اشتراکِ عمل کا ایک پختہ معاہدہ طے کر لیا جس کی رُو سے ہالینڈ اور انڈونیشیا تاجِ ولندیزی کے دُو مساوی رتبہ ملک قرار پائے۔ ان ملکوں نے طے کیا کہ خارجہ امور، دفاع اور اہم اقتصادی معاملات میں دونوں ملک باہمی مشورہ سے پالیسی طے کیا کریں گے (تاریخ اقوامِ عالم از جناب مرتضٰی احمد خان میکش صفحہ ۷۹۴-۷۹۵)؛

نام بلند کرنے کے لئے اِس سرزمین میں کوئی خانۂ خدا ہی تعمیر کر دیں۔

ہالینڈ میں اسلام و احمدیت کی پہلی آواز مسجد فضل لنڈن کے افتتاح کے بعد مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے مبلغ انگلستان کے ذریعہ سے پہنچی جنہوں نے ۱۹۲۶ء میں بلجیم اور اس ملک کا دورہ کیا اور وہاں کی متعدد سوسائیٹیوں میں لیکچر دیئے۔[2] ۳۴-۱۹۳۳ء میں آپ نے ہالینڈ کے پروفیسر ونسنک سے خط و کتابت کی۔[3] ۳۵-۱۹۳۴ء میں بعض ڈچ سفراء سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ جاوا میں ہمارا مشن قائم ہے جس پر انہوں نے احمدیت سے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور جب آپ دوسری مرتبہ ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے پاس احمدیت کا لٹریچر موجود تھا۔[4] مولانا کی سالانہ رپورٹ ۳۶-۱۹۳۵ء سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈچ سفیر سے انہوں نے مسلسل رابطہ قائم رکھا۔[5] لنڈن مشن کی سالانہ رپورٹ ۳۸-۱۹۳۷ء میں ہالینڈ کے دو پادریوں کے مسجد فضل لنڈن میں آنے کا ذکر ملتا ہے۔[5] مولانا درد انگلستان ہی میں تھے کہ ۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو مسٹر انڈریاسا ڈچ قنصل قادیان گئے۔ یہ پہلے ولندیزی باشندے تھے جنہیں مرکزِ احمدیت میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مسٹر انڈریاسا سماٹرا میں ڈچ آفیسر مقرر تھے اور انہیں مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا و سماٹرا کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کے حالات کا علم ہوا تھا۔[6] مسٹر انڈریاسا مرکزِ احمدیت کے پُرانوار ماحول اور اہلِ قادیان کی اسلامی اخوت و رواداری سے بے حد متاثر ہوئے چنانچہ انہوں نے واپسی پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے نام ڈچ زبان میں حسبِ ذیل خط لکھا:۔

"ہم نے قادیان میں نیکی کے سوا اور کچھ نہیں پایا۔ سو ہندوستان سے جو بہت سے اثرات میرے دل پر ہوئے ہیں ان میں سے خاص اثرات قادیان کے ہیں جنہوں نے میرے دل میں خاص جگہ حاصل کی ہے۔ سب سے اوّل آپ لوگوں کی مہمان نوازی ہے جس سے میں مسرور ہوا اور میں آپ کا ممنون ہوں گا اگر آپ میرا شکریہ اپنے سب احباب کو پہنچا دیں۔ خاص بات

---

[1] "جماعتِ احمدیہ کی اسلامی خدمات" صفحہ ۱۸ (از حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے ناظر دعوت و تبلیغ قادیان) ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس دہلی دروازہ لاہور ۔ [2] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۳۴-۱۹۳۳ء صفحہ ۱۹۶ ۔ [3] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۳۵-۱۹۳۴ء صفحہ ۴۲ ۔ [4] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۳۶-۱۹۳۵ء صفحہ ۳۱ ۔ [5] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۳۸-۱۹۳۷ء صفحہ ۱۶ ۔ [6] الفضل ۸ اپریل ۱۹۳۰ء صفحہ ۱ کالم ۱ ۔

جو مجھ پر اثر کرنے والی ہوئی وہ ایک طبعی ایمان اور سچی برادری ہے جو للّٰہی محبت سے پیدا ہو کر قادیان کو رسولوں کی سی ایک فضا بخش رہی ہے جو عیسائی حلقوں میں شاذ و نادر ہے۔ آپ کے فاضل ذوالفقار علی خاں صاحب (ناظر اعلیٰ) نے (جن کے ساتھ مجھے خاص محبت حاصل ہوگئی ہے) جو کتب مجھے عطا فرمائی ہیں ان کے پڑھنے کے بعد پھر آپکو اطلاع دوں گا۔" [1]

مولانا عبد الرحیم صاحب دردؔ کی انگلستان سے مراجعت کے بعد مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ کے قیامِ لنڈن کا زمانہ آتا ہے جو ہالینڈ میں احمدیت کی داغ بیل کے اعتبار سے ایک سنہری دَور ہے [2] جس میں دوسری یوروپین زبانوں کے تراجم کے علاوہ ڈچ ترجمہ قرآن بھی آپ کے زیرِ نگرانی مکمّل ہوُا۔ اِس ترجمہ کی سعادت ایک ولندیزی خاتون مسز زمرمان کے حصّہ میں آئی جو ڈچ کے علاوہ انگریزی اور جرمن زبان کی بھی ماہر ہیں اور اٹیلین پر بھی ایک حد تک عبور رکھتی ہیں۔ اِس خاتون نے اِس مقدّس فریضہ کی بجا آوری کے دَوران صداقتِ اسلام کے بعض قہری نشان دیکھے اور بالآخر اللہ کے فضل اور احمدی مبلغوں کی مساعیٔ جمیلہ کے نتیجہ میں داخلِ اسلام ہوگئیں اور آج تک نہایت خلوص سے ہالینڈ میں مبلغینِ اسلام کے دوش بدوش شاندار اسلامی خدمات بجا لا رہی ہیں مسز ناصرہ زمرمان (N. ZIMMERMAN) نے اپنے قبولِ اسلام کی ایمان افروز سرگزشت اپنے قلم سے لکھی ہے جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

۱۹۴۵ء کا سال میرے لئے تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس سال کے شروع میں مَیں بمباری سے مسمار شدہ لنڈن میں پہنچی ہی تھی کہ مجھے ایک ترجمہ کرنے والے محکمہ (TRANSLATION BUREAU) کی طرف سے ملاقات کے لئے پیغام ملا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ ملاقات قرآنِ کریم کے ڈچ ترجمہ کے سلسلہ میں ہے۔ مجھے آخری تین سَو صفحات کا ترجمہ کرنے کے لئے کہا گیا اِس پر مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ مَیں یہ دیکھوں کہ پہلے حِصّہ کا ترجمہ کیسا ہوُا ہے؟ مَیں پہلے

---

[1] الفضل ۹ مئی ۱۹۳۰ء صک کالم ۲-۳ ۔ [2] لنڈن مشن کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا شمسؓ نے لندن پہنچنے کے بعد ڈچ باشندوں میں تبلیغِ اسلام کا سلسلہ جاری کر دیا تھا چنانچہ آپنے اپنے قیامِ انگلستان کے پہلے سال ہالینڈ، جرمنی اور سویڈن کے سکولوں کی ہائی کلاسز کے قریباً ستّر طلباء کو ایک تقریب پر مدعو کیا (رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۳۸-۳۹ء صہ ۵۵) ۔

حصّہ کے چند صفحات کو لے کر گھر لوٹی اور ان کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ اس ترجمہ کا میری طبیعت پر بہت بُرا اثر ہوا۔ مترجم نے قدیم ڈچ زبان میں جس کو آج کل سمجھنا بھی مشکل ہے ترجمہ کیا ہوا تھا۔ اور پھر اس کا انداز بھی کوئی اچھا نہ تھا اِس لئے مَیں نے ترجمہ کرنے سے انکار کر دیا میرے لئے یہ کام اِس وجہ سے بھی مشکل تھا کہ میری پیدائش اور تربیت عیسائی ماحول میں ہوئی تھی جس میں بیرے سے گناہ کا تصوّر ہی بالکل اَور ہے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ حضرت یسوع ہمارے گناہوں کی خاطر مصلوب ہو گئے قرآن کریم کی تعلیمات میرے لئے صدمہ کا موجب ہوئیں کیونکہ قرآن کریم میں اعمال پر بہت زور دیا گیا ہے اور گناہوں کی پاداش میں سزا کا بھی ذکر ہے اِس لحاظ سے بھی قرآن کریم کا ترجمہ کرنا میرے لئے محال تھا۔ آخر لمبی سوچ اور گہرے غور کے بعد مَیں نے اِس مبارک کام کو سر انجام دینے کا فیصلہ کیا اور مَیں نے دفتر کے ڈائریکٹر سے تمام قرآن کا ترجمہ اپنے طرز اور موجودہ ڈچ زبان میں کرنے کی اجازت لے لی۔ مَیں نے اِس کام کو سرانجام دینے کے لئے دن رات ایک کر دیا اور ابتدائی ۳۰، ۴۰ صفحات کا ترجمہ کر کے مَیں ڈائریکٹر کے پاس لے کر گئی۔

اِس موقعہ پر اِس امر کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جب مَیں ڈائریکٹر کو ملنے گئی تو ہماری قرآن کریم کے متعلق طویل گفت گو ہوئی۔ ڈائریکٹر نے اِس مقدّس کتاب کے متعلق نہایت ہی توہین آمیز کلمات استعمال کئے، بعد میں بھی اس کا رویّہ یہی رہا اور اس نے وہاں کئی بار متواتر اور مسلسل قرآن کریم کی توہین جاری رکھی جن کا میری طبیعت پر بہت ناگوار اثر ہوا لیکن جلد ہی جب مَیں دوبارہ اسے ملنے گئی تو مَیں نے اسے نہایت ہی المناک کیفیّت میں پایا۔ اسے LAMBAGO کا شدید حملہ ہوا مَیں نے اسے فوری طور پر گھر پہنچانے کا انتظام کیا جہاں اگلے ہی روز وہ چل بسا چند روز بعد دوسری ڈائریکٹرس بھی جس نے اِس گفت گو میں حصّہ لیا تھا بیمار ہوئی اور اس مقدّس کتاب کی توہین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکی اور ہسپتال میں اِس جہان سے رخصت ہو گئی۔ اِن واقعات نے میری طبیعت پر گہرا اثر کیا لیکن ابھی خدا تعالیٰ نے اِس مقدّس کتاب کی صداقت کو میرے قلب پر اَور منقوش کرنا تھا۔ خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اِن واقعات

کے بعد اس دفتر کا ٹائپسٹ جس نے اس توہین آمیز اور مضحکہ خیز گفتگو میں حصہ لیا تھا اجنبی امریکہ گیا تین ہفتہ کے اندر اندر ہی مجھے معلوم ہوا کہ وہ بھی خدائی عذاب کا شکار ہو کر اس دُنیا سے کوچ کر گیا ہے۔ ایک اور سیکرٹری جس نے اِس توہین میں کبھی حصّہ نہ لیا تھا صحیح و سلامت رہی۔

اِن واقعات نے میری دُنیا یکسر بدل ڈالی۔ میری طبیعت پر قرآن کریم کی صداقت اور حقانیت کا سِکّہ بیٹھنا شروع ہوا اور اِس کتاب کی عظمت کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا انہی واقعات نے میری توجہ اسلام کی طرف مبذول کی۔ مَیں نے اِن واقعات کا اسلئے بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ یہ مخالفین کے لئے حُجّت کا باعث ہو سکیں۔ مَیں اپنے مولا کریم کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اِس کام کے کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ مَیں نے ترجمہ کے دَوران میں اِس مقدّس کتاب سے جو رُوحانی شیرینی اور پُر کیف رُوحانی اثرات حاصل کئے وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا۔ جو روشنی مَیں نے قرآن کریم سے حاصل کی وہ خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت اور رحیمیت کا نتیجہ ہے خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ بالخصوص اپنی رحمت کا سلوک فرمایا۔ مَیں ترجمہ کے دوران قرآن کریم کی صداقت کی دل سے قائل ہو چکی تھی چنانچہ مَیں نے قرآن شریف سے لگاؤ اور تعلق کو بڑھانے کے لئے لنڈن مسجد میں گاہے گاہے جانا اور احمدیت کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ میرے ساتھ ہر دفعہ برادرانہ اخوت اور محبت کا سلوک کیا گیا اور میری رُوحانی تشنگی دُور کرنے کے سامان مہیا کئے جاتے رہے۔ اِس محبت اور اخوت بھرے سلوک نے مجھے احمدیت کے بہت ہی قریب کر دیا۔

ہالینڈ آنے پر تھوڑے عرصہ میں ہی یہاں مشن قائم ہو گیا۔ یہاں تینوں مبلغین نے میری تربیت کے لئے اخلاص اور محنت سے کام کیا۔ مجھے کتب مطالعہ کے لئے انہوں نے دیں لمبی لمبی دیر تک اپنا قیمتی وقت مجھ پر صرف کرتے رہے۔ ان کی مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے مجھے احمدیت جیسی نعمت ملی۔ مَیں ہمیشہ اپنے اِن تینوں بھائیوں کی ممنون ہونگی جن کے ہاتھوں میری نجات کے سامان ہوئے۔" [1]

---

[1] الفضل ۱۶ تبوک رستمبر ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء ص ۴

مسٹر زمرمان کے علاوہ جن کا لنڈن مشن سے تعلق بالآخر قبولِ اسلام پر منتج ہوا حضرت مولانا شمس صاحب کے ذریعہ ایک ڈچ طالب علم مسٹر کاخ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ یہ پہلے ولندیزی نومسلم تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا فخر حاصل کیا اور ان کا نام ظفر اللہ رکھا گیا۔ مسٹر کاخ کا شمار آج یورپ کے اُن پُرجوش نومسلموں میں ہوتا ہے جنہیں اسلام اور سلسلہ احمدیہ سے انتہائی اخلاص اور اُنس ہے۔

مستقل مشن کا قیام ہالینڈ میں مستقل احمدیہ مسلم مشن کی بنیاد حافظ قدرت اللہ صاحب کے ہاتھوں پڑی جو دوسرے مجاہدینِ تحریکِ جدید کے ساتھ کچھ عرصہ انگلستان میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کے بعد ۲ ماہ وفا/جولائی ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کو ہالینڈ میں پہنچے۔[۱] آپ نے ہیگ کی کولمبس سٹریٹ (.COLAMBUS STR) میں ایک کمرہ کرایہ پر لے کر اشاعتِ اسلام کی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔

ایک مبلّغِ اسلام کے آنے کا واقعہ اس ملک کی تاریخ میں چونکہ ایک انوکھا اور نرالا واقعہ تھا اس لئے ڈچ پریس نے اس میں خاصی دلچسپی لی۔[۲] ہالینڈ میں جب پہلی بار اسلامی مشن کے قیام کی خبر منظرِ عام پر آئی تو ڈچ عوام نے اگرچہ اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا مگر اس دلچسپی میں تعجب اور تعصب کے ملے جلے جذبات تھے۔ چنانچہ ہیگ کے ایک با اثر ہفت روزہ (HAAGSCHE POST) نے "ایشیا کی بیداری" کے زیرِ عنوان یہ لکھا:۔

"یورپ کے لئے ایشیا کی یہ بیداری بالکل غیر متوقع ہے۔ آج مروّجہ پہلے طریق کے بالکل اُلٹ مشرق سے اسلام کے مبلّغ مغرب کو بھیجے جا رہے ہیں اور جماعتِ احمدیہ اس کوشش میں پیش پیش ہے۔"

جہاں تک کیتھولک پبلک کا تعلق ہے اس نے اسلامی مشن کا استقبال دوسروں سے بھی بڑھ کر انقباض کے ساتھ کیا چنانچہ وہاں کا ایک کیتھولک ہفتہ وار اخبار TIMOTHEUS (جولائی ۱۹۴۷ء) نے اپنے ایک نوٹ پر سرخی دی کہ:۔

"کیا ہالینڈ کے آسمان پر ہلالِ اسلامی کا طلوع گوارا کیا جا سکتا ہے؟"

---

[۱] الفضل ۲۸ فتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء ص۵ کالم ۱۔ [۲] ایضاً۔

نیز لکھا:۔

"ہمیں ذاتی طور پر اِن مبلّغِ اسلام صاحب سے تعرّض کرنے کی چنداں ضرورت نہیں مگر ہم اِن کو یہ ضرور بتا دینا چاہتے ہیں کہ انہیں اپنے تبلیغی ارادوں کے ضمن میں ڈچ لوگوں سے کوئی خاص امید نہیں وابستہ کرنی چاہیئے۔ اور اگر وہ کوئی ایسی امّید لے کر آئے ہیں تو ہمیں ڈر ہے کہ انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اِس لئے بہتر ہے کہ وہ اپنا بستر بوریا ابھی سے باندھ لیں اور واپسی کی ٹھان لیں" [1]

پریس کے علاوہ سرکاری حلقوں نے بھی انتہائی تعصب کا مظاہرہ کیا بلکہ ڈچ وزیر اعظم نے شروع میں ایک بار حافظ قدرت اللہ صاحب سے دورانِ ملاقات یہاں تک کہہ ڈالا کہ ہالینڈ میں آپ کو وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ ہوگا آپ اپنے لئے کوئی اور مُلک انتخاب کر لیں[2]۔

مبلّغِ اسلام کی ابتدائی تبلیغی سرگرمیاں

حافظ قدرت اللہ صاحب نے ہالینڈ کی سرزمین میں انوارِ قرآنی پھیلانے کے لئے اوّلین توجہ ہیگ کے مختلف ڈچ خاندانوں اور شخصیتوں سے خوشگوار تعلقات پیدا کر کے انہیں دعوتِ اسلام دینے کی طرف دی۔ ازاں بعد آہستہ آہستہ ہالینڈ کے دوسرے شہروں اور علاقوں کی طرف بھی تبلیغی سفر کئے اور پیغامِ حق پہنچایا۔ حافظ صاحب کی اِن مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ماہ کے اندر اندر مشرقی ہالینڈ کی ایک مخلص خاتون اسلام میں داخل ہوگئیں جس نے قبولِ حق کرتے ہی مالی قربانی کا ایسا بہترین نمونہ پیش کیا کہ قرنِ اوّل کی مسلم خواتین کی مالی قربانیوں کی یاد تازہ ہوگئی۔

مذکورہ بالا ابتدائی سرگرمیوں کا ذکر حافظ صاحب کی ایک رپورٹ میں ملتا ہے جو اخبار الفضل کی ۲۴ و ۲۶ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کی اشاعتوں میں موجود ہے۔ اِس اہم رپورٹ کے ضروری حصّے ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا کہ:۔

"اِس عرصہ میں خاص ملاقاتوں اور بعض مشہور احباب سے تعلقات پیدا کرنے کے علاوہ مختلف خاندانوں سے تعلقات پیدا کئے۔ اِن افراد میں سے ایک صاحب مسٹر کونگ ہیں

---

[1] مضمون حافظ قدرت اللہ صاحب مطبوعہ رسالہ الفرقان ربوہ امان / مارچ ۱۳۴۸ھش / ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۵۔ [2] الفضل ۲۸ وفا / جولائی ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۶۔

جو میری آمد کی خبر پڑھتے ہی مجھے ملنے کے لئے آگئے اور کہا کہ میں ایک عرصہ تک انڈونیشیا میں آزاد خیال پادری کے فرائض انجام دے چکا ہوں اور کہ میں ہر مذہب و ملّت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی مذہب سے متعلق ہو اپنا بھائی خیال کرتا ہوں چنانچہ اُس نے اپنی مدد کا ہاتھ میرے لئے بڑھا دیا۔ اِسی طرح اِسی سٹریٹ میں ایک خاندان سے واقفیت پیدا ہو گئی جس سے زبان کے حصول میں کافی مدد ملی۔

ایک دفعہ روٹرڈم جانے کا موقعہ ملا تو وہاں اتفاقاً ایک دوست سے بات چل نکلی۔ چنانچہ اِس مختصر سے تعارف کے بعد انہوں نے چائے پر مجھے بُلایا اور پھر تعلقات وسیع ہوتے گئے۔ آخر اپنے اس دوست کی تقریب نکاح اور بعض دیگر خاندانی اجتماعوں میں شرکت کا موقعہ ملا جس سے بہت سے لوگوں سے تعارف کا موقعہ پیدا ہو گیا۔ اِسی طرح ایک انڈونیشین فیملی سے تعلقات قائم کرنے کا موقعہ ملا انہیں مسلمانوں کے ساتھ خاص اُلفت ہے اور طبیعت بہت ہی مہمان نواز چنانچہ دونوں عیدوں کا انتظام اس فیملی نے بخوشی اپنے ہاں کیا اور مہمانوں کی تواضع کی۔

ایک اَور خاندان جس کا جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کے ساتھ بھی ایک گونہ تعلق قائم ہو چکا ہے اور ڈچ مشن کے ساتھ مزید قُرب کا تعلق ہے یہ وہ فیملی ہے جس نے ہمارا قرآن کریم ڈچ زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پہلے ان کی رہائش لندن میں تھی مگر تھوڑا عرصہ ہُوا (میرے آنے کے بعد) وہ اِس ملک میں مقیم ہو گئے۔ مسز زمرمان جنہوں نے یہ مقدّس کام سرانجام دیا ڈچ ہیں جو انگریزی، جرمن اور فرنچ زبانوں کے متعلق خوب مہارت رکھتی ہیں اور اٹیلین سے ایک گونہ واقفیت ہے۔ آپکے خاوند مسٹر زمرمان انگریز ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً اِس مقدّس کام میں اپنی بیگم کو امداد دی۔ اِن کے ساتھ تعلقات کچھ برادرانہ سا رنگ اختیار کر گئے ہیں۔ دونوں احباب بڑے احترام اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ اِسی طرح بعض اَور خاندان ہیں جن کا وجود کسی نہ کسی رنگ میں مفید ضرور رہا ہے۔ اِس سلسلہ میں سب سے قبل مسٹر کوپے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن سے غائبانہ تعارف لندن میں ہی ہو چکا تھا۔ آپ کی والدہ جرمن ہیں اور والد ڈچ۔ ایک عرصہ آپ نے جرمنی میں بسر کیا پھر ایک

خاصہ عرصہ اسلامی ممالک میں گزارا۔ اِسی ماحول کا اثر تھا کہ آپ نے اسلام قبول کرلیا اور تب سے آپ اسلام کی محبت کا دَم بھرتے ہیں اور ارکانِ اسلام کو ادا کرنے کے پابند ہیں۔ آپ نے میرے ساتھ برادرانہ ہمدردی کا پُورا ثبوت دیا اور ابتدائی ایام میں ہفتہ وار اور کبھی پندرہ روزہ ایمسٹرڈم سے صرف ملنے کی خاطر آتے رہے۔ آپ کو احمدیت کی تعلیمات اور عقائد سے پُوری واقفیت ہے اور قریباً ہر مسئلہ میں احمدیہ نقطۂ نگاہ کے ساتھ متفق ہیں۔ تمام اختلافات اور تفصیلات کو سمجھنے کے باوجود نماز میرے پیچھے ادا کرتے ہیں مگر ابھی آخری قدم اُٹھانے میں کچھ ہچکچاہٹ سی محسوس کرتے ہیں خدا کرے کہ انہیں علی الاعلان احمدیت کا اعلان کرنے کی جلدی ہی توفیق ملے۔ آمین[1]

دوسرے دوست مسٹر العطاس ہیں جن کی مدد اور دوستانہ اور برادرانہ ہمدردی شروع سے میرے شاملِ حال رہی۔ آپ لائیڈن یونیورسٹی میں تعلیم پاتے ہیں۔ رہائش بھی لائیڈن میں ہے۔ آپ کا اصل وطن حضرموت ہے مگر آپ کے والد انڈونیشیا میں تاجر ہیں۔ مسٹر العطاس کی وجہ سے لائیڈن میں بہت سے تعلقات قائم کرنے کا موقعہ ملا۔

مسٹر العطاس نے کچھ عرصہ ہوا اپنے ہاں بعض مسلم طلبہ کو اِس غرض کے لئے جمع کرنا شروع کیا (دو ہفتہ یا تین ہفتہ کے وقفہ کے بعد) تا میں انہیں اسلام کے متعلق بعض مسائل سمجھا سکوں۔ چنانچہ چار پانچ دفعہ ایسی مجلس میں شامل ہونے کا موقع ملا جو اپنے مقاصد کے لحاظ سے بہت مفید رہا۔ مسٹر کوپے بھی بعض دفعہ ایمسٹرڈم سے اس درس میں شریک ہونے کے لئے آجاتے رہے اور رات وہیں قیام رہا۔

اِس ملک میں صوفی موومنٹ کا بھی کافی اثر ہے۔ گو ان کا اصلی ہیڈ کوارٹر تو سوئٹزرلینڈ میں ہے مگر ماحول اچھا پیدا ہو جانے کی وجہ سے ان کی مساعی کا عملی دائرۂ عمل زیادہ تر اِسی ملک میں ہے۔ ان کا ایک رسالہ بھی ایمسٹرڈم سے نکلتا ہے اِس کے ایڈیٹر خان بیک نے جب میری خبر اخبار میں پڑھی تو مجھے ملاقات کے لئے انہوں نے اپنے مکان واقع واسے نار (مضافات ہیگ) میں دعوت دی۔ چنانچہ مسٹر کوپے کی معیت میں ان سے ملاقات کی۔

---

[1] مسٹر کوپی نے جنوری ۱۹۴۸ء میں اسلام قبول کرلیا (الفضل ۶ امان ۱۳۲۷ھش صفحہ ۵)۔

اِس موومنٹ کے ایک اور خاص ممبر مسٹر ہوبک ہیگ میں مقیم ہیں جنہوں نے کافی کتب تصنیف کی ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا انہوں نے ایک کتاب THE UNKNOWN QURAN لکھ کر اہلِ یورپ کو قرآن کریم کے بعض مضامین سے متعارف کرایا ہے۔ اِن سے کئی بار میری ملاقات ہو چکی ہے۔ ان کو اپنے صوفیانہ رنگ کے فلسفہ پر ناز ہے مگر تبادلۂ خیالات نے جب کبھی گہرا رنگ اختیار کیا تو جواب سے عاجز ضرور آ گئے۔ تصنیف کے علاوہ آپ کا کام بسا اوقات پبلک میں لیکچر سے اپنے خیالات کی اشاعت کرنا بھی ہے۔

اِن ملاقاتوں کے علاوہ مسٹر گوبے سابق قونصل جدہ، لائیڈن یونیورسٹی کے بعض پروفیسر خصوصاً مشہور پروفیسر کرامر جو علومِ شرقیہ کے ہیڈ کے طور پر یونیورسٹی میں متعیّن ہیں نیز ریورنڈ ڈاکٹر تراؤ۔ نیز ایک بشپ اور بعض پادریوں سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔

روٹرڈم کے نزدیک سخیڈم جگہ میں بعض ہندوستانی جہازیوں کی خواہش پر جانے کا موقعہ ملا۔ یہ جہازی ایک ڈچ جہاز میں ملازم ہیں۔ عرصہ تین ماہ سے ان کا قیام یہاں ہے اور شائد ایک ماہ مزید وہ یہاں رہیں۔ اِن جہازوں کی تعداد چوبیس ۲۴ کے قریب ہے سوائے ایک کے سب کے سب مسلمان ہیں۔ اکثر میرپور کشمیر سے اور کچھ بمبئی کے علاقہ سے۔ انہوں نے تحفہ کے طور پر کچھ رقم بھی میرے لئے جمع کر کے مجھے دی مگر مَیں نے ایسا ذاتی تحفہ لینے سے انکار کر دیا کیونکہ مَیں نے انہیں کہا کہ مَیں اپنی کسی ذاتی ضرورت کے پیشِ نظر یہاں نہیں آیا بلکہ تبلیغِ اسلام کے فریضہ کو لے کر یہاں آیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اِس تحفہ کی صورت کو تبدیل کرتے ہوئے تبلیغِ اسلام کے لئے یہ رقم پیش کی چنانچہ پھر مَیں نے اسے قبول کر لیا جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ اگر مَیں عید پڑھانے کے لئے اُن کے ہاں پھر آ سکوں۔ مگر مَیں نے یہ کہتے ہوئے معذرت کی کہ عید کا انتظام مَیں نے ہیگ میں اپنے بعض دوستوں کی معیّت میں کیا ہے اِس لئے میرے لئے یہاں آنا مُشکل ہے ہاں اگر آپ میں سے کسی کو فرصت ہو تو ہیگ میں اُس دن آ سکتے ہیں۔

اِن ملاقاتوں کے علاوہ لائیڈن کے بعض طلبہ نیز ہارلم اور ڈیلفٹ کے بعض اشخاص سے بھی واقفیت پیدا ہوئی۔ پچھلے دنوں ایک نہایت ہی قابل عورت مسز WOLTURE

کا پتہ چلا اور نیز معلوم ہوُا کہ وہ مسلمان نہیں مگر انہیں مسلمانوں کے ساتھ گہری ہمدردی ہے چنانچہ ان سے وقت مقرر کر کے ملاقات کی۔ واقعہ میں انہیں اسلامی کلچر اور اسلامی مسائل سے دلچسپی ہے اور وہ اپنی تقریر و تحریر میں اپنے تاثرات کو پھیلانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔

عرصہ قریباً تین سال کا ہوُا جبکہ محترم مولانا شمس صاحب لندن میں فریضۂ تبلیغِ اسلام انجام دینے میں معروف تھے ایک ڈچ طالبِ علم مسٹر کاخ آپ کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئے خدا کے فضل سے بہت نیک اور مخلص نوجوان ہیں۔ ابھی آپ کی تعلیم جاری ہی تھی کہ مجھے ہالینڈ آنے کا ارشاد ہوُا۔ اتفاقاً مسٹر کاخ بھی ان دنوں اپنی رخصتیں گزارنے کے لئے ہالینڈ میں تھے۔ گو آپ کی رہائش ہیگ سے کافی دُور فاصلہ پر تھی مگر پھر بھی بہت حد تک مفید رہی۔ برادرم مسٹر کاخ کا قیام کچھ عارضی سا قیام نظر آتا تھا اِس لئے طبعاً ایک گہری خواہش تھی کہ خدا جلدی ہی کوئی اَور مخلص احمدی عطا کر دے تو بڑے لُطف کا باعث ہو اپنے اعمال تو اس قابل نہ تھے کہ کسی ایسی نعمت سے نوازا جاتا مگر خدا کی رحمت نے جلدی ہی ایسا سامان کر دیا میری آمد کی خبر پڑھ کر مشرقی ہالینڈ سے ایک خاتون کا خط ملا جو عرصہ سے اِس ملک میں کسی اچھے مسلم بھائی کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ اس خط میں اسنے ملنے کی خواہش کی۔ گو فاصلہ کافی دُور کا تھا مگر قلیل عرصہ میں چار پانچ دفعہ ملنے آئی قرآنِ کریم کا انگریزی ترجمہ۔ ٹیچنگز آف اسلام۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ انگریزی ریویو کے بعض پرچے اور احمدیت کا بعض دوسرا لٹریچر نہایت شوق سے چند ہی ایام میں مطالعہ کر لیا اور پھر ایک دن خود ہی اپنے احمدی ہونے کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ یہ خاتون اپنے مذہبی رُجحان کے باعث اپنے خاوند سے بھی الگ ہو چکی ہیں اور ایک حد تک کسمپرسی میں دن گزار رہی ہیں۔ ان کے پاس اپنی ضروریات کے لئے کچھ سرمایہ تھا مگر خدمتِ اسلام کا جذبہ کچھ عجیب ہی رنگ میں موجزن ہوُا اپنے اعلانِ احمدیت کے ساتھ ہی ایک ہزار گلڈر (یکصد پونڈ) کا مختصر سرمایہ بطور چندہ پیش کر دیا۔ مَیں نے اُن کی تنگ حالی کے پیشِ نظر اِسے لینے سے جب کچھ گریز کیا تو نہایت رِقت آمیز لہجہ میں اس کے

قبول کرنے پر اصرار کرتے ہوئے یہ کہا کہ میری گزشتہ عمر گنہگاری میں گزری ہے اور خدا جانے میں نے اپنے پروردگار کو ناراض کرنے کا کس قدر سامان کیا آج مجھے سکونِ قلب عطا ہوا ہے اس کے مقابلہ میں تبلیغِ اسلام کے لئے میری یہ پونجی بالکل بے حقیقت ہے آپ اِس کو قبول کرلیں۔ پھر سختی سے انہوں نے یہ کہا کہ قربانی کے راستہ میں آپ کا میرے لئے روک بننا کسی طرح بھی جائز نہیں، یہ آپ کی ذات کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی خاطر پیش کر رہی ہوں۔ آپ اگر اسلام کے لئے اپنی تمام مصروفیات کو قربان کرسکتے ہیں تو کیا مَیں یہ چھوٹی سی رقم اس کے لئے پیش نہیں کرسکتی؟

آخر مَیں نے وہ رقم لے لی اور حضور انور کی خدمت میں اس کا بیعت نامہ اور اس کا چندہ پیش کر دیا۔ خدا تعالیٰ اس کے ایمان اور اخلاص کو ترقیات عطا فرما دے۔ آمین خدا کے فضل سے یہ خاتون شریعتِ اسلامی کی پورے طور پر پابند ہیں۔ پنجوقتہ نمازیں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتی ہیں۔ ماہِ رمضان میں باوجود مشکلات کے اپنے سارے روزے رکھے اور راتوں کو عبادت میں صرف کیا۔ الحمدللہ کہ خدا نے بعض نہایت عُمدہ خوابوں اور بشارات کے ذریعہ سے اس کے ایمان کو تقویت دی۔

عرصہ زیرِ رپورٹ میں بعض دیگر تقاریب میں بھی وقتاً فوقتاً شامل ہونے کا موقعہ ملا مگر اپنے طور پر جو تقاریب منعقد کیں وہ عیدین کی تقاریب تھیں۔ اِن دونوں موقعوں کے انتظام میں برادرم مسٹر العطاس نے نہایت اخلاص سے حصّہ لیا۔ پہلی عید پر تو چھ سات افراد ہی تھے مگر دوسری عید میں چودہ پندرہ احباب شامل ہوگئے۔ برادرم مسٹر کارخ بارن سے، نواحمدی خاتون رضیہ سلطانہ نواسل سے، مسٹر کوپے ایمسٹرڈم سے، بعض طلبہ لائیڈن سے اور بعض ہیگ سے۔ خدا کے فضل سے یہ اجتماع اچھا کامیاب رہا۔ عید کے بعد کھانے کا انتظام بھی کیا گیا تھا چنانچہ دو گھنٹہ کی دلچسپ گفتگو کے بعد سب نے اکٹھے ظہر وعصر کی نماز پڑھی پھر کھانا کھایا پھر اس اجتماع کا فوٹو لیا گیا۔

اس عید کے موقعہ پر سوئٹزرلینڈ سے دو واقفین برادران کی آمد کی خبر بھی مِل گئی تھی چنانچہ خطبہ میں ہی مَیں نے یہ خبر احباب کو بتا دی جس سے احباب بہت خوش ہوئے۔

تبلیغی اغراض کے ماتحت عرصہ زیرِ رپورٹ میں بعض علاقوں کا سفر بھی مجھے اختیار کرنا پڑا۔ گو حتی الوسع ایسے سفروں سے مجتنب ہی رہا مگر پھر بھی بارن، ارن ہم، بُسّم، ہلغرسم، وارنمنڈ، روٹرڈم، سخیڈم، نولن ڈم نیز بعض دفعہ ہیگ کے مضافات اور اکثر دفعہ لائیڈن جانا پڑا۔ ملکی لوگوں سے تعلقات کے نتیجہ میں خط و کتابت نے بھی کافی وقت لیا۔ ایک دفعہ کیلیفورنیا سے ایک خط آیا جس میں خط بھیجنے والے نے اپنا تعارف یُوں کرایا کہ "مَیں چونکہ ڈچ مسلم ہوں اس لئے ایک امریکن رسالہ میں آپ کی آمد کی خبر پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی خدا تعالیٰ آپ کو آپ کے کام میں کامیابی عطا کرے"۔ چنانچہ ان کے ساتھ بعد میں خط و کتابت جاری رہی۔ اس کے علاوہ ایک خط ڈچ گی آنا (جنوبی امریکہ) سے ایک مسلم لیڈر کا موصول ہوا جس میں اس نے مجھ سے تعلقات پیدا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح اس ملک سے بعض اور خطوط اسی رنگ کے موصول ہوئے"۔[1]

دو مجاہدینِ تحریکِ جدید کی آمد اور حلقۂ تبلیغ میں وسعت

حافظ قدرت اللہ صاحب کو ہالینڈ میں تشریف لائے ابھی صرف چار ماہ ہی ہوئے تھے کہ حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر چوہدری عبد اللطیف صاحب اور مولوی غلام احمد صاحب بشیر ۴ ماہِ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کو ہیگ پہنچ گئے اور تبلیغِ اسلام کی مہم میں اضافہ اور حلقۂ تبلیغ میں وسعت پیدا ہونے لگی۔ چوہدری عبد اللطیف صاحب دسمبر ۱۹۴۸ء تک ہالینڈ میں رہے اور ۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء کو ہمبرگ پہنچ کر یورپ کے نئے اسلامی مشن کی بنیاد رکھی مگر مولوی غلام احمد صاحب بشیر حضرت مصلح موعود کے طفیل ماہ صلح/جنوری ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء تک تبلیغی خدمات بجا لاتے رہے۔[2]

لائیڈن یونیورسٹی کے مسلم طلبہ کے اجلاس

۱۹۴۷ء کے آخر میں مجاہدینِ اسلام نے لائیڈن یونیورسٹی کے مسلمان طلباء کی صحیح اسلامی تربیت کرنے اور ان کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے متعارف کرانے کے لئے اجلاسوں کا ایک سلسلہ جاری کیا طلباء ان اجلاسوں میں اسلامی تعلیمات سے متعلق سوالات دریافت کرتے جن کا تسلّی بخش جواب دیا جاتا۔[3]

---

[1] ملخصاً از الفضل ۲۸-۳۱ / فتح/دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء۔
[2] یاد رہے تحریکِ جدید نے انہیں ۴ ماہ تبلیغ/فروری ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء کو وقف سے فارغ کر دیا جس کے بعد وہ نظامِ خلافت سے برگشتہ ہو کر غیر مبائعین میں جا شامل ہوئے۔
[3] الفضل ۱۶/امان/مارچ ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵ کالم ۳۔

ہالینڈ میں تبلیغی ٹریکٹوں کی اشاعت اور اُن کا اثر

دسمبر ۱۹۴۷ء میں مبلغینِ احمدیت کی طرف سے انگلینڈ میں تبلیغی ٹریکٹ دو ہزار کی تعداد میں چھپوایا گیا۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں اس کی مزید پانچ ہزار کاپیاں طبع کرائی گئیں۔[1] اس ٹریکٹ کے بعد "ڈچ لوگوں کے نام ایک پیغام" کے عنوان سے ایک اور انگریزی ٹریکٹ شائع کیا گیا جو پہلے زیادہ تر ہیگ کے اندر بعد ازاں ایمسٹرڈم میں تقسیم کیا گیا۔ اِس ٹریکٹ کا پبلک پر ایسا اثر ہوُا کہ بہت سے خطوط موصول ہوئے۔ بلکہ ایک اخبار نے "سمندر کے کنارے تبلیغِ اسلام" کے عنوان سے ایک طویل اداریہ بھی لکھا۔[2] ماہِ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء میں اس ٹریکٹ کا ایک اور ایڈیشن حضرت مسیح کی صلیبی موت کے مسئلہ پر اضافہ کے بعد سات ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا اور ملک کے مختلف حصوں میں اسے باقاعدہ پروگرام کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔[3] مبلغینِ احمدیت کی یہ ابتدائی تحریری مہم تھی جس کے بعد آہستہ آہستہ اسلام کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئی۔

تبلیغی اجلاسوں کا آغاز

یورپ کے دوسرے اسلامی مشنوں کے دوش بدوش ہالینڈ میں بھی ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء سے تبلیغی اجلاس منعقد کئے جانے لگے۔ اِس غرض کے لئے ابتداء میں دعوت نامے سائیکلو سٹائل کئے جاتے اور روزناموں میں اعلان کرایا جاتا تھا۔[4] یہ تجربہ اِس ملک میں بھی بہت مفید ثابت ہوُا ہے۔

ابتدائی ولندیزی احمدی

شروع شروع میں جن ولندیزی باشندوں کو مبلغینِ اسلام کی مساعی کے نتیجہ میں شناختِ حق کی توفیق ملی ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

(۱) مسز زمرمان (آپ کے قبولِ اسلام کی تفصیل آچکی ہے)

---

[1] الفضل ۱۲۔ امان ۱۳۲۷ ہش صفحہ ۵ کالم ۲۔ [2] الفضل ۱۷۔ وفا ۱۳۲۷ ہش صفحہ ۵ کالم ۱۔ [3] الفضل ۲۸۔ وفا ۱۳۲۷ ہش صفحہ ۶۔ [4] الفضل ۲۸۔ اخاء ۱۳۲۷ ہش صفحہ ۲۔

[5] الفضل ۲۸۔ اخاء ۱۳۲۷ ہش صفحہ ۲۔

(۲) مسٹر پی، جے، ایف، کے المہدی عبدالرحمٰن بن کوپے[1]

---

[1] جناب حافظ قدرت اللہ صاحب نے اپنے ایک مضمون میں مسٹر کوپے کے حالاتِ زندگی پر مفصل روشنی ڈالی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

آپ کا پورا نام مسٹر پی۔ جے۔ ایف۔ کے المہدی عبدالرحمٰن ابن کوپے ہے۔ آپ جرمنی میں پیدا ہوئے۔ والدہ آپ کی جرمن ہیں اور باپ ڈچ۔ اسلام کے ساتھ دلچسپی کچھ بچپن سے ہی پیدا ہو چکی تھی۔ ۱۹۳۴ء میں کچھ مینی سیلرز اس ملک میں آنکلے۔ عربی سے دلچسپی کی وجہ سے ان کے ساتھ میل ملاقات ہونے لگی اور آخر ان کے اثر سے متاثر ہو کر ۱۹۳۴ء میں برلن میں مسلمان ہو گئے اس کے بعد فرانس میں بعض عربوں اور الجیرین سے وقتاً فوقتاً ملاقات کے مواقع میسر آتے رہے۔ آپ کے مینی دوست علوی طریقہ کے پابند تھے چنانچہ آپ پر بھی وہی رنگ غالب تھا اور آپ کے تعلقات الجیریا علوی مشن کے ساتھ مضبوط تر ہوتے گئے۔

عرصہ قریباً ۱½ سال کا ہوا مسٹر کوپے نے ایک خط انجمن احمدیہ کو لکھا اور وہ خط محترم مولانا شمس صاحب کو لندن بھیج دیا گیا۔ چنانچہ محترم موصوف نے پھر مسٹر کوپے سے خط و کتابت جاری رکھی۔ انہیں اسلامی لٹریچر بھجواتے رہے اور احمدیت کی تعلیم سے آگاہی دیتے رہے۔ محترم مولانا شمس صاحب کا ارادہ بھی تھا کہ وہ ایک دفعہ خود ہالینڈ آکر مسٹر کوپے سے ملاقات کریں مگر اس کے لئے حالات سازگار نہ ہو سکے۔ حضور (مصلح موعود) ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جب مجھے ہالینڈ جانے کا ارشاد فرمایا تو اس موقع پر مسٹر کوپے کی خدمات حاصل کی گئیں چنانچہ انہوں نے بہت ہی ہمدردی اور اخلاص کا ثبوت دیا اور میرے لئے کمرۂ رہائش کا انتظام ہیگ میں کر دیا۔ ابتدائی ایام میں مسٹر کوپے بہت کثرت کے ساتھ ایمسٹرڈم سے مجھے ملنے کے لئے آتے رہے۔ اسلامی امور کے متعلق تو انہیں ایک حد تک کافی معلومات تھیں مگر احمدیت کے متعلق بہت سے حقائق ان سے پوشیدہ تھے۔ آہستہ آہستہ ان کے شکوک کا ازالہ ہوتا رہا اور حقیقت کھلتی گئی۔ اڑھائی ماہ کا عرصہ ہوا الجیرین علوی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے مسٹر کوپے کو ایک ہدایت موصول ہوئی اور ان سے خواہش کی گئی کہ وہ ہالینڈ میں ان کی طرف سے علوی طریقہ کا ایک مشن کھول کر تبلیغ کا کام شروع کر دیں۔ مسٹر کوپے ابھی اس معاملہ پر غور ہی کر رہے تھے کہ انہیں کیا جواب دیا جائے کہ دوسری طرف ہماری نوجوان احمدی خاتون رضیہ نے ایک دن پوچھا کہ مسٹر کوپے اب احمدیت میں داخل کیوں نہیں ہو جاتے؟ میں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے علوی دوستوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ اس پر انہیں جوش سا آیا اور کہا کہ انہیں اپنی ایمانی جرأت سے کام لینا چاہیئے اور دوستوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے اخلاص بھرے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) مسٹر ولی اللہ جانسن[1]

(۴) مسز لا خان پرتون پن لوپن[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- دو تین خطوط مسٹر کوپے کو لکھے فطرت نیک تھی۔ خود بھی دعائیں کیں بزرگوں کی دعائیں بھی شاملِ حال تھیں۔ ایک روز ایمسٹرڈم سے آئے اور آکر اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔" (ملخصاً از الفضل ۲۳ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:- [1] مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے باتصویر مجلہ بابت ۱۳۴۱ھش/۱۹۶۲ء صفحہ ۸۲ پر آپ کے خود نوشت حالات شائع شدہ ہیں ۔ [2] مسز لا خان پرتون پن لوپن ایک اعلیٰ فوجی افسر کی بیوی ہیں۔ ان کے والدین آسٹریلین ہیں اور ان کے دادا مصری اور دادی آئرلینڈ کی رہنے والی تھیں۔ یہ دونوں شادی کے بعد آسٹریلیا چلے گئے اور انہوں نے آپس میں عہد کر لیا کہ بچوں کو اسلام یا عیسائیت قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا سن بلوغت پر پہنچنے پر وہ خود فیصلہ کریں گے کہ انہیں کونسا مذہب پسند ہے؟ چنانچہ خاتون موصوفہ کے والد جوان ہوئے تو انہیں موقعہ دیا گیا کہ دونوں میں سے جو پسند آئے اسے قبول کر لیں۔ انہوں نے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی اور کہا کہ ان کے نزدیک دونوں ہی اچھے ہیں لہذا وہ نہ مسلمان ہوئے اور نہ ہی عیسائیت پر عمل پیرا۔ انہوں نے بھی اپنے خاندان کی اس روایت کو زندہ رکھتے ہوئے اپنے بچوں کو آزادانہ مذہب اختیار کرنے کی اجازت دی۔ ان کے تین بچوں میں سے دو نے عیسائیت کو قبول کر لیا اور ایک خاتون موصوفہ نے اسلام کو ترجیح دی --- ایک ڈچ فوجی افسر سے شادی کرنے کے بعد ہالینڈ تشریف لائیں جہاں انہیں آئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ مارمن چرچ کے دو مشنری ان کے مکان پر انہیں بھی تبلیغ کرنے لگے۔ محترمہ موصوفہ نے انہیں بتایا کہ وہ مسلمان ہیں اس لئے انہیں تبلیغ کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ مشنری ایک دفعہ مبلغ ہالینڈ سے مل چکے تھے اس پر انہوں نے کہا کہ یہاں مسلمان مشنری بھی ہیں وہ سن کر حیران رہ گئیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اسلام اور مشنری؟ انہوں نے یقین دلایا کہ ہیگ میں موجود ہیں اور انہیں مشن کا ایڈریس وغیرہ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد فون کے ذریعہ وقت مقرر کر کے تشریف لائیں۔ دو تین گھنٹے تک گفتگو کرتی رہیں۔ انہیں اپنے سلسلہ کے حالات بتائے گئے۔ قبرِ مسیح کے متعلق گفتگو ہوئی۔ انہیں بعض کتب مطالعہ کے لئے دی گئیں جو انہوں نے غور سے مطالعہ کیں اس کے بعد دو تین دفعہ حافظ قدرت اللہ صاحب سے ملاقات کی اور ہر دفعہ اور کتب مطالعہ کے لئے لے گئیں۔

آخر غور کر کے فارم بیعت پُر کر دیا۔

(ملخصاً الفضل ۳۰ وفا/جولائی ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۳)

ملکہ ہالینڈ اور پریس کے نام تبلیغی خطوط

ماہِ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء میں تختِ ہالینڈ سے دستبردار ہونے والی ملکہ QUEEN WILHELMINA کے پچاس سالہ عہدِ حکومت کے اختتام پر جوبلی کی تقریب اور اسی طرح نئی ملکہ QUEEN JULIANA کی تاجپوشی کی رسم نہایت تزک و احتشام سے منائی گئی۔ مبلغینِ اسلام نے اِس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دونوں کی خدمت میں تہنیت نامے ارسال کئے اور پیغامِ حق پہنچایا۔ ملکہ WILHELMINA نے جواباً جماعتِ احمدیہ ہالینڈ کا شکریہ ادا کیا اور جماعتِ احمدیہ کی مساعی کے متعلق خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے اپنے دِلی جذبات کا اظہار کیا۔[۱]

پریس کے رویّہ میں خوشگوار تبدیلی

احمدیہ مشن کو قائم ہوئے ابھی تین ہی سال کا عرصہ گزرا تھا کہ پریس کے رویہ میں بھی ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہونے لگی چنانچہ ہالینڈ کے ایک مؤقر روزنامہ DE AMSTERDAMSE COURANT نے اپنی ایک اشاعت میں چار کالمی سُرخی دے کر لکھا:۔

"آشتی اور تحمل جماعتِ احمدیہ کا طرّۂ امتیاز ہے۔ جماعتِ احمدیہ جہاد کے غلط تصور کی اصلاح کرتی ہے۔ اِس کے مشن نہ صرف ہندوستان اور ایشیا میں بلکہ افریقہ، یورپ اور امریکہ میں بھی موجود ہیں۔ اِس جماعت سے وابستہ ہونے والے زیادہ تر پڑھے لکھے مسلمان ہیں جو اس کے لئے مالی قربانی بھی کرتے ہیں۔"[۲] (ترجمہ)

مبلّغینِ اِسلام کی ہالینڈ میں سہ روزہ کانفرنس

ماہِ ظہور/اگست ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء میں ہالینڈ مشن کے زیرِ اہتمام یورپ کے مبلّغینِ اسلام کی سہ روزہ کانفرنس منعقد ہوئی اِس کانفرنس میں جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، اسپین، فرانس، اٹلی اور انگلستان کے مجاہدینِ اسلام نے شرکت فرمائی۔ یورپ میں تبلیغِ اسلام کی مہم کو تیز کرنے کے سلسلہ میں بعض نہایت اہم تجاویز زیرِ غور آئیں اور آئندہ کے لئے ایک جامع پروگرام تجویز کیا گیا۔ کانفرنس کے آخر میں ایک استقبالیہ دعوت کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں ہالینڈ کی نامور شخصیتوں اور اعلیٰ سرکاری

---

[۱] الفضل ۲۸ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲۔

[۲] بحوالہ "خالد" ربوہ بابت ماہ امان/مارچ ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء صفحہ ۱۵۔

افسروں کے علاوہ متعدد پاکستانیوں نے شمولیت کی[1]

حافظ قدرت اللہ صاحب نے کانفرنس کے کوائف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:۔

" اِس کانفرنس میں یورپ میں کام کرنے والے ہمارے سات مشنوں نے حصّہ لیا۔ نمائندہ حضرات کے اسماء درج ذیل ہیں:۔ برادرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (لنڈن)، برادرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ (سکاٹ لینڈ)، برادرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب (فرانس)، برادرم عبداللطیف صاحب (جرمنی)، برادرم شیخ ناصر احمد صاحب (سوئٹزرلینڈ)، برادرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر (سپین)، اور خاکسار ہالینڈ سے۔ علاوہ ازیں اس موقعہ پر چوہدری عبدالرحمٰن صاحب (لنڈن) اکاؤنٹنٹ کی ملاقات بھی مسرّت کا باعث ہوئی۔ ہماری کانفرنس یہاں کے ہوٹل پوموٹا میں تین روز تک منعقد رہی۔ کُل کارروائی (سب کمیٹیوں کے وقت کے علاوہ) کوئی ۱۶ گھنٹے تھی جو ۶ اجلاس پر مشتمل تھی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق برادرم چوہدری ظہور احمد باجوہ سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے رہے اور کانفرنس کے اجلاس انتخاب کے مطابق مختلف احباب کی صدارت میں منعقد ہوئے۔ کانفرنس میں تمام مشنوں کے تبلیغی حالات اور مساعی کا ایک جائزہ لیا گیا۔ گزشتہ سال کے فیصلہ جات پر نظرِ ثانی کی گئی اور اِس سلسلہ میں جو امور خاص طور پر قابلِ توجہ نظر آئے یا جن نئے امور کی طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس کی گئی انہیں سامنے لایا گیا۔ مثال کے طور پر یورپ میں یومِ پیشوایانِ مذاہب کا انعقاد یا ایک ماہوار اعلےٰ انگریزی اخبار کا اجراء وغیرہ۔ ہماری کانفرنس بفضلہٖ تعالیٰ ہر رنگ کامیاب رہی اور شامل ہونے والے نمائندگان نے مختلف وجوہ سے اِس اجتماع کا فائدہ اُٹھایا خصوصاً تبادلۂ خیالات اِس پہلو کی رُو سے کہ آئندہ یورپ میں تبلیغ کو کس کس رنگ میں کامیاب طریق سے کیا جاسکتا ہے؟ بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔ ... حاضری کوئی ۱۳۰ احباب پر مشتمل تھی جو اچھے تعلیم یافتہ طبقہ سے متعلق تھی۔ پاکستانی اور ایرانی منسٹرز کے علاوہ ڈچ ایسٹرن فارن ڈیپارٹمنٹ کے چیف، مڈل ایسٹ براڈکاسٹ محکمہ کے افسرِ اعلیٰ، جاوا کی ایک ریاست کے حکمران اور کئی

[1] الفضل ۲۹ ظہور/اگست ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء صفحہ ۴۔

سوسائٹیوں کے ہیڈز اور سرکاری محکمہ جات سے مختلف افسران اس میں شامل ہوئے۔ ان تمام احباب کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ پریس نمائندگان کی ایک تعداد بھی تھی جنہوں نے اپنے فرائض اچھی طرح سرانجام دیئے۔ ایک حصہ حاضرین میں سے مستشرقین کا بھی تھا جنہوں نے خاصی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اِس تقریب میں خاکسار نے پہلے مختصر طور پر احبابِ کرام کو خوش آمدید کہا جس کے بعد جُملہ مبلغینِ کرام نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ صدارت کے فرائض محترم جناب سید لال شاہ صاحب بخاری نے انجام دیئے۔ مسجد کے قیام کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس کا انعقاد دیر سے زیرِ غور تھا جسے مبلغینِ یورپ کی کانفرنس کے موقعہ پر پُورا کرنے کی توفیق ملی۔ پریس کانفرنس کے لئے جگہ وہی مقرر کی گئی جس میں بعض مبلغین کی رہائش کا انتظام تھا اور اسی ہوٹل میں مبلغین کی تین روزہ کانفرنس بھی منعقد ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جس نے اِس کانفرنس کو کامیاب دیکھنے کی توفیق دی۔ اٹھارہ نمائندگانِ پریس نے شمولیت کی جو تقریباً تمام ہی کے تمام ایسے تھے جو مختلف ایجنسیوں کے اعلیٰ نمائندے تھے۔ محکمہ براڈ کاسٹ کے دو نمائندگان (ورلڈ براڈ کاسٹ اور محکمہ براڈ کاسٹ پاکستان و انڈیا) موجود تھے۔ نیز یہاں کی بڑی ڈچ نیوز ایجنسی ج۔ا۔د رائٹر، فرنچ اور بلجیئم نیوز ایجنسیز کے نمائندگان کے علاوہ بعض سرکردہ اخبارات کے ایڈیٹرز بھی موجود تھے جس کے نتیجہ میں ہماری کانفرنس کی خبر دُور و نزدیک پھیل گئی۔

کانفرنس کے شروع میں خاکسار نے مختصر الفاظ میں اپنے آنے والے مبلغین کا تعارف کرایا جس کے بعد برادرم شیخ ناصر احمد صاحب نے ہماری تبلیغی مساعی کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا کام اسلام کو صحیح رنگ میں یورپ کے سامنے پیش کرنا ہے نیز یہ کہ دُنیا کی موجودہ بدامنی کا علاج اسلامی تعلیم میں مضمر ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

اِس مختصر سے تعارف کے بعد نمائندگانِ پریس کو موقعہ دیا گیا کہ وہ اِس سلسلہ میں جو جو استفسارات کرنا چاہیں کریں۔ چنانچہ جُملہ مبلغین نے اِس تبادلہ خیالات اور گفتگو میں حصہ لیا اور یہ کانفرنس کوئی پونے دو گھنٹہ تک جاری رہی۔" [1]

---

[1] الفضل ۲۸۔اخاء/اکتوبر ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء صفحہ ۴۔

اِس کانفرنس کے بعد مشن کی تبلیغی سرگرمیاں پہلے سے تیز تر ہو گئیں اور ہیگ کے علاوہ دوسرے متعدد اہم شہروں میں بھی اسلام پھیلنے لگا۔

ڈچ ترجمہ قرآن کی طباعت و اشاعت

ماہِ نبوت/نومبر ۱۳۳۲ہش/۱۹۵۳ء سے ہالینڈ کے اسلامی مشن کی ترقی، کامیابی اور شہرت کے نئے دَور کا آغاز ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید کا ڈچ ترجمہ نظرِ ثانی اور طباعت کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد اشاعت پذیر ہوا۔ سیدنا المصلح الموعودؓ نے ماہ صلح/جنوری ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء میں ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کے ڈچ ترجمہ کی طباعت سے متعلق فوراً معلومات حاصل کی جائیں چنانچہ حافظ قدرت اللہ صاحب لائیڈن کی ایک ممتاز و مشہور فرم BRILL کے ڈائریکٹر صاحب اور بعض ممتاز مستشرقین سے ملے اور چوہدری عبداللطیف صاحب نے ہیگ کی مختلف فرموں سے رابطہ قائم کیا[1]۔ ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء تک ڈچ ترجمہ کی تین کاپیاں ٹائپ کرلی گئیں جس کے بعد ترجمہ کے بعض حصوں پر ادبی نقطہ سے ناقدانہ نظر ڈالی گئی[2]۔

مسوّدہ پر تسلی بخش صورت میں نظرِ ثانی کا کام مکمل ہوچکا تو اسے پریس میں دے دیا گیا اور ماہ نبوت/نومبر ۱۳۳۲ہش/۱۹۵۳ء میں یہ چھپ کر تیار ہوگیا۔ یہ ترجمہ جو ہالینڈ ہی میں طبع ہوا چونکہ سابقہ تمام ڈچ[3] تراجم قرآن سے ظاہری اور معنوی دونوں اعتبار سے فوقیت رکھتا تھا اِس لئے اسے بہت جلد قبولِ عام کی سند حاصل ہوگئی اور آج یہ ملک بھر میں بنظرِ استحسان دیکھا جاتا ہے۔ ترجمۂ ڈچ کا دوسرا ایڈیشن ربوہ سے شائع کیا گیا ہے۔ اِس ترجمہ کی اشاعت نے ہالینڈ کے عوام و خواص کی آنکھیں کھول دیں اور ان کو نہ صرف محسوس کرا دیا کہ اسلام آج بھی ایک زندہ اور ناقابلِ شکست طاقت ہے بلکہ انہیں جماعتِ احمدیہ کی اِس ٹھوس اور شاندار اسلامی خدمت کا کھلے بندوں اقرار کرنا پڑا۔ اِس حقیقت کے ثبوت میں بطور مثال ڈچ اخبارات کے چند نوٹ، تبصرے اور خبریں ملاحظہ ہوں:۔

---

[1] الفضل ۱۶ امان/مارچ ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء ص۶، الفضل ۱۷ وفا/جولائی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء ص۵۔ [2] الفضل ۲۸ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء ص۲۔ [3] یاد رہے ڈچ زبان میں سب سے پہلا ترجمہ "وعریشن القرآن" کے نام سے شویگر کے ترجمہ کی بناء پر ۱۶۴۱ء میں ہمبرگ سے شائع کیا گیا۔ ایک اور ترجمہ دوراٹر کے ترجمہ سے جے ایچ گلیس میکر نے لیڈن میں ۱۶۵۸ء میں چھاپا۔ ڈیلفٹ (ہالینڈ) کے پروفیسر شرع محمدی ڈاکٹر کیرز نے بھی ایک ترجمہ ۱۸۶۰ء میں ہارلم سے شائع کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر ڈی کیرنے سیل کے انگریزی ترجمہ کو ڈچ زبان کا لباس پہنا کر چھاپا۔ ۱۹۳۰ء میں ایک اور ترجمہ ڈچ زبان میں ہیگ کے ایک ڈچ مسلمان فاضل نے شائع کیا۔ (پیام امین از محمد عبداللہ منہاس)

(۱) روٹرڈم (ہالینڈ) کے اخبار NIEUWE ROTTERDAMSE COURANT نے اپنے ۱۴ جنوری ۱۹۵۴ء کے ایشوع میں لکھا:-

"قرآن مجید کا نیا ترجمہ جس کے چھپنے کی خبر ہم اپنے اخبار کی ۲۴ اکتوبر کی اشاعت میں دے چکے ہیں اب چھپ کر منظرِ عام پر آگیا ہے۔ ایسی شکل وصورت میں کہ ہم اسے مذہبی کتاب کے لئے بطور نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس کی ظاہری خوبصورتی جو گہرے سبز رنگ کے چمڑے پر سنہری عربی حروف اور دلکش کتابت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اسی طرح اس کا مناسب سائز۔ یہ سب امور اس پر دال ہیں کہ اس کی طرف خاص توجہ مبذول کی گئی ہے۔ ہم پریس اور پبلشر کو جنہوں نے دی اورنٹیل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن ربوہ اور احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کے کہنے پر اسے شائع کیا ہے اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جب ہم اس کتاب کو کھولتے ہیں تو اس کے صفحات کے دائیں طرف عربی متن اور بائیں طرف ڈچ ترجمہ پاتے ہیں۔ ہر سورت کی ابتداء میں نہایت خوبصورت بلاکس میں سورت کا عربی نام درج کیا گیا ہے۔ قرآن (مجید) سے پہلے جو حصہ چھ سو سینتیس صفحات پر مشتمل ہے ۱۸۰ صفحات کا دیباچہ ہے جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لکھا ہے۔ آپ حضرت احمد کے دوسرے جانشین ہیں جو ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔

چونکہ یہ موقع اسلام اور عیسائیت پر بحث کرنے کا نہیں ہے اس لئے ہم اس عالمانہ لکھے ہوئے دیباچہ پر تنقید کئے بغیر آگے چلتے ہیں۔ ہم یہ بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس میں اسلامی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے اور مشنری تحریک کے رنگ میں بعض سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

احمدیت اپنے اندر ایک عالمگیر رنگ رکھتی ہے۔ وہ مذاہب کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا اعلیٰ الہام اور گزشتہ مذاہب کا جزو قرار دیتی ہے جہاں باقی بڑے بڑے مذاہب اپنی انتہاء پاتے اور اپنے وجود کو کھو دیتے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے اس دیباچہ میں بیان کئے ہوئے نظریات کا۔

اِس ترجمہ کی نظر انداز نہ ہونے والی خصوصیت یہ ہے کہ اسے چار ڈچ زبان دانوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جنہوں نے انتخاب الفاظ میں نہایت ہی اعلیٰ معیار پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس کی زبان واضح اور سادہ ہے، مگر قابلِ قدر اور اعلیٰ۔ اِس ترجمہ کے لئے جماعتِ احمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہونے والے انگریزی ترجمہ کو بطور بُنیاد رکھا گیا ہے اور ترجمہ کے دَوران میں مسلمان عربی دانوں کے ساتھ خاص طور پر مشورہ کیا جاتا رہا ہے جس کی وجہ سے اصل متن کو قابلِ اعتبار طور پر ترجمہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ جہاں تک ایک مشرقی زبان کے متن میں اتحاد ہوسکتا ہے اِس ترجمہ کا دوسرے تراجم سے کوئی اُصولی فرق نہیں ہے اِس لئے اس کا پُرانے تراجم کے ساتھ ملانا اور بھی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

جو ترجمہ ۱۹۳۲ء میں قرآن فنڈ جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کے کہنے پر بٹاویہ (جاکرتا) میں VISSER کی طرف سے شائع ہوُا تھا وہ ایک کمیشن نے کیا تھا جس میں مسٹر سودیوو بھی شامل تھے۔ اس کے ساتھ ایک دیباچہ اور مولانا محمد علی صاحب کے نوٹس بھی شامل ہیں۔ اس ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترجمہ کرنے والے پُورے طور پر ڈچ زبان نہیں جانتے تھے اِس وجہ سے نیا ترجمہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اِس میں الفاظ مختصر، زیادہ قابلِ فہم اور صحیح تر ہیں۔ سُورتوں کے فقرات میں جو تعلق اور بندش تھی اسے بھی قائم رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے مختلف آیات ایک مجموعہ کی حیثیت اختیار کرلیتی ہیں۔ اِسی طرح الفاظ کا انتخاب بھی نمایاں طور پر بہتر ہے۔ آیتوں میں بہ نسبت بٹاویہ میں چھپنے والے ترجمہ کے زیادہ سلاست ہے۔

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ پہلی بار اِس ترجمہ میں ہی خدا کا نام GOD کی بجائے اللہ پیش کیا گیا ہے۔ گزشتہ تراجم میں لفظ GOD ہی استعمال ہوتا رہا ہے۔

مسٹر سودیوو کے ترجمہ میں عیسائیت کے اثر کی وجہ سے پُرانے عہد نامہ کی طرز پر کلام کو اختیار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے مقامات ہماری توجہ کو زبور کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں یا بائبل کے دوسرے ترجمہ کے مطابق گزشتہ انبیاء کی طرف حتّٰی کہ ۱۸۵۹ء

میں جو ترجمہ پروفیسر کیزر (KEYZER) کی زیرِ نگرانی چھپا تھا اس میں بھی لفظ GOD ہی استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے نئے ترجمہ نے کامل طور پر ایک الگ حیثیت اختیار کر لی ہے جو کہ پڑھنے والے کو اسلام کے اثر و نفوذ کے دائرہ میں لا کھڑا کرتی ہے۔

یہ ترجمہ پروفیسر کیزر (KEYZER) کے ترجمہ کے مقابلہ میں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے اُنھوں نے اپنے کام کے لئے بہت سے غیر زبان والوں کو ساتھ ملایا تھا جس کی وجہ سے ڈچ زبان مُبہم سی ہو کر رہ گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی چھپوائی بہت ردّی تھی اور پبلشر آخری ایڈیشنو میں بھی اصلاح نہ کر سکا۔

یہ کوئی قابلِ تعجب امر نہیں ہے کہ عربی الفاظ کے بہت سے معانی ہیں سے اِس ترجمہ میں ان معانی کو ترجیح دی گئی ہے جو ایک ترقی کرنے والی جماعت (جیسا کہ جماعتِ احمدیہ ہے) کے خیالات سے اتفاق کرتے ہیں۔ ہم اس کے متعلق صرف چند ایک باتیں ہی بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔

مثلاً عورتوں کے معاشرتی حقوق میں انصاف و مساوات کو دوسرے تراجم کی نسبت واضح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح معنوی اُمور کو ظاہر پر ترجیح دی گئی ہے۔

اَخلاقیات کے معاملہ میں بھی معنویات کی طرف زیادہ میلان نظر آتا ہے۔ افسوس ہے کہ مفصّل فقرات کا درج کرنا بہت زیادہ جگہ کا متقاضی ہے (لہٰذا ہم ایسا نہیں کر سکتے) اور قارئین کرام کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اِس ترجمہ کا دوسرے تراجم کے ساتھ ضرور مقابلہ کریں۔ خواہ صرف ان مقامات کا ہی کیا جائے جو پہلے واضح نہ تھے اور اب واضح اور عام فہم ہو گئے ہیں۔

اِس ترجمہ کا کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر کرامرس کے ترجمہ کے ساتھ مقابلہ کرنا بہت بڑی دلچسپی کا باعث ہوگا جو کہ ELSVIER شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ جو اپنے اندر ایک زبردست مشنری رُوح رکھتی ہے اس نے نہایت ہی اچھا کام کیا ہے کہ قدامت پسند مسلمانوں کے اعتراضات کی پروا نہ کرتے ہوئے قرآن مجید کا دوسری یورپین زبانوں اور ڈچ زبان میں ترجمہ کر دیا ہے ہم اِس معاملہ میں ہر حیثیت

اسے کامیاب یقین کرتے ہیں۔"[1] (ترجمہ)

(۲) ریفارمڈ چرچ کے ہفت روزہ "KERKBODE, ABBLASSER, WOARD" نے اپنی ۳۰ جنوری ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں لکھا:۔

" اس وقت مسلمانوں کی مقدس کتاب "قرآن" ہمارے زیر نظر ہے جو عربی اور ڈچ زبان میں چھپی ہے ترجمہ نہایت سلیس ہے۔ یہ ایڈیشن نہایت ہی اچھا تیار کیا گیا ہے۔ کاغذ عمدہ جلد پر سنہری حروف کا ٹھپہ لگا ہوا ہے۔ اگرچہ قرآن میں بہت کچھ بائبل سے لیا گیا ہے تاہم دیباچہ میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفیٰ) کی تعلیم بائبل سے اچھی ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ورق اٹھانے کی ضرورت ہے۔

جو شخص مسلمانوں کے مذہب سے دلچسپی رکھتا ہو یا دوسرے لوگوں کے مذاہب سے اس کے لئے یہ بہترین ذریعہ ہے۔" (ترجمہ)

(۳) ہالینڈ کے مشہور اور با اثر روزنامہ HET VRIJE VOLK (۸ مارچ ۱۹۵۴ء) نے ڈچ ترجمہ قرآن پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ شائع کیا:۔

" قرآن مجید ڈچ ترجمہ کے ساتھ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی زیر ہدایت دی اورنٹیل اینڈ ریلیجس پبلشنگ ربوہ پنجاب نے شائع کیا ہے، اور (ZUID HOLLAND) کی پبلشنگ کمپنی نے ہالینڈ میں اس کی اشاعت اپنے ذمہ لی ہے یہ ایڈیشن ایک دیباچہ، عربی متن اور ڈچ ترجمہ پر مشتمل ہے۔ دیباچہ میں اس امر پر مفصل بحث کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ کے مذاہب کے بعد اسلام کی کیا ضرورت تھی؟

اس میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مسیح صرف یہود کے لئے تھے نہ کہ ساری دنیا کیلئے جیسا کہ محمدؐ۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں متی ۱۵/ ۲۴ و ۲۱ اور پے کو پیش کیا گیا ہے۔" (ترجمہ)

(۴) ایک ہفت روزہ IN DE WEEGSCHAAL نے اپنی ۵ مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں لکھا:۔

" احمدیہ مسلم مشن نے قرآن مجید کا ڈچ ترجمہ تیار کیا ہے اس میں عربی حروف کو خاص قاعدہ

[1] بحوالہ المصلح کراچی ۲۴ تبلیغ / فروری ۱۳۳۳ ہش / ۱۹۵۴ء صفحہ ۳۔

کے مطابق لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے قرآن کو Q سے لکھا گیا ہے (عام طور پر K سے لکھا جاتا ہے) اِس ایڈیشن میں اصل عربی متن اور اس کا ڈچ ترجمہ اکٹھا دیا گیا ہے۔ اس کے دیباچہ میں جو حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا لکھا ہوا ہے قرآن کی عالمگیری کو بائبل اور ویدوں کی قومی تعلیم سے بالا قرار دیا گیا ہے۔ اِس دیباچہ کے مطابق عہدِ قدیم کی بہت سی پیشگوئیاں مسیح سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ ان کا تعلق اسلام کے نبی پاک سے بتلایا جاتا ہے جو مسلمانوں کی اس پاک کتاب سے واقفیت حاصل کرنا چاہے اب ڈچ زبان میں کر سکتا ہے۔"

(ترجمہ)

ملکۂ ہالینڈ اور عمائدِ مملکت کو قرآن مجید کا تحفہ اور پریس

احمدیہ مشن ہالینڈ کی طرف سے ملکہ ہالینڈ کے علاوہ محترم وزیرِ اعظم، وزیرِ تعلیم، میئر آف روٹرڈم دی ہیگ اور ایمسٹرڈم کی خدمت میں ڈچ ترجمہ کی ایک ایک کاپی بھی پیش کی گئی جس کا ذکر ہالینڈ کے پانچ چھ چوٹی کے اخباروں نے کیا چنانچہ "ALGEMEEN HANDELSBLAD" نے اپنی ۱۵۔ اپریل ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں "قرآن نئے ڈچ ترجمہ کے ساتھ" کے عنوان کے ماتحت لکھا:-

"کل دوپہر کے بعد احمدیہ مسلم مشن نے نئے ڈچ ترجمہ کی ایک کاپی وزیرِ تعلیم کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اِس سے قبل ملکہ جولیانا، وزیرِ اعظم ڈاکٹر والیس میئر آف روٹرڈم اور میئر آف دی ہیگ کی خدمت میں بھی اس کی ایک ایک کاپی پیش کی جا چکی ہے۔

وزیرِ تعلیم کے نام ایک خط میں احمدیہ مسلم مشن کے انچارج غلام احمد صاحب بشیر نے ان کی توجہ اِس امر کی طرف مبذول کروائی ہے کہ ہالینڈ میں بھی دوسرے مغربی ممالک کی طرح سکولوں میں بچوں کو اسلام کے متعلق غلط تعلیم دی جاتی ہے۔ مسٹر بشیر کے خیال کے مطابق تاریخ کی کتب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام اپنے متبعین کو اس تعلیم کے جبری پھیلانے کی تلقین کرتا ہے یہ بالکل صحیح نہیں۔ اِس لئے وزیرِ تعلیم کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی ہے کہ ان درسی کتابوں پر نظرِ ثانی کی جائے۔"

اخبار "HAAGSCHE COURANT" نے ۱۵ اپریل ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں یہ خبر بایں الفاظ شائع کی:-

"وزیر تعلیم مسٹر کالیس کی خدمت میں قرآن پیش کیا گیا۔" اسلام کے متعلق بہتر معلومات بہم پہنچانے کی درخواست"

"کل دوپہر کے بعد احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کی طرف سے وزیر تعلیم کی خدمت میں نئے ڈچ ترجمہ کی کاپی پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ وزیر تعلیم کی خدمت میں ایک تحریری درخواست بھی پیش کی گئی ہے جس میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ ڈچ درسی کتب میں اسلام کے متعلق بہتر اور زیادہ صحیح معلومات بہم پہنچائی جائیں۔

علاوہ ازیں ملکہ ہالینڈ، وزیر تعلیم، میئر آف دی ہیگ اور روٹرڈم کی خدمت میں بھی اس ترجمہ کی ایک ایک کاپی پیش کی گئی ہے۔"

محولہ بالا خبر کو ہارلم کے روزانہ اخبار نے بھی دوہرایا۔ اسی طرح "نیو ہاگسے کرانت"، "ہیت فادر لینڈ" نیوے روٹرڈمس کرانت میں بھی نقل کیا۔

مندرجہ ذیل خبر چار ڈچ اخبارات میں چھپی:۔

"۲۴ اپریل کو قرآن مجید کی ایک کاپی ایمسٹرڈم کے میئر کی خدمت میں پیش کی گئی جنہوں نے اسے بہت ہی پسند کیا اور کافی دیر تک اس کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔"

اخبار ALGEMEEN HANDELSBLAD نے لکھا:۔

"آج مسٹر بشیر انچارج احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ نے قرآن کے نئے ڈچ ترجمہ کی ایک کاپی جو کہ نہایت ہی خوبصورت تھی ایمسٹرڈم کے میئر کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اس کتاب میں جس میں ایک دیباچہ اور تمہیدی مضمون بھی ہے ڈچ ترجمہ کے ساتھ اصل عربی متن بھی طبع کیا گیا ہے۔ (۲۴ اپریل ۱۹۵۴ء ایمسٹرڈم)"

ایک کیتھولک اخبار MAASBODE ROTTERDAM میں اس کی ۲۶ اپریل ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں یہ خبر چھپی:۔

"قرآن کا نیا ایڈیشن" گزشتہ ہفتہ کے روز احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کے انچارج مسٹر بشیر نے ایمسٹرڈم کے میئر کی خدمت میں ڈچ ترجمہ کا نیا ایڈیشن پیش کیا۔ یہ کتاب ایک تمہیدی مضمون اور دیباچہ کے علاوہ عربی متن (جس کے مقابل پر ڈچ ترجمہ دیا گیا ہے) پر مشتمل ہے۔"

اخبار DEUBRSKARANT AMSTERDAM نے اپنے ۲۶/اپریل ۱۹۵۴ء کے نمبر میں یہ خبر شائع کی:-

"گزشتہ ہفتہ کے روز احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کے انچارج مسٹر بشیر نے ایمسٹرڈم کے میئر کی خدمت میں قرآن کے نئے ڈچ ترجمہ کی ایک کاپی پیش کی تھی جو کہ نہایت ہی خوبصورت ہے اس کتاب میں عربی متن کے مقابل پر ڈچ ترجمہ دیا گیا ہے۔"

یہ خبر TELEGRAAF AMSTERDAM میں بھی انہی الفاظ میں شائع ہوئی۔ [1]

الغرض ڈچ ترجمہ قرآن کا ولندیزی حکومت کے عمائدین کے ہاتھوں پہنچنے کی دیر تھی کہ پریس کے ذریعہ اس واقعہ کی خبر آناً فاناً ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گئی۔ یہ خدائی نصرت کا گویا ایک نیا سامان تھا جس نے ملک بھر میں قرآن مجید اور اسلام کی عظمت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا اور کیتھولک چرچ پر جماعتِ احمدیہ کا علمی رُعب طاری ہو گیا۔

مسجد ہالینڈ کے لئے قطعہ زمین کا حصول

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۸۸۸ء میں کشفی طور پر دیوارِ مسجد پر مصلح موعود کا مبارک نام محمود دکھایا گیا تھا [2] جس میں یہ اشارہ بھی کیا گیا تھا کہ دورِ مصلح موعود کو تعمیرِ مساجد کے ساتھ گہرا تعلق ہوگا چنانچہ عملاً ایسا ہی ہوا اور حضرت مصلح موعود نے اپنے عہدِ مبارک میں یورپ، امریکہ، افریقہ، ایشیا غرضکہ جملہ برّاعظموں میں متعدد مسجدیں بنوائیں اور ہمیشہ ہی جماعت کو یہ نصیحت فرماتے رہے کہ "ہمیں ہر اہم جگہ پر ہی نہیں ہر جگہ پر مسجدیں بنانی ہوں گی۔" [3]

جہاں تک ہالینڈ کا تعلق ہے حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر اس سرزمین پر ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء میں ایک شاندار اور عالیشان مسجد کی تعمیر کی گئی۔ مسجد فضل لنڈن کی طرح یہ مسجد بھی خواتینِ احمدیت کے چندوں سے تیار ہوئی۔

مسجد ہالینڈ کے لئے زمین کا حصول ایک بڑا معرکہ تھا۔ ہالینڈ کے کیتھولک چرچ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ ہیگ بلکہ ملک کے کسی گوشہ میں مسجد تعمیر نہ ہونے پائے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے

---

[1] الفضل ۱۳/احسان/جون ۱۳۳۳ھش/۱۹۵۴ء ص۵ ۔ [2] "تریاق القلوب" ص۴۲ طبع اوّل ۔
[3] الفضل ۲/صلح/جنوری ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء ص۱ ۔

طاقت کا ایسا غیبی ہاتھ دکھایا کہ چرچ کی تمام کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں اور ۷ ماہ وفا/جولائی ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء بروز جمعہ ہیگ میں ایک موزوں قطعہ کی باضابطہ منظوری ہوگئی۔[1] چنانچہ حافظ قدرت اللہ صاحب اپنی ایک رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"۱۹۵۰ء میں جب مسجد کے لئے زمین خریدنے کا معاملہ زیرِ غور تھا تو اس وقت بھی بعض حالات ایسے رنگ میں ظاہر ہوئے جو ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہیں ہیگ میں مسجد کے لئے مناسب جگہ کی تلاش کے لئے کافی تگ و دَو کرنی پڑی تھی۔ آخر حُسنِ اتفاق ایسا ہوا کہ ہماری توقعات سے بڑھ کر ایک نہایت عُمدہ جگہ اس غرض کے لئے ہمیں مل گئی۔ یہ جگہ ایک چرچ اور ایک اہم کیتھولک انسٹی ٹیوٹ کے نہ صرف قریب تھی بلکہ انکے راستہ پر پڑتی تھی جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مذہبی حلقوں کی طرف سے اس کی مخالفت ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر ہیگ کی میونسپل کمیٹی کا جو ذمہ وار شخص تھا اس نے اس تمام مخالفت کا ایسا ذمہ دارانہ مقابلہ کیا کہ آج بھی اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے لُطف کی بات یہ ہے کہ ہمیں ان مشکلات کا علم اس وقت ہوا جب فیصلہ ہو کر پریس کے ذریعہ یہ خبر منظرِ شہود پر آگئی کہ کمیٹی کے ایک ہنگامی اجلاس میں یہ امر بالآخر طے پا گیا ہے کہ مجوزہ جگہ پر مسجد تعمیر کر لی جائے۔ کمیٹی کے اس تاریخی اجلاس میں کیتھولک مخالفت کے باوجود ڈاکٹر بیاکے سخت (BAKKE SCHUT) جو کمیٹی کے چیف ٹاؤن پلینر تھے ان کی پارٹی کو فتح حاصل ہوئی فالحمد للہ علی ذالک"[2]

مسجد ہیگ کی ابتدائی خبر ڈچ اخبارات میں

مسجد کے لئے زمین کا حصول ایک ایسا اہم واقعہ تھا کہ ولندیزی پریس نے اس کا خاص طور پر چرچا کیا چنانچہ یہ خبر ہالینڈ کے قریباً ساٹھ اخباروں نے شائع کی جن میں ہالینڈ کے چوٹی کے اخباروں سے لے کر صوبہ جاتی اخبار تک شامل تھے۔ مثلاً ایک اخبار نے لکھا:-

---

[1] الفضل ۲۸ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء صفحہ ۲ ۔ [2] رسالہ خالد ربوہ امان/مارچ ۱۳۴۸ہش/۱۹۶۹ء صفحہ ۱۷

اس مسجد کا رقبہ آٹھ سو مربع میٹر کے قریب ہے۔ حضرت مصلح موعود کا منشاء مبارک تو اس سے زیادہ رقبہ لینے کا تھا مگر حالات نے اس کی اجازت نہ دی۔ زمین باموقع اور اچھے علاقہ میں ہے اور اوست ڈاؤن لان (OOST DEINLAAN) نامی سڑک پر واقع ہے۔

"بڑاؤدن ہاؤت محلہ میں مسلم مشن کی طرف سے مسجد کی تعمیر

چند سالوں کے اندر اندر ہالینڈ میں دو مسجدیں ہو جائیں گی پہلی مسجد ہیگ میں OOSTDUINLAAN (سٹرک پر) B.P.M بلڈنگ کے مدِمقابل تعمیر ہوگی (یہ ایک کمپنی کی بلڈنگ کے مدِمقابل تعمیر ہوگی)[1] یہ جگہ اَب تک فارغ پڑی رہی تھی اور اِس جگہ کے اِرد گرد بہت دیر سے مکان تعمیر ہو چکے ہیں۔ شاید خدا تعالیٰ نے اِس جگہ کو اِس لئے خالی رہنے دیا ہوگا کہ اِس جگہ مسجد تعمیر ہوگی۔ دوسری مسجد ایمسٹرڈم میں TALRPLEIN چوک کے پاس تعمیر کی جائے گی۔ اِس طرح مسلم مشن ہمارے ملک میں اپنی دو عمارتوں کا مالک ہو جائے گا جو نبیٔ اکرم کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے نقطۂ مرکزی کی حیثیت اختیار کریں گی۔"

اِس قسم کی خبریں احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کے انچارج مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب کے ذریعہ سے نشر ہوتی ہیں۔ مسجد ہیگ کی تعمیر میں اب امام جماعتِ احمدیہ کی اجازت کا انتظار ہے۔ ان کی خدمت میں مسٹر دالیوتن سے ایک نقشہ تیار کروا کے بھجوایا جا چکا ہوا ہے۔ اِس نقشہ کی منظوری پر کام شروع ہو جائے گا۔ مسجد کے لئے زمین کسی پرائیویٹ مالک سے ۲۸ ہزار گلڈرز میں خریدی گئی ہے جس کا رقبہ ۸۰۰ مربع میٹر ہے تعمیر پر قریباً ایک لاکھ گلڈرز خرچ ہوگا تب جا کر ایک سفید مسجد بلند ہو سکے گی جس میں دو سو کے قریب مومنین اپنی عبادت کر سکیں گے۔ اِسی طرح ایک وسیع ہال بھی تعمیر ہوگا جس میں دو سو افراد بیٹھ سکیں گے۔ اسکی تعمیر کے ایک سال بعد اُمید کی جاتی ہے کہ ایمسٹرڈم میں بھی مسجد کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

جماعتِ احمدیہ اِس وقت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی زیرِ قیادت کام کر رہی ہے۔ آپ جماعتِ احمدیہ کے بانی حضرت احمد (علیہ السلام) کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ حضرت احمد نے ۱۸۸۹ء[2] میں بمقام قادیان مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کی حینِ حیات میں جماعت نے کافی ترقی کی اور اب آپ کے فرزندِ ارجمند کی قیادت میں اَور بھی بڑھ چڑھ کر ترقی کی ہے ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ افریقہ، ایشیا اور

---

[1] یہ ایک کمپنی کی بلڈنگ ہے اور ہالینڈ میں بہت مشہور ہے۔ [2] اصل ۱۸۹۰ء (ناقل)۔

انڈونیشیا میں اس جماعت کے بہت سے افراد پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جماعتِ احمدیہ کے مشن اٹلی۔ ارجنٹائن۔ لنڈن۔ واشنگٹن۔ پیرس۔ زیورچ۔ میڈرڈ۔ ہیمبرگ میں بھی پائے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہالینڈ جیسے ملک میں ان کا کام کوئی آسان نہیں ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ پیغام جو ہم لے کر آئے ہیں محبت، صُلح و آشتی کا پیغام ہے۔ کیونکہ اسلام کا مطلب ہی یہ ہے کہ خدا اور انسانوں کے ساتھ صُلح۔ اِس لئے ہم کامیابی کی اُمید کرتے ہیں۔

جماعت کی تعداد ہمارے ملک میں ابھی تک بہت ہی تھوڑی ہے لیکن یہاں ایک اَور تحریک بھی ہے جس میں بہت سے انڈونیشین شامل ہیں۔ اس سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر محمد روم صاحب ہائی کمشنر برائے انڈونیشیا کی رہائش گاہ واقع واسنار میں اپنے اجتماعات کرتے ہیں اور اسی جگہ انہوں نے عید کی نماز بھی ادا کی تھی۔ ہیگ، ایمسٹرڈم، اوترخت وغیرہ میں لوگوں نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور بہت سے لوگ ان کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں مگر ابھی تک ڈیڑھ درجن کے قریب لوگوں نے بیعت کی ہے۔ ہالینڈ سے ایک ماہانہ دو ورقہ پرچہ بھی نکالا جاتا ہے جو ممبران جماعتِ احمدیہ کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کی مستورات ہیگ کی مسجد کے لئے اور مرد امریکہ کی مسجد کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔"[۱] (ترجمہ)

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے چندہ کی تحریک اور احمدی مستورات کا شاندار مالی جہاد

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود نے تحریک فرمائی کہ ہالینڈ کی مسجد احمدی عورتوں کے چندہ سے تعمیر کی جائے۔ احمدی خواتین نے اپنی گزشتہ مثالی روایات کے عین مطابق اِس مالی تحریک کا ایسا والہانہ اور پُرجوش خیر مقدم کیا کہ اس پر حضرت مصلح موعود نے تقریروں اور خطبوں میں اپنی زبانِ مبارک سے متعدد بار اظہارِ خوشنودی کیا۔ مثلاً ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

[۱] الفضل ۳۰ ظہور/اگست ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء صفحہ ۶

"ہالینڈ کی مسجد کے متعلق عورتوں میں تحریک کی گئی تھی انہوں نے مردوں سے زیادہ قربانی کا ثبوت دیا ہے۔ گو ان کی تحریک بھی چھوٹی تھی۔ عورت کی آمدن ہمارے ملک میں تو کوئی ہوتی ہی نہیں۔ اگر اسلامی قانون کو دیکھا جائے تو عورت کی آمد مرد سے آدھی ہونی چاہیئے کیونکہ شریعت نے عورت کے لئے آدھا حصّہ مقرر کیا ہے اور مرد کے لئے پورا حصّہ۔ پس اگر مردوں نے چالیس ہزار روپیہ دیا تو چاہیئے کہ عورتیں بیس ہزار روپیہ دیتیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مردوں نے اگر ایک روپیہ چندہ دیا ہے تو عورتوں نے سوا روپے کے قریب دیا ہے۔ انہوں نے زمین کی قیمت ادا کر دی ہے اور ابھی چھ سات ہزار روپیہ ان کا جمع ہے جس میں اور روپیہ ڈال کر ہالینڈ کی مسجد بنے گی۔ پھر یہ چندہ انہوں نے ایسے وقت میں دیا ہے جبکہ لجنہ کا دفتر بنانے کے لئے بھی انہوں نے چودہ پندرہ ہزار روپیہ جمع کیا تھا۔" [1]

سالانہ جلسہ ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء کے موقعہ پر بتایا:۔

"مسجد ہالینڈ کا چندہ عورتوں نے مردوں سے زیادہ دیا ہے۔ مردوں کے ذمّہ واشنگٹن کی مسجد لگائی گئی ہے اور اس کا خرچ مسجد بنا کر قریباً اڑھائی پونے تین لاکھ ہوتا ہے اور جو عورتوں کے ذمّہ کام لگایا تھا مسجد ہالینڈ کا اس کی ساری رقم زمین وغیرہ ملا کر کوئی اسّی ہزار یا لاکھ کے قریب بنتی ہے انہوں نے اپنے اسّی ہزار میں سے چھیالیس ہزار روپیہ ادا کر دیا ہے۔۔۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ عورتوں کو توجہ دلانے کی اتنی ضرورت نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ میری اس مختصر تحریک سے ہی اپنے فرض کو سمجھنے لگ جائیں گی اور اس نیک کام کو تکمیل تک پہنچا دیں گی۔ مَیں عورتوں سے کہتا ہوں تمہاری قربانی مردوں سے اِس وقت بڑھی ہوئی ہے۔ اپنی اِس شان کو قائم رکھتے ہوئے اپنے دفتر کے قرضہ کو بھی ادا کرو اور اس کے ساتھ مسجد ہالینڈ کو بھی نہ بھولنا۔ اس کے لئے ابھی کوئی پچاس ہزار روپیہ کے قریب ضرورت ہے۔ ہمارا پہلا اندازہ مکان اور مسجد کی تعمیر کا تیس[30] ہزار کے قریب تھا لیکن اب وہ کہتے ہیں کہ ساٹھ ہزار سے کم میں وہ جگہ نہیں بن سکتی کیونکہ اس جگہ پر گورنمنٹ کی طرف سے کچھ

---

[1] اخبار الفضل ۲۰؍ فتح؍ دسمبر ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء صفحہ ۵

قیود ہیں اور وہ ایک خاص قسم کی اور خاص شان کی عمارت بنانے کی وہاں اجازت دیتے ہیں اس سے کم نہیں دیتے پس زمین کی قیمت مِل کر نوّے ہزار سے ایک لاکھ تک کا خرچ ہوگا جس میں سے وہ بفضلہٖ چھیالیس ہزار تک اِس وقت تک ادا کر چکی ہیں۔"[1]

احمدی عورتوں نے اپنے آقا کے اِس ارشاد پر مسجد ہالینڈ کے لئے عطیات کی مہم تیز تر کر دی۔

کھدوائی کا مرحلہ

تعمیر مسجد کے لئے چندہ کی ایک معقول رقم احمدی مستورات کی طرف سے فراہم ہو چکی تھی اس لئے حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر ۱۲؍ ماہِ تبلیغ/فروری ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء کو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالتِ انصاف (حال چیف جسٹس) نے دعا کے ساتھ مسجد کی بنیادیں اُٹھانے کے لئے کھدوائی کا کام شروع کرا دیا۔ اِس موقع پر مقامی جماعتِ احمدیہ کے اکثر احباب کے علاوہ مختلف اخبارات کے نمائندے اور پریس فوٹوگرافر بھی موجود تھے۔ سب سے پہلے حضرت چوہدری صاحب نے تمام احباب سمیت اجتماعی دعا کرائی پھر آپ نے کدال چلائی۔ بعد ازاں مبلّغ ہالینڈ جناب مولوی ابوبکر ایوب صاحب نے کچھ زمین کھودی۔ پھر بعض دوسرے احمدیوں نے بھی اِس میں حصّہ لیا۔[2]

سنگِ بنیاد

کھدائی کا ابتدائی مرحلہ بخیر و خوبی طے ہو چکا تو ۲۰؍ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء کو حضرت چوہدری صاحب ہی کے مبارک ہاتھوں سے سرزمینِ ہالینڈ کی اِس پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقعہ پر بہت سے مسلم ممالک کے نمائندوں اور ممتاز صحافیوں نے شرکت کی۔[3]

حضرت مصلح موعود کا پیغام

مبلّغ انچارج ہالینڈ مشن کی طرف سے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں مسجد کے سنگِ بنیاد کی خوشخبری پہنچی تو حضور کو از حد مسرّت ہوئی اور حضور نے ایک خصوصی پیغام بھجوایا جس میں فرمایا کہ:-

"جزاک اللہ مبارک ہو آپ کو بھی اور سب احمدی نومسلموں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کے لئے یہ خدمتِ عظیم بہت بہت مُبارک کرے اور ثواب کا مُوجب بنائے

---

[1] الفضل ۳۱؍ فتح/دسمبر ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء صفحہ ۳ ۔ [2] الفضل ۲۷؍ تبلیغ/فروری ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ۔

[3] الفضل ۲۴؍ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء صفحہ ۲ ۔

سچ وہی ہے جو سر عبدالقادر نے مسجد لنڈن کا افتتاح کرتے ہوئے کہا تھا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب کو مجھے آرام سے یہاں پہنچانے کی سعادت بخشی اور اس کے بدلہ میں ان کو مسجد ہالینڈ کا سنگِ بنیاد رکھنے کی عزت بخشی۔ یہ وہ عزت ہے جو بہت بڑے بڑے لوگوں کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ ہم نئے سرے سے اسلام کا سنگِ بنیاد رکھ رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کا نائب ہونا کوئی معمولی عہدہ نہیں۔ آج دنیا اس کی قدر کو نہیں جانتی ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا کے بادشاہ رشک کی نظر سے ان خدمات کو دیکھیں گے ... اللہ تعالیٰ جلد ہالینڈ کے اکثر لوگوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق بخشے"۔[1]

افتتاح کی بابرکت تقریب

سیدنا حضرت مصلح موعود کی خاص توجہ اور نگرانی کے تحت مسجد ہالینڈ کی تعمیر پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی تو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ۹ فتح / دسمبر ۱۳۳۴ہش/۱۹۵۵ء کو اس کا افتتاح فرمایا۔ افتتاحی تقریب میں متعدد ممالک کے سربرآوردہ حضرات کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ مدعوین میں پاکستان، مصر، شام اور انڈونیشیا کے سفارتی نمائندے، یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان، مشہور فرموں کے ڈائریکٹرز، میونسپل افسران اور جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور انگلستان کے مبلغینِ احمدیت خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں ہیگ اور بعض دوسرے مقامات کے احمدی اور پریس اور ریڈیو کے نمائندگان بھی اس تقریب میں موجود تھے۔[2]

ہالینڈ میں مسجد کی تعمیر کو غلبۂ اسلام کی شاہراہ میں ہمیشہ سنگِ میل کی حیثیت حاصل رہے گی۔ اس سرزمین میں خانۂ خدا کی اہمیت کو ہالینڈ کے اونچے طبقے نے خاص طور پر محسوس کیا ہے چنانچہ ہیگ کا ایک کثیر الاشاعت روزنامہ "NIEUWE HEAGSE COURANT" نے مسجد ہیگ میں نماز کی حالت کا ایک بڑا سا فوٹو دیتے ہوئے لکھا کہ:۔

"یہ فوٹو کراچی، قاہرہ یا بغداد کی نہیں بلکہ یہ مسجد خود ہیگ میں ہے جس میں لوگ

---

[1] الفضل ۲۳ احسان / جون ۱۳۳۴ہش/۱۹۵۵ء صفحہ ۳ کالم ۱۔ [2] الفضل ۱۳ فتح / دسمبر ۱۳۳۴ہش/۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔

نماز ادا کر رہے ہیں۔"

اور پھر اسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے اخبار مذکور لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمان دو دفعہ اس سے پہلے بھی یورپ میں آئے۔ ایک دفعہ آٹھویں صدی میں اور دوسری دفعہ پندرھویں صدی میں۔ مگر دونوں دفعہ ان کا آنا سیاسی نوعیت کا تھا مگر اس دفعہ ہمارے زمانہ میں اُن کی آمد یورپ میں عقبی دروازہ سے ہوئی ہے اور اس طرف سے انہیں کسی لشکر یا فوج کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ اس کے برعکس انہیں وہ خالی دل ملے ہیں جن سے عیسائیت عرصہ ہوا نکل چکی ہے۔"

تکمیل مسجد کیلئے مزید چندہ کی تحریک مسجد ہالینڈ پر چونکہ اندازہ سے زیادہ خرچ ہو چکا تھا اس لئے حضرت مصلح موعود نے احمدی خواتین کو چندہ کی تحریک برابر جاری رکھی اور اس پر بہت زور دیا چنانچہ فرمایا:۔

"اس سال ہالینڈ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے صرف احمدی مستورات کے چندہ سے ہی ایک نہایت عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی ہے لیکن اس پر جو خرچ ہوا ہے وہ ابتدائی اندازے سے بہت بڑھ گیا ہے۔ اس وقت تک مستورات نے جو چندہ دیا ہے ۹۱ ہزار روپیہ اس سے زائد خرچ ہو گیا ہے مستورات کو چاہیئے کہ جلد یہ رقم جمع کر دیں۔" [1]

ایک اور موقعہ پر فرمایا:۔

"عورتوں نے ہالینڈ کی مسجد کا چندہ اپنے ذمہ لیا تھا مگر اس پر بجائے ایک لاکھ کے جو میرا اندازہ تھا ایک لاکھ چوہتر ہزار روپیہ خرچ ہوا ۷۸ ہزار ان کی طرف سے چندہ آیا تھا گویا ابھی ۹۶ ہزار باقی ہے۔ پس عورتوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ وہ ۹۶ ہزار روپیہ جلد جمع کریں تاکہ مسجد ہالینڈ اُن کی ہو جائے۔" [2]

بعد ازاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:۔

"مَیں نے مسجد ہالینڈ کی تعمیر کے لئے عورتوں میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ کی تحریک کی تھی جس میں سے ۹۹ ہزار عورتیں اس وقت تک دے چکی ہیں لیکن جو اندازہ وہاں سے

---

[1] الفضل ۴ صلح / جنوری ۱۳۳۶ھش / ۱۹۵۷ء صفحہ ۱ ۔ [2] الفضل ۹ امان / مارچ ۱۳۳۶ھش / ۱۹۵۷ء صفحہ ۵

آیا تھا وہ ایک لاکھ چونتیس ہزار روپے کا تھا اور عملاً اب تک ایک لاکھ چھہتر ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ تحریکِ جدید کا ریکارڈ کہتا ہے عورتیں ننانوے ہزار روپیہ دے چکی ہیں... مَیں نے وکالتِ مال کے شعبہ بیرون کے انچارج چوہدری شبیر احمد صاحب کو بُلایا اور اُن سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے جس سے معلوم ہو کہ جب ہیگ سے ایک لاکھ چونتیس ہزار روپے کا تخمینہ آیا تھا تو مَیں نے عورتوں سے اِس قدر چندہ کرنے کی اجازت دی ہو کیونکہ عورتوں کا حق تھا کہ چندہ لینے سے پہلے اُن سے پُوچھ لیا جاتا کہ کیا وہ یہ چندہ دے بھی سکتی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا افسوس ہے کہ اُس وقت ہم سے غلطی ہوئی اور ہم نے حضور سے دریافت نہ کیا کہ آیا مزید رقم بھی عورتوں سے جمع کی جائے ہمارے پاس ایسا کوئی ریکارڈ نہیں جس کی رُو سے زیادہ رقم اکٹھی کرنے کی منظوری لی گئی ہو۔ مَیں نے کہا مَیں یہ مان لیتا ہوں کہ آپ نے ایک لاکھ چونتیس ہزار روپیہ کے جمع کرنے کی منظوری مُجھ سے نہ لی لیکن جب وہ رقم ایک لاکھ چھہتر ہزار بن گئی تو پھر تو آپ نے مُجھ سے منظوری لینی تھی کیا آپ نے مجھ سے منظوری لی۔ انہوں نے پھر یہی جواب دیا کہ ہم نے اس کے متعلق بھی حضور سے کوئی منظوری نہیں لی اور ہمارے پاس کوئی ایسی ایسا کاغذ نہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ عورتوں سے ایک لاکھ چونتیس ہزار یا ایک لاکھ چھہتر ہزار روپیہ جمع کرنا منظور ہے۔ اِس لئے مَیں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ لجنہ اماء اللہ اِس سال صرف چھتیس ہزار روپیہ چندہ کر کے تحریکِ جدید کو دے دے اور باقی روپیہ تحریکِ جدید خود ادا کرے۔ لجنہ اماء اللہ چھتیس ہزار روپے سے زیادہ نہیں دے گی اور مسجد ہالینڈ ہمیشہ کے لئے عورتوں کے نام پر ہی رہے گی"۔ [1]

حضرت مصلح موعودؓ نے تعمیر مسجد ہیگ کے لئے ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ کی تحریکِ خاص فرمائی تھی مگر خواتینِ احمدیت نے اپنے آقا کے حضور ایک لاکھ تینتالیس ہزار چھ سو چونسٹھ روپے کی رقم پیش کر دی بلکہ بعض مستورات تو اس مدّ کے ختم ہونے کے بعد بھی چندہ بھجواتی رہیں۔ [2]

---

[1] الفضل ۲۳ تبلیغ / فروری ۱۳۳۷ہش / ۱۹۵۸ء صفحہ ۳

[2] یہ اعداد و شمار حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی کے مکتوب مورخہ ۲۰ اخاء / اکتوبر ۱۳۵۰ہش / ۱۹۷۱ء سے ماخوذ ہیں۔

ہالینڈ میں حضرت مصلح موعود کی تشریف آوری

مسجد ہیگ ابھی زیرِ تعمیر تھی کہ ہالینڈ مشن کو اپنی تاریخ کا ایک ایسا عظیم اعزاز نصیب ہوا جس پر ہالینڈ کے احمدی خصوصاً اور دوسرے ولندیزی باشندے عموماً جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ یہ اعزاز حضرت مصلح موعود کا وُرودِ ہالینڈ ہے۔

حضرت اقدس دوسرے سفرِ یورپ کے دوران سوئٹزرلینڈ کو اپنے مبارک نزول سے برکت دینے کے بعد ۱۸؍احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء کو ہیگ میں بھی رونق افروز ہوئے۔[1] حضور یہاں ایک ہفتہ قیام فرما رہنے کے بعد ۲۵؍احسان/جون کو ہمبرگ تشریف لے گئے۔ دورانِ قیام مسجد کی زیرِ تعمیر عمارت کے انٹرنس ہال میں ایک لمبی اور پُرسوز دعا فرمائی۔[2]

مرکزِ احمدیت سے دوسرے مجاہدینِ اسلام کی آمد

حافظ قدرت اللہ صاحب قریباً ساڑھے تین سال تک تبلیغی فرائض انجام دینے کے بعد ۱۸؍فتح/دسمبر ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء کو ہالینڈ سے پاکستان روانہ ہوگئے اور آپ کے بعد مولوی غلام احمد صاحب بشیر اور مولوی ابوبکر ایوب صاحب سماٹری نے مشن کی تبلیغی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مقدم الذکر مشن کے انچارج مقرر ہوئے۔ یہ دونوں مبلغین ایک ہفتہ پیشتر ۱۱؍فتح/دسمبر ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء کو لنڈن سے ہالینڈ میں پہنچے تھے۔[3] مولوی ابوبکر ایوب صاحب سماٹری قریباً ساڑھے چھ برس تک نہایت خلوص اور محبت سے تبلیغِ اسلام کی خدمت بجالاتے رہے اور ۱۶؍ماہِ وفا/جولائی ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء کو ہالینڈ سے تشریف لے آئے۔[4]

مولوی ابوبکر صاحب ابھی ہالینڈ میں تھے کہ حافظ قدرت اللہ صاحب ۲۹؍ماہِ صلح/جنوری ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء کو دوبارہ اس ملک میں اشاعتِ اسلام کی غرض سے بھجوا دیئے گئے۔ اب چونکہ تعمیرِ مسجد کے بعد ہالینڈ مشن کا کام پہلے سے بہت بڑھ چکا تھا اور روز بروز بڑھ رہا تھا اس لئے مرکز سے ۶؍تبوک/ستمبر ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء کو مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل ہالینڈ بھجوائے گئے اور قریباً ساڑھے تین برس تک حافظ صاحب کا ہاتھ بٹانے اور اہم تبلیغی خدمات بجالانے کے بعد ۲۳؍امان/مارچ ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء کو واپس تشریف لائے اور آپ کی

---

[1] الفضل ۲۱؍احسان - ۲۶؍احسان - ۲۸؍احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء۔ [2] الفضل یکم تبوک/ستمبر ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء ص۵ کالم ۱۔ [3] الفضل ۲۸؍صلح/جنوری ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء ص۵۔ [4] الفضل ۱۳؍نبوت/نومبر ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء ص۳۔

جگہ پر صلاح الدین خان صاحب بنگالی مورخہ ۲۸ ظہور/اگست ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء ہالینڈ روانہ کئے گئے جنہوں نے وہاں تین سال تک فریضۂ تبلیغ ادا کیا اور ۱۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۴۳ھش/۱۹۶۴ء کو واردِ ربوہ ہوئے۔ آپ کے بعد دوبارہ مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل ۶ ماہِ اخاء/اکتوبر ۱۳۴۳ھش/۱۹۶۴ء کو عازم ہالینڈ ہوئے۔ تین سال بعد صلاح الدین خان صاحب بھی ۷ ماہِ فتح/دسمبر ۱۳۴۶ھش/۱۹۶۷ء کو ہالینڈ تشریف لے گئے اور ۲۰ تبوک/ستمبر ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء کو واپس آئے۔

لنڈن مشن کی طرح اِس مشن کو بھی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی بلند پایہ علمی و دینی شخصیت سے بہت فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملا اور مل رہا ہے اور یقیناً اس مشن کی شہرت و ترقی میں اُن کے مبارک وجود کا بھی بفضلہٖ تعالیٰ نمایاں دخل ہے۔ علاوہ ازیں خود مجاہدینِ ہالینڈ تبلیغِ اسلام کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے فضل و کرم سے ہالینڈ کے طُول و عرض میں اسلام کے چرچے عام ہونے لگے اور اسلام کا اثر و نفوذ یہاں تک بڑھا کہ عام ملکی پریس کے علاوہ عیسائی رسالوں[۱] میں بھی مبلغینِ احمدیت کے قلم سے اسلام کی نسبت بکثرت مضامین شائع ہونے لگے۔

حافظ قدرت اللہ صاحب جنہیں ہالینڈ مشن کی بُنیاد رکھنے کے علاوہ مجموعی اعتبار سے قریباً ۱۴ برس تک خدمت کرنے کا فخر بھی نصیب ہوا مشن کا چارج مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل کو سونپ کر ۲۱ ماہ فتح/

---

[۱] مثلاً مشہور کیتھولک ماہنامہ دا ہیراؤت (DE HERAUT) نے فروری ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل انچارج مشن ہالینڈ کا پُرمغز مقالہ "اسلام اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام" سپردِ اشاعت کیا۔ اِسی طرح ایک اَور عیسائی رسالہ "TIFA" (بابت دسمبر ۱۹۶۹ء) میں بھی آپ کا ایک نوٹ شائع ہوا جس کا عنوان تھا "اسلامی تعلیم کی روشنی میں مسیح ناصری علیہ السلام اور کرسمس"

(JEZUS CHRISTUS EN HET KERSTFEEST IN HET LIGHT VAN DE ISLAM)

ہالینڈ کی وزارتِ دفاع کا ترجمان AKSENT چھپتا ہے اس کے مارچ ۱۹۷۰ء کے پرچہ میں جناب اکمل صاحب کے دو مضامین کی اشاعت ہوئی۔ ایک مضمون کا عنوان تھا "اسلام کا اثر و نفوذ ہالینڈ میں"۔ دوسرے مضمون میں آپ نے مدلّل طور پر ثابت کیا کہ اسلام تلوار سے ہرگز نہیں پھیلا۔

اسی طرح نائیمخن (NIJMEGEN) کے ایک ماہنامہ کیتھولک آپسٹورال (KATHOLIC APOSTORAAL) نے اپنے ایک خاص شمارہ میں مشن کے سابق امام حافظ قدرت اللہ صاحب کا ایک مضمون "اسلامی طریقِ تدفین" انگریزی، جرمن، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں شائع کیا۔

دسمبر ۱۳۴۶ھش/۱۹۶۷ء کو مرکز میں تشریف لے آئے۔ آپ کے بعد جناب اکمل صاحب تین سال تک تبلیغی فرائض بجا لاتے رہے اور پھر مشن کا چارج جناب صلاح الدین خاں صاحب کو دے کر ۲۰ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء کو مرکز میں پہنچ گئے[1]۔ آپ کی آمد کے چند ماہ بعد مولوی ابوبکر ایوب صاحب سماٹری ۱۲ ماہ وفا/جولائی ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء کو ایک بار پھر ہالینڈ تشریف لے گئے اور اب تک اِس ملک کو نورِ اسلام سے منور کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں۔

ڈچ رسالہ "الاسلام" کا اجراء

حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ انچارج کی کوشش سے اوائل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء میں مشن کی طرف سے "الاسلام" کے نام سے ایک ڈچ ماہنامہ جاری کیا گیا[2]۔ یہ رسالہ اب تک سائیکلوسٹائل ہو کر آرٹ پیپر کے سادہ مگر دیدہ زیب سرورق کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اِس رسالہ کے اجراء کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہالینڈ کے مسلمان حلقوں کو باقاعدگی سے بعض ضروری اور علمی مضامین پر مختصر نوٹ مہیا کئے جائیں تا وہ ان سے عند الضرورت فائدہ اٹھا سکیں اور خدا کے فضل و کرم سے یہ رسالہ اپنے اس مقصد کو بخوبی پورا کر رہا ہے۔ یہ واحد رسالہ ہے جو ہالینڈ میں اسلام کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اِس کی مقبولیت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ملک کی مشہور لائبریریوں یونیورسٹیوں اور گرجا گھروں میں منگوایا جاتا ہے اور مستشرقین اپنے اضافہ معلومات کی خاطر اسے خرید کر پڑھتے ہیں۔ ہالینڈ کے علاوہ سورینام (ڈچ گی آنا) اور انڈونیشیا میں بھی اِس کے خریدار موجود ہیں۔

ایک مشہور عیسائی پادری سے پبلک مناظرہ

مبلغینِ احمدیت نے ہالینڈ میں آج تک عیسائی پادریوں سے متعدد کامیاب مناظرے کئے ہیں۔ اِسی سلسلہ میں ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء کی پہلی ششماہی میں بھی ایک کامیاب پبلک مناظرہ ہوا۔ مناظرہ میں جماعتِ احمدیہ

---

[1] قیامِ ہالینڈ کے دوران جناب اکمل صاحب کی اہلیہ مسعودہ اکمل صاحبہ ڈچ احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت میں دلچسپی لیتی رہیں چنانچہ ان کی کوشش سے نہ صرف ۱۳۴۷ھش/۱۹۶۸ء میں لجنہ اماء اللہ ہالینڈ کا قیام عمل میں آیا بلکہ احمدی بچوں کو اسلام و احمدیت کے مسائل سکھانے کے لئے ایک "سنڈے" تعلیمی کلاس بھی کھولی گئی جو اَب تک جاری ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہالینڈ بیرونی ممالک کی فعّال لجنات میں سے ہے۔ سال ۷۰-۱۹۶۹ء میں جبکہ مسعودہ اکمل صاحبہ لجنہ ہالینڈ کی صدر اور مس امۃ الحفیظ (J CEMMEMBAKS) صاحبہ نے سیکرٹری کے فرائض انجام دئے اِس لجنہ نے مرکزی چندہ، خاص تحریکات، نصرت جہاں ریزرو فنڈ، وقفِ جدید اور چندہ اطفال احمدیہ کی مدات میں ۸۱۷ گلڈرز (GILDERS) جمع کئے۔ (ANNUAL REPORT OF THE CENTRAL LAJNA IMAILLAH 1969-70 P:69)

[2] الفضل ۹ شہادت/اپریل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۳۔

کی نمائندگی مبلغ اسلام حافظ قدرت اللہ صاحب نے کی اور عیسائیوں کی طرف سے مشہور پادری ڈاکٹر ایڈن برگ (DR. IDEN BURG) پیش ہوئے جو چرچ سوسائٹی میں بائبل کے پروفیسر اور جاوا سماٹرا کے ایک سابق گورنر جنرل کے بیٹے اور مذہبی حلقوں میں اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ جناب عبدالحکیم صاحب اکمل مجاہد ہالینڈ اس دلچسپ مناظرہ کی روداد پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس دفعہ مشن ہاؤس میں ایک کامیاب مناظرہ ہوا۔ عیسائیوں کی طرف سے جناب ڈاکٹر ایڈن برگ (DR. IDEN BURG) پیش ہوئے۔ ڈاکٹر موصوف انڈونیشیا کے ایک سابق گورنر جنرل کے لڑکے ہیں اور یہاں مذہبی حلقہ میں اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ ہماری طرف سے مکرم جناب حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج مبلغ ہالینڈ مشن نے حصّہ لیا۔ مباحثہ سے چند دن قبل ہم نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو مشن ہاؤس بُلا کر مناظرہ کے لئے جملہ شرائط طے کیں۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد "حضرت مسیح علیہ السلام کا مقام" موضوعِ بحث قرار دیا۔

جلسہ کا اعلان اخبارات میں دیا گیا۔ لوگ اِس کثرت کے ساتھ آئے کہ بعض لوگوں کو سیڑھیوں میں بیٹھ کر اور انٹرنس ہال میں کھڑے ہو کر کارروائی سُننا پڑی۔ پہلے وقت میں ڈاکٹر صاحب موصوف کو اِس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقعہ دیا گیا اور بعد میں مکرم برادرم حافظ صاحب نے اسلامی نقطہ نگاہ پیش فرمایا۔ اس کے بعد لوگوں کو سوالات کی کھلی اجازت تھی جس کا اعلان اخبار میں خاص طور پر کیا گیا تھا۔ چنانچہ اکثر سوالات کا رُخ ڈاکٹر صاحب موصوف کی طرف رہا کیونکہ انہوں نے عیسائیت کے اصل معتقدات پیش کرنے کی بجائے اپنے پاس سے دلائل پیش کر کے اِس مسئلہ کو کسی قدر قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی تھی جس سے ایک حد تک وہ اسلامی نظریہ کے ہی قریب ہو گئے تھے۔ حاضرین میں عیسائی پادری اور ڈاکٹر صاحبان بھی موجود تھے۔ لہذا ڈاکٹر موصوف کے لئے سوالات کا یہ مرحلہ کافی کٹھن ثابت ہوا۔ ہمارے بعض دوستوں کی طرف سے بھی پوچھے گئے سوالات کے جواب میں ڈاکٹر صاحب موصوف صرف اِس قدر کہہ سکے کہ مَیں اِن سوالات کا جواب نہیں دے سکتا۔ غرض خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلامی نظریات کا لوگوں پر اچھا اثر

رہا۔" [1]

کیتھولک اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں کا اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ اور حضرت مصلح موعود کا پُر حکمت ارشاد

مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل کا بیان ہے کہ " ایمسٹرڈم میں عیسائی منادوں کی ایک بڑے پیمانہ کی کانفرنس ہوئی جس میں افریقہ، یورپ اور بعض دیگر ممالک کے پادری صاحبان شامل ہوئے۔ کیتھولک اور پراٹسٹنٹ دونوں فرقوں کے لوگ شامل تھے۔ موضوع یہ تھا کہ افریقہ میں اسلام بڑی سُرعت سے ترقی کر رہا ہے اور یورپ میں بھی اب پاؤں جمانے لگا ہے اِس لئے اِن نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک نئی کوشش کی ضرورت ہے۔ تجویز یہ ہے کہ کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقے مِل کر اور متحدہ محاذ بنا کر مقابلہ کی کوئی صورت بنائیں تا احسن رنگ میں کوششیں بار آور ہو سکیں۔ لمبی کارروائی کے بعد کیتھولک فرقہ کے پادریوں نے کہا کہ دراصل مذہب تو کیتھولک ازم ہی ہے دوسرے لوگ تو احتجاجاً الگ ہوئے ہیں اگر وہ واپس آجائیں تو ہم ہر طرح مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ یہ بات دوسرے فرقوں کو ناگوار گزری اور وہ اتحاد احسن صورت میں نہ ہو سکا البتہ پھر بھی مالی اُمور کے بارہ میں کچھ سمجھوتہ ہو گیا۔ یہ خبر خاکسار نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بھجوائی تو اس پر حضور نے اپنے خط $\frac{۵۔۶۔۱۰۴۲}{۵۹-۲-۱}$ میں تحریر فرمایا:۔

" ہالینڈ میں پراٹسٹنٹ زیادہ ہیں مگر باقی یورپ میں رومن کیتھولک مذہب والوں کا زور ہے ان کی طرف توجہ دیں۔ رومن کیتھولک کا رُوم میں پوپ ہے وہ بھی ایک قسم کا خلیفہ ہے۔ اسلامی خلافت اور عیسائی خلافت کی ٹکر میں اسلام کی فتح ہو گی اِس لئے رومن کیتھولک کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ یہ لوگ دیر سے مذہب بدلتے ہیں مگر جب بدلتے ہیں تو بڑے پکّے ہوتے ہیں۔ بُدھ مذہب اِن میں بہت پھیل رہا ہے۔" [2]

تبلیغی دَورے

$\frac{۱۳۳۸ ھش}{۱۹۵۹ء}$ کی پہلی ششماہی میں حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ انچارج اور مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل نے مُلک کے مندرجہ ذیل نَو شہروں کا تبلیغی دَورہ کیا:۔

پاپندرِیخت [3]، فلارڈنگن [4]، روٹرڈم [5]، ڈیلفٹ [6]، ہارلم [7]، ایمسٹرڈم [8]، اُوت ریخت [9]،

---

[1] الفضل ۵ وفا/جولائی $\frac{۱۳۳۸ ھش}{۱۹۵۹ء}$ صٹ کالم ۱ + [2] غیر مطبوعہ + [3] PAPENDRECHT
[4] FLAARDINGEN + [5] ROTTERDAM + [6] DELFT + [7] HAARLEM
[8] AMSTERDAM + [9] UTRECHT

ہلورسم[1]، واخننگن[2]۔

اِس دَورہ میں مبلّغینِ اسلام کو ممبرانِ جماعت سے ملاقات، تبلیغی مجالس میں شمولیت اور مختلف سوسائٹیوں میں تقاریر کے مواقع میسّر آئے[3]۔

مذاہبِ عالم کانفرنسوں میں اِسلام کی مؤثر نمائندگی

۲۰ صلح/جنوری ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء کو ہالینڈ کے مرکزی شہر اوترخت (UTRECHT) کے آزاد خیال لوگوں کی طرف سے ایک مذاہب کانفرنس منعقد کی گئی جس میں اسلام، ہندو دھرم، بُدھ مت اور یہودیت سے متعلق تقاریر کا وسیع پیمانہ پر انتظام تھا۔ اِس موقعہ پر اسلام کی طرف سے حافظ قدرت اللہ صاحب نے مؤثر رنگ میں نمائندگی فرمائی[4]۔ ازاں بعد اخاء/اکتوبر ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء میں ایمسٹرڈم کے قریب ہیم ستیدے (HEEMSTEDE) کے سب سے قدیم اور بڑے گرجے کی عمارت میں بھی ایک مذاہبِ عالم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ۲۷ر اخاء کو اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے حافظ قدرت اللہ صاحب نے نماز کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اِس کانفرنس کی یہ خصوصیت تھی کہ ہر لیکچرار کو جملہ معلومات اپنی مقدس کتاب ہی سے پیش کرنا ضروری تھیں[5]۔

اِس کے علاوہ ہالینڈ کے ایک اَور اہم شہر آرنہم (ARNHEM) کے اندر ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۴۵ھش/۱۹۶۶ء کے آخری ہفتہ میں ایک اَور بین المذاہب کانفرنس کا انعقاد ہُوا جس میں اسلام، عیسائیت، بدھ ازم، ہندومت، صوفی موومنٹ، ویجیٹیرین گروپ اور ہومنسٹ خیالات کے نمائندوں نے حصّہ لیا۔ اِس کانفرنس میں بھی حافظ قدرت اللہ صاحب نے اسلام کی ترجمانی کے فرائض ادا کئے۔ حافظ صاحب کی پوری تقریر گہری دلچسپی اور انہماک سے سُنی گئی۔ تقریر کے اختتام پر وقفہ سوالات تھا۔ صدرِ مجلس نے حاضرین کو سوالات کے لئے کہا مگر لوگ تھے کہ مبہوت ہوئے بیٹھے تھے کسی کو کچھ کہنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی[6]۔

---

[1] HILVERSUM ؛ [2] WAGENINGEN ؛

[3] الفضل ۱۴ر وفا/جولائی ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صـ۳ ؛ [4] الفضل ۸ر شہادت/اپریل ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء صـ۳ ؛ [5] الفضل ۱۰ر صلح/جنوری ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صـ۳ ؛ [6] الفضل ۱۳ر صلح/جنوری ۱۳۴۵ھش/۱۹۶۶ء صـ۳ ؛

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سرزمینِ ہالینڈ میں دوبارہ ورودِ مسعود

۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء میں حضرت مصلح موعودؓ اس سرزمین میں تشریف لائے تھے بارہ۱۱ سال بعد بروز جمعہ ۱۴ ماہ وفا/جولائی ۱۳۴۵ھش/۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مبارک سفرِ یورپ کے دَوران زیورک سے ہالینڈ تشریف لائے۔ حضور نے ہیگ کی مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا بعد ازاں حضور نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا جس میں ڈچ ریڈیو کے نمائندہ کے علاوہ اخباری نمائندے بکثرت شامل ہوئے۔ ڈچ پریس نے حضور کے بیان کو غیر معمولی اہمیت دی اور بڑی سنجیدگی سے اُسے پبلک کے سامنے پیش کیا۔ اگلے روز حضور اقدس کے اعزاز میں نمازِ ظہر کے بعد ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں احبابِ جماعت کے علاوہ بہت سے دیگر غیر از جماعت مسلمان دوستوں اور معزّزینِ شہر نے شرکت کی جن میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر ڈاکٹر پیپر (PRO . DR . PIPER)، اور مشہور انجنیئر پروفیسر PRO . THIJSSEN ہالینڈ کے صوفی گروپ بدھسٹ گروپ اور پروٹسٹنٹ گروپ کے لیڈر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اسی روز حضور کا ریڈیو سے خصوصی انٹرویو بھی نشر ہوا اور ۱۶ ماہ وفا/جولائی ۱۳۴۶ھش/۱۹۶۷ء کو حضور ہالینڈ کا نہایت مؤثر، مبارک اور کامیاب دَورہ مکمل کرنے کے بعد ہمبرگ تشریف لے گئے۔ [1]

ڈھائی تین سال بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے مشہور عالم دَورۂ افریقہ فرمایا تو واپسی پر حضور جن یورپین ممالک میں بھی تشریف لے گئے ان میں سب سے پہلا ملک ہالینڈ تھا جہاں حضور ۱۴ ہجرت/مئی ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء کو بذریعہ ہوائی جہاز سوا نو بجے پہنچے۔ ڈچ نومسلم دُور دُور کے شہروں سے آکر مشن ہاؤس میں جمع تھے اور حضور سے شرفِ ملاقات حاصل کر کے پھُولے نہ سماتے تھے۔ اِس موقعہ پر ایک پورا خاندان (FAM . SUFFNER) اور ایمسٹرڈم کے ایک صحافی حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے۔ علاوہ ازیں ایک آزاد خیال عیسائی فرقہ سونگ لی (SWINGLI) کے لیڈر ڈاکٹر باؤٹ کیمپ (DR . BUITKAMP) اپنے فرقہ کے چیدہ چیدہ ممبروں کا ایک گروپ لے کر حضور سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے حضور نے انہیں نصف گھنٹہ تک نہایت ایمان افروز رنگ میں تبلیغِ اسلام کی۔ ڈاکٹر صاحب حضور کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ اِس عرصۂ قیام میں ایک اصلامی

---

[1] ملخصاً الفضل ۱۸ روفا۔ ۱۹ روفا۔ ۱۳ ظہور ۱۳۴۶ھش صفحہ ۱/ ۳، ۱/ ۴ ۔

ملک کے سفیر نے حضور اور افرادِ قافلہ کو کھانے پر مدعو کیا اور جماعتِ احمدیہ ہالینڈ کی طرف سے بھی ایک ڈنر دیا گیا نیز صدر عالمی عدالتِ انصاف چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے حضور کے اعزاز میں دعوتِ چائے دی جس میں متعدد ممالک کے معزز جج صاحبان موجود تھے۔ حضور دو روزہ مختصر قیام کے بعد (جو ہالینڈ مشن کے لئے بہت بابرکت ثابت ہوا) ۱۷؍ ماہِ ہجرت/مئی ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء کو انگلستان تشریف لے گئے۔[1]

خدائے ذوالجلال کی قدرت کے ایک نشان کا ظہور

۱۳۴۵ھش/۱۹۶۶ء کا واقعہ ہے کہ ہالینڈ مشن کی طرف سے "مسیح کشمیر میں" کے نام سے ڈچ زبان میں ایک مختصر سا پمفلٹ شائع کیا گیا۔ یہ کتابچہ جب ایک کیتھولک اخبار کے چیف ایڈیٹر کو ملا تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے اپنے اخبار میں اس کے خلاف ایک مضمون لکھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ یہاں کیا کرنے آئے ہیں اور انہیں یہاں آنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ جب یہ مضمون اخبار میں چھپا تو ہالینڈ کے ایک مستشرق ڈاکٹر فان لیوِن (DR. A.TH. VAN LEEUWEN) نے اس پر ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے جماعتِ احمدیہ کی مختصر تاریخ اور اس کی تبلیغی و اشاعتی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس اخبار کے ایڈیٹر کے بارہ میں لکھا:-

> ہمارے ملک کے ڈچ اخبارات میں سے ایک بڑے اخبار کے چیف ایڈیٹر نے احمدیہ مسلم مشن کے ایک پمفلٹ پر جو اُن کے گھر کے لیٹر بکس میں ڈالا گیا تھا بڑے غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے اور وہ اس پر بڑے چیں بجبیں ہوئے ہیں۔ اِس مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب اَب تک یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ اسلام کا نام بحرِ روم کے اُس پار افریقہ، مشرقِ بعید یعنی انڈونیشیا میں جو کبھی ڈچ مقبوضات میں شامل تھا، لیا جاتا ہے۔ اور یہ امر ان کی حیرت اور اچنبھے کا موجب ہے کہ اسلام اب یورپ میں بھی اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کر چکا ہے بلکہ اب ان کے گھر تک آن پہنچا ہے۔

(ORIENTATIEREEK III PAGE I)

---

[1] الفضل ۱۷-۲۱ ہجرت/مئی ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء صلہ ۲۔ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے دوروں کی تفصیل اپنے اپنے مقامات پر آئے گی۔ وباللہ التوفیق۔ قیامِ ہالینڈ کے محولہ بالا کوائف مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل سابق انچارج مشن ہالینڈ کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے ماخوذ ہیں۔

اِسی طرح ایک اَور اخبار HET PAROOL نے "مسلمان پادری صاحبان سے مناظرہ چاہتے ہیں" کے عنوان سے لکھا:۔

"احمدی مسلمان پادریوں کو للکارتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہالینڈ کے اندر ہو رہا ہے چنانچہ احمدیہ مسلم مشن ہیگ کے مبلّغین کی طرف سے پادری صاحبان کو ایک خط موصول ہوا ہے جس میں اُن کے اعتقادات کے بارہ میں دس سوالات کئے گئے ہیں۔"

۱۹۶۶ء میں ہالینڈ کے رہنے والے ایک متعصب مستشرق ڈاکٹر HOUBEN نے اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے اسلام کے خلاف یہ اعتراضات اُٹھائے تھے کہ

۱۔ جماعتِ احمدیہ اور مسجد ہیگ کو ہالینڈ میں اسلام کا نمائندہ تصوّر کرنا غلط ہے اِس لئے کہ اسلام کی جو تشریح و توضیح ان کی طرف سے کی جاتی ہے اُسے ہم کسی صُورت بھی اسلام کہنے کو تیار نہیں۔

۲۔ دوسرا اعتراض انہوں نے یہ کیا کہ اسلام کا خدا جابر اور قاہر خدا ہے اور یہ کہ مسجد ہیگ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں جو پروپگنڈا کیا جاتا ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں یہ درست نہیں۔ کیونکہ ان کا مسیح پر وہ ایمان نہیں جو ہم عیسائیوں کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اِدھر مخالفت سے بھرا ہوُا یہ مضمون نکلا اُدھر اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب کے لئے بھی بعض مخالفین کو ہی تیار کر دیا۔ چنانچہ ہالینڈ کے ایک کیتھولک اخبار "M ـ 66" نے مارچ ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں

"جماعتِ احمدیہ عیسائی علماء کے لئے خوف و ہراس کا باعث ہے"

کا عنوان دیتے ہوئے اس مضمون کا مفصّل جواب دیا[۱]۔ چنانچہ اس نے لکھا:۔

"پروفیسر ڈاکٹر ہیوبن (HOUBEN) نے ہمیں اپنا مضمون جو انہوں نے جماعتِ احمدیہ کے متعلق لکھا ہے غور سے پڑھنے کے لئے کہا ہے اور ان کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہم نے اس مضمون کو غور سے پڑھا۔ اس کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل دو اہم اعتراضات کا پتہ چلتا ہے جو اُنہوں نے اسلام اور احمدیت پر کئے ہیں۔

اوّل یہ کہ اسلام ایک جابر اور قہار خدا کا تصوّر پیش کرتا ہے اور یہ کہ جماعتِ

---

[۱] ترجمہ بحوالہ "بیرونی ممالک میں تبلیغِ اسلام اور اس کے نتائج" صفحہ ۱۳ ـ ۱۵

احمدیہ اور مسجد ہیگ کو ہالینڈ میں اسلام کا نمائندہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس جماعت کے بانی پر دوسرے مسلمان کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اِس طرح اُن کی طرف سے اسلام کی جو تشریح اور توضیح کی جاتی ہے وہ اسلام نہیں کہلا سکتا۔[۱]

دوم یہ کہ مسجد ہیگ سے مسیح ناصری کے بارہ میں جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ظاہری طور پر تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمان مسیح ناصری پر ایمان رکھتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا ایمان اس ایمان سے بہت مختلف ہوتا ہے جو عیسائی رکھتے ہیں۔"

اخبار مذکور اِن اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"پروفیسر ڈاکٹر ہیوبن کا اسلام کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ ایک جابر اور قہار خدا کا تصوّر پیش کرتا ہے سراسر مغالطہ انگیز ہے۔ اور یہ کہنا کہ اسلام میں تجدید و احیاء کی قوّت کا فقدان ہے دُور از حقیقت ہے کیونکہ خود جماعتِ احمدیہ تجدید و احیاءِ اسلام کا ایک زندہ ثبوت ہے اور شاید اِسی لئے وہ عیسائی علماء کے لئے خوف و ہراس کا باعث بنی ہوئی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا پروفیسر ڈاکٹر کمپس (CAMPS) نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا اور اس جماعت کی طرف سے ہوشیار رہنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔"

آگے چل کر اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ:۔

"جماعتِ احمدیہ کی طرف سے اسلام کی تجدید و احیاء کی کوشش اس کی بنیادی تعلیمات یعنی قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ کا تصوّر یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے محبت کرنے والا ہے۔ یہ جماعت اِس تعلیم کے نتیجہ میں بین الاقوامی اخوت کی دعویدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت نے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنے والے مسلمانوں میں سے پانچ لاکھ کے قریب لوگوں کے قلوب میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی رُوح پھُونک کر تبلیغی مساعی کی حقیقی تڑپ پیدا کر دی ہے اور اِس جماعت نے عیسائیت یا مارکسزم سے یہ نظریات

---

[۱] اب عیسائیوں کی طرف سے دلائل سے عاجز آ کر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اختلافات کو ہَوا دے کر توجہ ہٹائی جائے خصوصاً جماعتِ احمدیہ کے متعلق یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ تو مسلمان ہی نہیں یہ اسلام کی نمائندگی کیسے کر سکتے ہیں۔ گویا یہ عیسائی اسلام کو زیادہ سمجھتے ہیں۔

مستعار نہیں لئے بلکہ خالص اسلام کے پیغام کو لے کر ایک طرف پُرانے خیالات کے مسلمانوں کی اصلاح کا کام شروع کیا ہے تو دوسری طرف اس پیغام کے ذریعہ عیسائی دُنیا اور دہریوں پر اتمامِ حُجّت کر دی ہے۔

یہ درست ہے کہ جماعتِ احمدیہ ساڑھے سینتیس کروڑ مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ اسلام میں اِن معنوں میں ORTHODOX اور متحدہ اکثریت موجود ہی نہیں جن معنوں میں کیتھولک عیسائی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ اسلام میں تو کیتھولک مذہب کی طرح DOGMAS (اندھے عقائد) موجود ہی نہیں اور نہ ہی اسلام اپنی تعلیمات پر کسی اَور کو حکم تسلیم کرتا ہے۔ اُس کی تعلیم کا ایک ہی سرچشمہ ہے اور وہ ہے قرآن۔ جس طرح اصلاح یافتہ عیسائیوں کے نزدیک اُن کی مذہبی کتاب بائیبل ہے اور جس طرح بائیبل کی آیات کی مختلف تشریحات و توضیحات سے متعدد فرقے پیدا ہوئے ہیں جو سب کے سب عیسائی ہی ہیں بعینہٖ اسی طرح قرآن کی تشریح اور تفسیر سے بھی مختلف و متعدد مکاتیبِ فکر معرضِ وجود میں آئے۔ لہٰذا کسی فرقہ کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دراصل تجدید و احیاء کی بنیاد پر چرچ اور فرقہ میں فرق اور امتیاز کرنا ہمیشہ سے ہی ایک نہایت مشکل اور نازک مسئلہ رہا ہے۔ مسلمانوں نے کبھی بھی علماء کو حکم نہیں مانا (جس طرح چرچ اور پوپ مذہبی عقائد میں اجارہ داری رکھتے ہیں نہ کہ کتاب) اور پھر دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن جو ایک ہی وجود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی کتاب ہے بائیبل کی نسبت زیادہ واضح زبان میں بات کرتی ہے۔ اور بائیبل کا یہ حال ہے کہ اس میں مختلف لوگوں کی باتوں کو بعد میں جمع کیا گیا ہے۔

احمدیت اسلام کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے مگر یہ اسلام کی ایک ایسی ہی صورت ہے جو اسلام کی نمائندگی کرنے کا پُورا پُورا حق رکھتی ہے۔ اس تحریک کو یقیناً مخالف خیالات رکھنے والے مسلمانوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر یہ مخالفت کرنے والے علمی رنگ میں بات کرنے سے تہی اور کیتھولک ذہنیت ہی کے مظہر نظر آتے

ہیں جو اپنے خیالات سے اختلاف رکھنے والوں کو کافر اور دائرۂ مذہب سے خارج قرار دیتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر ہیوبن نے اپنے مضمون میں گیارہ نکات ایسے بیان کئے ہیں جو اُن کے خیال میں احمدیوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان مابہ النزاع ہیں لیکن اُن کی یہ بات بھی ایسی ہی ہے جیسے کیتھولک مکتبِ فکر کی موجودہ مغالطہ انگیز شکل ہے۔ احمدیہ جماعت کو اسلام سے مُنحرف صرف اُس وقت قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ وہ قرآنی تعلیمات سے رُوگردانی کرے مگر جماعتِ احمدیہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ ہی منسوخ شدہ ہو سکتی ہے۔ نیز یہ کہ اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ ایک آیت کسی دوسری آیت کی مخالف ہے تو وہاں پر وہ تضاد کسی غلط تشریح کی وجہ سے پیدا ہوا ہوگا۔[1] (ترجمہ)

کیتھولک سنٹر کو دعوتِ مقابلہ

یورپین پادریوں نے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ کو بگاڑ کر پیش کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ مشہور ڈچ مستشرق سی۔ ایس۔ ہرخرُنجے (C. S. HURGRONJE) "محمد ازم" میں لکھتے ہیں:

"ہر وہ بات جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کی جاتی یا گھڑی جاتی تھی یورپ ایک لالچی اور حریص آدمی کی طرح اسے اچک لیتا تھا حتیّٰ کہ ازمنہ وسطیٰ میں ہمارے آباء واجداد کے ذہنوں میں محمد کا جو تصوّر قائم تھا وہ آج ہمیں ایک انتہائی طور پر مکروہ اور گھناؤنی شکل کے مترادف نظر آتا ہے۔" (ترجمہ)

اِس سلسلہ میں صدیوں سے خاص طور پر یہ اعتراض وسیع پیمانہ پر پھیلایا اور ہر نسل میں اچھی طرح راسخ کیا گیا کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے۔

ہالینڈ مشن نے ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات کے انٹرویو اور اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اس جھوٹ کی خوب قلعی کھولی ہے[2] مگر متعصب پادری ہیں کہ آج تک یہ مغالطہ دیئے جا رہے ہیں

---

[1] بحوالہ جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ واشاعت صفحہ ۱۶ و صفحہ ۲۰۔ لیکچر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، وکیل الاعلیٰ و وکیل التبشیر برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء۔

[2] ڈاکٹر ڈیونگ (ہیگ) نے حافظ قدرت اللہ صاحب کی کتاب (WHAT IS ISLAM) کے دیباچہ میں لکھا:-

"اسلام کے بارے میں یہاں لوگوں کو بہت ہی کم صحیح معلومات مہیا ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر ہم بارہا پڑھتے ہیں کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنا مذہب تلوار کے ذریعہ پھیلائیں لیکن اس کے برعکس قرآن کریم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چنانچہ ہش ۱۳۴۷ / ۱۹۶۸ء کا ذکر ہے کہ ہالینڈ کے کیتھولک سنٹر APASTORAAL نائمیگن (NIJMEGEN) کے ایک ماہوار پمفلٹ میں ایک مستشرق صاحب نے اسلام کے خلاف اسی خیال کی بنا پر ایک مضمون لکھا جس کا احمدیہ مشن کے انچارج جناب عبدالحکیم صاحب اکمل نے فوری نوٹس لیا اور انہیں ایک مکتوب مفتوح کے ذریعہ سے للکارا کہ اگر اُن کے موقف میں ذرا برابر صداقت موجود ہے تو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی ایک آیتِ قرآنی ہی اس کے سیاق و سباق کی روشنی میں پیش کر دکھائیں۔ مگر مستشرق صاحب مذکور اس چیلنج کا جواب تک نہ دے سکے اور کاسرِ صلیب کے شاگردوں کے مقابل بالکل چپ سادھ لی۔[1]

ترک اور مراکش کے مسلمانوں کی خدمت

جماعتِ احمدیہ کے علاوہ ہالینڈ میں بہت سے ترکی اور مراکشی مسلمان بھی آباد ہیں جو اپنے مشکل مسائل و معاملات میں احمدیہ مشن ہاؤس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور احمدی مبلّغ اُن کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد اور کمربستہ رہتے اور اس میں بہت خوشی محسوس کرتے ہیں۔ مدت سے یہاں ایک مشکل مسئلہ درپیش تھا مسلمان ہالینڈ میں گوشت کا استعمال اپنے انتظام کے تحت باقاعدہ اسلامی ذبیحہ کی شکل میں کرنا چاہتے تھے مگر حکومت کا قانون اس کی اجازت نہ دیتا تھا۔ اِس پر مبلّغِ ہالینڈ صلاح الدین خاں صاحب نے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اِس طرف بذریعہ خطوط توجہ دلائی اور حکومت نے اِس کی اجازت دے دی۔[2]

نابیناؤں کیلئے ڈچ ترجمہ قرآن کیلئے خصوصی تعاون

فروری ۱۹۷۰ء میں ہالینڈ مشن کو ایک خوشخبری یہ ملی کہ نابیناؤں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ میں واضح طور پر فرمان ہے کہ "لا اکراہ فی الدین"۔
اسلام کے جملہ مکاتیبِ فکر میں سے صرف جماعتِ احمدیہ ہی ایک ایسا اسلامی فرقہ ہے جس نے اسلام کی مکمل اور واضح تصویر پیش کی ہے۔"

DR. K.H.E DE JONG 2 JULY 1958 "WHAT IS ISLAM" دیباچہ

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:۔

[1] الفضل ۳۰ ظہور/اگست ہش ۱۳۴۷ / ۱۹۶۸ء صفحہ ۳۔

[2] الفضل ۳۱ اخاء/اکتوبر ہش ۱۳۴۹ / ۱۹۷۰ء صفحہ ۵۔

رسم الخط میں ڈچ ترجمہ قرآن تیار کیا جائے گا۔ اسلام اور احمدیت سے بڑھتی ہوئی دلچسپی کے پیشِ نظر ہالینڈ کے نابیناؤں کی انجمن کے ڈائریکٹر کے دل میں یہ خیال آیا۔ چنانچہ انہوں نے اِس سلسلے میں مشن کو اپنے خیال سے آگاہ کیا۔ ایک ڈچ قرآن کا مطالبہ کیا۔ مبلّغ ہالینڈ صلاح الدین خاں صاحب نے ان سے خط وکتابت کی اور ایک ڈچ قرآن کا نسخہ بھجوا دیا نیز لکھا کہ اگر زیادہ مہنگا نہ پڑے تو ایک نسخہ ہالینڈ میں جماعتِ احمدیہ کے مشن کی لائبریری کے لئے بھی تیار کیا جاوے جس پر اُن کا جواب آیا ہمیں ایک نسخہ بنانے میں ایک سال کا عرصہ درکار ہوگا لہذا یہ کام بہت مہنگا ہے۔ مبلّغ ہالینڈ نے اُن کو لکھا اگر اِس قدر مہنگا ہے تو مشن متحمّل نہیں ہوسکے گا لہذا مشن کے لئے نہ بنوایا جائے۔ مگر اُن کا جواب ملا کہ چونکہ آپ نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے لہذا ہم اب ایک کی بجائے دو نسخے تیار کریں گے ایک اپنی انجمن کے لئے اور دوسرا آپ کے مشن کی لائبریری کے لئے۔ اُمید ہے کہ نابیناؤں کے رسم الخط میں ڈچ قرآن کے یہ نسخے ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ میں تیار ہوجائیں گے۔

عیسائی حلقوں کی طرف سے ہالینڈ میں چرچ کے زوال کا واضح اعتراف

ہالینڈ میں اسلامی مشن کے قیام کا ایک نمایاں ردِ عمل یہ ہُوا کہ عیسائیت (جسے قبل ازیں ملک میں اجارہ داری حاصل تھی) کھُلے طور پر زوال پذیر ہے اور خود عیسائی حلقوں کی طرف سے اس کا واضح لفظوں میں اعتراف کیا جارہا ہے۔ اِس ضمن میں ہیگ شہر کے اعلیٰ طبقہ میں مقبول روزنامہ "HET VADER LAND" اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ جون ۱۹۶۳ء میں لکھتا ہے:۔

"ہالینڈ کی پراٹسٹنٹ انجمن کی ہیگ شاخ نے بڑے غور کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ موسمِ گرما میں چرچ میں عبادت کرنا بند رکھا جائے۔ لہذا آئندہ سال سے مہینہ کے پہلے اتوار کی صُبح کوئی عبادت نہیں ہُوا کرے گی۔ یہ اہم فیصلہ ہیگ شہر کی پراٹسٹنٹ انجمن کی مرکزی کمیٹی کو لوگوں کی چرچ میں آنے میں غیر معمولی کمی کے باعث کرنا پڑا ہے۔

عبادت کے اجتماعات حسبِ اوقات فری میسن سوسائٹی کے ہال میں منعقد کئے جاتے ہیں۔ آخری عبادت کے اجتماع میں جبکہ ایک مہمان پادری نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے صرف انّیس ۱۹ آدمی حاضر تھے۔

اِس شاخ کے چرچ پادری یعقوب (DS. JACOB) نے استعفیٰ دے دیا ہے۔"

یہی اخبار اپنی ایک دوسری اشاعت مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۸ء میں رقم طراز ہے:۔

"ہیگ شہر کے ریفارمڈ چرچ کی انجمن نے اپنی حالیہ سالانہ رپورٹ ۱۹۶۷ء میں لکھا ہے کہ "اِس سال کے دَوران ان کے ممبران میں سے سات ہزار آدمی چلے گئے ہیں۔"

اخبار نے مزید لکھا کہ:۔

"۱۹۶۸ء میں جبکہ ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک کے عرصہ کی رپورٹ مرتب کرتے وقت اِس عرصہ میں چرچ چھوڑ کر جانے والوں کا جائزہ تیار کیا جائے گا تو یہ واضح ہو جائے گا کہ اِس عرصہ میں چرچ سے علیحدہ ہونیوالوں کی تعداد پچاس ہزار ہو چکی ہے۔"

ایک دوسرے آزاد خیال عیسائی حلقہ کا اخبار سونگلی (SWINGLI) اپنی اشاعت مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۸ء میں لکھتا ہے:۔

"کیا پچاس سال بعد ایک بھی چرچ باقی رہ جائے گا؟"

نیز ایک پراٹسٹنٹ مناد ڈاکٹر فان ڈوردن (DR. VAN WOERDEN) کے ایک مضمون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ پادری صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"ان حالات کو دیکھتے ہوئے جو روزانہ میرے اردگرد ہو رہے ہیں مَیں علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں جہاں عیسائی مناد اور انجمنیں پُرانی ڈگر پر گامزن ہیں چرچ ڈگمگاتا ہُوا نظر آرہا ہے اور ڈگمگانے کا یہ سلسلہ تیز رفتاری سے بڑھتا جا رہا ہے۔"[۱] (ترجمہ)

ہالینڈ میں اِسلام کی واضح پیش قدمی اور ابتدائی فتوحات عیسائی چرچ کی نظر میں

ہالینڈ میں عیسائیت جس تیزی کے ساتھ انحطاط وزوال کے گڑھے کی طرف جا رہی ہے اس سے زیادہ برق رفتاری کے ساتھ اسلام خدا کے فضل وکرم، نظامِ خلافت کی برکت اور مبلغینِ احمدیت کی شبانہ روز مساعی کے نتیجہ میں آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا ہے اور نہایت قلیل عرصہ میں اس نے ملک کے علمی میدان میں واضح پیش قدمی کی ہے۔ جماعت احمدیہ کو اِس بارے میں اَب تک جو فتوحات حاصل ہوئی ہیں وہ اگرچہ بظاہر بہت معمولی اور ایک خوشکن

---

[۱] الفضل ۱۲ نبوت/ نومبر ۱۳۴۷ہش/ ۱۹۶۸ء صہ ۳۔

ابتدا رسے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں مگر اپنی نوعیت کے اعتبار سے یقیناً غیر معمولی ہیں۔ اس حقیقت کا کسی قدر اندازہ ولندیزی پریس خصوصاً چرچ کے اخبارات و جرائد سے کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں بطور مثال صرف چند تحریرات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک روزنامہ ایڈیشے کرنت (EDESCHE COURANT) اپنی ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں ہالینڈ کے لوگوں کو بڑے واضح رنگ میں متنبہ کرتا ہوا لکھتا ہے کہ "اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ کو اور احمدیہ مشن کی سرگرمیوں کو معمولی خیال نہ کریں"۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ "جماعتِ احمدیہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کے لئے بہت روشن مستقبل کے خواب دیکھ رہی ہے اور خاص طور پر یورپ میں"۔ پھر لکھا ہے کہ "جب تک یورپ پھر سے ایک دفعہ پورے طور پر متحد ہو کر مسلمانوں کے متحدہ محاذ کا جس میں جماعتِ احمدیہ سب سے زیادہ قوت والی مشینری ہے ڈٹ کر مقابلہ نہ کرے اس وقت تک یہ سیلاب رکنے والا نہیں"۔ [۱]

(۲) ہیگ کے ایک کثیر الاشاعت اخبار نیو ہاگسے کرنت (N. H. COURANT) اپنی ۲۰۔ ستمبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں زیرِ عنوان "مغربی یورپ میں اسلامی مہم کا آغاز" لکھا:۔

"گزشتہ ۱۱، ۱۲ سال کے عرصہ میں یورپ نے کسی بڑی تعداد میں اسلام کو عملاً قبول نہیں کیا مگر یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ اس عرصہ میں جماعتِ احمدیہ کی کوششوں سے ایک بھاری تعداد اسلام سے ہمدردی رکھنے والوں کی ضرور پیدا ہو گئی ہے"۔

اسی طرح ہالینڈ مشن کے مختلف اخبارات نے ایک دفعہ "اسلامی ہلال یورپ کے اُفق پر" کے موضوع پر اس خیال کا اظہار کیا کہ:۔

"یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت سے کچھ بیزار ہو رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ کسی بھی دوسری چیز کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اسلام یورپ میں اتحاد کا علَم لئے ہوئے ہے اور یہ نوجوان طبقہ ادھر مائل ہو رہا ہے۔ اس بہاؤ کو روکنے کے لئے جس کا سب سے طاقتور انجن جماعتِ احمدیہ ہے ان کی راہ میں ایک ستون گاڑنا ہو گا"۔ [۲]

---

[۱] الفضل ۱۰ شہادت/اپریل ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء صفحہ ۴ کالم ۲ ÷ [۲] بحوالہ رسالہ خالد ربوہ امان/مارچ ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۱۹

(۳) اخبار نیوے ہاگسے کرنت (NIEUWE HAAGSCHE COURANT) (ہیگ) نے اپنی ۲۰ ستمبر ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں "مغربی یورپ میں اسلامی مہم کا آغاز" کے زیر عنوان لکھا:۔

"اسلام کسی خاص قوم یا علاقہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور موجودہ عالمی مشکلات کا حل اس میں مضمر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گزشتہ گیارہ بارہ سال کے عرصہ میں یورپ کی کسی قابل ذکر تعداد نے اسلام کو عملاً قبول نہیں کیا مگر یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اس عرصہ میں اس جماعت کی کوششوں سے ایک بھاری تعداد اسلام سے ہمدردی رکھنے والی ضرور پیدا ہو گئی ہے۔" [۱]

(۴) مشنری سکول کے طلباء کی کانفرنس کے موقعہ پر ایک مشہور مستشرق ڈاکٹر فان لیون (DR. A. TH. VAN LEEUWEN) نے بیان کیا کہ:۔

"گزشتہ صدیوں میں عیسائیت صرف مغربی ممالک تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ مسلم ممالک میں بھی پھیلی۔ مگر اب تصویر کا دوسرا رُخ یہ نظر آرہا ہے کہ ایک عرصہ سے اسلام بھی احمدیہ تحریک کے ذریعہ عیسائی ممالک میں پھیل رہا ہے بلکہ خاص مغربی ممالک میں بھی۔"

مشنری سکول کے اخبار میں بھی اسی پروفیسر کا ایک بیان شائع ہوا کہ

"احمدیہ تحریک کے نام لیوا بڑی جانفشانی سے اسلام کو دُنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ خاص طور پر افریقہ میں پھر مغربی ممالک میں جن میں ہمارا ملک ہالینڈ بھی شامل ہے انہیں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"

ڈاکٹر فان لیون (DR. VAN LEEUWEN) نے ریفارمڈ چرچ کے سالانہ اجلاس میں (بمطابق اخبار تراؤس TROUIS ۲۷ اپریل ۱۹۶۰ء) علی الاعلان اس حقیقت اور ضرورت کا بھی اظہار کیا کہ

"احمدیہ مشن جو ہمارے ملک میں اسلام کی تبلیغ کے لئے کوشاں ہے (اور جس کی ہیگ میں مسجد بھی ہے) اس سے ریفارمڈ چرچ تعلق قائم کرے اور بات کر کے کسی نتیجہ پر پہنچے تو بہتر ہے۔" [۲]

(۵) ہالینڈ ریفارمڈ چرچ کا نمائندہ اخبار "ہرفارمڈ نیدرلینڈ" (HERVORMD NEDERLAND) نے اپنی ۲۲ جولائی ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں زیر عنوان "مسلم مشن زندہ چرچ

---

[۱] رسالہ خالد ربوہ امان/مارچ ۱۳۴۸ہش/۱۹۶۹ء صفحہ ۲۵-۲۶ ؛ [۲] الفضل ۱ ارشادت/اپریل ۱۳۴۲ہش/۱۹۶۳ء صفحہ ۵ کالم ۲

کے لئے ایک صحت مند چیلنج ہے" لکھا:-

"آج سے دس سال قبل اسی اخبار میں یہ سوال زیرِ بحث تھا کہ یہ لوگ (احمدیہ مشن والے) کس لئے یہاں آئے ہیں۔ ہمارے ملک میں ان کا کیا کام ہے اور یہ کہ کس نے انہیں یہاں آنے دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اب حقیقت کھُلی ہے کہ یہ لوگ بڑے پکے ارادے سے آئے تھے اور پورے طور پر سنجیدہ تھے اور اس کا ثبوت اس وقت ملا جب ۱۹۵۵ء میں انہوں نے ہیگ میں ایک مسجد تعمیر کر کے رکھ دی"۔[۱] (ترجمہ)

(۶) مندرجہ ذیل مبسوط مضمون ہالینڈ کے پانچ روزناموں میں تصاویر اور جلی عنوانات کے ساتھ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا:-

"یورپ کے عیسائی مشنری تو کئی صدیوں سے تمام دُنیا میں عیسائیت پھیلانے میں کوشاں ہیں لیکن دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے خصوصاً مشرق کے مسلمان مشنری بھی یورپ میں قدم جما رہے ہیں۔ وہ اسلام کی اشاعت کرتے ہیں اور اپنی تبلیغی مساعی میں سرگرمِ عمل ہیں۔ یورپ کے متعدد ممالک میں انہوں نے مساجد تعمیر کی ہیں۔ ایک مسجد انہوں نے ہالینڈ میں بھی تعمیر کی ہے۔ یہ واحد ڈچ مسجد ہیگ میں ہے۔ یہ ہمارے ملک کے مسلمانوں کا رُوحانی مرکز ہے جہاں سے وہ اپنے عقائد... کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یہاں سے سارے ملک میں چھوٹی اور بڑی مختلف کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ تقاریر کی جاتی ہیں اور قرآن پر بہت توجہ دی جاتی ہے مسلمانوں کی اس مقدس کتاب، کے ڈچ ترجمہ کی چھ ہزار جلدیں ہالینڈ کے لوگوں کے ہاتھوں میں جا چکی ہیں۔ علاوہ ازیں انگریزی اور جرمن تراجم بھی تقسیم کئے گئے ہیں تبلیغِ اسلام کا یہ سارا کام جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ سرانجام دیا جاتا ہے جس کی بُنیاد ۱۸۸۹ء میں رکھی گئی۔ مسلمانوں میں یہی ایک جماعت ہے جو تبلیغِ اسلام کے فرض کو نبھا رہی ہے اور مسلمانوں میں تجدیدِ دین اور اسلامی شریعت کو قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

جماعتِ احمدیہ کا مرکز ربوہ، پاکستان میں ہے جہاں سے ایشیا کے مختلف ممالک،

---

[۱] الفضل ۱۰ شہادت/اپریل ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء صفحہ ۱ کالم ۳ ؎

یورپ، افریقہ اور امریکہ میں مبلّغین بھیجے جاتے ہیں۔ یہ مبلّغین عملی میدان میں قدم رکھنے سے پہلے چار پانچ سال کی ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں چودہ۱۴ سال سے اسلامی مشنری کام کر رہے ہیں۔ ان کے مشن نے یہاں ۲ر جولائی ۱۹۴۷ء سے کام شروع کیا تھا اور دسمبر ۱۹۵۵ء میں ہیگ میں مسجد کا افتتاح ہُوا۔ ہالینڈ میں احمدیہ جماعت کے لیڈر اور مسجد کے امام مسٹر کیو۔ یو حافظ ہیں جو یہاں ۱۹۴۷ء سے (سوائے چار سال کے وقفہ کے) کام کر رہے ہیں۔

ہمارے ملک میں لمبے قیام کی بدولت مسٹر حافظ ڈچ بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ حافظ ان کا اصل نام نہیں ہے ان کا اصل نام ڈچ لوگوں کے لئے ادا کرنا کچھ مشکل سا ہے حافظ ایک لقب ہے جو قرآن کو زبانی یاد کرنے والے افراد کو ان کی عزّت افزائی کے لئے دیا جاتا ہے۔

یہ مسجد خالصتاً احمدی جماعت کی مستورات کے چندوں سے بنی ہے۔ یہاں ہر جمعہ کے دن دوپہر ڈھلنے پر نمازِ جمعہ ادا کی جاتی ہے اور اس کے قریب ہی ایک کمرہ میں بیٹھ کر باہم تبادلہ خیالات کیا جاتا ہے۔ جب کوئی مہمان ملاقات کے لئے آتا ہے تو اسے نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ پھر امام صاحب اسے اپنے مشن کے اغراض ومقاصد سے آگاہ کرتے ہیں۔ ان کے نائب مسٹر صلاح الدین مشنری کام میں مدد کے لئے حال ہی میں پاکستان سے آئے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اسلام میں احمدیت ہی وہ واحد تحریک ہے جو مشنری کے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ اِسی طرح حضرت احمدؑ کی قائم کی ہوئی یہ تحریک قرآن کی خالص تعلیم کو عملی جامہ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ یہ مسلمان اپنے عقیدہ کی تبلیغ تلوار کے ذریعہ نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی مقدّس کتاب کے اِس حکم پر بڑی مضبوطی سے کاربند ہیں کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے۔ مسٹر حافظ اِس امر کو یُوں بیان کرتے ہیں کہ ہماری تحریک کی کوشش یہ ہے کہ دُنیا میں اتحاد واتفاق پیدا ہو۔ عیسائیوں سے بھی ہمارے تعلقات برادرانہ ہیں۔ ہم دُنیا میں امن اور رواداری کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام اپنے پیرؤں کو دوسرے مذاہب کی تضحیک سے روکتا ہے اور مسلمانوں کو غیر مذاہب کی

خوبیوں کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔

اِن مبلّغین کا اوّلین مقصد لوگوں کو مسلمان بنانا ہی نہیں بلکہ اسلام کے متعلق پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا بھی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسلام کو بہتر طور پر سمجھا جائے کیونکہ درسی کتابیں خصوصاً اسلام کی صحیح تصویر کو پیش نہیں کرتیں۔ ہمارے دلوں میں عیسائیت کا پورا احترام ہے ہم حضرت عیسیٰ کو خدا کا ایک برگذیدہ نبی تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن میں قریباً تمام اسرائیلی نبیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

احمدیہ تحریک خالصتاً ایک مذہبی تحریک ہے اور وہ سیاسیات میں نہیں اُلجھتی۔ لفظ "اسلام" کے معنی پر زور دیتی ہے جس کے معنے ہیں امن و آشتی قائم کرنا مسلمان وہ شخص ہے جو خدا سے اور بنی نوع انسان سے امن کے تعلقات قائم کرتا ہے۔ خدا کے ساتھ امن رکھنے کے معنی ہیں اس کی مرضی کے آگے کامل طور پر جُھک جانا جو کہ ہر قسم کی پاکیزگی اور نیکی کا منبع ہے۔ بنی نوع انسان سے امن قائم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں سے نیکی اور بھلائی کی جائے۔

اِس تحریک کے پیرو اس خیال کو غلط سمجھتے ہیں کہ (حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیروی صرف مشرقی لوگوں ہی کا حق ہے ان کے نزدیک اسلامی تعلیم ایک عالمگیر تعلیم ہے اور مغرب کے لوگوں کے لئے بھی یکساں اہمیت رکھتی ہے۔ یہ مشنری یورپ اور امریکہ میں سرگرمِ عمل ہیں۔ اِس تحریک میں شامل ہونے والوں کو اپنے مشاغل کی سرانجام دہی کی راہ میں ہر قسم کی تکلیف گوارا ہے۔ بہت سے ممالک میں انہوں نے مساجد تعمیر کی ہیں۔ یورپ میں ان کے مندرجہ ذیل مراکز ہیں۔ ہمبرگ، فرینکفورٹ، لندن، زیورچ میں بھی ایک مسجد تعمیر کرنے کی تیاری کی جارہی ہے۔ اِسی طرح کوپن ہیگن میں بھی ایک مسجد بنانے کی تجویز ہے۔ امریکہ میں بارہ۱۲ مراکز ہیں۔ افریقہ کے مغربی اور مشرقی ساحلوں پر مشنری کام نہایت زوروں پر ہے جہاں بہت سے افریقی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اسلامی مبلّغین کی کاوشوں کا ردِ عمل یہاں مختلف ہے۔ چودہ۱۴ سال قبل جب مسٹر حافظ ہالینڈ پہنچے تھے تو کل ونیسٹ (CALVINIST) — ایک کٹر عیسائی فرقہ کے اخبار نے پوچھا "کیا سرزمین

نیدرلینڈ پر اب ہلال طلوع ہوگا؟" ہم مسٹر حافظ صاحب کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان کی آمد پر ہم بالکل خوش نہیں۔"

سرد مہری سے استقبال کئے جانے والے مسلمان نے بڑی محبت کے ساتھ جواب دیا "ہم تو باہم رواداری اور اخوت کی تبلیغ کرتے ہیں۔" اخبار کل وینسٹ (CALVINIST) کے لب و لہجہ سے بظاہر مسٹر حافظ نے ہمت نہ ہاری۔ مسٹر حافظ نے کہا "میں یہاں کام کرنا پسند کرتا ہوں اور میں یہاں اپنے ملک سے بھی زیادہ مانوسیت محسوس کرتا ہوں۔" انہوں نے عیسائی مشنریوں سے جن میں کچھ پادری بھی ہیں خوشگوار تعلقات قائم کر رکھے ہیں۔ وہ رومن کیتھولکس سے بہت ہمدردی رکھتے ہیں کیونکہ وہ مذہب کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنا جانتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کے متعلق پراٹسٹنٹ عیسائیوں کے مقابلہ میں کیتھولک عیسائیوں میں زیادہ دلچسپی پائی جاتی ہے۔ ڈچ نومسلموں میں سے زیادہ تر پہلے رومن کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ نیدرلینڈ میں تقریباً ایک ہزار مسلمان ہیں جن میں طلباء بھی ہیں۔ انڈونیشیا اور ڈچ گی آنا کے مسلمان بھی ہیں اور مسلمان ممالک کے سفارت خانوں کے کارکنان بھی شامل ہیں بہت سے ڈچ نومسلموں کا پہلے افریقہ سے یا مشرق سے کوئی نہ کوئی تعلق رہا ہے۔ ایک ڈچ نومسلم کو جو پہلے رومن کیتھولک تھا اپنے تجربات کے متعلق کچھ بتانے کے لئے کہا گیا تو وہ کہنے لگے "ایک نوجوان کی حیثیت سے میں زیادہ دیر رومن کیتھولک عقیدہ پر ایمان نہ رکھ سکا۔ اسلام سے متعلق ایک کتاب میرے ہاتھ لگی اور میں نے مسٹر حافظ سے راہ و رسم پیدا کی۔ یہ گفتگو آسان نہ تھی کیونکہ جو کچھ آپ کو گھر سے ملا ہے اس سے آپ آسانی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ مسلمان ہو کر آپ کو پراگندہ حالات میں سے گزرنا پڑتا ہے اور خاندان میں آپ کی حیثیت کالی بھیڑ کی سی ہو جاتی ہے۔ میرے والد مجھے ایک پادری کے پاس لے گئے کہ میں اس سے گفتگو کروں میں نے ایسا ہی کیا مگر یہ امر میری نظرِ انتخاب کو نہ بدل سکا۔"

ماہنامہ "الاسلام" ڈچ زبان میں جو احمدیہ مسلم مشن ہیگ سے شائع ہوتا ہے اس میں

ایک سابق رومن کیتھولک نوجوان کا مضمون (اسلامی تعلیم کے اِس پہلو پر نمایاں طور پر روشنی ڈالتا ہے) کہ "ہم مسلمان ہیں۔ لفظ مسلم کے حقیقی معنوں میں۔ ہم نے اس چیز کو حاصل کر لیا ہے جسے قرآن پاک ہماری زندگی کا مقصد قرار دیتا ہے۔"

مسٹر حافظ اور ان کے اسسٹنٹ ہمارے ملک میں اتنا کام نہ کر سکتے اگر ان کو دوسرے مسلمانوں کا تعاون حاصل نہ ہوتا لیکن یہ امر واضح ہے کہ یہاں کے مسلمان (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کے پُرجوش اور سرگرم پیرو ہیں۔ مسٹر حافظ کہتے ہیں "ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے تئیں ایک مشنری سمجھے" اور وہ چیز جو ان کے اور عیسائیت کے درمیان ایک بندھن کا رنگ رکھتی ہے یہ ہے کہ دونوں مذاہب لا مذہب کمیونزم کو ناپسند کرتے ہیں۔ مسٹر حافظ کہتے ہیں "مشنری سرگرمیوں کے طفیل ہماری جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے" قدیم اسلامی اخوت جو حضرت محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں پائی جاتی تھی اب دوبارہ زندہ ہو رہی ہے۔" "اس مہینے میں ہم سب مسلمان پھر رسولِ خدا حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی یاد کو تازہ کریں گے۔" آپ کے یومِ پیدائش کی تقریب ۲۳ر اگست ۱۹۶۱ء کو اسی مسجد میں منائی جا رہی ہے۔ اِس مسجد کی چھتوں پر مسٹر حافظ چند مینارے بنوانا چاہتے ہیں۔ یہ کام غالباً مستقبل قریب میں ہی ہو جائے گا تب یہ اسلامی عبادت گاہ بڑی آسانی سے پہچانی جائے گی۔" لہ (ترجمہ)

(۷) ایمسٹرڈم کا ایک مشہور کثیر الاشاعت روزنامہ "ہیت پارول" HET PAROOL اپنی ۳۰ر مارچ ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے "عیسائیت کو چیلنج" "مشرقی مذاہب کی پیش قدمی"۔ اِس تین کالم کی موٹی سُرخی کے بعد ایک لمبے مضمون کے تسلسل میں یہ اخبار لکھتا ہے کہ یورپ میں احمدیہ مشن پوری طاقت کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہے۔ یہ تحریک گزشتہ صدی کے آخر میں اُٹھی تھی۔ اب ہمارے ملک میں ہیگ شہر میں اِس مشن کی ایک مسجد ہے۔ اِس کے علاوہ بعض اَور یورپین ممالک مثلاً جرمنی میں ان کی تین مساجد ہیں۔ اس طریق سے یہ مشن اپنی تبلیغ کے لئے راستے ہموار کر رہا ہے۔" ؎ (ترجمہ)

(۸) ایمسٹرڈم کا ایک اَور مشہور روزنامہ ہیت فرائے فولک (HET VRIJE VOLK) اپنی

لہ الفضل ۱۹ر اخاء/ اکتوبر ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء ۔ ؎ الفضل ۱۰ر شہادت/ اپریل ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء صفحہ ۵ کالم ۲

۹ر جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:۔

" احمدیہ مشن جو ایک اسلامی تحریک ہے چند سالوں سے ہمارے ملک ہالینڈ میں پورے زور سے اسلام کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہے اور یہی کیفیت بعض دیگر یورپین ممالک میں ہے۔"[1]

(۹) لائڈن (LEIDEN) یونیورسٹی مشرقی علوم کی درس گاہ کے طور پر تمام دنیا میں مشہور ہے مشہور پروفیسر کرامرز جنہوں نے حال ہی میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جیسے اہم کام میں اہم کردار ادا کیا اسی درس گاہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی شہر لائڈن میں عیسائیوں کا ایک اہم مشنری سکول بھی ہے جہاں کے تربیت یافتہ مشنری دُور و نزدیک بھجوائے جاتے ہیں۔ اس مشنری سکول کی ایک اہم کانفرنس ۱۹۶۱ء میں ہوئی جس میں یہاں کے ایک مشہور مستشرق ڈاکٹر فان لیون (DR. VAN LEEUWEN) نے بیان کیا کہ

"گزشتہ دَور میں عیسائیت صرف مغربی ممالک تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ مسلم ممالک میں بھی پھیلی مگر اَب تصویر کا ایک دوسرا رُخ یہ نظر آرہا ہے کہ ایک عرصہ سے اسلام بھی احمدیہ تحریک کے ذریعہ عیسائی ممالک میں نفوذ کر رہا ہے بلکہ خود مغربی ممالک میں بھی۔"

پھر آگے جا کر یہی پروفیسر سکول کے جاری کردہ بولیٹن (BULLETIN) کی جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ

" احمدیہ تحریک کے نام لیوا بڑی جانفشانی سے اسلام کو دُنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہیں خاص طور پر افریقہ میں بلکہ مغربی ممالک میں بھی۔ جن میں ہمارا ملک ہالینڈ بھی شامل ہے یہاں انہیں خاص کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"[2]

(۱۰) لائیڈن یونیورسٹی کے طلباء کا ایک اخبار "ہیت آؤلجے" (HET UILTJE) اپنی فروری ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں امام مسجد ہالینڈ کے ایک لیکچر کے ضمن میں لکھتا ہے کہ:۔

"اِس لیکچر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایسا ناقابل مذہب نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے بلکہ اس کے برعکس یہاں ایک نہایت فعّال (ACTIVE) احمدیہ جماعت کا مشن اسلام کی تبلیغ میں سرگرمِ عمل ہے۔"

[1] الفضل ۱۰ شہادت/اپریل ۱۳۴۲ھش/۱۹۶۳ء صفحہ ۴ کالم ۲ ؛ [2] ایضاً ؛

(۱۱) اسی طرح ایک اَور روزنامہ "لیووارڈر کورنت" (LEEUWARDER COURANT) اپنی ۱۲؍جولائی ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:۔

"احمدیہ تحریک کو ہم اس دقیانوسی اسلام پر قیاس نہ کریں جس کا تصوّر عام طور پر عربی ممالک کے متعلق ہمارے ذہنوں میں ہے بلکہ یہ تحریک ایک نئی جماعت ہے جس کی بُنیاد اسلام پر ہے۔ تمام اسلامی دُنیا میں یہی ایک خاص تنظیم ہے جو ACTIVE طور پر اسلام کی تبلیغ کا کام کر رہی ہے۔" [1]

(۱۲) اس ضمن میں لائڈن کے ایک اخبار "فورم اکاڈیمیسے" (FORUM ACADEMISE) کا اظہار خاص طور پر قابلِ ذکر ہے وہ اپنی ۲۹؍جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

"ایک عام یورپین کے ذہن میں مسلمان کا جو تصوّر ہے وہ کچھ اِس طرح کا ہے کہ وہ گویا جنگجو انسان ہوتا ہے۔ سؤر کے گوشت سے اجتناب کرتا ہے۔ ریت سے ہاتھ صاف کرتا ہے۔ سر پر پگڑی سی ہوتی ہے اور عورت کو بہت چاہتا ہے۔ مگر یہ تصوّر یکدم بدل جاتا ہے اگر ایک شخص ہالینڈ میں کام کرنے والے احمدیہ مشن سے تعلق قائم کرے۔ یہ مشن تلوار سے اسلام پھیلانے کا قائل نہیں ہے۔" [2]

(۱۳) اندرونِ ملک کا ایک روزنامہ "ماس اِین بوربودے" (MAAS EN BOERBODE) اپنی ۱۷؍اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:۔

"صدیوں سے یہ طریق چلا آرہا تھا کہ یورپ کے عیسائی مبلغ دُنیا کے ملکوں میں جاتے اور عیسائیت پھیلاتے تھے مگر اَب دوسری جنگ کے بعد مشرق سے اسلام پھیلانے کے لئے مبلغ یورپ آنے شروع ہو گئے ہیں اور انہوں نے یہاں متعدد مساجد بنا دی ہیں۔ چنانچہ ہیگ میں بھی ایک مسجد ہے۔ تبلیغ کا یہ تمام کام احمدیہ جماعت کے ذریعہ سے ہے جو ۱۸۸۹ء میں پاکستان میں قائم کی گئی۔ یہ واحد اسلامی منظّم جماعت ہے جو تبلیغ اور احیاءِ اسلام کا کام کر رہی ہے اور اِس کا مرکز ربوہ پاکستان میں ہے۔" [3]

---

[1] الفضل ۱۰؍شہادت/اپریل ۱۳۴۲ہش/۱۹۶۳ء صہ کالم ۱ و ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] الفضل ۱۰؍شہادت/اپریل ۱۳۴۲ہش/۱۹۶۳ء صہ کالم ۳۔

(۱۴) اخبار "دی نوردمستر" (DIE NOORDESTER) نے لکھا کہ :-

"یہ پاکستانی مشنری یعنی امام مسجد ہالینڈ ان بہت سے پاکستانی مشنریوں میں سے ایک ہیں جو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے دُنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی تبلیغ اور اسلام کے متعلق صحیح نظریہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں مسلمانوں میں یہی ایک منظّم جماعت ہے جس نے ایک نظام کے ماتحت تبلیغِ اسلام کا بیڑا اُٹھایا ہے مسجد کے ہال میں جو دُنیا کا نقشہ لٹکا ہوُا ہے اس پر ایک نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کس طرح دُنیا کے تمام اطراف میں جماعتِ احمدیہ کے مبلّغ سرگرمِ عمل ہیں"۔ [1]

(۱۵) پاکستان کا روزنامہ مغربی پاکستان ۱۲ر مارچ ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

"ہالینڈ سے شائع ہونے والا ایک کثیر الاشاعت روزنامہ "ڈیلی روٹرڈم" اپنی قریبی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ یورپ، ایشیا اور دُنیا بھر میں عیسائی مشنری اداروں کو جماعتِ احمدیہ کے مبلّغین کی اعلیٰ تعلیم اور بھرپور نشرو اشاعت کے سامنے کافی خفّت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ جب سے جماعتِ احمدیہ کے مبلّغین نے ہندو پاکستان سے نکل کر یورپ کا رُخ کیا ہے اُس وقت سے عیسائی مشنری لوگ ان کا کہیں بھی ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکے۔ اور یہ کتنے دُکھ کا مقام ہے کہ بڑے بڑے پادری تک ان کی دعوتِ مناظرہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اخبار آگے چل کر لکھتا ہے کہ جہاں اسلام یا احمدیت کا نام تک لوگوں نے نہیں سُنا تھا اور جہاں عیسائی مشنری اپنی مرضی کے عین مطابق کام کرتے تھے وہاں اَب عیسائیت سے ان کی نفرت اِس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اَب وہی لوگ اس کا نام تک سُننا گوارا نہیں کرتے۔"

"ڈیلی روٹرڈم" نے لکھا ہے کہ احمدیہ جماعت کے لوگ لاکھوں میل دُور سے آکر عیسائیت کا مقابلہ کر رہے ہیں اور وہ لوگ اپنے وطن سے دُور، اپنے دوست احباب اور اہل و عیال سے دُور رہ کر نہایت ہی کٹھن مراحل سے دوچار ہوتے ہوئے بھی اپنے مذہب کا

---

[1] بحوالہ "جماعتِ احمدیہ کا تبلیغی نظام اور اس کے نتائج" صـ۴۲ تا صـ۴۴ لیکچر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۲ء۔

پراپیگنڈا کرتے ہیں لیکن ہمارے پادری اور مشنری ادارے جنہیں حکومتوں کی سرپرستی تک حاصل ہے وہ اپنے فرائض سے کوتاہی برت رہے ہیں۔

"اخبار مغربی پاکستان کے ایک شہر ربوہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے ترقی یافتہ گروہ جماعتِ احمدیہ کے لئے جنوری کا مہینہ خاص اہمیّت کا حامل ہے جبکہ یہ جماعت اپنے نئے امام مرزا ناصر احمد صاحب کی قیادت میں جمع ہوئی ہے تاکہ ساری دُنیا میں ایک نئے عزم کے ساتھ اپنی تبلیغ جاری رکھ سکے اس کے سالانہ اجتماع پر لاکھوں مسلمان اپنے امام کے خطاب کو سُننے کے لئے جمع ہوتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے۔۔۔اِس جماعت کی بُنیاد موجودہ امام کے دادا نے رکھی تھی جن کا دعویٰ تھا کہ خدا نے۔۔۔خود اُن سے کلام کیا۔ وہ اپنے اس دعویٰ کے بعد پُوری طرح اپنے کام میں سرگرمِ عمل ہو گئے مگر اس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں سے ان کے اختلاف بڑھ گئے۔ عوام نے ان کے دعویٰ کو ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک محمدؐ (رسول اللہ) آخری نبی ہیں مگر عوام کی مخالفت انہیں اپنے مِشن کی تبلیغ سے باز نہ رکھ سکی۔ چنانچہ یہ جماعت اَب بہت سے ممالک میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکی ہے۔

اخبار لکھتا ہے کہ موجودہ خلیفہ کی عمر ۵۷ سال ہے اور وہ آکسفورڈ یونیورسٹی آف لنڈن کے فارغ التحصیل ہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر کوئی صوفی منش نظر نہیں آتے لیکن ان کا اکثر وقت دینی اُمور کی انجام دہی اور عوام کی خدمت اور عبادت گزاری ہی میں صرف ہوتا ہے اور بہت ہی سادہ غذا پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق وہ چار بیویاں رکھ سکتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی پہلی بیوی سے ہی وفاداری کا اظہار کئے ہوئے ہیں۔ انہیں الہام ہوُا ہے کہ ان کی جماعت ساری دُنیا کو اسلام کی روشنی سے منوّر کر دے گی۔ غانا کے ملک میں اِس جماعت کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے خصوصاً اُن لوگوں میں جو مُشرک ہیں اور سیرالیون میں اِس جماعت کی کوششوں کا ہی اثر ہے کہ وہ لوگ جو عیسائیت سے وابستہ ہوتے تھے اَب اپنے مذہب سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ انڈونیشیا اور نائیجیریا میں ان کی جماعت میں شامل ہونے والے اکثر لوگ پہلے عیسائی تھے۔

اخبار آگے چل کر لکھتا ہے کہ اس جماعت کے امام نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ انکے مشن کو زیادہ کامیابی پروٹسٹنٹ لوگوں کے علاقوں میں حاصل ہوئی ہے... اخبار لکھتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں دیکھا یا سُنا گیا ہوگا کہ کوئی اِس جماعت کا فرد کبھی عیسائی ہُوا ہو حالانکہ ہزاروں لاکھوں عیسائی اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اِس جماعت نے یورپ کے ممالک میں درجنوں شاندار مسجدیں اور مدرسے اور ہسپتال قائم کر دیئے ہوئے ہیں۔

اخبار آخر میں رقمطراز ہے کہ اِس جماعت کا خیال ہے کہ حضرت مسیح نہ صلیب پر مرے اور نہ ہی بعد میں زندہ اُٹھائے گئے بلکہ انہیں فلسطین سے ہجرت کرنی پڑی اور بعد میں وہ پھر کشمیر میں دفن ہوئے۔ موجودہ امام صاحب کے دادا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مسیح موعود ہیں۔" [1]

ہالینڈ میں جماعتِ احمدیہ کی اِسلامی خدمات مسلم زعماء کی نظر میں

عیسائی پریس کی اندرونی شہادت کے علاوہ اَب بطور نمونہ بعض اُن مسلم زعماء کے تاثرات کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے جنہیں مغربی ممالک بالخصوص ہالینڈ میں جانے کا اتفاق ہُوا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے جماعتِ احمدیہ کی اسلامی خدمات کا مشاہدہ کیا اور پھر اُن کا واضح اور کھلے لفظوں میں اظہار کیا۔

سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے لارڈ میئر شہزادہ فہد الفیصل دسمبر ۱۹۵۸ء میں دَورہ ہالینڈ کے دَوران ہیگ بھی تشریف لے گئے۔ مکرم جناب حافظ قدرت اللہ صاحب نے عربی زبان میں ایڈریس پڑھا جس میں شہزادہ موصوف کا خیر مقدم کرتے ہوئے جماعت کی مختصر تاریخ بیان کی اور بتلایا کہ یہ چھوٹی سی غریب جماعت کن مشکل حالات میں بھی خدمتِ اسلام کے مقدس فریضہ کو سرانجام دے رہی ہے نیز جماعت کی طرف سے غیر زبانوں میں شائع کردہ اسلامی لٹریچر اور تراجم قرآن کریم کا ذکر کرتے ہوئے ان کی خدمت میں قرآن مجید انگریزی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "اسلامی اُصول کی فلاسفی" کا عربی ترجمہ تحفۃً پیش کیا۔ پرنس موصوف معلومات حاصل کرکے جماعت کے کام سے بہت متأثر ہوئے اور فرمایا کہ مشن کی لائبریری کے لئے اگر کچھ کُتب کی ضرورت ہو تو میں وطن واپس

---

[1] بحوالہ الفضل ۱۳ ہجرت / مئی ۱۳۴۶ھش / ۱۹۶۷ء صفحہ ۴؁

جا کر ارسال کر سکتا ہوں چنانچہ آپ نے سعودی عرب پہنچ کر قریباً ایک سو جلدیں بذریعہ ہوائی جہاز بھجوائیں جو تفسیر طبری، جامع الاصول فی احادیث الرسول، صحیح ابن حبان، اور دیگر چھوٹی چھوٹی مختلف کتابوں پر مشتمل ہیں۔

اِس موقع پر محترم و مکرم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ بھی باوجود انتہائی مصروفیات کے تشریف لائے ہوئے تھے شہزادہ فہد الفیصل آپ سے مِل کر بہت خوش ہوئے اور آپ کی اُن خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جو آپ نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے سر انجام دیں۔ اپنے پُرخلوص اور تشکّرانہ جذبات کا اظہار کیا۔ پرنس موصوف کی معیّت میں ان کے سیکرٹری اور مشیرِ خاص کے علاوہ جرمن سعودی عرب ایمبیسی کے نمائندہ، ڈچ براڈکاسٹ برائے عرب ممالک کے انچارج اور جمہوریہ عرب کی ایمبیسی کا نمائندہ بھی موجود تھے۔ [1]

حافظ قدرت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک عید ہی کا واقعہ ہے کہ سعودی عرب کے ایک دوست عید کی نماز کے لئے تشریف لائے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ کر خوشکن تعجب سے کُھلی کی کُھلی رہ گئیں کہ یورپین لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور اسلام کی اشاعت کے لئے ہر دم کمربستہ ہیں چنانچہ انہوں نے جب یہ نظّارہ دیکھا تو بھری مجلس میں پکار اُٹھے کہ

"آج ایک دفعہ پھر مَیں اسلام کا سُورج مغرب کی وادیوں سے طلوع ہوتے دیکھ رہا ہوں۔" [2]

ماہِ اگست ۱۹۵۹ء میں نائیجیریا کے ایک مسلمان وزیر الحاج آڈگ بنرو (D.S. ADEGBENRO) کو احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کی سرگرمیاں بچشمِ خود دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ چنانچہ آپ نے مشن کی طرف سے دی گئی ایک استقبالیہ دعوت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اِس سفر کے دَوران جو مواقع مجھے ملے ان سب میں سے آج کے واقعہ کو مَیں سب سے بڑا اور اہم تصوّر کرتا ہوں بلکہ اِس واقعہ نے میرے یہاں کے پروگرام کے اختتام کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مجھے مسرّت ہے کہ مَیں جب واپس جاؤں گا تو آج کی بہترین یاد کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ جن ممتاز شخصیتوں سے ملنے کا موقع مجھے آج ملا ہے مَیں اس کے لئے اپنے

---

[1] الفضل ۷ شہادت/اپریل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۳ ؛ [2] رسالہ خالد ربوہ امان/مارچ ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء صفحہ ۱۵-۱۹ ؛

دِل میں بڑے قدر کے جذبات پاتا ہوں (آپ کا اشارہ خصوصیت کے ساتھ مکرم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ کی طرف تھا)۔"

اس کے بعد آپ نے ایڈریس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ

"آج جماعتِ احمدیہ جس رنگ میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کر رہی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ مَیں نے افریقہ میں ان کا کام دیکھا ہے اور آج یورپ میں بھی دیکھ رہا ہوں اور اس سے بہت متأثر ہوں۔ جس رنگ میں قرآن کریم کی اشاعت اور اس کی تعلیم پھیلانے میں آپکی جماعت کوشاں ہے اور جس طرح نوجوانوں کو اسلام کی تعلیم سے آشنا کیا جا رہا ہے یہ صرف جماعتِ احمدیہ کا ہی حصّہ ہے اور وہ اس ضمن میں منفرد ہے۔ دراصل یہ اسلامی تعلیم ہی ہے جس سے دُنیا میں صحیح معنوں میں امن قائم کیا جاسکتا ہے اور یہی ایک گُر ہے جسکے ذریعہ ترقی ہوگی۔ نائیجیریا میں آپ نے جس رنگ میں اسلام کی عظیم الشّان عمارت کی بنیادوں کو پھر سے کھڑا کیا ہے اور سکول اور کالج کھول کر اور مساجد تعمیر کر کے جس طرح اسلامی تعلیم کو رواج دیا ہے آنے والی عمارت میں اسے ستونوں کے طور پر استعمال کیا جائیگا۔"

آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ

"آپ کا یہ کام رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ ان قربانیوں کا بدلہ خدا تعالیٰ آپ کو دے گا۔ آج اسلام مظلوم ہے اور اس کو اِس مدد کی بہت ضرورت ہے۔ پھر خود مجھے اپنے بچپن کا تجربہ ہے کہ ایک وقت مَیں کس طرح عیسائیت کے اثر میں گِھر گیا تھا مگر خدا تعالیٰ نے میری دستگیری فرمائی اور مَیں نے پھر صحیح رستہ پالیا۔"

آپ نے کہا کہ

"یورپ کے ممالک میں آپ لوگوں نے جو کام شروع کر رکھا ہے اس میں مشکلات آپ کو پیش آرہی ہوں گی مجھے ان کا خُوب احساس ہے مگر آپ یقین رکھیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہوگا اور وہ خود آپ کی مدد فرمائے گا۔ مَیں اِس یقین پر قائم ہوں کہ آخرکار اسلام ہی کی تعلیمات دُنیا میں امن قائم کریں گی اور اِس جہان کے خوف اور تفکّرات اور جنگ و جدال کے خاتمہ کا سامان اسلام ہی میں مضمر ہے۔ اسلام مساوات کا حامی ہے اور یہی

اسلامی اخوّت کی تعلیم یقینی طور پر امن کی فضا قائم کرسکتی ہے۔" ؎۱

ملایا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن ۲۶ مئی ۱۹۶۰ء کی شام کو اپنے ایک سرکاری دورہ کے سلسلہ میں لنڈن جاتے ہوئے ہالینڈ پہنچے۔ یہاں آپ کا قیام صرف سہ روزہ تھا مگر آپ انتہائی مصروفیت کے باوجود مسجد ہیگ میں بھی تشریف لائے اور جماعت احمدیہ کی مساعی کو سراہتے ہوئے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ ؎۲

ہالینڈ مشن کا پیدا کردہ لٹریچر

ہالینڈ مشن کی طرف سے ڈچ ترجمۂ قرآن کے علاوہ حسب ذیل ڈچ لٹریچر شائع ہو چکا ہے:-

۱۔ ڈچ قوم کے نام پیغام (مصنفہ حافظ قدرت اللہ صاحب)
۲۔ اسلام (مصنفہ مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ)
۳۔ اصولِ اسلام و ارکانِ اسلام (مصنفہ مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ)
۴۔ آنحضرتؐ کی سوانح اور تعلیم (مصنفہ حافظ قدرت اللہ صاحب)
۵۔ کیا مسیح انسان تھے یا خدا (مصنفہ مولوی غلام احمد صاحب بشیرؔ)
۶۔ واقعہ صلیب مسیح
۷۔ قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم (مصنفہ مولوی غلام احمد صاحب بشیرؔ)
۸۔ "WHERE DID JESUS DIE" (مصنفہ مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ)
۹۔ ارکانِ اسلام (مصنفہ حافظ قدرت اللہ صاحب)
۱۰۔ امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ

(EEN BOODSCHAP VAN VREDEEN EEN WOORD VAN WARSCHUWEN)

۱۱۔ سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (مصنفہ مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل)

(HET LEVEN VAN MOHAMMAD)

؎۱ الفضل ۸ ظہور/اگست ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۳-۴
؎۲ الفضل ۱۵ وفا/جولائی ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء صفحہ ۵ کالم ۲

۱۲۔ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

(JESUS NIET GESTORVEN AAN HET KRUIS)

۱۳۔ مسیح ناصری علیہ السلام کا پیغام (DE BOODSCHAP VAN JEZUS)

۱۴۔ اسلام کا پیغام (DE BOODSCHAP VAN DE ISLAM)

۱۵۔ تحریکِ احمدیت (DE AHMADIYYA BEWEGING IN DE ISLAM)

۱۶۔ (HET MYSTERIE VAN GOLGOTHA)

۱۷۔ نماز مترجم

۱۸۔ پندرہ[۱۵] سالہ تاریخ ہالینڈ مشن (ڈچ)

ہالینڈ کے بعض مخلص احمدیوں کا تذکرہ

ہالینڈ میں احمدیہ جماعت کی بنیاد کو قریباً رُبع صدی کا عرصہ ہو رہا ہے۔ اِس عرصہ میں اللہ کے فضل وکرم سے ہالینڈ میں ایک مخلص، متدیّن اور ایثار پیشہ جماعت قائم ہو چکی ہے جو ہیگ (DEN HAAG) ایمسٹرڈم (AMSTERDAM)، روٹرڈم (ROTTERDAM)، آمرس فورٹ (AMERSFOORT) ڈیلفٹ (DELFT)، ہارلم (HAARLEM)، اُوت رخیت (UTRECHT)، پاپندرخیت (PAPANDRECHT)، لائیڈن (LEIDEN)، فیلپ (VELP)، مڈل برخ (MIDDELBURG) وغیرہ ملک کے تمام مشہور شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔

حافظ قدرت اللہ صاحب سابق انچارج ہالینڈ مشن تحریر فرماتے ہیں:۔

"جہاں تک اپنے احباب کے اخلاص اور قربانیوں کا تعلق ہے وہ بھی کسی صورت میں کم ایمان افروز نہیں۔ ہماری ایک خاتون عزیزہ والٹر (MRS. WALTER) تھیں جو.... کوئی ۷۵ سال کی عمر پا کر فوت ہوئی ہیں[۱]۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مخلص خاتون تھیں

---

[۱] مسز عزیزہ والٹر (MRS. AZIZAH WALTER) کا انتقال ۱۳۴۷ہش / ۱۹۶۸ء میں ہوا۔ آپ ہالینڈ کی نہایت مخلص نومسلمہ اور سچی ولیہ تھیں جو ۱۹۵۰ء سے احمدیہ مشن کے ساتھ وابستہ ہوئیں۔ اِس خاتون کو مسجد سے ایک والہانہ تعلق تھا۔ مسجد ہیگ کے محراب کی تزئین اور دیواروں پر آیاتِ قرآنی کے قطعات انہیں کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ بہن بہت دعاگو اور مستجاب الدعوات تھیں۔ بسا اوقات جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو انہیں دعا کی تحریک کی جاتی۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بھی بسا اوقات انہیں دعا کے لئے کہتے اور جنابِ الٰہی سے اُن کی قبولیت کی بشارت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رُوحانی رنگ غالب تھا مستجاب الدعوات اور صاحبۂ رؤیا و کشوف تھیں۔ نمازوں کا التزام بہت باقاعدگی کے ساتھ تھا۔ قرآن کریم سے ایسی محبت تھی جو عشق کا رنگ رکھتی تھی مسجد کے ساتھ انہیں ایسا لگاؤ تھا کہ کہا کرتی تھیں مجھے مسجد آکر سکونِ قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ خاتون کوئی بیس۲۰ برس مشن کے ساتھ وابستہ رہیں اور مالی قربانیوں میں برابر حصّہ لیتی رہیں۔

اِسی طرح ہمارے نوجوانوں میں بھی بعض نہایت اخلاص کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ جماعتی کاموں میں نہایت شوق سے حصّہ لیتے ہیں اور اپنا بہت سا وقت اس کے لئے قربان کرتے ہیں۔ بعض دوستوں کے گھر ہیگ سے خاصے فاصلہ پر ہیں مگر اس کے باوجود مسجد التزام سے آتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کو ان کے والدین نے بیعت کرنے پر تکالیف بھی دیں اور بہت تنگ کیا مگر وہ تمام مراحل میں ثابت قدم رہے اور اپنے دین کو ہر چیز پر مقدّم رکھا۔ بعض نوجوانوں کو سالہا سال تک اسلام سے وابستگی کو لوگوں سے مخفی رکھنا پڑا اور اِس غرض کے لئے انہیں بہت دفعہ قربانیاں دینی پڑیں مگر ان کے ایمان میں لغزش نہ آئی۔ ہالینڈ کے ایک مخلص نوجوان عمر نام ہیں جن کی آمد کوئی بہت زیادہ نہیں مگر چندوں میں وہ اِس قدر باقاعدہ ہیں کہ اکثر وہ اپنے چندے پیشگی ادا کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ انہیں اپنی ملازمت سے نوٹس مل گیا۔ اب ایک غریب آدمی کے لئے ایسا وقت بہر حال مشکل ہی کا ہوتا ہے مگر ان کا اخلاص اِس قسم کا تھا کہ انہوں نے اپنی تھوڑی سی جمع شدہ رقم میں سے چار ماہ کا چندہ پیشگی ادا کر دیا تا ایسا نہ ہو کہ کام جلد نہ مِل سکنے کے نتیجہ میں ان کے تنگ دستی کے حالات ان کے چندہ پر اثر انداز ہوں۔ یہ حالات ایسے نہیں کہ انہیں آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔

اِسی طرح ایک اَور ممبر تھے جو سلسلہ کے لئے مالی قربانی کا خاص جذبہ اپنے اندر رکھتے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ بھی پاتیں۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اُن کی وفات پر خطبہ جمعہ میں انکی خوبیوں کا ذکر فرمایا اور اس نیک خاتون کو "ایک نہایت صالحہ، عابدہ، زاہدہ، صاحبہ رؤیا و کشوف اور مستجاب الدعوات" کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ (الفضل ۱۱۔ اخاء/اکتوبر ۱۳۴۷ھش/۱۹۶۸ء صفحہ ۳-۴ (مضمون حافظ قدرت اللہ صاحب) الفضل ۱۲ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۴۷ھش/۱۹۶۸ء صفحہ ۳ (مشن رپورٹ از جناب عبدالحکیم صاحب اکمل)

تھے انہیں ایک دفعہ جب علم ہُوا کہ ہالینڈ کی مسجد کے میناروں کے لئے ایک بڑی دُنیوی شخصیت کے پاس جو امداد کی درخواست کی گئی تھی اسکے متعلق ہمیں ایک مایُوس کُن جواب ملا ہے تو اس مخیّر اور مخلص دوست کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ مشن کو اس مایوسی کا سامنا کرنا پڑے چنانچہ انہوں نے بڑے جذبہ کے ساتھ کہا کہ گو مَیں ایک غریب آدمی ہوں اور وہ شان نہیں رکھتا جو فلاں شخص کی ہے اور نہ مالی لحاظ سے میرا اُس کا مقابلہ ہے تاہم مَیں کوشش کروں گا کہ اِس ضرورت کو پُورا کرسکوں۔ چنانچہ انہوں نے محدود آمد کے باوجود دُو صد پونڈ کی رقم اس غرض کے لئے پیش فرمادی۔" [1]

ہالینڈ کے بعض مخلص احمدیوں کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ امیر جے۔سی۔ باؤنس (AMIR J.C. BOUWENS)

۲۔ حمید فان فیلدن (HAMID VAN VELDEN)

۳۔ عمر ہُوئبرختس (OMAR HUYBRECHTS)

۴۔ فیملی۔ ایم۔ بس (M. BAS)

۵۔ صادق فان دالنِد (SADIQ VAN DE LINDE)

۶۔ عبدالعزیز فرہاخن (ABDUL AZIZ VERHAGEN)

۷۔ ڈاکٹر فلڈیسی (DR. L. FOLDESY)

۸۔ فیملی۔ یو۔ سُوفنر (FAM. U.U. SOFFNER)

۹۔ ار۔ تے۔ ویبر (MR. R. TH. WEBER)

۱۰۔ فیملی اے۔اے۔ جمن بخش (A. A. JOEMANBAKS)

۱۱۔ عبداللطیف لے تے (ABDUL LATIF LEYTE)

۱۲۔ عبداللطیف لوئیس (ABDUL LATIF LOUIS)

۱۳۔ الیاس خیرد (ILYAS GIRRAD)

۱۴۔ فاطمہ وارنڈرف (MRS. FATIMA WARENDORFF)

---

[1] رسالہ خالد امان/ مارچ ۱۳۴۸ھش/۱۹۶۹ء صفحہ ۱۵ - ۱۹

۱۵۔ مسز سنائیڈر (MRS. SNIJDER)

۱۶۔ عبدالقادر المغربی (ABDUL QADIR EL-MAGHRABI)

۱۷۔ عبدالرحمٰن سٹین ہاؤر (ABDURRAHMAN STEENHOUWER)

۱۸۔ عبدالرشید جے۔ ایم۔ فونٹر (ABDURRASHID J.M. FUNDTER)

۱۹۔ رٹسکو فان فلیٹ (RITSKO VAN VLIET)

احمدیہ دارالتبلیغ ہالینڈ میں نامور شخصیتوں کی آمد

احمدیہ مسجد ہیگ، ہالینڈ میں مسلمانوں کا مشہور مرکز بن چکی ہے جہاں ملک اور بیرونِ ملک کے ہر طبقہ کے زائرین مثلاً سفراء، جج، مستشرقین اور غیر ملکی ٹیموں کے کھلاڑی نہایت ذوق وشوق سے جاتے ہیں اور مبلغینِ احمدیت کی طرف سے اُن کی خدمت میں اسلامی لٹریچر پیش کیا جاتا ہے اِس طرح اشاعتِ اسلام کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہتا ہے۔ اِس وقت تک جن مشہور و نامور شخصیتوں کو اِس اسلامی مرکز[1] میں آنے کا موقع مِل سکا ہے اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ مسٹر لنس (LUNS) وزیر خارجہ ہالینڈ ۲۔ شہزادہ فہد الفیصل میئر ریاض سعودی عرب[2] ۳۔ تنکو عبدالرحمٰن وزیر اعظم ملیشیا[3] ۴۔ مسٹر اڈگ بنرو[4] (ADEGBENRO) ۵۔ شیخ سلیمان طاہر[5] (خلیج فارس کے علاقہ راس الخیم کے شیخ) ۶۔ صلاح الدین سابق وزیر خارجہ مصر ۷۔ تنغاوی ایلیوا

---

[1] زائرین کی آمد کی کثرت دیکھ کر جون ۱۹۷۱ء میں مسجد کو ظاہری طور پر مزید دلکش بنانے کی کوشش کی گئی مسجد اور مشن ہاؤس ایک ہی عمارت پر مشتمل ہے۔ مسجد کو دوسرے حصۂ عمارت سے نمایاں کرنے کے لئے ایک مختلف رنگ یعنی ہلکا سبز رنگ سے روغن کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب یہ مسجد پہلے سے زیادہ دیدہ زیب اور نمایاں ہو گئی ہے اور زائرین کے لئے اس کی ظاہری صورت میں پہلے سے زیادہ کشش پیدا ہو گئی ہے۔ یہ کام مبلغِ ہالینڈ صلاح الدین خان صاحب نے اپنی نگرانی میں ہیگ کی ٹاؤن کمیٹی کے ایک ممتاز انجینئر MR. VERHOECKS کے رضاکارانہ تعاون سے کرایا۔ یہ انجینئر احمدی تو نہیں ہیں مگر پھر بھی ہماری مسجد کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے اور تعمیری نوعیت کے کاموں میں بلا معاوضہ تعاون کرتے ہیں۔

[2] آمد دسمبر ۱۹۵۸ء (تفصیلی کوائف کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۷ شہادت/اپریل ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء صفحہ ۳-۴)۔

[3] آمد ۲۶ مئی ۱۹۶۰ء (تفصیل الفضل ۱۵ وفا/جولائی ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء صفحہ ۵ پر شائع شدہ ہے)۔

[4] آمد اگست ۱۹۵۹ء (تفصیل الفضل ۸ ظہور/اگست ۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء)

[5] الفضل ۱۸ وفا/جولائی ۱۳۴۳ھش/۱۹۶۴ء صفحہ ۲ پر آپ کی آمد کا مفصل ذکر ہے۔

(وزیر اعظم نائیجیریا) ۸۔ مسٹر ٹب مین (پریذیڈنٹ لائبیریا) ۹۔ ورلڈ فیتھ آف کانگرس نیدرلینڈ کے صدر ڈاکٹر بوکے (DR. BOEKE)۔

فصل ششم

احمدیہ مُسلم مِشن بورنیو کا قیام

بورنیو دُنیا کا ایک بہت بڑا جزیرہ ہے جس کے تین چوتھائی حصّہ پر ماضی قریب میں ولندیزی قابض تھے اور باقی حصّہ انگریزوں کے تسلّط میں تھا۔ مقدم الذکر حصّہ اب انڈونیشین حکومت کے ماتحت ہے اور کالی منتن (KALIMANTAN) کہلاتا ہے۔ مؤخر الذکر حصّہ عرصہ تک برٹش بورنیو سے یاد کیا جاتا رہا اور مندرجہ ذیل دو نو آبادیوں اور ایک ریاست پر مشتمل تھا:۔

۱۔ سراوک کالونی ۲۔ برٹش کراؤن نارتھ بورنیو کالونی ۳۔ ریاست برونائی۔

"برٹش کراؤن نارتھ بورنیو کالونی" کو ۳۱ اگست ۱۹۶۳ء سے ایک آزاد مملکت کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور اب اسے سباہ (SABAH) کے نام سے موسوم کیا جانے لگا ہے جو ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء سے ملیشیا فیڈریشن کا حصّہ ہے[۱]۔ ریاست برونائی ایک مسلمان ریاست ہے۔ "تاریخ اشاعتِ اسلام" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرہ میں عربوں کا قدم تیرھویں صدی عیسوی سے قبل پڑا۔ ابتداء میں اسلام

---

[۱] ملیشیا فیڈریشن کے محرک تنکو عبدالرحمٰن صاحب (سابق وزیر اعظم ملایا) تھے جنہوں نے یہ تحریک ۱۹۶۱ء میں پیش کی۔ فیڈریشن میں ملایا کی گیارہ ریاستوں کے علاوہ سراوک اور سباہ بھی شامل ہیں جو جزیرہ بورنیو کا حصّہ ہیں۔ سباہ کی موجودہ واحد سیاسی اور برسرِ اقتدار پارٹی U.S.N.O ہے۔ سباہ کے مشہور شہروں کے نام یہ ہیں۔ کوتاکینابالو (جیسلٹن)، سنڈاکن، تواؤ۔ لاحد داتو۔ سیمپورنا۔ لابوان۔ کننگاؤ۔ بیفرٹ۔ راناؤ۔ تواراں۔ قریب تازہ اعداد و شمار کے مطابق سباہ کی آبادی ۴۵۴۴۲۱ نفوس پر مشتمل ہے۔ کدازن قوم (KADAZAN) کُل آبادی کا ایک تہائی حصّہ ہے اور اس کی اکثریت مشرک ہے۔ اس کے علاوہ ملائی، چینی، باجاؤ، مورت، یورپین، پاکستانی اور انڈین لوگ بھی آباد ہیں۔ پاکستانی، ملائی اور باجاؤ سب کے سب اور کدازن اور انڈین لوگوں میں سے بھی بعض مسلمان ہیں۔ عیسائی بھی بھاری تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ہندو، سکھ اور بدھ بھی موجود ہیں۔

کی دعوت اس کے ساحلی علاقوں تک پہنچی اور سب سے اوّل نجبر ماسین کی سلطنت میں ریاست واںک کے باشندوں نے اسلام پھیلایا۔ ۱۵۲۱ء میں جب اُندلس (سپین) کے لوگ اس کے شمال مغربی ساحل پر واقع شہر برونائی (BRUNEI) میں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ اس کا بادشاہ مسلمان ہے اور رعایا میں سے بھی بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ عربوں نے ۱۵۵۰ء میں بورنیو کے مغربی ساحل پر سکدانا (SUKADANA) کے شہر میں تبلیغِ اسلام کی اور اکثر باشندوں کو مسلمان بنایا۔ اُن کی یہ تبلیغی کوششیں ۱۵۹۰ء تک جاری رہیں جس کے نتیجہ میں سکدانا کے بیشتر حصّے نے اسلام قبول کر لیا یہاں تک کہ ۱۶۰۰ء میں یہاں کا راجہ بھی مسلمان ہو گیا اور یہ اسلامی ریاست بن گئی۔ ریاست سکدانا میں جب اسلام کو فروغ ہُوا تو شریف مکّہ نے ایک عرب شیخ شمس الدین کو ایک شاہی خط دے کر بھجوایا جس میں والیٔ ریاست کو سلطان محمد صفی الدین کا خطاب دیا۔ اِس بادشاہ نے ۱۶۷۷ء میں انتقال کیا۔ یہ اس خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا جو اسلام لایا۔[1]

احمدیت کا نفوذ

بورنیو میں احمدیت کا بیج کنانور (مالابار) کے ایک مخلص تاجر جناب کے عبدالقادر صاحب کے ذریعہ ۱۹۳۱ء میں[2] بویا گیا۔ آپ اپنے ہمشیرزادہ کے محمد کنہی (M. KUNHI) کے ساتھ اس ملک میں کاروبار کے لئے تشریف لائے اور لابوان جزیرہ میں آکر آباد ہو گئے۔[3] شروع میں مسلمانوں کی طرف سے آپ کی بہت مخالفت ہوئی حتیٰ کہ ایک روز آپ کو دکان سمیت جلا دینے یا قتل کر دینے کی دھمکی دی گئی جس پر آپ نے حضرت امیرالمومنین مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے تار دیا اور خود دکان کے اندر بیٹھ کر دعائیں کرنے لگے۔ آپ کے ایک زیرِ تبلیغ دوست سلیم شاہ صاحب ضلع جون پور (یوپی) نے جو وہاں اب بھی دُودھ کا کاروبار کرتے ہیں اور ہر روز آپ کو دُودھ سپلائی کرتے تھے دکان بند پا کر دستک دی اور دکان بند کرنے کی وجہ دریافت کی۔ عبدالقادر صاحب نے سارا حال بیان کیا۔ سلیم شاہ صاحب نے یہ سُنتے ہی اپنے دُودھ کے برتن دکان کے سامنے رکھ دیئے اور بازار میں اعلان کر دیا کہ مَیں بھی احمدی ہوتا ہوں جسے جُرأت ہو مجھ پر اور توکے[4] عبدالقادر پر حملہ کر کے دیکھ لے۔ پھر عبدالقادر صاحب سے بزور دکان کھلوائی اور جزیرہ لابوآن کے ہر

---

[1] "تاریخ اشاعت اسلام" صفحہ ۵۴۰-۵۴۱ (مولفہ مولانا شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی) ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۲ء۔ [2] الفضل ۳۰ ظہور/اگست ۱۳۳۰ھش/۱۹۵۱ء صفحہ ۶۔ [3] وفات ۱۷ صلح/جنوری ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء۔ جماعتِ احمدیہ لابوان کے پریذیڈنٹ اور موصی تھے۔ آپ کی تبلیغ سے بہت لوگ شاملِ احمدیت ہوئے۔ جماعت کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے (الفضل ۴ تبلیغ/فروری ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صفحہ ۵)۔ [4] بورنیو میں دکاندار کو توکے (سیٹھ) کے نام سے پکارتے ہیں۔

چھوٹے بڑے عالم اور مُلّا کے پاس گئے اور اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتے گئے کہ جس نے آج کے بعد دُودھ بند کرنا ہو بند کر دے مَیں احمدی ہو گیا ہوں[۱]۔ اِس واقعہ کے بعد تبلیغ کا رستہ کُھل گیا اور آہستہ آہستہ ایک مختصر سی مخلص جماعت قائم ہو گئی۔

دوسری عالمگیر جنگ کے آخری سال میں سلسلہ احمدیہ کے ایک مخلص اور پُرجوش فرد حافظ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب برٹش نارتھ بورنیو میں بسلسلہ ملازمت[۲] مقیم تھے۔ اپنے عرصۂ قیام میں انہوں نے دیکھا کہ یہ علاقہ تبلیغ کے لئے خالی پڑا ہے اور ان کے دِل میں یہ شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح اِس ملک میں احمدیت قائم ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار وہاں کے احمدی دوستوں سے بھی کیا جنہوں نے اُن کی رائے سے مکمل اتفاق کیا۔ ازاں بعد جب ڈاکٹر صاحب موصوف ہندوستان میں آکر فوجی ملازمت سے سبکدوش ہو گئے تو انہوں نے خود بورنیو میں پریکٹس کر کے تبلیغِ احمدیت کرنے کا عزم کر لیا۔ نیز حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ مبارک میں شمالی بورنیو کے لئے مبلغ بھجوائے جانے کی درخواست کی اور پھر ماہ شہادت/اپریل ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء[۳] کے پہلے ہفتہ میں معہ اہل و عیال بورنیو تشریف لے گئے اور جیسلٹن میں مقیم ہو کر (مختصر وقفہ کے ساتھ) قریباً تیرہ سال تک آنریری مبلغِ اسلام کی حیثیت سے قابلِ قدر خدمات انجام دیتے رہے اور ۵ ماہِ صلح/جنوری ۱۳۴۰ہش/۱۹۶۱ء کو بیماری کی حالت میں پاکستان میں تشریف لائے اور دو ہفتہ بعد انتقال کر گئے۔[۴]

---

[۱] الفضل ۳ امان/مارچ ۱۳۴۳ہش/۱۹۶۴ء ؁

[۲] ولادت ۱۳ جنوری ۱۸۹۸ء ۔ وفات ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء ۔ حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی صاحبؓ کے فرزندِ اکبر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی بذریعہ خط بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہوئے ۱۹۱۵ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کا اور ۱۹۲۶ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کا امتحان پاس کیا۔ اور کالج کے زمانہ میں آپ احمدیہ ہوسٹل میں رہے۔ امتحان پاس کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں آپ مشرقی افریقہ تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ نیروبی، کمپالہ اور میگاڈی میں رہنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں واپس آئے اور کراچی میں پریکٹس شروع کر دی۔ کراچی میں تین سال گزارنے کے بعد پھر مشرقی افریقہ چلے گئے اور میگاڈی وغیرہ میں پانچ سال تک رہے۔ یہ زمانہ دوسری جنگِ عظیم کا تھا۔ حکومت کو ڈاکٹروں کی خدمات کی ضرورت تھی چنانچہ ڈاکٹر صاحب کیپٹن کے عہدہ پر فوج میں متعین ہو گئے۔ اِس دوران میں انہوں نے زیادہ تر وقت مشرقِ بعید کے مختلف ممالک میں گزارا۔ ۱۹۴۶ء میں فوج سے سبکدوش ہو کر قادیان واپس آگئے۔ (الفرقان (ربوہ) شہادت/اپریل ۱۳۴۰ہش/۱۹۶۱ء) ؁

[۳] الفضل ۴ شہادت/اپریل ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء صفحہ ۱ ؁ [۴] الفضل ۱۰ صلح/جنوری، ۲ تبلیغ/فروری ۱۳۴۰ہش/۱۹۶۱ء ؁

مستقل مشن کا قیام

شمالی بورنیو میں مستقل مشن کا قیام مولوی محمد زہدی صاحب فضلی[1] مولوی فاضل آف ملایا کے ہاتھوں ہوا۔ آپ ۲۸ نبوت/نومبر ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء کو قادیان سے بغرض تبلیغ روانہ ہوئے اور احسان/جون ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں شمالی بورنیو پہنچے اور سوا تین سال تک پیغامِ حق پہنچانے کے بعد ۱۲۔ ماہ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰ء کو سورابایا (انڈونیشیا) تشریف لے گئے۔

مولوی محمد زہدی صاحب نے جب اس جزیرہ پر قدم رکھا تو ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب کے سوا جو جیسلٹن میں قیام فرما تھے یہاں کوئی بھی احمدی نہیں تھا البتہ اس کے قریب جزیرہ لابوان میں کے۔ محمد کنجی صاحب، سلیم شاہ صاحب، سوکارمن صاحب (جاوی)، محمد شریف صاحب تیو (چینی نومسلم) جیسے احمدیت کے فدائی ضرور تھے[3]۔

جناب زہدی صاحب نے کنارووت کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر ڈوسون قوم میں تبلیغ شروع کر دی۔ قبل ازیں اِس علاقہ کے لوگ احمدیت سے دشمنی تو رکھتے تھے مگر احمدی مبلغ نہ ہونے کی وجہ سے عداوت کی آگ صرف ایک حد تک تھی اور وہ بھی زیادہ تر دبی ہوئی لیکن آپ کے پہنچتے ہی مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا[4] حتیّٰ کہ اس برٹش نارتھ بورنیو کے سب سے بڑے امام سوحیلی (SUHAILI) نے اشتہار دیدیا کہ اگر مبلغ احمدیت جس کا نام محمد زہدی فضلی ہے کسی مسجد میں آئے تو اُس کو پکڑ کر باہر نکال دیا جائے اور جہاں وہ بیٹھے اسے پانی سے دھو دیا جائے۔ امام سوحیلی کے اِس فتویٰ کا یہاں تک اثر تھا کہ ایک نوجوان

---

[1] کوالالمپور (ملایا) میں ۱۳ ستمبر ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا غلام حسین صاحب ایاز مبلغ سنگاپور کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۲۴ جنوری ۱۹۳۸ء کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان آئے اور ۱۹۴۶ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنی زندگی حضرت مصلح موعود کی تحریک پر وقف کر دی۔ ازاں بعد پہلے شمالی بورنیو پھر سورابایا، بانڈونگ، کالی منتن اور ملیشیا میں ۱۳۴۵ھش/۱۹۶۶ء تک تحریکِ جدید کے زیرِ انتظام تبلیغی جہاد میں مصروفِ عمل رہے۔ [2] الفضل ۲۹ نبوت/نومبر ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء صفحہ ۱۔

[3] آپ نسلاً چینی اور پیدائشی اعتبار سے سابا کے باشندہ ہیں۔ ابتداء میں بدھ مذہب کے پیرو کار تھے۔ لابوان میں مقیم احمدی بزرگوں (تو کے عبدالقادر صاحب، سوکارمن صاحب اور سلیم شاہ صاحب) کے ذریعہ دولتِ احمدیت نصیب ہوئی۔ ۱۳۳۷ھش/۱۹۵۸ء میں آپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے پہلے ربوہ میں اور پھر دیارِ حبیب کی برکات سے مستفیذ ہونے کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ سابا مشن کے نہایت مفید اور مخلص وجودوں میں ممتاز شخصیت ہیں مبلغینِ احمدیت کا خاص احترام کرتے ہیں۔ دینی معلومات میں اضافہ کرنے اور دوسروں تک پیغامِ حق پہنچانے کا بہت شوق ہے۔

[4] یہ علاقہ آج تک احمدیت کے خلاف تعصب میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ یہاں کے عوام احمدیوں سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے۔

مانڈور یعقوب آپ کے قتل کا منصوبہ باندھ کے خنجر چھپائے ہوئے آپ کا تعاقب کرنے لگے مگر زہدی صاحب ہمیشہ اُن سے محبت سے ملتے اور انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ جوں جوں تبلیغی مساعی تیز تر ہوتی گئیں توں توں اسی شدّت سے مخالفت بھی زور پکڑتی گئی مگر مبلّغِ احمدیت نے ان صبر آزما حالات کے باوجود اپنا کام بھی جاری رکھا اور نہایت باقاعدگی کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے بھی لکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کو غیر معمولی رنگ میں شرفِ قبولیت بخشا اور آخر کئی ماہ کی زبردست مخالفت کے بعد مانڈور یعقوب کو خود بخود احمدیت سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور پھر تحقیقِ حق کے بعد وہ ۱۹۴۲ء/ش میں داخلِ احمدیت ہو گئے اور اب تک سلسلہ احمدیہ سے نہایت مخلصانہ تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ مانڈور یعقوب کا بیان ہے کہ مَیں حیران ہو جاتا تھا کہ مَیں تو زہدی صاحب کے قتل کی تدبیریں سوچتا ہوں اور موقعہ کی تاک میں رہتا ہوں اور یہ سادہ مزاج مولوی مجھے خود ہی اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے اِس فراخ دلانہ سلوک نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا اور بالآخر مجھ پر صداقت کھُل گئی اور پھر مَیں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے قبولِ حق کرنے میں دیر نہیں کی۔ مانڈور یعقوب صاحب کے علاوہ جنہیں اس علاقہ میں اوّل نمبر پر صداقتِ احمدیت پر ایمان لانے کی توفیق ملی اُن کے ذریعہ دو اَور دوست بھی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے[۱] ان سعید الفطرت رُوحوں کے آسمانی آواز پر لبّیک کہنے کی دیر تھی کہ ہر طرف مخالفت کا ایک اَور سیلاب اُمڈ آیا لیکن اس سیلاب نے احمدیت کی اشاعت کے حق میں کھاد کا کام دیا اور جلد ہی دس اَور افراد اِسی گاؤں کنا رُوت میں احمدی ہو گئے۔[۲]

اِس عرصہ میں خدا کا یہ عجیب نشان بھی ظاہر ہوا کہ امام سوحیلی کو جس نے زہدی صاحب کی نسبت مخالفانہ اشتہار اور فتویٰ دیا تھا کسی جُرم کی بناء پر ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر برٹش نارتھ بورنیو کی حد سے نِکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ زہدی صاحب اُس کو جہاز پر الوداع کہنے کے لئے گئے تو وہ آپ سے مصافحہ کرتے وقت بے اختیار رویا اور معافی مانگی۔[۳]

زہدی صاحب نے مشن کے اِس ابتدائی دَور میں اجتماعی اور انفرادی تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریری رنگ میں بھی پیغامِ حق پہنچانے کی طرف توجہ دینی شروع کر دی چنانچہ متعدد تبلیغی خطوط لکھے۔ ایک

۱؎ الفضل ۲۳ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴ ۔ ۲؎ الفضل ۶ صلح/جنوری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۸ ۔
۳؎ محترم زہدی صاحب کے خود نوشت غیر مطبوعہ حالات سے ماخوذ۔

ٹریکٹ شائع کیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر دی اور اس سلسلے میں مخالفین کو چیلنج دیا کہ اگر حضورؑ اِس صدی کے مجدّد نہیں تو پھر کوئی اَور مجدّد حدیثِ نبویؐ کے مطابق پیش کریں اور بیس ہزار روپیہ لیں۔[1]

اِن تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ جن کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا تھا آپ نے احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے ہفتہ وار اجلاس جاری کئے اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق "الوصیّت" کا ملائی زبان میں ترجمہ کیا اور احبابِ جماعت کو نظامِ "الوصیّت" سے وابستہ کرنے کی کامیاب کوشش کی۔[2]

ماہِ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء بورنیو مشن کے لئے ایک مبارک مہینہ تھا جس میں نہ صرف کنارُوت سے قریباً ستّر میل جانب جنوب لینگکونغن (LINGKUNGAN) میں چودہ اشخاص نے قبولِ احمدیت کر کے ایک نئی جماعت کی بنیاد ڈالی بلکہ مشن کے دار التبلیغ کے لئے ایک عمارت خریدی گئی۔ دراصل جناب زہدی صاحب ابتداء ہی سے اِس کوشش میں تھے کہ مشن کے دفتر اور مہمان خانہ کے لئے کوئی جائداد پیدا کی جائے تا زیادہ مستقل مزاجی اور دلجمعی سے تبلیغی فرائض ادا کئے جا سکیں لیکن نیا مکان بنوانے یا خریدنے کی استطاعت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی دوست کے دِل میں یہ تحریک کر دی کہ وہ اپنا مکان نہایت معمولی قیمت پر دے دیں۔ اِس طرز کا نیا مکان ایک ہزار ڈالر لاگت سے کم پر نہیں بن سکتا تھا مگر اس دوست نے جماعتی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے یہ مکان صرف ۳۵۶ ڈالر پر فروخت کر دیا۔ اِن دو تعمیری اور بنیادی کاموں کے علاوہ اِس مہینہ میں زہدی صاحب نے ایک نیا تبلیغی ٹریکٹ چھپوایا اور بورنیو میں اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی۔[3]

اَب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شمالی بورنیو میں بیک وقت تین مقامات سے احمدیت کی نورانی شعاعیں جزیرہ پر پھیلنے لگیں۔

(۱) **کنارُوت**۔ جو مبلّغِ احمدیت کا ہیڈ کوارٹر تھا اور جزیرہ کی تمام تبلیغی سرگرمیاں اس کے زیرِ اہتمام ہو رہی تھیں۔ زُہدی صاحب کی تعلیم و تربیت نے کنارُوت کے احمدیوں میں تبلیغ کا ذوق و شوق پیدا کر دیا تھا اور اُن میں سے بعض تو آنریری مبلّغ کی حیثیت سے دوسرے مقامات پر بھی بھجوائے جانے لگے

---

[1] الفضل ۲۳ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲ ۞ [2] الفضل ۱۰ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء ۞

[3] الفضل ۱۶ صلح/جنوری ۱۳۲۸ھش/۱۹۴۹ء صفحہ ۳ ۞

تھے چنانچہ ماہ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء میں احمد بوجنگ بن رؤوف صاحب ٹینم (TENOM) نامی مقام کی طرف بغرضِ تبلیغ روانہ کئے گئے۔[1]

(۲) لینگکونگن (LINGKUNGAN)۔ یہ اگرچہ ایک نئی جماعت تھی مگر بہت مخلص اور پُرجوش ثابت ہوئی۔ اس کی قربانیوں کے باعث احمدیہ مشن کو اس زمانہ میں بہت تقویت پہنچی لینگکونگن کے احمدی نوجوان فدائیت کی رُوح سے سرشار ہوکر گردونواح میں پھیل جاتے اور گھر گھر احمدیت کا پیغام پہنچاتے تھے۔ "خدام الاحمدیہ" اور "لجنہ اماء اللہ" کی شاخیں بھی یہاں ابتداء ہی میں قائم ہوگئیں اور انکے باقاعدہ اجلاس ہونے لگے۔[2] علاوہ ازیں اِس جماعت نے بہت جلد اپنی مسجد بھی تعمیر کر لی جس کا افتتاح زہدی صاحب نے ماہِ امان/مارچ ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء بروز جمعہ کیا۔[3]

(۳) لابوان۔ لابوان کی اوّلین جماعت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی قربانی اور ایثار میں جلد جلد ترقی کرنے لگی۔ چنانچہ ماہ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء تک اس کے اسّی فیصد دوست وصیّت کر چکے تھے۔ اکثر احباب نے اپنی جائدادیں اور اولادیں خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیں اور احمدیہ مسجد اور احمدیہ قبرستان کے لئے زمین کا انتظام کر لیا۔[4] ازاں بعد احمدیہ مسجد کی تعمیر ہوگئی۔ ابتداء میں یہ مسجد دو دیواروں پر کھڑی تھی اور دروازہ کوئی نہیں تھا مگر ماہ شہادت/اپریل ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء میں مولوی محمد سعید انصاری صاحب کے قیام لابوان کے دَوران اِس کی مرمّت اور توسیع کا کام ہوا جس سے مسجد میں ستّر نمازیوں کے لئے گنجائش نکل آئی۔ تعمیرِ مسجد میں سب سے نمایاں حصّہ سلیم شاہ صاحب نے لیا اور دوسرے نمبر پر انصاری صاحب نے۔ قریباً دس روز تک اِن ہر دو اصحاب نے مزدوروں کی طرح کام کیا اور ایک دن تمام جماعت نے تین گھنٹے تک اجتماعی وقارِ عمل منایا۔[5]

اِن تین نسبتاً بڑی جماعتوں کے علاوہ ماہ امان/مارچ ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء میں روکوڈنگ میں بھی احمدیت کا بیج بویا گیا جہاں ایک ذی اثر شخص داخلِ احمدیت ہوئے[6] علاوہ ازیں اینانم (INANAM) میں بھی لوگوں نے احمدیت قبول کی۔ اِس طرح جزیرہ میں آہستہ آہستہ حق و صداقت کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی

---

[1] الفضل ۹ تبلیغ/فروری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵ ؛ [2] ایضاً ؛ [3] الفضل ۳ احسان/جون ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵ ؛ [4] الفضل ۹ تبلیغ/فروری ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵ ؛ [5] رپورٹ مولوی محمد سعید صاحب انصاری محررہ ۱۵ شہادت/اپریل ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء (آپ کی تشریف آوری کا تذکرہ آگے آرہا ہے) ؛ [6] الفضل ۳ احسان/جون ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء صفحہ ۵

چلی گئی۔

بورنیو میں دوسرے مجاہدین احمدیت کی آمد

قبل اس کے کہ مشن کے بقیہ ضروری کوائف و حالات پر روشنی ڈالی جائے یہاں ہم اُن مجاہدینِ احمدیت کا یکجائی طور پر ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے بورنیو مشن کے مؤسس مولوی محمد زہدی صاحب کے بعد جماعتِ احمدیہ بورنیو کی تعلیم و تربیت کرنے اور اس کو ترقی دینے میں نمایاں حصّہ لیا۔

اِس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے محترم مولوی محمد سعید صاحب انصاری کا ذکر کرتے ہیں جو قریبًا نو برس تک مشرقِ بعید کے اِس دُور افتادہ جزیرہ میں کلمۂ حق بلند کرتے رہے۔ جناب انصاری صاحب چار سال تک پیغامِ حق پہنچانے کے بعد ۱۳ ماہِ فتح / دسمبر ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۳ء کو صرف چھ ماہ کی رخصت پر پاکستان آکر واپس تشریف لے گئے اور پانچ سال تک فریضۂ تبلیغ بجالانے کے بعد ۱۰ ظہور / اگست ۱۳۳۸ھ / ۱۹۵۹ء کو مرکزِ احمدیت ربوہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے زمانۂ قیام کے دوران ہی مرزا محمد ادریس صاحب فاضل شاہد اور حضرت مولوی غلام حسین صاحب ایاز سابق مبلغ سنگاپور بھی خدماتِ دینیہ انجام دیتے رہے مولوی غلام حسین صاحب ایاز کا ورود اِس سرزمین پر یکم احسان / جون ۱۳۳۸ھ / ۱۹۵۹ء کو ہوا لیکن عمر نے وفا نہ کی اور آپ نے ساڑھے چار ماہ بعد ۱۸ ماہِ اخاء / اکتوبر ۱۳۳۸ھ / ۱۹۵۹ء کو لابوآن میں وفات پائی اور یہیں سپردِ خاک کئے گئے۔ مرزا محمد ادریس صاحب مورخہ ۱۴ صلح / جنوری ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۳ء کو اِس مشن میں تشریف لے گئے اور متواتر دس سال تک اسلام و احمدیت کا جھنڈا بلند رکھنے اور مشن کا چارج مولوی بشارت احمد صاحب نسیم امروہوی کے سپرد کرنے کے بعد ۱۶ احسان / جون ۱۳۴۲ھ / ۱۹۶۳ء کو عازمِ پاکستان ہو گئے۔ اَب تک یہ (۱۳ ماہ) مشن جناب نسیم صاحب ہی کے زیرِ امارت کام کر رہا ہے۔

بورنیو میں ٹھوس علمی لٹریچر کی اشاعت

بورنیو میں اب تک سلسلہ احمدیہ کی تائید میں صرف دو ٹریکٹ شائع ہوئے تھے جو اپنی افادیت کے باوجود بڑھتی ہوئی تبلیغی ضروریات کے لحاظ سے سراسر ناکافی تھے۔ ڈاکٹر حافظ بدر الدین احمد صاحب مرحوم نے اِس طرف خصوصی توجہ دی اور دن رات ایک کر کے ٹھوس علمی لٹریچر پیدا کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے سب سے پہلے ۱۳۲۸ھ / ۱۹۴۹ء میں "احمدیہ موومنٹ اِن اسلام" تالیف کی جو ۱۹۵۰ء میں شائع کی گئی۔ اِس کتاب کے بعد آپ کے قلم سے انگریزی میں اکنامک سسٹم آف اسلام، آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا مختصر خاکہ اور "دی ہولی پرافٹ" کے نام سے کتابیں نکلیں۔ اس کے علاوہ احمدیہ مشن بورنیو کی طرف سے آج تک کوئی کتاب تصنیف کرکے شائع نہیں کی گئی۔

جماعت کی سرگرمیوں سے عیسائی حلقوں میں اضطراب اور احمدیت کے خلاف عیسائی حکومت کی مخالفت کا آغاز

۱۹۵۰ء کی ابتداء تک جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا رُخ زیادہ تر وہاں کی مسلمان آبادی کی جانب تھا اِس لئے حکومت بھی خاموش تھی مگر اِس سال ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب کی کتاب "احمدیہ موومنٹ اِن اسلام" شائع ہوئی جس میں محاسنِ اسلام کو بیان کرکے اسلام کے خلاف عیسائی اعتراضات کا رد کیا گیا تھا۔ بورنیو کی گزشتہ تاریخ میں غالباً یہ سب سے پہلی کتاب تھی جو وہاں کے ایک پبلک پریس میں چھپی۔ اِس کتاب کی اشاعت سے عیسائی حلقوں میں ایک اضطراب اور غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ انگریزوں کے نوآبادیاتی نظامِ حکومت میں چونکہ مذہب اور حکومت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لہٰذا پادریوں کی غضب ناکی کا مطلب یہ تھا کہ عیسائی حکومت احمدیہ مشن کے خلاف سیخ پا ہو۔ چنانچہ حکومت نے جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے اپنی مہم کا آغاز کر دیا۔ گویا حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ عیسائی پادری خواہ جس قدر اور جس طرح چاہیں اسلام کے خلاف زہر پھیلائیں لیکن اسلام کے نمائندوں کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے دین کی پُرامن صورت میں مدافعت بھی کر سکیں۔ ایسی فضا میں تبلیغی جد و جہد کو جاری رکھنے کے لئے نہایت حزم و احتیاط کی ضرورت تھی یعنی ایسے رنگ میں کام کرنے کی ضرورت تھی کہ تبلیغِ احمدیت بھی جاری رہے اور حکومت کے ساتھ براہِ راست تصادم اور ٹکراؤ کی نوبت بھی نہ آئے۔ محتاط رویہ اختیار کرنے کی ضرورت اِس وجہ سے اَور بھی زیادہ بڑھ گئی کہ مرکز کی ہدایت پر ایک اَور مجاہد یعنی مولوی محمد سعید صاحب انصاری سرگودہا سے ۱۱ر نومبر ۱۹۴۹ء کو بورنیو مشن میں تشریف لا چکے تھے اور مولوی محمد زہدی صاحب کے ساتھ بورنیو کے مختلف مقامات کا دَورہ بھی کر چکے تھے۔

عیسائی حکومت جو عیسائیت کے خلاف کوئی معمولی آواز اُٹھنا بھی گوارا نہ کرتی تھی جزیرہ میں بیک وقت اسلام کے دو مبلغوں کا وجود کیسے برداشت کر لیتی؟ انگریزی حکومت نے اِس مرحلہ پر جو سلوک روا رکھا وہ حد درجہ افسوسناک تھا۔ چنانچہ مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے لابوان (LABUAN) سے ایک رپورٹ میں لکھا:۔

"ابتداء میں ... یہاں کی پولیس ہمارا (برادرم مولوی محمد زہدی صاحب فضلی اور خاکسار کا تعاقب کرتی رہتی تھی۔ خود ملک کے دارالحکومت جیسلٹن میں متعدد بار راہ چلتے ہمارے پاسپورٹوں کو چیک کیا جاتا تھا اور کوئی نہ کوئی ایسی راہ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی جس سے جماعت کی پرامن مذہبی سرگرمیوں کو ختم کیا جا سکے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء کا ایک واقعہ ہے جس میں یہاں کے ڈسٹرکٹ آفیسر نے جماعت کے مبلغ سے نہایت توہین آمیز غیر شریفانہ سلوک کیا تھا اور جب سراسر انسانیت سوز سلوک پر حکومت سے احتجاج کیا گیا تو اُس وقت کے گورنر نے جو نہایت متعصب اور عدوّ اسلام عیسائی تھا باوجود اِس وعدہ کے کہ وہ اِس واقعہ کی تحقیقات کر کے بہت جلد جواب دے گا اس نے اِس احتجاج کا جماعت کو آخری وقت تک کوئی جواب نہ دیا۔ حکومت کے اس سربراہ اور بعض دوسرے افسروں کے اس معاندانہ رویّہ کی وجہ سے ہمارے لئے ناگزیر ہو گیا کہ ہم بہت ہی حزم و احتیاط سے اپنا کام کریں تاکہ دشمن کو کسی ایسے فتنہ کے پیدا کرنے کا موقع نہ ملے جس سے جماعت کے وقار کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو یا جس سے جماعت کی مذہبی سرگرمیاں کلّیتہً ختم ہو جائیں۔ اس وقت کے حالات میں کسی ایسے نئے علاقہ میں جانا جس کی فضا سے سراسر ناآگہی ہو اور جہاں نہ قیام کی جگہ اور نہ کوئی واقف کار ہو بالاتفاق ... نامناسب سمجھا گیا۔ اُس کے بعد بفضلہ تعالیٰ حالات آہستہ آہستہ بہتر ہونے لگے۔" [1]

مولوی محمد زہدی صاحب تو ۱۲۔ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء کو انڈونیشیا کی طرف منتقل ہو گئے اور مشن کا چارج مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے لیا۔

لنگ کونگن اسٹیٹ میں دَورے

۳۰۔ امان/مارچ ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء کو مولوی محمد سعید صاحب انصاری لابوان سے لنگ کونگن اسٹیٹ کے دَورہ پر تشریف لے گئے چونکہ اسٹیٹ کے منیجر نے آپ کو اسٹیٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اِس لئے آپ نے اس کی حدود سے باہر ایک ہفتہ تک ایک احمدی دوست کے گھر قیام رکھا اور گرد و نواح کے اِکے دُکے احمدیوں کی تربیت و اصلاح کی۔ اِس دَورہ کے بعد اسٹیٹ میں احمدیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ جب آپ ماہِ

[1] مکتوب مولوی محمد سعید صاحب انصاری محررہ ۷۔ صلح/جنوری ۱۳۳۴ہش/۱۹۵۵ء از لابوان۔

فتح / دسمبر ۱۳۲۹ھش / ۱۹۵۰ء میں دوبارہ اسٹیٹ میں گئے تو اسٹیٹ کے اندر احمدیوں کی تعداد دوسروں کے برابر ہو گئی لہٰذا اسٹیٹ منیجر کو یہ پابندی لگانے کی جرأت نہ ہو سکی۔[1]

جیسلٹن میں پہلا جلسہ پیشوایانِ مذاہب

اب تک جزیرہ میں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے کسی جلسہ کا باقاعدہ انتظام نہیں کیا جا سکا تھا ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب کی کوشش سے ۲۸۔ ہجرت / مئی ۱۳۲۹ھش / ۱۹۵۰ء کو جیسلٹن میں پہلا جلسہ پیشوایانِ مذاہب منعقد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے جلسہ سے قریباً بیس[20] روز قبل تمام عیسائی مشنوں کو بذریعہ خطوط دعوت دی کہ وہ جلسہ میں شرکت کریں اور جس پیشوا کی سیرت پر چاہیں لیکچر دیں لیکن کسی نے جواب تک نہ دیا۔ عیسائیوں کی اِس بے رُخی کے بعد بہت کم امید تھی کہ دوسرے مذاہب کے لوگ جو ہر طرح سے عیسائیوں کے زیرِ اثر اور اُن سے مرعوب اور دبے ہوئے تھے اِس تقریب میں حصہ لینے کی جرأت کریں گے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جیسلٹن کی ریکری ایشن کلب (JESSELTON RECREATION CLUB) نے جہاں تمام پبلک تقریبات کا انعقاد ہوتا تھا کلب میں جلسہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کو اپنی قیام گاہ پر ہی اس کا انتظام کرنا پڑا تیس[30] آدمی شریکِ جلسہ ہوئے۔ جلسہ کی کارروائی تلاوتِ قرآن سے شروع ہوئی جس کے بعد حضرت بدھ کی سیرت پر ایک ہندو مدراسی نے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر ایک مدراسی مسٹر نیئر (MR. NAIR) نے، حضرت مسیح کے بارے میں ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب نے اور کرشن علیہ السلام پر انچارج مبلغ بورنیو مولوی محمد زہدی صاحب نے تقریریں کیں۔ یہ جلسہ اگرچہ پرائیویٹ احاطہ اور نہایت محدود تعداد کے ساتھ ہوا مگر بحمد اللہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔[2]

جیسلٹن میں پہلا پبلک جلسہ

اِس پرائیویٹ جلسہ کے چھ[6] ماہ بعد احمدیہ مشن نے ایک اور قدم آگے بڑھایا اور ۲۹ / ماہ نبوت / نومبر ۱۳۲۹ھش / ۱۹۵۰ء کو جیسلٹن میں ہی سیرت النبیؐ کے سلسلہ میں ایک اور جلسہ میں کامیابی ہوئی۔ یہ جلسہ بورنیو مشن کی تاریخ میں پہلا پبلک جلسہ تھا۔ یہ جلسہ ایک چینی کلب کے ہال (JUNIOR CIVIL SERVICE UNION HALL)

---

[1] رپورٹ ہائے مولوی محمد سعید صاحب انصاری ۱۳۲۹ھش / ۱۹۵۰ء؛

[2] رپورٹ مولوی محمد سعید صاحب انصاری محررہ یکم احسان / جون ۱۳۲۹ھش / ۱۹۵۰ء از لابوان

میں منعقد ہوا اور اِس میں مسٹر آر پرائس (MR.R.PRICE) مسٹر اے۔ کے۔ کے۔ نیئر (MR.A.K.K.NAIR) ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب اور مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے بالترتیب سیرت النبیؐ، سوانح رسولؐ، صحابہؓ کی آنحضرتؐ سے والہانہ عقیدت اور آنحضرتؐ شہزادہ امن کی حیثیت سے کے عنوان پر خطاب کیا۔ مولوی محمد سعید صاحب انصاری کے سوا جنہوں نے ملائی زبان میں تقریر کی باقی سب مقررین نے انگریزی میں لیکچر دیا۔ اِس جلسہ کے لئے چنگ نام پرنٹنگ کمپنی جیسلٹن (CHUNG NAM PRINTING COMPANY JESSELTON) سے چار سَو انگریزی اشتہارات چھپوا کر تعلیم یافتہ طبقہ میں تقسیم کئے گئے[1]۔ علاوہ ازیں ایک مقامی چینی اخبار میں بھی اعلان کیا گیا۔ مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے یکم دسمبر ۱۹۵۰ء کی رپورٹ میں اِس جلسہ کی تفصیلی اطلاع مرکز کو دیتے ہوئے لکھا نارتھ بورنیو کا ملک ایک پسماندہ ملک ہے اور اِس ملک کی روایت میں غالباً کبھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا جب کسی مذہبی تقریب کو ایسی پبلک صورت دی گئی ہو۔ اِس لئے اِس ملک کی حالت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے یہ توقع رکھنا کہ سامعین کی کثیر یا معقول تعداد کسی ایسی تقریب کو مل جائے گی غالباً بے جا توقع سے کم نہیں لیکن پھر بھی سیرت النبیؐ کے اِس جلسہ میں باوجود اُس دن شدید بارش کے ۴۲ دوست حاضر تھے... جلسہ کا اثر پبلک پر من حیث المجموع اچھا پڑا اور ایک ایسے ملک میں جو مذہبی تقریبات کو قائم کرنے کے لحاظ سے بے جان سا ملک ہے کسی حد تک کچھ انفاسِ حیات بھرنے کا موقعہ مِل گیا۔

رسالہ PEACE کا اجراء

جماعتِ احمدیہ بورنیو کی طرف سے مقامی احمدی جماعتوں کو منظم کرنے، ان کی معلومات میں اضافہ کرنے اور غیر مسلموں تک پیغامِ حق پہنچانے کے لئے ماہ فتح/دسمبر ۱۳۳۳ھش/۱۹۵۴ء میں ایک سہ ماہی رسالہ PEACE مولوی محمد سعید صاحب انصاری کی ادارت میں جاری کیا گیا۔ یہ رسالہ انگریزی اور ملائی زبانوں میں شائع ہوتا تھا۔ اِس کے انگریزی حصّہ کی ادارت ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب کرتے اور ملائی حصّہ مولوی محمد سعید صاحب انصاری ترتیب دیتے تھے۔ یہ رسالہ عموماً پانچ سَو کی تعداد میں چھپتا تھا اور بورنیو کے علاوہ سنگاپور اور فلپائن وغیرہ میں بھی

---

[1] اِس اشتہار کی ایک کاپی مولوی صاحب موصوف کے فائل بابت ۱۳۲۹ھش/۱۹۵۰-۵۱ء میں (جو وکالتِ تبشیر تحریکِ جدید ربوہ کی تحویل میں ہے) آج تک محفوظ ہے۔

بھجوایا جاتا تھا۔ یہ رسالہ جماعتِ احمدیہ بورنیو کے واحد ترجمان کی حیثیت سے بہت عمدہ اثرات پیدا کرنے کا موجب ہؤا اور اس کے ذریعہ بعض سعید رُوحوں کو قبولِ حق کی بھی توفیق ملی۔ افسوس مولوی محمد سعید صاحب انصاری کی مراجعتِ پاکستان (۱۳۳۸ھش/۱۹۵۹ء) کے بعد اِس مفید رسالہ کا صرف ایک ایشوع نکل سکا اور پھر سے بند کر دینا پڑا۔

راناؤ میں احمدی مبلّغ اور جماعتِ احمدیہ کے خلاف فتنہ

۲۔ ہجرت/مئی ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء کا ذکر ہے کہ مبلّغِ بورنیو مرزا محمد ادریس صاحب ایک نئے تبلیغی میدان کی تلاش میں رانا ؤ کے دُور افتادہ علاقہ میں تشریف لے گئے۔ عیسائی حکومت نے جو پہلے ہی اِس تاک میں تھی کہ کسی طرح احمدی مبلّغین کی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کا اسے بہانہ ہاتھ آئے بغیر کسی قانون کے محض ایک روایتی قاعدہ کی آڑ لے کر انہیں بھی اور جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری کو بھی جو بعد میں وہاں تشریف لے گئے اس علاقہ سے نکل جانے کا نوٹس دے دیا۔ چونکہ اِس ظالمانہ کارروائی سے حکومت کی غرض محض یہ تھی کہ اس علاقہ میں تبلیغِ اسلام کی سرگرمیاں روک دی جائیں اِس لئے اسلام کی عزّت وحُرمت اور احمدیت کے وقار کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ ملک میں مذہبی آزادی کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے آئینی جدّوجہد کی جائے چنانچہ جماعتِ احمدیہ بورنیو اور حکومت کے درمیان اِس مسئلہ پر عرصہ تک خط وکتابت اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر حکومت کو احمدی مبلّغین سے یہ پابندی اُٹھانا پڑی اور جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے تمام برٹش بورنیو میں احمدیوں کو قانوناً تبلیغ کی آزادی حاصل ہوگئی اگرچہ حکومت اندر ہی اندر عوام کو احمدیوں کے خلاف برابر اُکساتی رہی۔ مرزا محمد ادریس صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"بورنیو کے ایک علاقہ رانا ؤ میں ... صرف ایک قوم ڈوسون نامی آباد ہے۔ یہ قوم پہلے لامذہب تھی۔ یہاں عیسائیوں کے دو مشن ایک لمبے عرصہ سے کام کر رہے ہیں۔ حکومت کی بھی پالیسی تھی کہ یہ علاقہ عیسائیت کی آغوش میں چلا جائے اِس لئے حکومت کی طرف سے ہمیشہ مسلمانوں پر جو اِس علاقہ میں داخل ہونا چاہیں پابندیاں لگائی جاتی تھیں۔

جب مَیں اس علاقہ میں گیا تو وہاں کے مقامی مسلمانوں نے میری آمد پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ بہت سے لوگوں نے قرآن مجید اور نماز سیکھنی شروع کر دی۔ رانا ؤ میں داخل ہونے

کے معاً بعد عیسائیوں سے ایک پبلک جگہ میں مباحثہ ہوا جس کا خدا کے فضل سے غیر مسلموں اور غیر احمدیوں پر اچھا اثر پڑا۔ ایک غیر مسلم چینی دوست نے بعد میں ایک غیر مسلم کو بتایا کہ وہ خود مباحثہ میں موجود تھے ان پر یہی اثر ہے کہ عیسائیت اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حکومت نے دیکھا کہ راناؤ کے مقامی مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور انہوں نے احمدی مبلغ سے دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی ہے اور نیز یہ کہ احمدیت عیسائیت کا برملا مقابلہ کر رہی ہے۔ راناؤ میں ہر ماہ کی پچیس ۲۵ تاریخ کو منڈی لگتی ہے جس میں علاقہ کے دُور دراز کے لوگ کثرت سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر اس علاقہ کا انگریز ڈسٹرکٹ آفیسر بھی دَورہ پر ہمیشہ آتا ہے۔ جب منڈی کے موقع پر انگریز ڈسٹرکٹ آفیسر آیا تو اس نے مجھے اپنے آفس میں بُلا کر پوچھا کہ کیا تمہارے پاس ریذیڈنٹ کی طرف سے اِس علاقہ میں داخل ہونے کا اجازت نامہ ہے؟ مَیں نے کہا یہ علاقہ بھی بورنیو کا حصّہ ہے کوئی نئی دوسری حکومت نہیں ریذیڈنٹ سے اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیا حکومت کا یہ قانون ہے کہ راناؤ میں داخل ہونے سے قبل ریذیڈنٹ کی اجازت حاصل کی جائے؟ کہنے لگا کہ قانون تو نہیں مگر چونکہ یہاں کے لوگ جاہل ہیں اِس لئے حفاظت کی خاطر ضروری ہے کہ ریذیڈنٹ سے اجازت حاصل کی جائے۔ مَیں نے کہا کہ یہاں کے لوگ مُجھ سے بڑی محبت سے پیش آتے ہیں۔ بہت سے لوگ بڑے شوق سے دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ بعد میں ڈسٹرکٹ آفیسر نے وہاں کے امام اور نیٹو چیف کو آفس میں بُلا کر میرے متعلق پوچھا کہ ادریس یہاں کیا کام کرتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے؟ امام اور چیف دونوں نے میری تعریف کی اور کہا کہ ادریس اچھا آدمی ہے یہاں مُفت دینی تعلیم دیتا ہے۔ ڈسٹرکٹ آفیسر نے جب دیکھا کہ اِس طریق سے مبلّغ کو راناؤ سے نکالنے کی کوئی صورت نہیں بنی تو جیسلٹن ریذیڈنٹ کو میرے متعلق تمام حالات سے اطلاع دی۔ ریذیڈنٹ نے خود اور پولیس کے ذریعہ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی کہ ادریس کو راناؤ کے علاقہ سے واپس بُلا لو۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی حکومت کو جواب دیا کہ ادریس مبلّغ ہے تبلیغ کی ہر شخص کو آزادی ہے

اِس لئے ہم ادریس کو واپس نہیں بُلا سکتے۔ راناؤ میں میرا قیام ایک ہیڈ ماسٹر ابیر ناصی کے گھر میں تھا ہیڈ ماسٹر صاحب کو ہر روز تبلیغ کا موقع ملتا تھا۔ میرے کچھ عرصہ قیام کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب اور ایک اَور سابق سکول ماسٹر صاحب نے بیعت کر لی۔ یہ دونوں احمدی دوست راناؤ میں صاحبِ اثر و رسوخ تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب وہاں میرے قیام کے دَوران جبکہ ابھی وہ احمدی نہ ہوئے تھے وہاں کی مسلم ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری تھے۔ عید کے دن مسلم ایسوسی ایشن کی جنرل میٹنگ تھی انہوں نے اپنی مجلسِ عاملہ سے پوچھا کہ اجلاس کہاں کیا جائے مجلسِ عاملہ نے فیصلہ کیا کہ عید کی نماز کے بعد مسجد میں اجلاس ہوگا۔ ہمارے احمدی دوست نے بتایا کہ مَیں چونکہ احمدی ہوگیا ہوں مَیں عید کی نماز احمدی مبلغ کے ساتھ اپنے گھر میں پڑھوں گا عید کی نماز پڑھنے کے بعد ہی مَیں مسجد میں میٹنگ کے لئے حاضر ہوسکونگا ہمارے احمدی دوست عید کی نماز ہمارے ساتھ پڑھنے کے بعد جب مسجد میں میٹنگ کے لئے گئے اور وہاں اجلاس شروع ہؤا تو امام نے وہاں پر میٹنگ میں گڑبڑ کی کہ تم قادیانی کیوں ہوگئے ہو؟ اسی گڑبڑ میں ایسوسی ایشن کی میٹنگ کی کارروائی بھی مکمل نہ ہوسکی۔ مَیں چونکہ راناؤ میں مسلسل تین ماہ سے قیام پذیر تھا۔ راناؤ میں خوراک مناسبِ حال نہ ہونے کی وجہ سے نیز دوسری جماعتوں کا دَورہ کرنے کے لئے راناؤ میں عید پڑھا کر مَیں جیسلٹن آ گیا۔ اِس دوران جبکہ مَیں ابھی جیسلٹن میں تھا بعد میں حکومت نے امام کی طرف سے ہمارے احمدیوں پر مقدمہ دائر کروا دیا کہ احمدیوں نے مسجد میں آ کر فتنہ و فساد اور گڑبڑ کی ہے۔ دو دن تک مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی جس میں ہمارے احمدی دوستوں سے سوالات کئے گئے کہ تم احمدی کیوں ہوگئے ہو، تم مسجد میں آ کر غیر احمدی امام کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تم نے ایک غیر ملکی احمدی مبلغ کو اپنے گھر میں کیوں رکھا ہؤا ہے؟ وغیرہ۔ تمام سوالات کے جواب خدا کے فضل سے ہمارے احمدی دوستوں نے نہایت عمدگی سے دیئے۔ حکومت کا چونکہ مقصد یہ تھا کہ احمدیوں کو ڈرا دھمکا کر احمدیت سے انکار کروایا جائے دوسرے یہ کہ وہاں کی جاہل پبلک کو احمدیت سے متنفر کیا جائے اور انکے دِل میں یہ ڈالا جائے کہ جب حکومت ان سے نفرت کرتی ہے تو ضرور کوئی مخفی بُرائی ان

میں ہو گی جس کی وجہ سے حکومت بھی ان کو پسند نہیں کرتی۔ ہمارے احمدی دوستوں نے کہا کہ ہم احمدیت کو حقیقی اسلام سمجھتے ہیں احمدیت سے انکار نہیں کرسکتے۔ ہمارے احمدیوں کو پچیس پچیس ڈالر جرمانہ کی سزا دی گئی۔

جب راناؤ میں ہمارے احمدی دوستوں پر مقدمہ ہوا اُس وقت میں لنکونگن کی جماعت سے چندہ وصول کرنے کے لئے وہاں دَورہ پر گیا ہوا تھا۔ جب وہاں سے جیسلٹن پہنچا تو مجھے حکومت کی طرف سے تحریری نوٹس دیا گیا کہ حکومت کی فلاں دفعہ کے تحت تم راناؤ کے علاقہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اس پر جماعت کی طرف سے احتجاج کیا گیا اور سنگاپور اور انڈونیشیا کی جماعتوں نے بھی احتجاجی تاریں بورنیو کی حکومت کو بھجوائیں تو خود گورنر راناؤ کے علاقہ میں تحقیق کے لئے گیا راناؤ سے جیسلٹن واپسی پر اُس نے ہمیں بُلایا اور وعدہ کیا کہ ہم اپنا نوٹس واپس لے لیں گے۔ چنانچہ گورنر کے وعدہ کے مطابق جلد ہی حکومت کی طرف سے تحریری اطلاع آگئی کہ جماعتِ احمدیہ کا مبلّغ جب چاہے راناؤ جاسکتا ہے۔

حکومت کے فتنہ اور احمدیوں کو جرمانہ کی سزا دینے کی وجہ سے راناؤ کے عوام ایک لمبا عرصہ تک ہم سے ڈرتے رہے مگر پھر وہاں خدا کے فضل سے حالات اچھے ہوگئے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے علاقہ کا چیف امام جو ہمارا شدید مخالف تھا اور ہمارے راستہ میں ایک بڑی روک تھا فوت ہوگیا اور اس کے فوت ہوجانے کی وجہ سے یہ روک دُور ہوگئی ہے۔ اب اس کا قائم مقام امام اس کا لڑکا ہے۔ اپنے امام منتخب ہونے کے بعد اس نے جو پہلی تقریر کی اس میں اس نے واضح الفاظ میں کہا کہ آئندہ سے وہ احمدیت کے خلاف کوئی بات نہیں کہے گا۔"[1]

مباحثہ راناؤ مندرجہ بالا بیان میں جس مباحثہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے ۲؍احسان/جون ۱۳۳۴ھش/۱۹۵۵ء کو کیا جس کی تفصیل مرزا محمد ادریس صاحب کی ایک دوسری رپورٹ (مورخہ ۲۰ جون ۱۹۵۵ء) میں بایں الفاظ ملتی ہے:-

"۳۰ مئی ۱۹۵۵ء کو مکرم مولوی محمد سعید صاحب انصاری جیسلٹن سے راناؤ تشریف لائے

---

[1] غیر مطبوعہ رپورٹ (وکالتِ تبشیر تحریک جدید ربوہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے)۔

ان کی آمد کے ساتھ راناؤ میں کافی رونق پیدا ہوگئی۔ انصاری صاحب کی آمد سے تین چار دن قبل ہی عیسائی مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے بُلا رہے تھے۔ ایک عیسائی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ وہ اکیلا ہزار مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

مقامی مسلمانوں نے اور عیسائیوں نے آپس میں فیصلہ کر کے دو جون کا دن تبادلۂ خیالات کے لئے مقرر کیا۔ مسلمان خود تو عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے ان کی ہم سے ہی امیدیں وابستہ تھیں۔ مقامی مسلمانوں نے عیسائیوں کی طرف سے وہ خط ہمیں دیا جس میں مسلمانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ ۲ جون ۱۹۵۵ء کو فلاں مقام پر تبادلہ خیالات کے لئے حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی خواہش پر مکرم مولوی محمد سعید صاحب انصاری اور خاکسار میدانِ مقابلہ میں پہنچ گئے۔ ہم نے مقامی مسلمانوں کے ذریعہ نیٹو چیف اور پولیس کی طرف سے انتظام کرا لیا تا کسی قسم کا کوئی فتنہ اور شرارت پیدا نہ ہو۔ ہم نے نیٹو چیف اور پولیس کے افسر کو وہ خط دکھا دیا کہ عیسائیوں کی دعوت پر اور مقامی مسلمانوں کی خواہش پر ہم تبادلہ خیالات کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کافی انتظار کے بعد پادری تو بوجہ عدیم الفرصتی کے تشریف نہ لائے البتہ ان کے نمائندے پہنچ گئے۔ عیسائیوں کے نمائندوں کے ساتھ مکرم مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے قریباً دو گھنٹہ تبادلہ خیالات کیا۔ موضوعِ گفتگو تثلیث تھا۔ اِس مباحثہ کے ذریعہ مقامی مسلمانوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ عیسائیت کا مقابلہ صرف جماعتِ احمدیہ ہی کر سکتی ہے۔"

حکومت کی مُسلم کُش پالیسی کے خلاف مؤثر آواز

نارتھ برٹش بورنیو کی عیسائی حکومت نے راناؤ کے مسلمانوں کو اپنے زیرِ اثر رکھنے اور ان کے مذہبی ماحول کو اپنے رنگ میں ڈھالنے اور ان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے یہ طریق جاری کر رکھا تھا کہ وہ راناؤ کا چیف قاضی اور امام خود مقرر کرتی تھی اور اردگرد کے دیہات میں اس کے منظور شدہ امام کے بغیر کوئی دوسرا شخص نہ امام بن سکتا تھا اور نہ مسلمانوں کو دینی تعلیم دینے کا مجاز تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان ذہنی طور پر مفلوج ہوگئے تھے اور اس علاقہ کا امام محض حکومت کا آلۂ کار بن کے رہ گیا تھا حکومت جو چاہتی

اس سے کہلواتی اور پبلک اس پر اندھا دھند آمنّا و صدّقنا کہہ دیتی۔

مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے حکومت کی اس مسلم کُش پالیسی کے خلاف بورنیو کے واحد روزنامہ SABAH TIMES میں مفصل مضمون شائع کرایا جس میں مسلمانوں کو حکومت کے مقرر کردہ امام اور چیف قاضی کے نقصانات بتائے اور نہایت وضاحت سے بیان کیا کہ اس سے حکومت کا مقصد درپردہ مسلمانوں کی وحدت کو کمزور کرنا اور ان میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

راناؤ کے نئے احمدی نیٹو چیف[۱] امان ان دنوں سنڈاکن کی سرکاری کانفرنس میں مدعو تھے۔ مرزا محمد ادریس صاحب نے ان کو بھی خاص طور پر اس معاملہ کی اہمیّت بتلائی اور مسلمانوں کے موقف کے بارے میں بعض دلائل دیئے تا اگر یہ مسئلہ حکومت کی طرف سے پیش ہو تو اس کے خلاف مؤثر آواز بلند کی جاسکے۔[۲] نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی حکومت اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکی۔

مشرقی ساحل میں احمدیّت کی آواز

مارچ ۱۹۵۵ء میں مولوی محمد سعید صاحب انصاری نے بورنیو کے مشرقی ساحل تک پیغامِ احمدیت پہنچانے کے لئے ایک کامیاب دَورہ کیا۔ اس علاقہ سے سب سے پہلے سنڈاکن کے ڈنٹل مورا یوسف[۳] نے قبولِ احمدیت کا اعلان کیا۔ یہ نوجوان نسلاً فلپینی ہیں۔ انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک ہر طرح کے شدائد کا نہایت پامردی اور جرأت سے مقابلہ کیا اور مبلّغ کے ساتھ مِل کر دن رات تبلیغ کرتے رہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل

---

[۱] راناؤ کے علاقہ میں پانچ نیٹو چیف تھے ان میں مسلمان یہی ایک تھے جو مرزا محمد ادریس صاحب کے قیامِ راناؤ کے دَوران ۸؍ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۳۴ ہش / ۱۹۵۵ء کو بیعت کرکے داخلِ سلسلہ احمدیہ ہوگئے۔ مرزا محمد ادریس صاحب کی طرف سے جب ان کا بیعت فارم حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں موصول ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا:۔

"ان کو کہیں کہ ہمیں تو آپ لوگ آگے نہیں آنے دیتے اب آپ کا کام ہے کہ اپنے قبیلے کو احمدی بنائیں اللہ تعالیٰ آپ کو پائینر (POINEER) بنائے اور دینی برکات عطا فرمائے۔"

نیٹو چیف امان پر بعد میں بڑی سختی کی گئی اور انگریز ڈسٹرکٹ آفیسر اور مسلمان نائب افسر دونوں نے الگ الگ دھمکی دی کہ احمدی ہو جانے سے تم چیف نہ رہوگے مگر وہ نہایت پامردی سے حق پر قائم رہے۔

[۲] تبلیغی رپورٹ مرزا محمد ادریس صاحب ۱۹۵۵ء۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی لحاظ سے بھی غیر معمولی ترقی دی۔ احمدیت کو قبول کرتے وقت وہ محکمہ جنگلات میں معمولی کلرک تھے لیکن اب وہ اسی محکمہ میں اعلیٰ افسر ہیں۔ ابھی حال ہی میں گورنمنٹ کے خرچ پر وہ ہالینڈ میں مزید ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد وطن واپس آئے ہیں اور مزید ترقی حاصل کی ہے۔

سے یہ ہوا کہ اب سنڈاکن کی جماعت بورنیو کی سب سے بڑی جماعت ہے اور ڈ فضل مورا یوسف صاحب اس کے پریذیڈنٹ ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بعض خصوصی ہدایات

۳۵-۱۳۳۴ ہش / ۵۶-۱۹۵۵ء میں جبکہ راناؤ میں انگریزی حکومت کی مشنری جماعت احمدیہ اور اس کے مبلّغین کے خلاف پورے زور سے حرکت میں آچکی تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب کو وقتاً فوقتاً درج ذیل ہدایات دیں:۔

۱۔ ڈاکٹر صاحب کے مراسلہ یکم تبوک/ستمبر ۱۳۳۴ ہش/۱۹۵۵ء پر ارشاد فرمایا:۔

"احتجاج کا کیا سوال تھا کہہ دیتے ہم نہیں نکلتے ہمیں بھی وہی حق حاصل ہے، جو اَور لوگوں کو ہے۔ اصل طریق یہ ہے کہ بورنیو کے لوگوں میں پراپیگنڈا کریں کہ ہم آزاد ہونا چاہتے ہیں تبھی یہ لوگ سیدھے ہوں گے۔"

۲۔ انہوں نے اپنے مکتوب ۲۰ تبوک/ستمبر ۱۳۳۴ ہش میں تبلیغی صورتِ حال کی اطلاع دی تو حضورؓ نے اس پر لکھا:۔

"صحابہ کی طرح تبلیغ کریں، جس طرح جونک چمٹ جاتی ہے ہتّیں کریں، غیرت دلائیں، جوش دلائیں، اور ایک ایک کو نہیں ہزاروں کو۔"

۳۔ ڈاکٹر صاحب کے مکتوب ۲۲-۲۳ تبوک/ستمبر ۱۳۳۴ ہش/۱۹۵۵ء پر فرمایا:۔

"اصل اہم بات یہ ہے کہ آپ کو نہ نکالیں۔ آپ کہہ دیتے کہ بے شک ادریس کو قید کر لو میرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادریس قید ہو جاتا اور کہہ دیتا کہ ڈاکٹر بدرالدین کو مجھ پر کیا اختیار ہے؟ نومسلموں سے کہتا کہ مَیں تمہارے ایمان کی خاطر قید ہونے لگا ہوں تو ساری دُنیا میں تہلکہ مچ جاتا۔ ہم سارے افریقہ اور امریکہ میں شور مچوا دیتے۔ ڈچ بورنیو میں بھی شور مچوائیں اور کہیں کہ انگریز نکل جائیں ہم بورنیو انگریزوں کے ماتحت نہیں چاہتے۔ جب انگریز نے تبلیغ کو پولیٹیکل معاملہ قرار دیا ہے تو آپ کیوں نہیں پولیٹیکل معاملہ قرار دیتے؛ سارے افریقہ میں لوگ بطور قوم آباد ہیں انہوں نے گورنمنٹ سے ٹکر لی ہے اور ان کو شکست دی۔ جب مَیں نے لیگوس کے چیف سے ذکر کیا کہ میرا ایک رسالہ جو عیسائیت کے خلاف

سے ہے گورنمنٹ کہیں اسے ضبط نہ کرلے تو اس نے مُٹھی بھینچ لی اور اس کو ہلا کر کہا ہم مسلمان اکثریت میں ہیں ہم گورنر کی گردن بھینچ دیں گے اس کو طاقت کیا ہے... چاہیئے تھا کہ عقل سے کام کرتے مگر ساتھ ہی پبلک کو ایسے حاکموں کے خلاف کھڑا کر دیتے جو ظلم اور تعدی سے کام لیں۔"

۴ - ان کے ۲۶ ستمبر ۱۹۵۵ء کے ایک مکتوب پر تحریر فرمایا:-

"آپ بار بار گورنر کو ملتے رہیں اِس سے اثر پیدا ہوتا ہے۔ اب آپ اِس علاقہ کو ہرگز نہ چھوڑیں اور اِس موقعہ سے پُورا فائدہ اُٹھائیں اور اس میں تبلیغ پر زور دیں۔ اِس وقت ایسا موقعہ ہے کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو جائیں۔"

۵ - ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک خط (مورخہ ۱۱ اخاء / اکتوبر ۱۳۳۴ھش / ۱۹۵۵ء کو) حضور کی خدمت میں موصول ہؤا جس پر حضورؓ نے جو ہدایات فرمائیں وہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:-

(الف) "گورنر کے نام جو چٹھی لکھی گئی ہے بے شک بھجوا دی جائے مگر اس میں یہ امر وضاحت سے تحریر کر دیا جائے کہ نئی بلڈنگز وغیرہ کے متعلق جو قوانین عیسائی مشنوں کے متعلق ہیں وہ جب تک ان پر عائد ہوں گے ہم بھی ان کی پابندی کریں گے۔ اِس بارہ میں حضور نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اس کے نتیجہ میں تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔ تبلیغ ہم جہاں چاہیں کریں گے۔

(ب) مقدمہ کی اپیل کے متعلق کل ہی لکھا جا چکا ہے۔ اگر تو گورنمنٹ نے اِس مقدمہ کو آئندہ ہمارے خلاف استعمال نہیں کرنا تو پھر بے شک اپیل نہ کریں ورنہ اپیل کی جائے۔

(ج) اگر کسی علاقہ سے مبلّغ کو تبلیغ سے روکنے کے لئے نکلنے کا حکم دیا جائے تو مبلّغ ہرگز اپنی جگہ نہ چھوڑیں خواہ قید کر لئے جائیں۔ اس صورت میں یہ طریق اختیار کیا جائے کہ پبلک سے ایجی ٹیشن کروایا جائے کہ مذہب میں حکومت دخل دے رہی ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ جلد سے جلد لوکل مبلّغ تیار کئے جائیں کیونکہ اگر حکومت غیر ملکیوں کو نکال ہی دے تو لوکل مبلّغین کو تو نہیں نکال سکتی اِس طرح تبلیغ کا راستہ بند نہ ہوگا بلکہ کھُلا

رہے گا۔"

۶ - ایک اور مکتوب پر ارشاد فرمایا:۔

"ان کو سمجھائیں کہ جس علاقہ میں جائیں پہلے ان سے دوستیاں کریں، تعلقات بڑھائیں، ہلکی ہلکی تعلیم دیں پھر تبلیغ آسان ہو جائے گی، یاد رکھیں ذوالقرنین پہلے مغرب میں گیا پھر مشرق میں۔ سو پہلے تبلیغ مغرب سے شروع ہوئی اب مشرق کی طرف شروع ہو رہی ہے۔ یہ جو ہے کہ سورج مغرب سے چڑھے گا اگر امریکہ سے رَو شروع ہوئی تو راستہ میں آپ کا ملک آتا ہے۔" (۲۱ صلح/جنوری ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء)

وسیع تبلیغی دَورہ

مرزا محمد ادریس صاحب نے ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء کی پہلی سہ ماہی میں راناؤ کے علاوہ مندرجہ ذیل دیہات کا تبلیغی دَورہ کیا۔ لیبانگ، تگوڈن، کلتینتل، کینی راسن، پرولپٹ رنڈاگنگ، موکاب، پرنگ، سنگیٹن، توپنگ، پرنچانگن، لنگست، کنڈ اسنگ، بنڈو توہن۔ ان دیہات کی مجموعی آبادی مسلمان، عیسائی اور لامذہب لوگوں پر مشتمل ہے۔ مرزا صاحب موصوف نے ان مختلف الخیال لوگوں کو محبت و پیار سے حقیقی اسلام کی طرف دعوت دی تعلیم یافتہ غیر مسلموں کو "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا تحفہ دیا اور مسلمانوں کو امام مہدی کی بشارت سُنانے کے علاوہ نماز اور قرآن مجید پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔[2]

ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب کا سفرِ فلپائن

جماعتِ احمدیہ بورنیو کے ذریعہ ایک عرصہ سے فلپائن کے مسلمانوں تک پیغامِ حق پہنچ رہا تھا اور کئی سعید رُوحیں حق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو چکی تھیں۔ مرکزِ احمدیت نے فلپائن میں مبلغ بھجوانے کی مسلسل کوششیں کیں مگر فلپائن کی حکومت کسی مسلمان مشنری کو اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیتی تھی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب نے اپنی خدمات حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش کیں چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں آپ[1] ماہِ احسان/جون ۱۳۳۶ھش/۱۹۵۷ء فلپائن تشریف لے گئے جہاں تھوڑے ہی عرصہ میں دو سَو سے زائد اشخاص ان کی تبلیغ سے داخلِ سلسلہ ہو گئے جس پر حضور نے سالانہ جلسہ کی تقریر کے دَوران خوشنودی کا اظہار

---

[1] مبلغینِ بورنیو کی طرف اشارہ ہے (مؤلف)۔
[2] الفضل ۵ احسان/جون ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء صفحہ ۳۔

فرمایا[1]

برونائی اسٹیٹ میں احمدیت ماہِ وفا / جولائی ۱۳۳۷ھش / ۱۹۵۸ء میں برونائی میں جو شمالی بورنیو سے ملحق مسلم ریاست ہے مکرم مولوی محمد سعید صاحب انصاری کے ذریعہ احمدیت کی داغ بیل پڑی اور سب سے پہلے یوسف بن بولت کو قبولِ حق کی سعادت نصیب ہوئی۔

پاکستانی باشندوں میں تنظیم کی جدّوجہد بورنیو میں پاکستانیوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہے ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب کی سالہاسال کی کوشش سے ۱۳۳۹ھش / ۱۹۶۰ء میں ان کو متحد و منظم کرنے کے لئے پاکستانی ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا اور اتفاقِ رائے سے اس کی صدارت ڈاکٹر صاحب ہی کو سونپی گئی۔ آپ کی وفات کے بعد ایک مقامی پاکستانی حاجی کالاخان صاحب صدر منتخب کئے گئے اور مبلغ بورنیو مرزا محمد ادریس صاحب سیکرٹری تجویز ہوئے ۱۴ / اگست ۱۹۶۱ء کو بورنیو میں پہلی بار پاکستانیوں نے اپنا یومِ آزادی اہتمام سے منایا جس کے جملہ انتظامات مرزا صاحب موصوف نے کئے۔ اس تقریب کی رپورٹ مقامی اخبار "SABAH TIMES" میں شائع ہوئی۔[2]

سراوک کے خیرسگالی وفد کو پیغامِ حق ماہِ احسان / جون ۱۳۴۰ھش / ۱۹۶۱ء میں سراوک سے سات افراد پر مشتمل ایک خیرسگالی وفد سرکاری طور پر آیا جو چینی اور سراوک کے مسلمان ممبروں پر مشتمل تھا مرزا محمد ادریس صاحب نے ان ممبروں کو سلسلہ کا لٹریچر پیش کیا۔ وفد کے لیڈر نے سراوک سے شکریہ کا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آجکل کی دہریّت کی فضا میں مذہب کی تبلیغ قیامِ امن کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ یہ کام انجام دیکر انسانیت کی عظیم خدمت بجالا رہے ہیں۔[3]

مبلغین کا تعارفی دَورہ ۱۳۴۲ھش / ۱۹۶۳ء کی پہلی سہ ماہی کے دَوران مولوی بشارت احمد صاحب نسیم امروہوی مشن کا چارج سنبھالنے کے لئے بورنیو تشریف لے گئے۔ مرزا محمد ادریس صاحب نے اُن کے ساتھ لنکو تنگن، تنوم اور ساپونگ کا دَورہ کرکے احمدی دوستوں

---

[1] ریکارڈ وکالتِ تبشیر، الفرقان (ربوہ) شہادت / اپریل ۱۳۴۰ھش / ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۲ [2] الفضل ۸ / فتح / دسمبر ۱۳۴۰ھش / ۱۹۶۱ء صفحہ ۳ [3] ایضاً

سے متعارف کرایا۔ اِس سلسلہ میں یہ دونوں مبلغ ساباہ کے دو بڑے انگریزی روزناموں کے ایڈیٹروں سے بھی ملے[1]

افریقی ایشیائی جرنلسٹوں سے ملاقات

انہیں ایام میں جیسلٹن افریقی ایشیائی جرنلسٹوں کا ایک وفد حکومت کی دعوت پر ساباہ آیا جنہیں مرزا صاحب موصوف نے عربی اور انگریزی اسلامی لٹریچر پیش کیا۔ وفد کے ایک مسلمان ممبر نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ ایک مسلمان مشنری ملنے کے لئے آیا ہے نیز کہا کہ آپ پہلے مسلمان ہیں جو مجھے یہاں ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے خاص طور پر ملنے آئے ہیں۔[2]

نئی مشکلات

ماہ ظہور/اگست ۱۳۴۲ھ/۱۹۶۳ء میں یہ جزیرہ انگریزی تسلط و اقتدار سے آزاد ہو گیا تو خیال کیا جاتا تھا کہ تبلیغِ اسلام کی راہ میں حائل رکاوٹیں آہستہ آہستہ دُور ہو جائیں گی مگر اس کے برعکس جماعتِ احمدیہ کو پہلے سے بھی زیادہ مشکلات سے دوچار ہونا پڑا حتٰی کہ مختلف مقامات میں احمدیوں کو ورغلانے، لالچ دے کر اپنے ساتھ شامل کرنے اور دھمکیاں دے کر مرعوب کرنے کا سِلسلہ اَب تک جاری ہے۔

ریڈیو پر احمدیت کے خلاف پراپیگنڈا اور اس پر احتجاج

ساباہ کی آزادی پر ابھی چند ماہ گزرے تھے کہ بعض متعصب لوگوں نے ساباہ ریڈیو سے احمدیت کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ مولوی بشارت احمد صاحب نسیم نے ۹/جنوری ۱۹۶۴ء کو ڈائریکٹر صاحب براڈکاسٹنگ اینڈ انفارمیشن حکومتِ ساباہ اور سرواک کو احتجاجی خطوط لکھے جن کی نقول فیڈرل سیکرٹری اور حکومتوں کے چیف سیکرٹری صاحبان کو بھی ارسال کیں جس پر ان کی طرف سے معذرت کا خط آیا۔[3]

احمدیہ مسلم سالانہ کانفرنس کی بنیاد

۱۹/فتح/دسمبر ۱۳۴۴ھ/۱۹۶۵ء کا دن ساباہ مشن کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اِس لئے کہ اس روز ساباہ میں سالانہ احمدیہ

---

[1] ایک روزنامہ اخبار "ساباہ ٹائمز اینڈ نارتھ بورنیو" کے ایڈیٹر و مالک مسٹر ڈونلڈ سٹیفنز (DONALD STEPHANS) تھے جو ملک کی آزادی کے بعد ملیشیا بن جانے پر ساباہ کے پہلے وزیرِ اعلیٰ چنے گئے اور اب آسٹریلیا میں ملیشیا کے ہائی کمشنر ہیں۔

[2] الفضل ۷/تبلیغ/فروری ۱۳۴۳ھ/۱۹۶۴ء صہ ۳ ۔

مسلم کانفرنس کی بنیاد پڑی۔

اِس پہلی کانفرنس کے انعقاد کے لئے ملکی حالات کے پیشِ نظر یک روزہ پروگرام بنایا گیا۔ احمدیہ مسلم مشن ہاؤس جیسلٹن کی عمارت ہی میں جلسہ ہوا اور اسی میں مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا۔ احمدی احباب ۱۸ رفتح/دسمبر کی صبح سے ہی آنے شروع ہو گئے۔ قریبی جماعتوں کے احمدیوں نے دُور سے تشریف لانے والے دوستوں کی رہائش اور طعام کا خاطر خواہ بندوبست کیا۔ احمدی بہنوں نے کھانا تیار کرکے اور احمدی بھائیوں نے کھانا پیش کرکے اور حسب ضرورت خوردنی اشیاء شہر سے مہیا کرکے اخلاص کی عُمدہ مثال قائم کی۔ اِس کانفرنس میں پُوتاتن، لوکاوی، رامایہ، ساپونگ، تمالنگ، تیلی پوک، رینانم، ساساگاسا، کوالابلائیت، برونائی اسٹیٹ اور سنڈاکن کے احمدیوں نے شرکت فرمائی۔ پروگرام کے مطابق تین اجلاس ہوئے جن میں مولوی بشارت احمد صاحب نسیم مبلغ ساباہ کے علاوہ بوجنگ بن رؤوف صاحب، محمد شریف تیوسوچنگ صاحب آف برونائی، ڈنٹل مورا یوسف آف سنڈاکن نے بھی خطاب فرمایا۔ رات کو شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں شادی بیاہ، چندوں کی ادائیگی اور بچوں کی دینی تعلیم کیلئے درس گاہ وغیرہ اہم اُمور زیرِ بحث آئے۔[۱] ۱۹۶۷ء کی سالانہ کانفرنس میں مبلغ انچارج ملیشیا مولوی محمد سعید صاحب انصاری اور مولوی محمد عثمان صاحب چینی مبلغ سنگاپور بھی شریک ہوئے۔

خدا کے فضل و کرم سے یہ کانفرنس باقاعدگی سے ہر سال منعقد ہوتی ہے اور اس میں مختلف دینی و تربیتی موضوعات پر تقاریر کے علاوہ مجلسِ شوریٰ کا بھی انعقاد ہوتا ہے جس میں تبلیغ و تربیت کے سلسلہ میں فیصلے کئے جاتے ہیں۔ یہ کانفرنس اِس علاقہ کے احمدیوں میں بیداری پیدا کرنے کا عُمدہ ذریعہ ثابت ہو رہی ہے۔

ساباہ کی احمدی جماعتیں

اِس وقت اس ملک میں جسے اَب ساباہ کہا جاتا ہے حسبِ ذیل مقامات پر خدا کے فضل سے احمدی جماعتیں پائی جاتی ہیں:۔

۱۔ کوتاکینابالو (جیسلٹن) KOTA KINABALU (JESSELTON)

۲۔ رامایہ (پینمپنگ ضلع) KG. RAMAYAN (PENAMPANG)

---

[۱] الفضل ۳۰ رصلح/جنوری ۱۳۵۵ھش/۱۹۶۶ء صفحہ ۲

۳ - تمالانگ (توارن ضلع) KG. TAMALANG TELIPOK (TUARAN)

۴ - راناؤ

۵ - (۱) لنکونگن (۲) کے ہیڈوپ آن، انومان، ریو نورث ضلع لنکونگن اسٹیٹ

KG. LINGKUNGAN, KEHIDUPAN, INUMAN (LINGKUNGAN ESTATE)

۶ - ساساگا ساپونگ اسٹیٹ (ٹینم ضلع) KG. SASAGA (SAPONG ESTATE)

۷ - لابوان LABUAN

۸ - سنڈاکن SANDAKAN

۹ - تواؤ TAWAU

۱۰ - برونائی اسٹیٹ (ملک ساباہ سے متصل علیحدہ ملک ہے) BRUNEI ESTATE

بعض مخلصین کا تذکرہ

ساباہ کے احمدیوں کی تعداد اگرچہ بہت تھوڑی ہے مگر ان میں ایثار اور خلوص و فداکاری کی رُوح کارفرما ہے۔ چنانچہ مولوی بشارت احمد صاحب نسیم امروہوی مبلغ ساباہ تحریر فرماتے ہیں:-

"تمالانگ جماعت کے پریذیڈنٹ مکرم عبدالہادی صاحب مخلص احمدی ہیں۔ سلسلہ کے کاموں میں خاص دلچسپی لیتے ہیں اور اپنی جماعت کی تربیتی و تعلیمی نگرانی اپنی دینی قابلیت کے مطابق پورے جوش اور شوق سے کرتے ہیں۔

لنکونگن میں مکرم مانڈور محمد یعقوب صاحب بن پنگیران احمد صاحب جماعت احمدیہ کے ہیڈوپ آن اور لنکونگن کے پریذیڈنٹ بھی ہیں اور بہت پُرانے اور مخلص احمدی ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں احمدیت کی بدولت مشکلات کے دَورسے گزرے ہیں اور ثابت قدم رہے ہیں۔ اب ماشاءاللہ ان کے خاندان کے سارے ہی لوگ احمدیت کی آغوش میں ہیں۔

سنڈاکن میں مکرم ڈینٹل مورا یوسف صاحب جو حال ہی میں حج بھی کر کے آئے ہیں جماعتِ احمدیہ سنڈاکن کے پریذیڈنٹ اور لوکل مرکزی نظام کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ محکمہ جنگلات میں اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔ پُرانے اور نہایت مخلص نوجوان ہیں۔ معاندین

سلسلہ کے ہاتھوں خاصے مشکل دَور سے گزر چکے ہیں۔ اپنی اہلیہ اور قریبی رشتہ داروں سے بھی ایک لمبا زمانہ انہوں نے پریشان کُن حالات میں گزارا لیکن صبر سے کام لیا۔ ثابت قدم رہے اب انکی اہلیہ صاحبہ بھی حلقہ بگوش احمدیت ہیں اور بچے بھی سارے ہی۔

اِس جماعت کے دوسرے دوست مکرم حسین۔ اےنے آمل صاحب اگرچہ نئے احمدی ہیں لیکن مخلص اور دیندار نوجوان ہیں۔ آپ کی اہلیہ اور بچگان بھی نظامِ سلسلہ اور نظامِ خلافت سے وابستہ ہیں۔ آپ کی اہلیہ پہلے عیسائی تھیں اور ایک لمبا عرصہ عیسائی رہیں۔ آپ کے احمدیت قبول کرنے کے ایک سال بعد اسلام کی سچائی کی قائل ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگئیں۔ اَب مخلص احمدی خاتون ہیں۔

اِسی جماعت کے ایک اَور نوجوان مکرم منصور بن سلیم شاہ صاحب میرین پولیس (MARINE POLICE) میں سب انسپکٹر ہیں۔ اپنے والد مرحوم مکرم سلیم شاہ صاحب آف لابوآن کی طرح نہایت مخلص اور دیندار نوجوان ہیں۔ سلسلہ کے کاموں میں خاص دلچسپی لیتے ہیں۔ چندوں میں باقاعدہ ہیں۔ آپ کے خاندان کے سب افراد خدا کے فضل و کرم سے نظامِ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ ہیں۔

جماعتِ احمدیہ لابوآن کے پریذیڈنٹ مکرم سکرمان صاحب اِس ملک کے سب سے پہلے احمدی ہیں۔ مخلص ہیں۔ آپ جاوا انڈونیشیا کے باشندہ ہیں لیکن ایک لمبے زمانہ سے اِس ملک میں آباد ہیں۔ خاموش طبع ہیں۔ اِس سے قبل آپ کمیونسٹ تھے۔

جماعتِ احمدیہ توّاؤ کے پریذیڈنٹ مکرم محمد چینی ابراہیم صاحب اور اسمٰعیل سلیم صاحب ہر دو نوجوان اگرچہ نومبائع ہیں لیکن بہت مخلص ہیں۔ یوں ۱۹۶۶ء کی ان کی بیعتیں ہیں۔ اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں۔ ان کی بیویاں بھی ان کے بعد بیعت کر چکی ہیں تبلیغ کا شغل جاری رہتا ہے۔ اپنی مخلصانہ جدّوجہد سے سعید رُوحوں کی کشش کا سامان بنے رہتے ہیں۔

برونائی اسٹیٹ میں جماعتِ احمدیہ کے پریذیڈنٹ مکرم محمد شریف صاحب تیو سو چیانگ پُرانے اور مخلص دوست ہیں۔ آپ چینی النسل ہیں۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی چینی النسل ہیں اور آپ کی طرح مخلص اور دیندار خاتون ہیں۔ اِس سے قبل آپ بدھسٹ تھے مکرم

کے عبدالقادر صاحب مرحوم اور مکرم سکرمان صاحب آف لابوآن، مکرم سلیم شاہ صاحب مرحوم لابوان ان کے پُرانے ہم جلیس تھے۔ اور اسی نیک صُحبت کی بدولت انہیں اسلام اور احمدیت ایسی دولت پا لینے کی توفیق میسّر آئی۔ آپ قادیان اور ربوہ کی زیارت بھی کر چکے ہیں" لہ

فصل ہفتم

عدؔن مشن کا قیام

عدؔن کا محلِ وقوع اور تبلیغی اہمیّت

بحرِ عرب کے جنوب مغربی ساحل اور اس کے بالائی حصوں میں ایک مشہور مملکت عدن وحضرموت واقع ہے جو مختلف چھوٹے چھوٹے بائیس ۲۲ ٹکڑوں سے مل کر بنتی ہے اور جو کسی وقت بالواسطہ طور پر برطانوی اقتدار کے زیرِ انتظام تھی مگر اَب آزاد ہو چکی ہے اور اس پر مقامی شیوخ حکمران ہیں۔ عدن خاص اور اس کے قُرب وجوار کی آبادی میں عرب مسلمانوں کی کثرت ہے گو عیسائی، پارسی، یہودی اور ہندو بھی خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ عدن عرب کا دروازہ اور جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی بندرگاہ اور ہوائی مرکز ہے جہاں سے دُنیا کے چاروں طرف ہوائی اور بحری راستے نکلتے ہیں لھذا یہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا بہترین مرکز بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ عدؔن اگرچہ ۱۹۳۶ء سے قائم ہے مگر اس کے اکثر ممبر بیرونی تھے۔ باقاعدہ طور پر اِس مشن کا قیام ماہِ ظہور/اگست ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء میں ہوُا۔

لہ مکتوب مورخہ یکم نبوت/نومبر ۱۳۵۰ھش/۱۹۷۱ء بنام مولف تاریخ احمدیت ؛

عدن مشن کے قیام کا پس منظر

اِس مشن کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ یہاں کچھ عرصہ سے پانچ نہایت مخلص احمدی ڈاکٹر قومی اور ملّی خدمات بجا لا رہے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ڈاکٹر فیروز الدین صاحب۔ ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب۔ ڈاکٹر محمدؐ خاں صاحب۔ ڈاکٹر صاجزادہ محمدؐ ہاشم خاں صاحب اور ڈاکٹر عزیز بشیری صاحب۔ ڈاکٹر فیروز الدین صاحب جو اُس زمانے میں جماعتِ عدن کے پریذیڈنٹ تھے عدن سے قادیان آئے تو انہیں ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب نے اپنے خط مورخہ ۲۳ صلح / جنوری ۱۳۲۵ھش / ۱۹۴۶ء اور تار مورخہ ۲۳ صلح / جنوری ۱۳۲۵ھش / ۱۹۴۶ء میں عدن مشن کھلوانے کی تحریک کی نیز لکھا کہ مَیں مبلّغ کے لئے اپنا مکان چھ ماہ تک دینے کے لئے تیار ہوں اِس عرصہ میں دار التبلیغ کے لئے کسی اَور مکان کا انتظام ہو سکے گا۔ ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب نے اس کے ساتھ ہی پانچ سَو روپیہ اخراجاتِ سفر کے لئے بھی بھجوا دیئے اور ڈاکٹر عزیز بشیری صاحب نے اتنی ہی رقم کا وعدہ اخراجاتِ قیام کے طور پر کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر فیروز الدین صاحب جماعتِ عدن کی نمائندگی میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب کا خط اور تار پیش کیا اور درخواست کی کہ کوئی موزوں مبلّغ عدن کیلئے تجویز فرمایا جائے ہم پانچوں ڈاکٹر دار التبلیغ کا بار اُٹھانے میں مدد کریں گے۔ اس پر حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل نوجوان مولوی غلام احمد صاحب مبشّر کو اِس خدمت کے لئے نامزد فرمایا۔

مبشّرِ اسلامی کا عدن میں ورود

مولوی غلام احمد صاحب مبشّر ۴ ماہِ ظہور / اگست ۱۳۲۵ھش / ۱۹۴۶ء کو قادیان سے روانہ ہو کر تیسرے دن ۶ ظہور / اگست کو بمبئی پہنچے جہاں حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیّرؓ اور دوسرے احبابِ جماعت نے اُن کا استقبال کیا۔ بعد ازاں ۹ ظہور / اگست کو جہاز میں سوار ہوئے اور ۱۹ ظہور / اگست بروز سوموار عدن پہنچے۔ بندرگاہ پر ڈاکٹر فیروز الدین صاحب اور ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب آپ کو لینے کے لئے پہلے سے موجود تھے۔

ابتدائی تبلیغی سرگرمیاں

مولوی غلام احمد صاحب مبشّر حسبِ فیصلہ ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب کے ہاں مقیم ہوئے اور جلد ہی ڈاکٹر محمدؐ احمد صاحب اور ڈاکٹر فیروز الدین صاحب اور ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب کے ساتھ وفد کی صورت میں عدن سے دس میل کے فاصلہ پر

واقع شیخ عثمان تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض عربی تصانیف مثلاً
اَلْاِسْتِفْتَاء ، اَلْخِطَابُ الْجَلِیْل ، اَلتَّبْلِیْغ اور سِیْرَۃُ الْاَبْدَال وغیرہ مختلف اشخاص
کو پڑھنے کے لئے دیں اور زبانی بھی پیغامِ حق پہنچایا۔ علاوہ ازیں عدن میں عربوں، عیسائیوں اور یہودیوں
میں التبلیغ ، سیرۃ الابدال، نظامِ نَو (انگریزی) ، اسلام اور دیگر مذاہب، مَیں کیوں اسلام کو مانتا
ہوں وغیرہ کتب اور ٹریکٹ تقسیم کئے۔ احمدی ڈاکٹروں نے ابتداء ہی سے یہ خاص اہتمام کیا کہ
وہ اوّلین فرصت میں اپنے حلقہ اثر کے دوستوں کو مبشرِ اسلامی سے متعارف کرائیں۔ اِس غرض
کے لئے اُنہوں نے بعض خاص تقریبات بھی منعقد کیں جن میں عدن کے باشندوں خصوصاً نوجوانوں
کو مدعو کیا۔ خود مولوی صاحب بھی اشاعتِ حق کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ
نے بھی مولوی صاحب کی پُرجوش تبلیغ میں ایسی برکت ڈالی کہ پہلے مہینہ میں ہی ایک دوست احمد علی
صاحب نامی جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے اور شیخ عثمان کے نواحی علاقہ کے باشندے اور
عدن کے رہنے والے تھے حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی بیعت قبول فرمائی
اور مولوی غلام احمد صاحب کو ارشاد فرمایا **"تبلیغ پر خاص زور دیں"** اِس پر مولوی صاحب
نے عدن ، شیخ عثمان اور تواہی[1] (سٹیمر پوائنٹ) میں باقاعدہ پروگرام کے مطابق انفرادی ملاقاتوں
اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ سے زور شور سے تبلیغ شروع کر دی اور گرجوں اور معززین کے گھروں
اور بازاروں میں عربی، اُردو اور انگریزی لٹریچر تقسیم کرنے لگے۔ چنانچہ آپ نے عربی کتب میں سے
سیرۃ الابدال، اعجاز المسیح ، التبلیغ، الاستفتاء۔ اُردو میں احمدی اور غیر احمدی میں فرق ، پیغام صلح
اور انگریزی میں احمدیہ موومنٹ، پیغامِ صلح ، اور تحفہ شہزادہ ویلز۔ بعض عربوں ، ہندوستانیوں
اور انگریزوں کو پڑھنے کے لئے دیں جس سے خصوصاً انگریزوں اور عیسائیوں میں اشتعال پھیل
گیا اور انہوں نے حکّامِ بالا تک رپورٹ کر دی۔

---

[1] اِن مقامات کا انتخاب اِس لئے کیا گیا تھا کہ ان میں احمدی ڈاکٹر قیام پذیر تھے۔ چنانچہ عدن میں ڈاکٹر
فیروز الدین صاحب اور ڈاکٹر محمد احمد صاحب، شیخ عثمان میں ڈاکٹر محمد خان صاحب اور تواہی میں ڈاکٹر
کیپٹن عزیز بشیری صاحب رہتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف ہفتے میں دو دو دن شیخ عثمان اور تواہی
میں اور تین دن عدن میں تبلیغی فرائض سرانجام دیتے تھے اور جمعہ بھی یہیں پڑھاتے تھے۔

سرکاری مخالفت

انسپکٹر سی۔آئی۔ڈی نے مولوی غلام احمد صاحب کو بُلایا اور وہ لٹریچر جو آپ نے تقسیم کیا تھا اس کی ایک ایک کاپی ان سے طلب کی نیز حکم دیا کہ آپ اپنا لٹریچر بازاروں میں تقسیم نہ کریں صرف اپنے گھر میں لوگوں کو بُلا کر اور دعوت دے کر لیکچر یا لٹریچر دے سکتے ہیں۔ یہ واقعہ ماہِ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۵ھش/۱۹۴۶ء میں پیش آیا جس کے ڈیڑھ مہینہ بعد کیتھولک چرچ کے ایک پادری نے شکایت کر دی کہ مولوی صاحب پبلک لیکچر دیتے اور کیتھولک چرچ میں لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس عدن نے مولوی صاحب موصوف کو تنبیہہ کی کہ وہ آئندہ نہ کیتھولک چرچ میں کوئی لٹریچر تقسیم کریں نہ پبلک لیکچر دیں ورنہ انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ پبلک لیکچر دینے کا الزام غلط ہے البتہ لٹریچر میں ضرور دیتا ہوں مگر صرف اسی طبقہ کو جو علمی دلچسپی رکھتا ہے۔ مولوی صاحب نے اُن سے کہا کہ عیسائی مشنری تو کھلے بندوں دندناتے پھر رہے ہیں کیا انہیں چھٹی ہے اور صرف مجھ پر یہ پابندی ہے؟ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جواب دیا کہ یہ پابندی آپ پر ہی عائد کی جا رہی ہے عیسائیوں پر اِس کا اطلاق نہ ہوگا۔

علماء کی مخالفت

عیسائیوں کی انگیخت اور شرارت کے بعد ماہِ ہجرت/مئی ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں بعض مقامی علماء نے بھی مخالفت کا کھُلم کھُلا آغاز کر دیا۔ بات صرف یہ ہوئی کہ ایک مجلس مولود میں مولوی غلام احمد صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ پر روشنی ڈالی اور ضمناً آپؐ کے فرزندِ جلیل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ذکر کیا جس پر ۲ علماء اور ان کے ۲ ساتھیوں نے آپ کو سٹیج سے اُتارنے کے لئے ہنگامہ برپا کر دیا۔ مجلس میں اٹھانوے فیصد شرفاء موجود تھے جو خاموش رہے اور انہی کے ایماء پر مولانا نے اپنی تقریر ختم کر دی۔ بعد ازاں شیخ عثمان کے ائمہ مساجد نے روزانہ نمازوں خصوصاً عشاء کے بعد لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا کہ وہ احمدی مبلّغ کی نہ کتابیں پڑھیں اور نہ باتیں سُنیں کیونکہ وہ کافر و ملعون ہے یہی نہیں انہوں نے پوشیدہ طور پر گورنمنٹ کو بھی احمدی مبلّغ کے خلاف اُکسانا شروع کر دیا۔

ایک مرتبہ رستے میں مسجد کے ایک فقیہہ نے آپ کو بلند آواز سے پُکارا اور آپ سے ایک کتاب یعنی استفتاء عربی مانگی جو آپ نے اسے دے دی۔ کتاب لینے کے بعد اس نے پہلے سوالات شروع کر دیئے اور پھر اُونچی آواز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ مبارک میں سخت بدزبانی کی

مولوی غلام احمد صاحب نے پُورے وقار اور نرم اور دھیمی آواز سے اِن کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ جب آپ وہاں سے واپس آنے لگے تو اس فقیہہ نے آپ کے پیچھے لڑکے لگا دیئے جنہوں نے آپ کو پتھر مارے مگر مولوی صاحب ان کی طرف التفات کئے بغیر سیدھے چلتے گئے۔ قبل ازیں بھی اِس مسجد والوں نے آپ سے یہی سلوک کیا تھا

مخالفت کے اِس ماحول میں آہستہ آہستہ ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہونے لگا جو مولوی صاحب کی باتوں کو غور سے سُنتا تھا خصوصاً عرب نوجوانوں میں حق کی جُستجو کے لئے دلچسپی اور شوق بڑھنے لگا مگر چونکہ عرب کا یہ حصہ حُریّت مزاج، آزاد منش اور اکثر بدوی لوگوں پر مشتمل ہے اِس لئے عام طور پر فضا بہت مخالفانہ رہی۔

شیخ عثمان میں دارالتبلیغ کا قیام اور اس کے عُمدہ اثرات

اَب تک مولوی غلام احمد صاحب مبشّر ڈاکٹر محمد احمد صاحب کے یہاں مقیم تھے لیکن ماہِ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں جماعتِ احمدیہ نے ۶۵ روپے ماہوار کرایہ پر ایک موزوں مکان حاصل کر لیا۔ مولوی صاحب موصوف نے یہاں دارالتبلیغ قائم کر کے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو پہلے سے زیادہ تیز کر دیا اور خصوصاً نوجوانوں میں پیغامِ حق پھیلانے کی طرف خاص توجہ شروع کر دی کیونکہ زیادہ دلچسپی کا اظہار بھی انہی کی طرف سے ہونے لگا تھا۔ عدن، شیخ عثمان اور نواحی کے علماء کو تبلیغی خطوط لکھے اور اُن تک امام مہدیؑ کے ظہور کی خوشخبری پہنچائی علاوہ ازیں ایک عیسائی ڈاکٹر کو جو پہلے مسلمان تھا اور پھر مُرتد ہو گیا ایک تبلیغی مکتوب کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی۔

مستقل دارالتبلیغ کا ایک بھاری فائدہ یہ بھی ہُوا کہ عوام سے براہِ راست رابطہ اور تعلق پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا اور سعید الفطرت لوگ روزانہ بڑی کثرت سے دارالتبلیغ میں جمع ہونے اور پیغامِ حق سُننے لگے۔

عبداللہ محمد شبوطی کی قبولِ احمدیّت

۱۷۔ ماہِ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء بروز جمعۃ المبارک عدن مشن کی تاریخ میں بہت مبارک دن تھا جبکہ ایک یمنی عرب عبداللہ محمد شبوطی جو ان دنوں شیخ عثمان میں بُود و باش رکھتے تھے ساڑھے گیارہ بجے شب بیعت کا

خط لکھ کر داخلِ احمدیت ہو گئے اور اپنے علم اور خلوص میں جلد جلد ترقی کر کے تبلیغِ احمدیت میں مولوی صاحب کے دستِ راست بن گئے۔ اِس کامیابی نے شیخ عثمان کے علماء اور فقہاء کو اَور بھی مشتعل کر دیا اور وہ پہلے سے زیادہ مخالفت کی آگ بھڑکانے لگے مگر مولوی غلام احمد صاحب اور عبداللہ محمد شبوطی نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور نہایت بے جگری، جوش اور فداکاری کی رُوح کے ساتھ ہر مجلس میں اور ہر جگہ دن اور رات زبانی اور تحریری طور پر پیغامِ احمدیت پہنچاتے چلے گئے اور امراء، غرباء، علماء اور فقہاء غرض کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو ان کے گھروں میں جا کر نہایت خاکساری اور عاجزی سے دعوتِ حق دینے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض وہ لوگ جو پہلے بات سُننا گوارا نہ کرتے تھے اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمُودہ تفسیر کو سُن کر عش عش کرنے لگے حتّٰی کہ بعض نے یہ اقرار کیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی بیان فرمودہ تفسیر واقعی الہامی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے آپؑ کو علمِ لدنی سے نوازا ہے۔

علماء کی طرف سے کمشنر کو عرضی اور اس کا ردِّ عمل

ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء میں علماء نے عدن، شیخ عثمان اور تواہی کے مختلف لوگوں سے ایک عرضی دستخط کروا کر کمشنر کو دی کہ ہم اِس مبشرِ قادیان کا یہاں رہنا پسند نہیں کرتے یہ ہمارے ایمانوں کو خراب کر رہا ہے۔ شیخ عثمان کے بعض نوجوانوں کو اِس شکایت کا پتہ چلا تو انہوں نے علماء کے اس رویّہ کی جو انہوں نے اپنی کم علمی و بے بضاعتی کو چھپانے اور اپنی شکست خوردہ ذہنیت پر پردہ ڈالنے کیلئے اختیار کیا تھا دِل کھول کر مذمت کی اور ان کے خلاف زبردست پراپیگنڈا کیا۔ بلکہ قریباً پچاس آدمیوں نے یہ لکھا کہ ہم اِس مبشرِ اسلامی کو دیگر سب علماء سے زیادہ پسند کرتے ہیں، اور واقعی یہ حقیقی مسلمان ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت کے فقیہوں اور فریسیوں نے حضرت مسیح کی مخالفت کی تھی یہ لوگ بھی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ انہیں خطرہ ہے کہ اگر اِس شخص کا نفوذ وسیع ہو گیا تو ہماری کوئی وقعت نہ رہے گی۔ غرض کہ اِس مخالفت کا خدا کے فضل سے اچھا نتیجہ نکلا۔

ڈاکٹر فیروزالدین صاحب کا انتقال

ان دنوں عدن میں یہود اور عرب کی کشمکش بھی یکایک زور پکڑ گئی جس کا اثر تبلیغی سرگرمیوں پر بھی پڑنا ناگزیر تھا۔ علاوہ ازیں عدن کی جماعت کے پریذیڈنٹ جناب ڈاکٹر فیروزالدین صاحب عین فسادات

کے دَوران میں داغِ مفارقت دے گئے جس سے مشن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ مرحوم نہایت مخلص، نہایت پُرجوش اور بہت سی صفاتِ حمیدہ کے مالک تھے۔ تبلیغ کا جوش اور شغف ان میں بے نظیر تھا۔ اگر کوئی مریض ان کے گھر پر آتا تو وہ اس تک ضرور محبّت، اخلاص اور ہمدردی سے احمدیت کا پیغام پہنچاتے۔ احمدیت کے مالی جہاد میں بھی آمدنی میں کمی کے باوجود بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے مولوی غلام احمد صاحب مبشّر نے اپنے ۲۷ رماہِ فتح / دسمبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کی رپورٹ میں ان کے انتقال کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا :-

" احمدیت کی مالی خدمت کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر رکھا ہوا تھا اس کی نظیر بھی کم ہی پائی جاتی ہے۔۔۔ ہمارا اندازہ ہے کہ وہ ہر سال (اپنی آمد کا) ساٹھ فیصدی اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ کر رہے تھے۔ مساکین، غرباء سے ہمدردی اور خدمتِ خلق کا جذبہ تو کوٹ کوٹ کر ان کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ اگر کوئی مسکین بھی ان کے دروازے پر آجاتا اور وہ سوال کرتا تو آپ ضرور اس کی حاجت کو پورا کر دیتے۔ بعض اوقات اپنی نئی پہنی ہوئی قمیص وہیں اُتار کر دے دیتے اور یہی باتیں بعض اوقات ان کے گھر میں کشمکش کا باعث ہو جاتیں۔ غرضیکہ آپ کی زندگی حقیقت میں یہاں کی جماعت کے لئے ایک عُمدہ نمونہ تھی۔ "

ایک اَور عالم آغوشِ احمدیّت میں

اوائل ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء میں مولوی غلام احمد صاحب نے مرکز میں لکھا کہ اِس علاقہ کے لوگ بالکل ہی اسلام سے بے بہرہ اور بدویانہ زندگی بسر کر رہے ہیں حتّٰی کہ انہیں نماز تک نہیں آتی قرآن شریف الگ رہا اگر آپ اجازت دیں تو خاکسار درویشانہ فقیرانہ صورت میں اندرونی حصّہ عرب میں چلا جائے اور ان لوگوں تک اسلام و احمدیت کا حقیقی پیغام بذریعہ تربیت ہی پہنچائے تو عدن کی نسبت زیادہ کامیابی کی اُمّید ہے لیکن مرکز نے اِس کی اجازت نہ دی۔ اِس تجویز کے ایک ماہ بعد محمد سعید احمد نامی ایک اَور عرب عالم سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے جس کے بعد جماعتِ عدن کے بالغ افراد کی تعداد ۹[1] تک پہنچ گئی۔ محمد سعید لحج کے رہنے والے تھے جو کہ محمیات عدن میں سے ہے۔

---

[1] عرب ۲۔ ہندی گجراتی ۱۔ پنجابی ۶

ماہِ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء میں مولوی غلام احمد صاحب شیخ عثمان (عدن) کے نواح میں ایک گاؤں "مُعَلّا" نامی میں تبلیغ کے لئے گئے جو کہ شیخ عثمان سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک فقیہہ عالم سے گفتگو کا موقع ملا۔ مولوی صاحب نے انہیں امام مہدی علیہ السلام کی خوشخبری دی اور احادیثِ صحیحہ اور قرآن کریم سے آپ کی آمد کی علامات بتا کر صداقت ثابت کی اور آخر میں مسئلہ وفاتِ مسیح پر دلائل دیئے۔ قریباً ایک گھنٹہ گفتگو ہوتی رہی۔ آخر انہوں نے تمام لوگوں کے سامنے اقرار کیا کہ حضرت مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں اور باقی مسائل پر گفتگو کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔

عیسائی مشنری کا تعاقب

ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک عرب نوجوان جو عیسائی مشنریوں کے زیرِ اثر اور اُن کے پاس آتا جاتا تھا آپ کو گفتگو کے لئے ایک پادری کے مکان پر لے گیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چار نوجوان عرب بیٹھے اناجیل پڑھ رہے ہیں۔ گفتگو شروع ہوئی تو مولوی صاحب نے اناجیل ہی کے حوالوں سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں کوئی خدائی صفات نہ پائی جاتی تھیں۔ پادری صاحب لاجواب ہو کر کہنے لگے کہ آپ ہماری کتابوں سے کیوں حوالے دیتے ہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا ایک اِس لئے کہ آپ کو وہ مسلّم ہیں دوسرے آپ ہمیں انجیلوں کی طرف دعوت دیتے ہیں لہٰذا تنقید کرنا ہمارا حق ہے۔ آخر پادری صاحب ناراض ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور مزید گفتگو سے انکار کر کے الگ کمرے میں چل دیئے اس پر سب عرب نوجوانوں نے آپ کا دلی شکریہ ادا کیا کہ آج آپ نے ان کا جھوٹ بالکل واضح کر دیا ہے۔

مباحثے اور انفرادی ملاقاتیں

۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کے وسط آخر میں مولوی صاحب کے عدن کے علماء سے وفاتِ مسیح، مسئلہ ناسخ و منسوخ، مسئلہ نبوت اور یاجوج ماجوج کے مضامین پر متعدد کامیاب مباحثے ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ نے عدن کی بعض شخصیتوں مثلاً سید حسن صافی، محمد علی اسودی تک پیغامِ حق پہنچایا۔ ماہِ تبوک/ستمبر میں آپ نے جعار[1] اور لحج[2] کا تبلیغی دورہ کیا۔ جعار میں حاکم علاقہ علی محمد کو تبلیغ کی اور لحج میں بعض امراء مثلاً

---

[1] عدن سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر۔ [2] شیخ عثمان سے ۱۶ میل دُور ایک چھوٹی سی آزاد ریاست جس کا مرکز حوطہ ہے۔

وزیر معارف سلطان فضل عبد القوی، وزیر تموین سلطان فضل بن علی وغیرہ سے ملے اور اُن سے نیز مقامی علماء سے تعارف پیدا کیا۔

بیرونی شخصیتوں تک پیغامِ حق

عدن ایک اہم تجارتی شاہراہ پر واقع ہے جہاں مختلف اطراف سے لوگ بکثرت آتے ہیں جن میں گردو نواح کے علاقوں کے شیوخ و حکام بھی ہوتے ہیں مولوی غلام احمد صاحب مبشر اور عبد اللہ محمد شبوطی ہمیشہ بیرونی شخصیتوں تک پیغامِ حق پہنچاتے رہتے تھے۔ ماہ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء میں مولوی غلام احمد صاحب نے عدن کے مشہور سادات میں سے ایک عالم شمس العلماء سید زین العدروس سے اُن کے مکان میں ملاقات کی اور اُن کے سامنے بڑی تفصیل سے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ اور اس کے دلائل و براہین بیان کئے۔

مبلّغ عدن کی واپسی

مولوی غلام احمد صاحب ایک اَن تھک اور پُرجوش مبشّرِ اسلامی کی حیثیت سے ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء کے آخر تک مملکتِ عدن میں اسلام و احمدیت کا نُور پھیلاتے رہے اور عدن میں کئی سعید رُوحوں کو حق و صداقت سے وابستہ کرنے کا موجب بنے مگر آپ کی دیوانہ وار مساعی اور جدّ و جہد نے صحت پر سخت ناگوار اثر ڈالا اور آپ کو اس تبلیغی جہاد کے دَوران ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء میں دماغی عارضہ بھی لاحق ہوگیا۔ احمدی ڈاکٹروں نے علاج معالجہ میں دِن رات ایک کر دیا جب طبیعت ذرا سنبھل گئی اور آپ سفر کے قابل ہوئے تو آپ عدن سے ۲۲ ماہِ فتح/دسمبر ۱۳۲۸ ہش/۱۹۴۹ء کو بذریعہ بحری جہاز روانہ ہوگئے ۲۸ فتح/دسمبر کو بمبئی پہنچے اور ۱۲ ماہ صلح/جنوری ۱۳۲۹ ہش/۱۹۵۰ء کو ربوہ میں تشریف لے آئے۔

آپ کے بعد عدن کے مخلص احمدیوں خصوصاً عبد اللہ محمد شبوطی اور میجر ڈاکٹر محمد خان شیخ عثمان عدن نے اشاعتِ اسلام و احمدیت کا کام برابر جاری رکھا اور آہستہ آہستہ جماعت میں نئی سعید رُوحیں داخل ہونے لگیں۔ مثلاً ۱۳۳۰ ہش/۱۹۵۱ء میں محمد سعید صوفی، ہاشم اعد، رائل عائل نے بیعت کی۔ وسط ۱۳۳۱ ہش/۱۹۵۲ء میں چار نئے احمدی ہوئے۔ ۱۳۳۹ ہش/۱۹۶۰ء میں علی سالم بادر بن سالم عدنی داخلِ احمدیت ہوئے۔

ایک عربی مکتوب کی اشاعت

وسط ۱۳۳۰ ہش/۱۹۵۱ء میں عبد اللہ محمد الشبوطی نے ایک عالم الشیخ الفاضل عبد اللہ یوسف ہروی کے نام

"مطبعة الکمال عدن" سے ایک عربی مکتوب چھپوا کے شائع کیا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور اختلافی مسائل پر نہایت مختصر مگر عمدہ پیرایہ میں روشنی ڈالی گئی تھی۔

محمود عبداللہ شبوطی کا عزمِ ربوہ

چونکہ عدن میں کسی نئے مبشر و مبلغ کی اجازت کا ملنا ایک مشکل مسئلہ بن کے رہ گیا تھا اس لئے جماعتِ عدن کے مشورہ سے عبداللہ محمد شبوطی نے اپنے ایک فرزند محمود عبداللہ شبوطی کو بتاریخ ۱۹۔ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۳۱ہش/۱۹۵۲ء مرکز میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے عدن سے روانہ کیا محمود عبداللہ شبوطی ۲۵۔ ہجرت/مئی کو ربوہ پہنچے اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔

پہلا پبلک جلسہ

۲۰۔ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۳۳ہش/۱۹۵۴ء کو جماعتِ احمدیہ عدن کا پہلا پبلک جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد ہوا جلسہ کا پنڈال دار التبلیغ کے سامنے تھا اور اس میں مائیکروفون کا بھی انتظام کیا گیا۔ قبل ازیں احمدیوں کے جلسے محدود اور چار دیواری کے اندر ہوتے تھے مگر اس سال یہ جلسہ عام منانے کا فیصلہ کیا گیا اور علاوہ اخباروں میں اشتہار دینے کے قریباً ۵۰۰ دعوتی کارڈ جاری کئے گئے۔ ایک روز قبل مخالف علماء نے جمعہ کے خطبوں میں نہایت زہر آلود تقریریں کر کے لوگوں کو جلسہ میں آنے سے منع کیا لیکن ان مخالفانہ کوششوں کے باوجود جلسہ بہت کامیاب رہا۔ حاضرین کے لئے تین سو کرسیاں بچھائی گئی تھیں جو مقررہ پروگرام سے بھی بیس منٹ پہلے پُر ہو گئیں اس لئے جلسہ کی کارروائی بھی پہلے ہی شروع کر دی گئی۔ صدر جلسہ عبدہٗ سعید صوفی تھے جن کے صدارتی خطاب کے بعد بالترتیب منیر محمد خاں (ابن میجر ڈاکٹر محمد خاں) اور عبداللہ محمد شبوطی نے مؤثر تقریریں کیں۔ کرسیوں پر بیٹھنے والوں کے علاوہ جلسہ گاہ کے ارد گرد قریباً ایک ہزار نفوس نے پوری خاموشی اور دلچسپی سے تقریریں سنیں اور نہایت عمدہ اثر لے کر گئے اور بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا[1]۔ اس کامیاب تجربہ سے عدنی احمدیوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے ہر سال جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

محمود عبداللہ شبوطی کی مراجعتِ وطن اور تبلیغِ حق

محمود عبداللہ شبوطی نے جو سالہا سال سے مرکزِ سلسلہ میں دینی تعلیم حاصل کر

---

[1] میجر ڈاکٹر محمد خاں، عبداللہ محمد شبوطی، سلطان محمد شبوطی، عبدہ سعید صوفی، محمد سعید صوفی، احمد محمد شبوطی، سیف محمد شبوطی نے اِس جلسہ کی کامیابی میں نمایاں حصّہ لیا۔

رہے تھے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۴ ماہِ تبلیغ/ فروری ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء کو اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دی اور حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے ان کا وقف قبول فرما لیا اور ساتھ ہی عدن میں مبلغ لگائے جانے کی منظوری بھی دے دی چنانچہ آپ حضور کے حکم پر ۱۴ ظہور/ اگست ۱۳۳۹ھش/۱۹۶۰ء کو کراچی سے روانہ ہو کر ۱۵ ظہور/ اگست کو عدن پہنچ گئے۔ آپ نے اگلے سال عدن سے پہلا احمدی رسالہ "الاسلام" جاری کیا اور علمی حلقوں میں اسلام و احمدیت کی آواز بلند کرنے کے علاوہ جماعتی تربیت و تنظیم کے فرائض بھی بجا لانے لگے۔ آپ اب تک اعلائے کلمۂ حق میں مصروف ہیں[1]

فصل ہشتم

کوائفِ قادیان

(از ۱۶ ماہِ نبوت/ نومبر تا ۳۱ فتح/ دسمبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء)

تاریخ احمدیت کی گیارھویں جلد میں ماحول قادیان کے فسادات پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد بتایا جا چکا ہے کہ کس طرح ۱۶ ماہ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کو عہدِ درویشی کا آغاز ہوا۔ اب اِس فصل میں سال ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کے بقیہ کوائفِ قادیان کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

درویشانِ قادیان کے لیل و نہار

ان اوّلین ایام میں درویشانِ قادیان کے لیل و نہار خاص طور پر باجماعت تہجد، پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی، درس میں شمولیت، مسجدِ اقصیٰ، بیت الدعا اور بہشتی مقبرہ نیز دوسرے مقاماتِ مقدسہ میں دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کے انوار و برکات سے معمور تھے۔ اور ہر درویش حفاظتِ مرکز سے متعلق ہر چھوٹی اور بڑی مفوّضہ

[1] عدن مشن کے مرکزی ریکارڈ سے ماخوذ۔

ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے مجسّم اطاعت وایثار بنا ہوا تھا۔ محصوریت کے یہ ایام انتہادرجہ گھٹن اور بے بسی کے رُوح فرسا ماحول میں گھرے ہوئے تھے مگر یہ قدوسی پوری بشاشت ایمان اور جذبہ اخلاص کے ساتھ اپنے فرائض بجالاتے اور اِس سلسلے میں کسی کام کو خواہ وہ بظاہر کتنا ہی معمولی یا حقیر کیوں نہ ہو خادمانہ شان کے ساتھ انجام تک پہنچانے کو اپنے لئے بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ جیسا کہ مرزا محمدؐ حیات صاحب سابق نگران درویشاںؓ[1] کی غیر مطبوعہ ڈائری سے معلوم ہوتا ہے درویشوں نے ان ابتدائی ایّام میں دِن رات کام کیا۔ مثلاً درویش لنگرخانہ میں سامان پہنچاتے، مہاجر احمدیوں کے گھر سے اسباب بحفاظت جمع کرتے، بہشتی مقبرہ میں معماری کا کام کرتے، بیرونی محلّوں سے جمع شدہ کتابوں کو مرتب اور مجلّد کرتے اور اپنے حلقہ درویشی کے ہر اہم مقام پر نہایت باقاعدگی اور ذمہ داری کے ساتھ پہرہ دیتے تھے۔ درویشوں کی روزانہ ایک معیّن وقت پر اجتماعی حاضری بھی لی جاتی تھی۔ چونکہ احمدی حلقہ کے چاروں طرف غیر مسلم آباد ہو چکے تھے اور حکومت اور عوام دونوں طرف سے خطرات ہی خطرات نظر آتے تھے اِس لئے ۲۲ ماہِ نبوت/نومبر کو حفاظتی نقطہ نگاہ سے دارالشیوخ والی گلی کا دروازہ اور بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے مکان کے سامنے والی گلی کا دروازہ اینٹوں سے اور احمدیہ چوک سے مسجد مبارک جانے کا راستہ لوہے کا گیٹ لگا کر بند کر دیا گیا اور تمام آمد و رفت دفتر تحریکِ جدید، مرزا محمدؐ اسمٰعیل صاحب کے مکان اور میاں عبدالرحیم صاحب دیانت، سوڈا واٹر کی دکان سے ہونے لگی۔ ۲۳ ماہِ نبوت/نومبر کو نو درویش ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی میں سے ہوتے ہوئے اسٹیشن تک گئے اور لنگر کے لئے ایک سَو بیس من کوئلہ لاد کر لائے۔ ۲۷ ماہِ نبوت/نومبر کو سکھوں کا پروگرام جلوس نکالنے کا تھا اِس لئے تمام درویشوں کو ان کے مکانات میں ہی متعیّن کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں ایک درویش بابا جلال الدین صاحب اپنے مکان سے باہر نکلے تو ملٹری کے ایک سپاہی نے انہیں دو تین تھپّڑ رسید کئے اور کہا کہ باہر کیوں نکلے ہو؟ شام چار بجے کے قریب یہ جلوس چوک میں پہنچا۔ اس موقعہ پر انتہائی اشتعال انگیز نظمیں پڑھی گئیں۔ ایک سکھ نے ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر کہا کہ یہ اِسی تلوار کا اثر ہے کہ یہاں پاکستان نہیں بن سکا۔ یکم ماہ فتح/دسمبر کو بیمار اور معذور درویشوں کے سوا سب نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کی تعمیل میں روزہ رکھا۔ ۵ ماہ فتح/دسمبر کو مولوی عبدالرحمٰن صاحب

---

[1] حال سیالکوٹ۔

فاضل امیر مقامی نے نمازِ فجر کے بعد بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کے شمال مشرقی کونہ پر ایک کمرے کی بُنیاد رکھی جو درویشوں کے تعاون سے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ ۹ ماہِ فتح / دسمبر کو درویشوں نے دفتر اُمورِ عامہ کے جنوبی جانب اجتماعی وقارِ عمل کیا۔ اِس جگہ دو تین ہزار مسلمان پناہ گزین ہو گئے تھے جن کے فُضلے سے بہت سڑاند پھیل گئی تھی۔ درویشوں نے اپنے ہاتھ سے اس جگہ کی صفائی کی اور گڑھوں کو مٹی سے پُر کر دیا۔ ۲۳ ماہِ فتح / دسمبر کو مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر اُمورِ عامہ، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے، فضل الٰہی خاں صاحب اور ۹ دیگر درویشوں کو دارالعلوم اور دارالفضل میں بھجوایا تا قرآن مجید کے جو مقدس اوراق مسجد نور یا دارالفضل کے کھیتوں میں غیر مسلموں نے نہایت بے دردی سے بکھیر رکھے تھے وہ سپردِ آتش کر کے دفن کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ان اصحاب نے نہایت محنت سے اِس مفوضہ خدمت کو انجام دیا۔ اِن لوگوں نے نور ہسپتال کے سامنے بیت البرکات کی دیوار پر مندرجہ ذیل فقرات لکھے ہوئے دیکھے "مسلمانوں سے بچ کر رہو۔" "قادیان کے ہندوؤ! قادیان سے خبردار رہو اور مسلمان کا ناس کرو۔" ۱۳ فتح / دسمبر کو کیپٹن شیر ولی صاحب نگران حفاظت قادیان کی تحریک پر بہشتی مقبرہ کے اِردگرد دیوار کی تعمیر کا پہلا مرحلہ شروع کیا گیا۔ درویشوں نے اِس کچی دیوار کو مکمل کرنے میں ازحد جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ یہ دیوار کئی برس تک قائم رہی۔ بعد ازاں اِس جگہ پختہ دیوار تعمیر کر لی گئی۔ اِس طرح بہشتی مقبرہ اور اس سے متصل بڑا باغ بھی (جو سلسلہ کی عظیم تاریخی روایات کا حامل ہے) غیروں کی دست بُرد سے محفوظ ہو گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے اہم خطوط

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے انہی دنوں اپنے قلم سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر مقامی قادیان اور جناب ملک صلاح الدین صاحب کو جو متعدد خطوط تحریر فرمائے وہ مکتوبات اصحابِ احمد جلد دوم میں محفوظ ہو چکے ہیں ان مکتوبات سے اس دور کے احوال و کوائف پر خوب روشنی پڑتی ہے اور بآسانی اندازہ لگ سکتا ہے کہ ان ہوش رُبا ایام میں دیارِ حبیبؑ کے اِن عشاق اور فدائیوں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا؟ بدلے ہوئے حالات میں انہیں کون سے نئے مسائل پیش تھے؟ اور وہ کس طرح اپنی جان ہتھیلی میں لئے ہوئے حفاظتِ

مرکز کا فریضہ بجا لانے کے علاوہ دیگر اہم اسلامی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ذیل میں حضرت میاں صاحبؓ کے بعض خطوط کے چند اقتباسات بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ (بنام مکرمی مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت قادیان)

"آپ نے اپنے متفرق خطوط میں چار اغوا شدہ (مسلمان) عورتوں کا ذکر کیا ہے جو واپس ہو کر آپ کے پاس پہنچ چکی ہیں مگر اعلان اور تلاش ورثاء کے لئے آپ نے پورے کوائف درج نہیں کئے۔ مہربانی کر کے ایک نقشہ کی صورت میں اطلاع دیں کہ ان عورتوں کے نام اور ولدیت یا زوجیت اور عمر اور اصل سکونت وغیرہ کیا ہے تاکہ ورثاء کی تلاش میں مدد مل سکے۔ یہ رپورٹ ایک نقشہ کی صورت میں بنا کر بھجوا دیں۔" (۱۶ دسمبر ۱۹۴۷ء)

۲۔ (بنام ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے)

"آپ نے لکھا ہے کہ بہشتی مقبرہ کی دیواروں اور کمرے کی تعمیر کا کام کرایا جا رہا ہے اور یہ کہ اس غرض کے لئے وہ اینٹیں لی گئی ہیں جو ڈاکٹر حاجی خان صاحب کے مکان کے پاس ہمارے مشترکہ حساب کی لگی ہوئی تھیں۔ الحمدللہ اس سے بہتر مصرف ان اینٹوں کا کیا ہو سکتا ہے مگر آپ مجھے بواپسی مطلع فرمائیں کہ بہشتی مقبرہ (میں) کونسا تعمیری کام ہو رہا ہے۔ اور بہتر ہو گا کہ دیوار اور کمرے کا جائے وقوع ایک سرسری نقشہ کی صورت میں تیار کر کے بھجوائیں۔ اس تعمیر کی وجہ سے آپ کا وقارِ عمل تو خوب ہو رہا ہو گا۔"

"قادیان کی ایک رپورٹ میں یہ ذکر تھا کہ بڑا باغ بھی سکھوں کے قبضہ میں ہے اس سے فکر ہوا کیونکہ بڑا باغ حضرت اماں جانؓ والا پرانا باغ کہلاتا ہے اور وہ اس رقبہ میں شامل ہے جس پر ہم اپنا قبضہ سمجھتے رہے ہیں اور قادیان میں حکام کو جو نقشہ دیا گیا تھا اس میں بھی بڑا باغ ہمارے قبضہ میں دکھایا گیا تھا۔ علاوہ ازیں یہ باغ حلقہ مسجد مبارک اور بہشتی مقبرہ کے درمیان واقع ہے اور اگر اس پر دوسروں کا قبضہ ہو تو بہشتی مقبرہ اور ہمارے آدمیوں کی آمد و رفت دونوں خطرہ میں پڑ سکتے ہیں آپ اس کے متعلق بواپسی جواب دیں۔ اور اگر وہ خدانخواستہ قبضہ سے نکل چکا ہو تو اس کے متعلق

پروٹسٹ کر کے دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔" ؎۱

" آپ نے کاشت کے واسطے بیلوں کی جوڑی وغیرہ کے لئے لکھا ہے۔آپ زمین کا انتظام کریں پھر یہ انتظام بھی انشاء اللہ ہوجائے گا۔مگر زمین ایسی حاصل کرنی چاہیئے جو ہماری مقبوضہ آبادی سے ملتی ہو تاکہ آنے جانے اور نگرانی میں آسانی رہے اور امن شکنی کا خطرہ بھی نہ ہو۔ دارالانوار میں میرا کنواں اور ساتھ والی میاں رشید احمد کی زمین اور دوسرے ملحقہ قطعات اِس غرض کے لئے اچھے ہیں۔چاہ جھلاروالا بھی اچھا ہے مگر اس میں اتنا نقص ہے کہ اس کے کھیت ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مخلوط ہیں۔ اراضی تکیہ مرزا کمال الدین مناسب نہیں کیونکہ وہ بالکل ایک طرف نظروں سے اوجھل ہے اور ایسی جگہ میں فساد کا زیادہ خطرہ ہوسکتا ہے۔آپ زمین کے زیادہ اچھا ہونے کا خیال نہ کریں بلکہ آنے جانے کی سہولت اور انتظامی سہولت کے پہلو کو مقدم رکھیں۔" ؎۲

" مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے لکھا کہ قادیان میں کوئی ایندھن کا ٹال نہیں ہے۔ یہ کام آپ آسانی سے قادیان میں کرا سکتے ہیں کسی احمدی کو کہہ دیا جائے کہ وہ محمد دین

؎۱ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے کا بیان ہے کہ
یہ باغ ایک سکھ نے الاٹ کروالیا تھا لیکن ہماری طرف سے اس کو قبضہ نہیں لینے دیا گیا۔پھر سردار امولک سنگھ صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل (متعین قادیان) نے اِس بارہ میں مقدمہ کی سماعت کی اور بطور تبرک بہشتی مقبرہ کا حصہ تسلیم ہوکر ہمیں مل گیا لیکن گزشتہ سال (۱۹۶۳ء۔ناقل) جو احمدیہ محلہ کے نکاس مکانات کی قریباً سوا دو لاکھ روپیہ قیمت طلب کی گئی اور عدم ادائیگی کی صورت میں مرکزی وزارت آبادی نے نیلام کرنے کی دھمکی دی تھی یہ رقم صدر انجمن ادا کر رہی ہے جس میں اس سکھ کی نیش زنی سے بڑے باغ کی قیمت چوالیس ہزار روپیہ بھی شامل کر دی گئی ہے۔
(مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم)

؎۲ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے نے مکتوبات اصحابِ احمد جلد دوم میں لکھا ہے:۔
اس وقت تو اراضی کا انتظام نہ ہوسکا چند سال بعد بعض درویشوں نے اردگرد کے غیر مسلم مہاجرین سے ٹھیکہ پر اراضی لے کر کاشت کرنا شروع کی اور اب تک کر پاتے ہیں۔صدر انجمن احمدیہ نیز اس کے صیغہ پراویڈنٹ فنڈ اور بعض درویشوں نے بہشتی مقبرہ کے قریب اراضی خریدیں مگر اب دُور دُور بھی خرید لی گئی ہیں۔

حجام والی زمین[1] متصل مکان بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی میں ٹال کھول دے یا احمدیہ چوک کے کسی حصہ میں کھول دیا جائے۔

میں نے آپ کے حسب منشاء قادیان میں احمدی دوستوں کی خیریت کا اعلان الفضل میں کرادیا تھا۔ آئندہ بھی گاہے گاہے کروا دیا جائے گا۔

میں نے آپ کی تجویز کے مطابق ڈاک خانہ اور ٹیلی فون گھر کے کرایہ کے متعلق گورداسپور چٹھی لکھ دی ہے مگر پوسٹ ماسٹر کی بجائے سپرنٹنڈنٹ کو لکھی ہے معلوم نہیں آپ نے پوسٹ ماسٹر کا نام کیوں تجویز کیا تھا۔[2]

مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے اغواء شدہ عورتوں میں سے جو قادیان واپس آگئی ہیں ان کے متعلق اعلان کرنے کے بارہ میں لکھا تھا مگر ابھی تک ایسی عورتوں کی مکمل فہرست مجھے نہیں ملی جس میں نام و پتہ وزوجیت وعمر وغیرہ کے کوائف درج ہوں۔ آپ ایسا نقشہ بنا کر بھیج دیں تو انشاء اللہ اعلان وغیرہ کے ذریعہ ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔"

(موصولہ قادیان ۲۰؍دسمبر ۱۹۴۷ء)

۴۳۔ (بنام مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر قادیان)

"آپ نے لکھا ہے یا شاید ملک صاحب نے لکھا تھا کہ حکومت نے چھینی ہوئی موٹروں کا ٹیکس مانگا ہے۔ آپ کو اس کا یہ جواب دینا چاہئیے کہ موٹریں ہمیں واپس دے دی جائیں ہم بڑی خوشی سے ان کا ٹیکس ادا کر دیں گے۔ یا کم از کم ہمیں تسلی کرا دی جائے کہ وہ عنقریب واپس کر دی جائیں گی تو پھر بھی ہم ان کا ٹیکس ادا کر دیں گے۔"[3]

"اس کے علاوہ جو موٹریں قادیان میں حکومت کے افسروں نے ہم سے لے لی ہوئی ہیں

---

[1] یہاں اب ملک محمد بشیر صاحب کا ٹال ہے۔ علاوہ ازیں پرائیویٹ رنگ میں بھی متعدد درویش فروخت ایندھن کا کام کر رہے ہیں۔ (مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم)

[2] اس سلسلہ میں طویل خط وکتابت ہوئی لیکن بعد کو کسٹوڈین کے قوانین جاری ہونے کے باعث کرایہ نہیں ملا اور یہ عمارتیں نکاس قرار پائیں۔ (مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم)

[3] یہ سب موٹریں جو ایام فسادات میں عارضی طور پر احمدیوں سے حاصل کی گئی تھیں مستقل طور پر ضبط کر لی گئیں۔

ان کے متعلق درخواست دینی چاہیئے کہ اب جبکہ ہنگامی حالات بدل چکے ہیں تو مہربانی کر کے ہمیں یہ موٹریں واپس دلائی جائیں جتنی موٹریں یا ٹرک چھینے گئے ہوں خواہ وہ انجمن کے ہوں یا احمدی افراد کے ان کے متعلق مطالبہ ہونا چاہیئے مگر فہرست احتیاط سے بنائی جائے تاکہ مالکوں کے نام اور موٹروں کی قسم اور نمبر میں غلطی نہ لگے۔ یہ خیال رہے کہ جو کمانڈ کار فیض اللہ چک کے پاس پکڑی گئی تھی وہ کیپٹن عبداللہ باجوہ کی تھی اور انہی کے نام پر مطالبہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ایک یا دو موٹر سائیکل بھی ضبط شدہ ہیں انہیں بھی اپنے مطالبہ میں شامل کر لیا جائے۔" (۱۸ دسمبر ۱۹۴۷ء)

۴۔ (بنام مولوی عبدالرحمن صاحب امیر مقامی قادیان)

"اس سوال کا جواب کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبروں کے متعلق مشرقی پنجاب کے رجسٹرار کو اطلاع دینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ناظر اعلیٰ لاہور سے پُوچھ کر بھجواؤں گا۔ عموماً ایسی اطلاع ہر سال کے شروع میں دی جاتی ہے پس وسط جنوری کے قریب ایسی اطلاع دینی کافی ہوگی اور قاضی عبدالرحمن صاحب سے کہہ دوں گا کہ وہ عبارت بنا کر آپ کو بھجوا دیں۔

آپ نے خط نہ پہنچنے کی شکایت کی ہے مگر جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ ڈاک کھل گئی ہے میں بالعموم روزانہ خط لکھتا ہوں مگر لازماً یہ خط پانچ پانچ چھ چھ دن میں پہنچتے ہیں۔ اُمید ہے اَب تک آپ کو خط مِل چکے ہوں گے۔

لاری یا ٹرک بھجوانے کی ہمیں خود فکر ہے اور اس کے متعلق مسلسل کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن بعض روکیں ہیں۔ آپ بالکل یہ خیال نہ کریں کہ ہم اس کی طرف سے غافل ہیں۔ دراصل اس کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ اوّل موٹروں کا ملنا جو اِس وقت گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔ دوسرے گورنمنٹ کی اجازت کا ملنا اور تیسرے فوجی اسکورٹ کا ملنا۔

جو واپس شدہ مسلمان عورتیں آپ کے پاس پہنچی ہوئی ہیں آپ اُن کو حفاظت سے رکھیں اور ان کی خدمت کا ثواب کمائیں۔ انشاء اللہ جلدی کانوائے بھجوایا جائے گا اس

وقت ان کو لاہور بھجوا دیں۔

مختاراں بی بی سے کہہ دیں کہ اس کے رشتہ داروں کا لاہور میں پتہ لگ گیا ہے اور میں نے اُن کو اطلاع دے دی ہے اور وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ زہرہ کے متعلق لاہور ریڈیو پہ اعلان کروایا ہے اور الفضل میں بھی کرا رہا ہوں جب بھی اس کے رشتہ داروں کا پتہ لگا آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ مگر میں نے آپ کو لکھا تھا کہ واپس شدہ عورتوں کی ایک یکجائی فہرست پُورے کوائف کے ساتھ تیار کر کے بھجوا دیں۔

مسماۃ سرداراں جو سوجان پُور سے زخمی ہو کر آئی ہے اس کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خاوند کا پتہ لئے بغیر نکاح کس طرح ہو سکتا ہے اس کا اعلان بھی اچھی طرح ہونا چاہیئے۔ سو آپ مجھے مسماۃ سرداراں کے جملہ کوائف نوٹ کر کے بھجوا دیں تاکہ میں اعلان کروا سکوں۔ یعنی خاوند کا نام، باپ کا نام، ماں باپ کے گاؤں کا نام، سسرال کے گاؤں کا نام وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی طرف سے کوائف آنے پر انشاء اللہ اخبار میں بھی اور ریڈیو پر بھی اعلان کرا دیا جائے گا۔ [1]

آپ نے پوچھا ہے کہ جن احمدیوں کے مکانوں سے کچھ سامان برآمد ہو رہا ہے اس سامان کو کیا کیا جائے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سامان علیحدہ علیحدہ فہرستیں بنا کر مالکِ مکان کے نام پر بطور امانت محفوظ رہنا چاہیئے کیونکہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی جگہ خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ ایسی فہرست مجھے بھجوا دیں تو میں مالکوں کو پوچھ کر اُن کا منشاء بتا سکوں گا۔ اسی طرح پارچات کے متعلق بھی۔

ہمارے بیرونی محلّوں میں جو دروازوں، کھڑکیوں اور چھتوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے آپ اس کے متعلق افسروں کو زبانی اور تحریری توجہ دلاتے رہیں۔ مکانوں کی حتی الوسع حفاظت ہونی چاہیئے ورنہ بعد میں جماعت کو بھاری خرچ کرنا ہوگا۔ [2]

---

[1] یہ مستورات بحفاظت قادیان سے پاکستان بھجوا دی گئی تھیں (مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم)۔ [2] بہت سے مکان بطور ملبہ فروخت ہو گئے تھے مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم نے بہت محنت کر کے تمام ایسے مکانات کی محلہ وار فہرست حکومت کو مع اس تفصیل کے بھجوائی کہ ان کا کونسا حصّہ منہدم ہے؟ بفضلہ تعالیٰ اس کے بعد مکانات کی ناجائز فروخت اور منہدم کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا (مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم)۔

حنط (گندم) کے متعلق میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ضرورت سے کچھ زائد رکھ کر باقی فروخت کر دی جائے مگر ایسی احتیاط کے ساتھ فروخت کی جائے کہ کسی قسم کا خطرہ یا نقصان کا اندیشہ نہ پیدا ہو۔ یہ صورت آپ مقامی طور پر خود سوچ سکتے ہیں۔

" ننگل باغباناں (متصل قادیان۔ مرتّب) کی احمدیہ مسجد کے جو مینارے گرائے گئے ہیں اور اس میں سکھ پناہ گزین رہتے ہیں اور اس کے اُوپر کانگرس کا جھنڈا لگا دیا گیا ہے۔ آپ اس کے متعلق مقامی پولیس اور علاقہ مجسٹریٹ اور ڈی۔سی کو لکھ کر توجہ دلائیں۔ اِس بات کا بھی پتہ لے کر رپورٹ کریں کہ ہماری قادیان والی مسجدیں اور عیدگاہ کس حال میں ہیں۔ نمبروار رپورٹ کریں۔ موجودہ حالات میں انہیں پولیس کی موجودگی میں مقفّل کر دینا چاہیئے اور کُنجیاں اپنے پاس محفوظ رکھی جائیں۔"

"ضیاء الاسلام پریس کے متعلق انشاء اللہ یہاں ضروری کارروائی کی جائے گی آپ بھی اس کے متعلق احتجاج کریں[1]

عبد اللطیف کے بھٹّہ کی اینٹیں آپ بے شک وہاں سے اُٹھوا کر کچھ بہشتی مقبرہ میں اور کچھ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جمع کروالیں۔ اِس کا خرچ امانت سے برآمد کرلیں۔

مقبرہ بہشتی کے اِردگرد جو چار دیواری بنائی جارہی ہے اس میں صرف قبروں والا حِصّہ ہی شامل نہ کریں بلکہ قبروں کے ساتھ جو مقبرہ کی خرید کردہ زمین ہے وہ بھی شامل کرلیں۔"

(۲۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

۵ ۔ (بنام مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر مقامی قادیان)

" آج ملک صلاح الدین صاحب کا فون ملا جس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت صاحب کا جلسہ سالانہ والا پیغام ابھی تک نہیں پہنچا[2]۔ مَیں یہ پیغام تین نقلیں کروا کے ۲۳ر دسمبر کو ہوائی ڈاک کے ذریعہ تین مختلف دوستوں کے نام بھجوا چکا ہوں۔ ایک آپ کے نام جو اصل ہے

---

[1] صدر انجمن احمدیہ نے بعد میں مکمل محکمانہ ثبوت نہ ہونے کے باعث دعویٰ ترک کر کے یہ پریس خرید لیا تھا (مکتوبات اصحابِ احمد جلد دوم) ۔ [2] تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۱ وصفحہ ۴۳۹ میں اس پیغام کا متن سالانہ جلسہ قادیان ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کے کوائف کے تحت درج ہو چکا ہے۔

دوسرے عزیز ظفر احمد کے نام اور تیسرے ملک صلاح الدین صاحب کے نام۔ امید ہے آپکو ان میں سے کوئی نہ کوئی خط ۲۶-۲۷ تاریخ تک مل جائے گا۔

جلسہ کا پروگرام فون پر معلوم ہوا میں پہلے لکھ چکا ہوں اور آج اس کے متعلق تار بھی دے رہا ہوں کہ ایک تقریر جماعتِ احمدیہ کی پچاس سالہ تعلیم پر ہونی چاہیئے کہ احمدی جس حکومت کے ماتحت بھی ہوں اس کے وفادار بن کر رہیں اور اب جبکہ قادیان انڈین یونین میں آگیا ہے۔ قادیان میں رہنے والے احمدی اپنے مقررہ اُصول کے مطابق انڈین یونین کے وفادار ہیں اور رہیں گے اسی طرح جس طرح پاکستان کی حکومت کے اندر رہنے والے احمدی پاکستان کے وفادار ہوں گے اور لنڈن میں رہنے والے احمدی برطانیہ کے وفادار ہوں گے اور امریکہ میں رہنے والے احمدی امریکہ کی حکومت کے وفادار ہوں گے وعلیٰ ہذا القیاس۔"

"منشی محمد صادق صاحب کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ جو نیا دو منزلہ کمرہ تعمیر ہوا تھا وہ پھٹ کر ایک طرف کو جھک گیا ہے۔ اس کی ضروری مرمت ہونی چاہیئے ورنہ گر کر مزید نقصان کا اندیشہ ہے۔"

۶۔ (بنام ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)

"عزیز مرزا مظفر احمد سیالکوٹ سے آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ڈی۔سی گورداسپور کو فون کیا تھا اور ہمارے مکان کی جو سکھوں نے گرا کر مکان گوردوارے میں شامل کر لیا ہوا ہے اس کے متعلق فون پر بات کی تھی۔ ڈی۔سی صاحب گورداسپور نے کہا کہ میں نے حکم دے دیا ہوا ہے کہ اگر احمدی اپنی دیوار تعمیر کرائیں اور کوئی سکھ مزاحم ہو تو اسے گرفتار کیا جائے۔ مظفر نے کہا کہ موجودہ حالات اور موجودہ فضا میں بہتر یہ ہے کہ حکومت خود اپنے انتظام میں دیوار تعمیر کرا دے اور ہم سے خرچ لے لے۔ ڈی۔سی صاحب نے اتفاق کیا کہ ایسی ہدایات جاری ... کر دیں گے۔"[1] (۲۷۔ دسمبر ۱۹۴۷ء)

[1] ملک صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں "کچھ عرصہ بعد سردار امرسنگھ مجسٹریٹ نے سکھوں کو بلا کر ناجائز قبضہ والا حصہ خالی کرنے اور ہمیں قبضہ کرنے کو کہا اور بیس روز کی مہلت ہمیں دی گئی۔ غیر مسلم اس حصہ سے ملبہ اٹھانے میں تاخیر کرنا چاہتے تھے۔ بحمداللہ خاکسار کی تجویز کامیاب ہوئی کہ ہم خود مل کر ملبہ ان کی طرف ڈال کر درمیانی دیوار شام تک کھڑی کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔"

۷۔ (بنام ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے)

"جو دوست اپنی خوشی سے اگلی ٹرم میں قادیان ٹھہرنا چاہیں انہیں اجازت دی جائے۔ جزاھم اللّٰہ خیرًا وکان معھم۔ لیکن احتیاطاً حضرت صاحب سے بھی پُوچھ لوں گا اور پھر اطلاع دوں گا۔

آپ نے لکھا ہے کہ مسجد نُور میں تین من کے قریب قرآن شریف کے اوراق منتشر پائے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ اس کے متعلق ڈی۔سی گورداسپور اور کمشنر جالندھر اور وزیرِ اعظم مشرقی پنجاب اور پنڈت نہرو صاحب نئی دہلی اور گاندھی جی نئی دہلی کو لکھیں کہ مسلمانوں کے نزدیک سب سے زیادہ دُکھ دینے والی بات انکے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچانا ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کی عملی توجیہہ ہو کہ دشمن کے ملک میں قرآن شریف نہ لے جاؤ۔

ڈاکٹر صاحب اور کمپوڈر ان کی تبدیلی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

اغواء شدہ مسلمان عورتوں کے متعلق جو قادیان کے ماحول میں ہیں پاکستان کے متعلقہ محکمہ کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ اپنا نمائندہ ہندوستان بھجوائیں"۔

(۲۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

۸۔ (بنام ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

"مسجد نور میں جو قرآن کریم کے تین من اوراق پھٹے ہوئے پائے گئے ان کا فوٹو مجھے احتیاط کے ساتھ بھجوا دیا جائے"۔ (۲۹ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

۹۔ (بنام ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

"آپ نے فون پر کہا تھا کہ عزیز مرزا ظفر احمد کے مضمون[۱] نے لوگوں کو بہت رُلایا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ یہاں تو حضرت صاحب نے رونے سے منع کر دیا ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ دعا میں رقّت کا پیدا ہونا منع ہے حضرت صاحب کا منشاء تھا کہ قادیان سے باہر آنے والے احمدی قادیان کی یاد میں رونے کی بجائے اپنے درد اور جوش

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ احمدیت" جلد ۱۱ صفحہ ۴۴۴۔

کو قوتِ عملیہ میں منتقل کرنے کی کوشش کریں۔"

فصل نہم

۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات

الحمدللہ ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کے وہ حالات جو تاریخ احمدیت جلد دہم کے آخر سے شروع ہوئے تھے اختتام تک آپہنچے ہیں اب صرف بعض متفرق اور مختصر مگر اہم واقعات کا ذکر باقی ہے۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اقوامِ متحدہ میں مسئلۂ فلسطین سے متعلق پُرشوکت تقریر

ان بقیہ واقعات میں سے ایک اہم اور قابلِ ذکر واقعہ احمدیت کے مایۂ ناز فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اقوامِ متحدہ میں مسئلہ فلسطین سے متعلق وہ پُرشوکت تقریر ہے جو آپ نے پاکستانی وفد کے لیڈر کی حیثیت سے ۹ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کو فرمائی۔[1] چوہدری صاحب نے فلسطینی مسلمانوں

---

[1] مسٹر الفرڈ ایم لِلنتھل اپنی کتاب "WHAT PRICE ISRAEL" میں (جو ہنری ریگنری کمپنی شکاگو نے شائع کی) لکھتا ہے کہ "پاکستان کے مندوب نے تقسیم کی تجویز کے خلاف عربوں کی طرف سے زبردست جنگ لڑی۔ انہوں نے کہا فلسطین کے بارہ لاکھ عربوں کو اپنی مرضی کی حکومت بنانے کا حق چارٹر میں دیا گیا ہے۔ ادارہ اقوامِ متحدہ صرف ایسی موثر شرائط پیش کر سکتا ہے جن سے فلسطین کی آزاد مملکت میں یہودیوں کو مکمل مذہبی، لسانی، تعلیمی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو اس کے لئے عربوں پر کوئی اور فیصلہ مسلّط نہیں ہو سکتا (صـ۱۷) نیز لکھا "جنرل اسمبلی میں پاکستانی نمائندے کی خطابت جاری رہی "مغربی طاقتوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ کل انہیں مشرقِ وسطیٰ میں دوستوں کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ملکوں میں اپنی عزت اور وقار تباہ نہ کریں۔ جو لوگ انسانی دوستی کے زبانی دعوے کرتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ اپنے دروازے بے گھر یہودیوں پر بند کئے ہوئے ہیں اور انہیں اصرار ہے کہ عرب فلسطین میں یہودیوں کو نہ صرف پناہ دیں بلکہ ان کی ایک ایسی ریاست بھی بننے دیں جو عربوں پر حکومت کرے"! (صـ۱۸-۱۹)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا مسئلہ کس مؤثر رنگ میں پیش کیا؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے اخبار "نوائے وقت" میں شائع شدہ دو خبروں کا مطالعہ کافی ہوگا:۔

(پہلی خبر) "سر ظفر اللہ کی تقریر سے اقوامِ متحدہ کی کمیٹی میں سکتے کا عالم طاری ہوگیا امریکہ، روس اور برطانیہ کی زبانیں گنگ ہوگئیں

لیک سیکس، ۱۱ اکتوبر۔ رائٹر کا خاص نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ اقوامِ متحدہ کی کمیٹی میں جو فلسطینی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیٹھی تھی کل پاکستانی مندوب سر ظفر اللہ کی تقریر کے بعد ایک پریشان کن تعطّل پیدا ہوچکا ہے اور جب تک امریکہ اپنی روش کا اعلان نہ کردے دیگر مندوبین اپنی زبان کھولنے کے لئے تیار نہیں۔ امریکن نمائندہ جو اس دوران میں ایک مرتبہ بھی بحث میں شریک نہیں ہوا اس وقت تک بولنے کے لئے آمادہ نہیں جب تک کہ صدر ٹرومین وزیرِ خارجہ مسٹر جارج مارشل اور خود وفد ایک مشترکہ اور متفقّہ حل تلاش نہ کرلیں۔

کمیٹی میں کل کی بحث میں کمیٹی کے صدر ڈاکٹر ہربرٹ ایوات (آسٹریلیا) نے بہت پریشانی اور خفت کا اظہار کیا جب بحث مقررہ وقت سے پہلے ہی آخری دموں پر پہنچ گئی اور امریکن مندوب اس طرح خاموش بیٹھا رہا گویا کسی نے زبان سی دی ہو۔ اقوامِ متحدہ کے تمام اجلاس میں یہ واقعہ اپنی نظیر آپ ہے۔

پاکستانی مندوب نے ایک لفظ میں دوسرے مندوبین کے وارداتِ قلب کا اظہار کردیا جب اس نے اُکتا کر یہ مشورہ دیا کہ چونکہ بعض سرکردہ مندوبین تقریر کرنے سے واضح طور پر "ہچکچا رہے" ہیں اس لئے فلسطین پر عام بحث فوراً بند کردی جائے۔ امریکن وفد دو دن سے اس بحث میں مبتلا ہے کہ اسے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے لیکن ابھی تک وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ وفد کے ایک رُکن نے دریافت کرنے پر یہ بتانے سے گریز کیا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ حمید نظامی کے ۱۹۵۴ء کے خطوط (مطبوعہ "نشانِ منزل" صد ۴۹) میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب وہ وی آئی عالمی صحافی کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے تو اُن کے جہاز میں ایک یہودی عالم اور ایک یہودی ایڈیٹر بھی سوار تھے جو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی سخت مذمت کرتے اور آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ یہودی حلقے آپ کی شخصیت سے اتنا بغض و عناد کیوں رکھتے ہیں؟ مندرجہ بالا پس منظر کی روشنی میں اس کا سبب بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔

امریکن صدر مقام میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ مندوبین جس طرح اِس مسئلہ پر اب تک اظہارِ خیال کرتے رہے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی کافی وجوہات ہیں کہ مندوبین میں نہ صرف عرب اور یہودی مطالبات اور دلائل کی صحت اور حقانیت کے بارہ میں ہی عارضی اختلافات ہیں بلکہ بعض مندوبین کو اِس امر کا بھی احساس ہے کہ روس سے متعلق امریکہ کی موجودہ حکمتِ عملی کے لئے عربوں کی حمایت اور ہمدردی انتہائی اور فیصلہ کن اہمیت رکھتی ہے۔

رُوس نے بھی ابھی تک اِس مسئلہ پر اپنی روش کا اظہار نہیں کیا ہے۔ امریکہ کی خاموشی کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ وہ رُوس کو اپنی خاموشی سے تھکا کر بولنے پر مجبور کرنا چاہتا ہے اور خود سب سے آخر میں تقریر کرنا چاہتا ہے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ فلسطینی مسئلہ اَب بُری طرح روس اور امریکہ کی باہمی کشمکش میں اُلجھ جائے گا۔ (رائٹر) ؎۱

(دوسری خبر)

"فلسطین کے متعلق سر ظفر اللہ کی تقریر سے دھوم مچ گئی
عرب لیڈروں کی طرف سے سر ظفر اللہ خاں کو خراجِ تحسین

نیویارک ۱۰۔ اکتوبر۔ مجلس اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں سر محمد ظفر اللہ خاں رئیس الوفد پاکستان نے جو تقریر کی وہ ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھی۔ آپ تقریباً ۱۱۵ منٹ بولتے رہے۔ اِس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ جب آپ تقریر ختم کر کے بیٹھے تو ایک عرب ترجمان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین پر عربوں کے معاملہ کے متعلق یہ ایک بہترین تقریر تھی۔ آج تک مَیں نے ایسی شاندار تقریر نہیں سُنی۔

سر محمد ظفر اللہ خاں نے اپنی تقریر میں زیادہ زور تقسیمِ فلسطین کے خلاف دلائل دینے میں صَرف کیا۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مسرّت و ابتہاج سے عرب نمائندوں کے چہرے تمتما اُٹھے۔ تقریر کے خاتمے پر عرب ممالک کے مندوبین نے آپ سے مصافحہ کیا اور ایسی شاندار تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی۔ ایک انگریز مندوب نے سر ظفر اللہ کو پیغام بھیجا کہ آپ کی تقریر نہایت شاندار تھی مجھے اس کی نقل بھیجئے مَیں انہماک سے اس کا مطالعہ کرنا

؎۱ نوائے وقت ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱

چاہتا ہوں۔ تقریر کے بعد سر ظفر اللہ خاں بہت تھکے ماندے نظر آتے تھے۔" [1]

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے اس تاریخی خطاب نے اقوامِ عالم کے سامنے فلسطینی مسلمانوں کا مسئلہ حقیقی خدوخال کے ساتھ نمایاں کر دیا اور متعدد ممالک نے تقسیمِ فلسطین کے خلاف رائے دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن بعد میں انہوں نے دُنیا کی بعض بڑی طاقتوں کی طرف سے دباؤ میں آ کر اپنی رائے بدل لی اور ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عرب اور یہودی دو علاقوں میں تقسیم کرنے کی امریکی روسی قرارداد پاس کر دی۔[2]

---

[1] نوائے وقت ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

[2] چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک فاضلانہ خطاب فرمایا جس میں مسئلہ تقسیم فلسطین کی سازش پر مفصل روشنی ڈالی۔ اس تقریر کا ملخص اخبار "نوائے وقت" نے درج ذیل الفاظ میں شائع کیا:۔

"لاہور ۹ دسمبر۔ ادارہ اقوامِ متحدہ میں پاکستانی وفد کے قائد چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں نے آج مسئلہ فلسطین کے تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی۔ انہوں نے ادارہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقسیمِ فلسطین کے فیصلہ کو سخت نامنصفانہ قرار دیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے سر ظفر اللہ نے سخت افسوس ظاہر کیا کہ امریکی حکومت نے چھوٹی چھوٹی طاقتوں کے نمائندگان پر ناجائز دباؤ ڈال کر تقسیمِ فلسطین کے حق میں فیصلہ کرا لیا۔ سر ظفر اللہ نے کہا کہ امریکہ کی انتخابی سیاسیات نے فلسطین کو ایک مُہرہ بنایا۔ آپ نے فرمایا کہ سرزمین فلسطین کی مجوزہ یہودی ریاست میں نہ صرف ایک مضبوط عرب اقلیت ہمیشہ کے لئے یہودیوں کی غلام بن جائے گی بلکہ ملک کی اقتصادیات پر بین الاقوامی کنٹرول قائم ہو جائے گا جو قطعاً غیر قانونی حرکت ہے۔

چوہدری سر محمد ظفر اللہ نے بتایا کہ کس طرح امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے یہودی اثر کے ماتحت چھوٹی چھوٹی اقوام پر ناجائز دباؤ ڈالا اور دو تین فیصلہ کُن ووٹ حاصل کر لئے جن کے مطابق ادارہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فلسطین کی تقسیم کا نامنصفانہ فیصلہ ہوا۔

سر ظفر اللہ نے بتایا کہ ۲۶ نومبر کو ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں اور مخالف فریق کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا تھا لیکن عین آخری وقت رائے شماری بلاوجہ ۲۸ نومبر پر ملتوی کر دی گئی تاکہ دوسرے ممالک پر دباؤ ڈال کر فلسطین کے متعلق ان کا رویہ تبدیل کیا جا سکے۔ چنانچہ جب ہیٹی کے مندوب نے رائے شماری کے بعد مجھ سے ملاقات کی تو اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور اس نے افسوس ظاہر کیا کہ اسے آزادی کے ساتھ ووٹ دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اکثر ایسے مندوبین نے جنہوں نے تقسیمِ فلسطین کے حق میں ووٹ ڈالے یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے نہایت مجبوری کے عالم میں تقسیمِ فلسطین

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کا سفرِ انگلستان

اِس سال کے آخر کا ایک واقعہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کا سفرِ انگلستان ہے حضرت صاحبزادہ صاحب ماہِ نبوت / نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں اپنے بعض رفقاء سمیت انگلستان تشریف لے گئے اور شروع وفا/جولائی ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء میں واپس پاکستان پہنچے۔[1] حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو ہدایت فرمائی تھی کہ انگلستان میں لیبارٹری کا سامان حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ چنانچہ آپ نے اس کی تعمیل کی۔ کہتے ہیں کہ سفرِ انگلستان کے دوران آپ کے ایک انگریز سیکرٹری نے بتلایا کہ فنڈ ختم ہو رہا ہے اور سفر جاری رکھنا مشکل ہے۔ آپ نے اللہ سے دعا کی اور فرمایا فکر نہ کرو انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ چنانچہ اگلے ہی روز جب آپ ایک بازار میں سے گزر رہے تھے ایک شخص آپ کو دیکھتے ہی بے ساختہ سینٹ (SAINT) یعنی ولی، خدا رسیدہ کہہ کر پکارنے لگا اور ایک بڑی رقم کا چیک آپ کی خدمت میں پیش کر کے دعا کی درخواست کی۔ انگریز سیکرٹری اِس واقعہ سے بہت حیران ہوا اور کہنے لگا واقعی آپ لوگوں کا خدا نرالا ہے۔[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ کے حق میں ووٹ ڈالے اور اسی سپرٹ میں تقسیم فلسطین کا فیصلہ ہوا۔"

"سر ظفر اللہ نے بتایا کہ جنرل اسمبلی میں کس طرح شروع میں عربوں کو تقسیم فلسطین کی سکیم کے استرداد کا یقین تھا لیکن بعد ازاں زبردست سازشیں کی گئیں کہ عربوں کی حامی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ صدر اسمبلی نے رائے شماری کو ۲۶۔ نومبر سے ۲۸۔ نومبر پر ملتوی کر دیا۔ دریں اثناء امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے بعض مندوبین پر اُن کی حکومتوں کی مدد سے دباؤ ڈالا اور عربوں کے حامی ۱۷ مندوبین میں سے ۴ مندوب دوسرے فریق سے جا ملے۔ لائبیریا کے نمائندے نے اعتراف کیا کہ واشنگٹن میں ان کے سفیر نے انہیں تقسیم فلسطین کی حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہیٹی کے نمائندے نے ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ بتایا کہ وہ اپنی حکومت کی تازہ ہدایات کے ماتحت اب تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ دینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس طرح بالآخر تقسیم فلسطین کے حق میں امریکی اور یہودی سازش کامیاب ہو گئی اور تقسیم فلسطین کا فیصلہ کر دیا گیا۔" (نوائے وقت ۱۱۔ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۶)

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا:۔ [1] الفضل ۶ وفا۔ ۳۰ وفا ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء۔ حضرت میاں صاحب ۲۰۔ نومبر ۱۹۴۷ء کو وارد انگلستان ہوئے۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اور لندن کے دوسرے احمدیوں نے آپ کا استقبال کیا۔

[2] "سیرت حضرت مرزا شریف احمد" صفحہ ۸۵۔ ۸۶ (مؤلفہ چوہدری عبدالعزیز صاحب واقفِ زندگی۔ ناشر مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)۔

بیرونی مشنوں کے حالات

نائیجیریا مشن:۔ جماعتِ احمدیہ اور مخالفین کے درمیان عرصہ سے ایک مقدمہ چل رہا تھا جس کا فیصلہ اِس سال جماعتِ احمدیہ کے حق میں ہو گیا۔[1]

شام مشن:۔ اِس سال جماعتِ احمدیہ دمشق کو اپنے ناظم تبلیغ السیّد محمد علی بک الارناؤط جیسے مخلص اور مقتدر احمدی کی وفات کا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ السیّد محمد علی پر صداقتِ احمدیت کا انکشاف بذریعہ خواب ہُوا تھا چنانچہ انہوں نے عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ ایک شخص آپ سے کہہ رہا ہے "اَحْمَدُ الْقَادِیَانِیْ صَادِقٌ" یعنی احمد قادیانی سچے ہیں۔ اس کے بعد الاستاذ منیر الحصنی صدر جماعتِ احمدیہ دمشق کی تحریک و تبلیغ پر آپ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ ماہ شہادت/اپریل ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کے شروع میں آپ کا انتقال ہُوا۔ دمشقی پریس نے مرحوم کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اہلِ شام کا پُرانا اور حقیقی دوست اُن سے جُدا ہو گیا ہے۔ "الف باء" "الایام" "القبس" "الکفاح" "النصر" "المنار" "النضال" وغیرہ شامی اخبارات نے اپنے کالموں میں آپ کے دینی و ملّی کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔[2]

سیرالیون مشن:۔ اِس سال جماعتِ احمدیہ سیرالیون کا قدم ایسی تیزی سے آگے بڑھا کہ عیسائیوں کو مجبوراً اپنے بعض مشن بند کر دینے پڑے۔ چنانچہ ایک عیسائی مبصر اور سیرالیون امریکن مشن کے پادری ولیورڈ گار نے اعتراف کیا:۔

"پورٹ لوکوہ میں انگریزی چرچ کے پَیرو بہت کم ہیں حالانکہ یہ چرچ اس علاقہ میں بیسیوں سال سے کام کر رہا ہے۔ اور امریکن مشن نے بھی لوگوں کو عیسائی بنانے کی بے حد کوشش کی ہے۔ مگر جب ہم اس مشن کا معائنہ کرنے کے لئے گئے تو ہم نے دیکھا کہ یہ مشن اپنا کاروبار بند کر رہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے کام کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ اے۔ ایم۔ ای مشن کی ایک چھوٹی سی شاخ بھی وہاں موجود ہے۔ اِسی طرح انگریزی مشن اور اس کا ایک متحدہ سکول بھی ہے لیکن عملاً پورٹ لوکوہ کے تمام طالب علم نیٹو ایڈمنسٹریشن سکول واقعہ اولڈ پورٹ لوکوہ میں اِس کثرت سے چلے گئے ہیں کہ ان کا وہاں سمانا مشکل ہو گیا ہے۔ چونکہ لوگوں کا رُجحان اسلام کی طرف ہے اِس لئے لوگ ایسے سکولوں سے نفرت

---

[1] الفضل ۲۴ تبوک ۱۳۲۶ہش صفحہ ۳ [2] الفضل ۱۶ ہجرت ۱۳۲۶ہش صفحہ ۳۔

کرتے ہیں جن کے ناموں میں عیسائیت کا نشان پایا جاتا ہو۔ اور نیٹو ایڈمنسٹریشن سکول کو پسند کرتے ہیں جہاں ان کو عربی پڑھائی جاتی ہے۔ جنگل، دلدل اور دریا گویا سب نے سازش کی ہوئی ہے کہ لوگوں کو توہمات میں مصروف رکھیں کیونکہ ان کا پس منظر ہی قدامت پسندانہ ہے جس کا انحصار بے شمار دیوتاؤں کی پوجا پر ہے۔ جب تک جنگل اور جھاڑیاں صاف نہ ہو جائیں اور دلدلوں میں کھیتی باڑی نہ ہونے لگے اور تعلیم اور تمدن اور اقتصادی حالت ترقی نہ کر جائے اس وقت تک صرف توہمات کو بُرا بھلا کہنے سے عیسائیت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ان حالات میں یہ بہتر ہے کہ لوگوں کو اسلام کی آغوش میں جانے کے لئے چھوڑ دیا جائے جس کی طرف انہیں پہلے ہی دلی رغبت ہے۔ اسلام کی شریعت بہت اعلیٰ اخلاقی اُصول پر مبنی ہے اِس لئے کوئی وجہ نہیں کہ مسیحیت اس کے مقابلہ پر میدان میں شکست پر شکست کھانے کے باوجود لڑتی رہے۔ لڑائی ابھی تک جاری ہے۔ اصول کا تصادم دونوں طرف سے سختی سے جاری ہے لیکن حال میں احمدیہ تحریک کی طرف سے جو کمک اسلام کو پہنچی ہے اور جو روکوپر کے علاقے میں کافی مضبوطی سے قائم ہو چکی ہے وہ اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ شہر کامبیہ میں امریکن مشن کا بند ہو جانا بھی اِسی کشمکش کا نتیجہ ہے۔"[1]

(ترجمہ)

مُجاہدینِ احمدیّت کی بیرونی ممالک کو روانگی اور واپسی

اِس سال مندرجہ ذیل مجاہدینِ احمدیت تبلیغِ اسلام کے لئے قادیان سے مشرقی افریقہ روانہ ہوئے:۔

۱۔ میر ضیاء اللہ صاحب (روانگی ۹ صلح)
۲۔ مولوی فضل الٰہی صاحب بشیر (روانگی ۹ صلح) ۳۔ مولوی جلال الدین صاحب قمر (روانگی ۹ تبلیغ)
۴۔ سید ولی اللہ صاحب (" ۹ تبلیغ) ۵۔ مولوی عنایت اللہ صاحب خلیل (")
۶۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب (")[2]

---

[1] بحوالہ الفضل ۷ ہجرت/مئی ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء صفحہ ۴۔

[2] الفضل ۸ صلح، ۱۰ صلح، ۱۰ تبلیغ ۱۳۲۶ھش صفحہ ۳۔

مندرجہ ذیل مجاہدینِ احمدیت نہایت کامیابی کے ساتھ فریضۂ تبلیغ بجالانے کے بعد ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء میں واپس تشریف لائے :۔

۱۔ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر (واپسی از گولڈ کوسٹ ۷ ماہ صلح) ؎۱

۲۔ الحاج حکیم مولوی فضل الرحمٰن صاحب (,, ,, نائیجیریا ۳ ماہ فتح) ؎۲

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا تقرر وزیرِ خارجہ پاکستان کی حیثیت سے

بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح نے مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو پاکستان کا وزیرِ خارجہ مقرر فرمایا۔

اِس تقرر سے قبل چوہدری صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ کو میری لیاقت اور دیانت پر پورا اعتماد ہے تو مَیں وزارت کے علاوہ کسی بھی اور حیثیت میں پاکستان کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ قائدِ اعظم کا جواب صرف یہ تھا کہ تم پہلے شخص ہو جس نے اِن خیالات کا اظہار کیا ہے مَیں جانتا ہوں کہ تم عہدے کے طلبگار نہیں ہو۔ ؎۳

پاکستان کے صحافتی حلقوں میں چوہدری صاحب کے اِس تقرر کا نہایت گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا چنانچہ :۔

۱۔ کراچی کے وقیع انگریزی اخبار ڈان (DAWN) نے لکھا:۔

"یہ انتخاب نہایت ہی پسندیدہ ہے اِسے عالمگیر تائید حاصل ہو گی اور اِس سے وزارت کی ذہانت اور حکومت کرنے کی اہلیت میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے" ؎۴ (ترجمہ)

۲۔ روزنامہ "احسان" لاہور نے ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"چوہدری صاحب کو معاملاتِ خارجہ اور ریاستی تعلقات کا محکمہ سونپا گیا ہے...
بین الاقوامی مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت کے لحاظ سے چوہدری ظفر اللہ کا انتخاب بُرا نہیں۔ پچھلے دنوں یو۔ این۔ او۔ کے رئیسِ وفد کی حیثیت سے انہوں نے جو کام کیا ہے وہ اِس بات کی بہت بڑی ضمانت ہے کہ معاملاتِ خارجہ کی اہم اور نازک ذمہ داری کو سنبھالنے کی

؎۱ الفضل ۸ صلح ۱۳۲۶ھش ÷ ؎۲ الفضل ۴ فتح ۱۳۲۶ھش

؎۳ افتتاحیہ سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۲ اگست ۱۹۵۲ء (ترجمہ) ÷ ؎۴ ڈان ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء

صلاحیت ان میں پوری طرح موجود ہے۔"

۳۔ اخبار "طاقت" (لاہور) نے لکھا:۔

"اتحادی قوموں کی اسمبلی کے اجلاس میں پچھلے دنوں چوہدری ظفراللہ خاں نے پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے اپنی آئینی قابلیت اور سیاسی تدبّر کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا تھا اس کو دیکھتے ہوئے موصوف کو پاکستان کا وزیرِ خارجہ بنائے جانا چنداں باعثِ تعجب نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ چوہدری ظفراللہ نے فلسطین کے مسئلے پر اتحادی قوموں کے اجلاس میں جو معرکہ آراء تقریریں کیں ان کی گونج ساری دُنیا میں پھیلی اور خاص طور پر عربی دُنیا نے چوہدری ظفراللہ خاں کی ان تقریروں پر اتنی داد دی اور وہاں کے اخبارات نے ان پر اتنا لکھا کہ آج موصوف کا نام ہر عربی بولنے والے کی زبان پر ہے اور یوں بھی چوہدری ظفراللہ خاں کی قانون دانی کا ان کا سخت سے سخت دشمن بھی مُعترف ہے اور سفارتی کاموں کا ان کو کافی تجربہ ہے۔ چنانچہ انگریزی راج کے زمانہ میں وہ بعض اہم سیاسی مہموں پر بھیجے گئے اور ہمارا خیال ہے کہ ان کو بین الاقوامی سیاسیات کے نشیب و فراز سے کافی واقفیت ہے۔" [۱]

۴۔ روزنامہ "سفینہ" (لاہور) نے حکومتِ پاکستان کو اِس صحیح انتخاب پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے لکھا:۔

"چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں کو پاکستان وزارت میں لے لیا گیا ہے اور ان کے سپرد اُمورِ خارجہ اور دولتِ مشترکہ کے تعلقات کے محکمے کر دیئے گئے ہیں۔

ہم چوہدری صاحب موصوف کی وزارتِ پاکستان میں شمولیّت کا دِلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ ان کی سیاسی فراست اور معاملہ فہمی اِس عُہدے کے لئے ہر لحاظ سے مناسب ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ادائے فرض میں ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ثابت ہوں گے چوہدری صاحب بیرونی سیاست کے فہم میں ناقابلِ تردید مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپکی قانونی قابلیّت ملک کے داخلہ اور خارجہ اُمور میں ہمیشہ قابلِ اعتماد رہی ہے۔ ہم حکومتِ پاکستان

---

[۱] "طاقت"، ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء۔

کو اس صحیح انتخاب پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ وہ مجوّزہ نئے وزراء کے انتخاب میں بھی اسی طرح مردم شناسی کا ثبوت دے گی۔"[1]

۵۔لاہور کے روزنامہ "انقلاب" نے "چودھری ظفر اللہ خاں کا نیا عہدہ" کے عنوان سے مندرجہ ذیل شذرہ سپردِ قلم کیا:۔

"حکومتِ پاکستان نے چوہدری ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ پر مامور کر کے حقیقت میں اپنی مردم شناسی کا ثبوت دیا ہے اور تمام حلقوں میں اِس تقرر کی تعریف و تحسین کی گئی ہے۔آج پاکستان کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اس کو بیرونی خطرات اور فساد علائق سے محفوظ کر دیا جائے تاکہ ہمارا ملک امن و اطمینان کے ساتھ ترقی و خوشحالی کی منزلیں طے کر سکے۔چوہدری ظفر اللہ خان کی قابلیت، ان کا تجربہ اور ان کے وسیع تعلقات ہمارے امور خارجہ کے لئے نہایت قیمتی اثاثہ ثابت ہوں گے۔۔۔ہمیں یقین رکھنا چاہیئے کہ چوہدری صاحب بہت جلد صحیح اُصول پر کام شروع کر دیں گے اور ان کا عہدِ وزارت پاکستان کے لئے بہت بابرکت ثابت ہو گا۔"[2]

۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء کی نئی مطبوعات

اِس سال قادیان سے تفسیر القرآن انگریزی کی پہلی جلد اور حیدر آباد دکن سے "اسماء القرآن فی القرآن" چھپی۔ مؤخر الذکر کتاب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الکبیر کی تصنیف تھی۔ علاوہ ازیں حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحبؓ نے ۸۵۰ صفحات کی ایک انگریزی کتاب شائع کی۔[3] (نام 8500 PRECIOUS GEITS)

بعض جلیل القدر صحابہ کا انتقال

۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی ہجرت کے بعد مندرجہ ذیل جلیل القدر صحابہ نے انتقال کیا:۔

---

[1] "سفینہ" ۳۰۔دسمبر ۱۹۴۷ء۔

[2] روزنامہ "انقلاب" لاہور یکم جنوری ۱۹۴۸ء صہ ۲ کالم ۱۔

[3] الفضل ۳۱۔فتح ۱۳۲۶ھش / دسمبر ۱۹۴۷ء صہ ۴۔

۱ ۔ حضرت مولوی محمد رحیم الدین صاحب متوطن حبیب والا ضلع بجنور (وفات ۱۴ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء بعمر ۸۷ سال بمقام قادیان) [1]

۲ ۔ حضرت میاں امام دین صاحب کپور تھلوی (وفات ۲۷ تبوک / ستمبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء بمقام لاہور) [2]

۳ ۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحب سابق مبلغ ماریشس (وفات ۱۷/۱۸ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء بمقام لاہور) [3]

---

[1] الفضل ۵ تبوک ۱۳۲۶ھش صفحہ ۱ ۔ ۳۱۳ اصحاب کبار میں آپ کا نمبر ۲۰۲ نمبر پہ درج ہے (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۲۸) ۱۸۹۴ء میں قبولِ احمدیت کا شرف حاصل کیا۔ پہلی مرتبہ اگست ۱۸۹۶ء میں قادیان کی زیارت کی اور ایک ہفتہ مقیم رہے۔ دوسری بار فروری ۱۸۹۸ء میں آئے اور پورا مہینہ رمضان المبارک کا مرکزِ احمدیت میں گزارا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت مجلس سے مستفیض ہوئے۔ ۱۸۹۹ء سے مرکزِ سلسلہ کے تمام اخبارات و کتب و رسائل باقاعدہ منگوانے شروع کئے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات پر اگرچہ منکرینِ خلافت کے ٹریکٹ قبل از وقت پہنچے مگر اپنے رؤیا و مکاشفات کی بناء پر بلاتامّل بیعتِ خلافت کر لی۔ حضرت منشی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت اقدسؑ کے اکثر خطوں کا ذخیرہ میرے پاس محفوظ تھا جن کو میں نہایت محبت اور احتیاط سے رکھا کرتا لیکن افسوس ایک دفعہ سیلاب آنے کے باعث جبکہ میں اپنی جائے رہائش پر موجود نہ تھا تمام اسباب کوٹھے سمیت دریابُرد ہو گیا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون" (الفضل ۲۷ وفا ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ مضمون میاں محمدؐ یامین صاحب تاجر کتب قادیان)

[2] الفضل ۲۸ تبوک ۱۳۲۶ھش صفحہ ۱ ؁

[3] الفضل ۱۹ اخاء ۱۳۲۶ھش صفحہ ۳ کالم ۲۔ آپ مجھر التحصیل ننکانہ میں ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالی تو باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ حضرت چوہدری رستم علی صاحب مدار ضلع جالندھر کی کفالت میں آ گئے جو ان دنوں منٹگمری میں کورٹ انسپکٹر تھے۔ جلسہ سالانہ ۱۸۹۳ء میں پہلی بار قادیان تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مئی ۱۸۹۵ء میں بیعت کی اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخلہ لے لیا ۱۹۰۵ء میں تعلیم الاسلام کالج قادیان سے ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا اور اکتوبر ۱۹۰۵ء میں ایم۔ او کالج علی گڑھ میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۰۷ء میں تعلیم کے دوران حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی تحریک وقفِ زندگی پر لبیک کہی۔ ۱۹۱۲ء میں آپ نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی ہدایت پر چھ ماہ کے اندر قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۵ء کو جزیرہ ماریشس میں بغرض تبلیغ بھجوائے گئے اور ۱۶ مارچ ۱۹۲۷ء کو قادیان میں واپس تشریف لائے۔ بعد ازاں بیس سال تک پہلے مدرسۃ البنات میں پھر ہائی سکول میں بعد ازاں عمومی رنگ میں جماعت کی تعلیمی و تربیتی خدمات انجام دیتے رہے ؁

{ "روایات صحابہ" غیر مطبوعہ جلد ۷ صفحہ ۲۶۹
الفضل ۳ فتح ۱۳۲۶ھش ۔ ۱۱ ہجرت ۱۳۲۷ھش }

۴ - چوہدری حکم دین صاحب دیالگڑھی (وفات ۱۹۔ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء بعمر ۸۸ سال بمقام لاہور) [1]

۵ - مرزا غلام نبی صاحب مسگر امرتسری (وفات ۱۱۔ ماہ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء بمقام لاہور) [2]

۶ - حضرت مولانا شیر علی صاحب (وفات ۱۳۔ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء بمقام لاہور) [3]

۷ - حضرت مرزا محمدؐ اشرف صاحب بلانوی (وفات ۱۴ ماہ نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء بعمر ۸۰ سال بمقام جہلم) [4]

---

[1] الفضل ۱۳ امان ۱۳۲۷ھش صہ۴ (والد ماجد مولانا محمدؐ اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی مربی سلسلہ احمدیہ حال انچارج شعبہ رشتہ ناطہ اصلاح و ارشاد ربوہ) ۱۹۰۰ء میں مولوی حکیم نورالدین صاحب مرحوم ساکن بہکہ ضلع شاہپور کی تبلیغ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ کے ذریعہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور کی جماعت کی بنیاد پڑی ۱۹۰۲-۳ء میں مقدمہ گورداسپور کے دوران گورداسپور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرہ مبارک کی زیارت اور حضورؑ کی روحانی مجلس سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ آپ تبلیغ میں لگے رہیں مومن کبھی اکیلا نہیں رہتا چنانچہ خدا کے فضل سے دیال گڑھ میں آہستہ آہستہ ۶۰ - ۶۵ نفوس پر مشتمل ایک مخلص اور فعّال جماعت پیدا ہو گئی۔ چوہدری صاحب نہایت راست گو، پاکباز، بےنفس اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ آپ تحریکِ جدید دفتر اوّل کے مجاہد اور موصی تھے اور وصیّت کا حصّہ اپنی زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ ۱۱ - ۱۲ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کے سب سے بڑے کانوائے میں قادیان سے ہجرت کر کے لاہور آ رہے تھے کہ لاہور کے قریب چلتی بس سے نیچے گر پڑے۔ سر اور پاؤں میں نہایت سخت چوٹیں آئیں جو جان لیوا ثابت ہوئیں۔ (الفضل ۳-۴ امان/ مارچ ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء) ؛

[2] الفضل ۱۲۔ ماہ نبوت ۱۳۲۶ھش صہ۱ ؛

[3] الفضل ۱۴ نبوت ۱۳۲۶ھش صہ۱۔ سلسلہ احمدیہ کے نہایت قیمتی وجود، سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مخلص ترین صحابہ میں سے ایک نمایاں شخصیت، اور مترجم قرآن مجید انگریزی ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آئے اور آخر دم تک سلسلہ احمدیہ کی خدمات بجا لاتے رہے۔ "تاریخ احمدیت" جلد دوم اور اس کے بعد کی جلدوں میں آپ کا ذکر متعدد بار آ چکا ہے (تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "سیرت حضرت مولانا شیر علی" از ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض) ؛

[4] الفضل ۲ شہادت ۱۳۲۶ھش صہ۲۔ حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم صحابی حضرت مرزا جلال الدین صاحب بلانوی (اصحاب کبار ۳۱۳ میں نمبر اوّل) کے منجھلے بیٹے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں مستقل ہجرت کر کے قادیان میں دھوبی رنادی اور افسر جائداد اور محاسب کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد جب ۱۹۳۲ء میں ریٹائر ہوئے تو حضرت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

مصلح موعودؓ نے آپ کے اعزاز میں دی گئی الوداعی پارٹی میں نہایت شاندار الفاظ میں آپ کی تعریف فرمائی۔ آپ صاحب کشف و الہام تھے۔ آپ کو بتایا گیا کہ آپ کی وفات ۸۰ برس کی عمر میں دو صحابیوں کے انتقال کے بعد مقدر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا (الفضل ۲ شہادت ۱۳۲۷ھش صہ۴) حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۱ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ھش/۱۹۴۷ء کو لاہور میں نماز جمعہ کے بعد آپ کا جنازہ غائب پڑھا اور خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:-

"مرزا محمد اشرف صاحب پنشنر جو قادیان کے رہنے والے تھے جہلم میں وفات پا گئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سابقون الاوّلون صحابہ میں سے ایک مرزا جلال الدین صاحب بلانی ضلع گجرات کے ہوتے تھے یہ اُن کے لڑکے تھے اور بڑی دیر تک قادیان میں محاسب رہے۔ نہایت مخلص اور نیک انسان تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ ان کے والد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی کلید لکھنے پر مامور فرمایا تھا اور انہوں نے ایک مکمل کلید لکھی بھی جو افسوس ہے کہ اَب تک شائع نہیں ہو سکی۔"

(الفضل ۹ فتح ۱۳۲۶ھش/دسمبر ۱۹۴۷ء صہ۶)

دوسرا باب

حضرت مُصلح موعودؓ کی استحکامِ پاکستان سے متعلق مغربی پاکستان کے مشہور شہروں میں پبلک تقاریر

سے لیکر

جماعتِ احمدیہ کے نئے مرکز ربوہ کی بُنیاد تک

(خلافت ثانیہ کا چونتیسواں سال ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء)

۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کا سال اپنی گوناگوں تعمیری خصوصیات کے باعث ایک نہایت بابرکت اور غیر معمولی اہمیت کا حامل سال ہے جس کی بشارت ربّ رحیم نے اپنے خلیفۂ برحق سیّدنا المصلح الموعودؓ کو برسوں قبل دے رکھی تھی چنانچہ حضور نے ۲/صلح/جنوری ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کو رتن باغ میں اِس سال کا پہلا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ خوشخبری سُنائی کہ:-

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۴۴ء میں مجھے ایک رؤیا میں بتایا تھا یہ سال اپنے اندر نئی نئی اُمیدیں رکھتا ہے۔"

حضرت امیر المومنینؓ نے اِس اجمال کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

"مارچ ۱۹۴۴ء میں مَیں نے ایک رؤیا دیکھا جبکہ بعض لوگ میرے متعلق ایسی خبریں شائع کر رہے تھے اور کچھ احمدی دوست بھی نہ معلوم کن اثرات کے ماتحت یہ خواہیں

دیکھ رہے تھے کہ میری زندگی کے دن ختم ہو رہے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے جب میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو مجھے ایک نظارہ دکھایا گیا کہ ایک سمندر ہے اور اس میں کچھ بائے (BUOY) ہیں۔ بوائے انگریزی کا لفظ ہے اور چونکہ یہ صنعتی شَے ہے اِس لئے اُردو زبان میں اس کا کوئی ترجمہ نہیں (یہ بوائے ڈھول سے ہوتے ہیں جنہیں آہنی زنجیروں سے سمندر میں چٹانوں کے ساتھ باندھا ہوتا ہے اور وہ سمندر میں تیرتے پھرتے ہیں اور جو جہاز وہاں سے گزرتے ہیں ان کو دیکھ کر جہاز ران یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ اس بوائے سے چٹان قریب ہے اور اس سے بچ کر چلنا چاہیئے۔ اور اگر سمندر کے اندر چٹانوں کا نشان بتانے کے لئے بوائے نہ لگے ہوئے ہوں اور جہاز آجائے تو جہاز کے چٹان سے ٹکرا کر ڈوب جانے کا خطرہ ہوتا ہے...) تو مَیں نے دیکھا کہ سمندر میں اسی قسم کے بوائے لگے ہوئے ہیں اور ان کی زنجیریں بہت لمبی ہیں اور دُور تک چلی جاتی ہیں۔ خواب میں مَیں خیال کرتا ہوں کہ اِس بوائے کا تعلق میری ذات سے ہے اور تمثیلی رنگ میں وہ بوائے مَیں ہی ہوں اور مجھے بتایا گیا کہ یہ نظارہ پانچ سال کے عرصہ سے تعلق رکھتا ہے تب مَیں نے سمجھا کہ آئندہ پانچ سال کے اندر کوئی اہم واقعہ اسلام کے متعلق پیش آنے والا ہے اور گویا مسلمانوں کو اس آفت سے بچانے کے لئے مَیں بطور بائے ہوں۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی بتایا کہ جب تک وہ واقعہ پیش نہ آئے مجھے زندہ رکھا جائے گا۔

اِس رؤیا کے پورا ہونے کا ایک پہلو تو یہ بھی نظر آتا ہے کہ ہمارا ملک اس عرصہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے آزاد ہو چکا ہے اور ایسے حالات میں آزاد ہؤا ہے جن کی موجودگی میں آزادی مِل جانا خلافِ توقع تھا اور کسی کو یہ وہم بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ اتنی جلدی ہمارا ملک آزاد ہو جائے گا۔ پھر آزادی ملنے کے ساتھ ہی ایسے واقعات بھی رُونما ہوئے جو آج سے تھوڑا عرصہ پہلے کسی کے خیال میں بھی نہ تھے مسلمانوں پر ایک بہت بڑی تباہی آئی اور بہت بڑی آفت کا انہیں سامنا کرنا پڑا۔ گو یہ تباہی ہندوؤں پر بھی آئی مگر اس زمانہ میں جب مجھے یہ رؤیا دکھایا گیا تھا کسی شخص کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ ہمارے ملک میں اتنا بڑا اور عدیم المثال تغیر آئے گا اور ہمارا

مُلک چند سالوں کے اندر اندر آزادی حاصل کرلے گا اور وہ آزادی ایسی ہوگی جو اپنے ساتھ بہت سی تاریکیاں اور ظُلمتیں بھی رکھتی ہوگی۔ اِس رؤیا کے ساتھ ایک اَور رؤیا بھی تھی... اس رؤیا میں ایک مضمون بار بار مُجھ پر نازل ہؤا وہ پُورا مضمون تو مجھے یاد نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ اس میں بار بار بیالیس اور اڑتالیس کا لفظ آتا تھا...

بہرحال اڑتالیس کا لفظ پنج سالہ زمانہ کی طرف توجہ دلاتا تھا۔ یہ رؤیا میں نے مارچ ۱۹۴۴ء میں دیکھی تھی اور یہ پنج سالہ زمانہ مارچ ۱۹۴۹ء میں ختم ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی بار بتایا ہے رؤیا کی تعبیر میں اگر پُورا سال ہو تو اس کی کسر بھی ساتھ ہی شامل ہوتی ہے اِس لئے ممکن ہے کہ پانچ سال کی کسر بھی یعنی چھ ماہ اَور ملا کر یہ پچیسالہ زمانہ اکتوبر ۱۹۴۹ء تک ہو بہرحال زیادہ سے زیادہ مدّت ۱۹۴۹ء کے آخر تک ہے۔ اور اگر پورے پانچ سال ہوں تو یہ زمانہ مارچ ۱۹۴۹ء میں ختم ہوتا ہے گویا ۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء کے بعد پانچواں سال شروع ہو جائے گا۔ پس یہ سال اپنے اندر بہت بڑی اہمیّت رکھتا ہے۔" [1]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ تعبیر بالکل درست ثابت ہوئی اور ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء میں رونما ہونے والے متعدد واقعات، خصوصاً ربوہ جیسے عالمی اور بین الاقوامی شان رکھنے والے اسلامی مرکز کی بنیاد نے اس پر ہمیشہ کے لئے مُہرِ تصدیق ثبت کردی اور ساتھ ہی بتا دیا کہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ ایک ایسے آسمانی قافلہ کی تاریخ ہے جس کی ہر نئی منزل کے فیصلے آسمانوں پر خدا کے شاہی دفتر میں تیار ہوتے ہیں اور پھر اُن کے مطابق زمین پر تنفیذ ہوتی ہے۔

---

[1] الفضل ۴ر تبلیغ/فروری ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳-۴۔

فصل اوّل

استحکامِ پاکستان کیلئے کراچی، پشاور، راولپنڈی اور کوئٹہ میں نہایت ولولہ انگیز پبلک تقریریں، بیش قیمت ارشادات نیز دوسری جماعتی و دینی مصروفیات

پچھلے سال ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں "پاکستان کا مستقبل" کے عنوان پر متعدد کامیاب اور معرکۃ الآراء لیکچر دیئے جن کو چوٹی کے اہلِ علم طبقوں نے نہایت ذوق و شوق سے سُنا اور زبردست خراجِ تحسین ادا کیا۔ اس سال حضور مغربی پاکستان کے دوسرے متعدد مرکزی مقامات میں تشریف لے گئے اور پاکستان کے ہزاروں باشندوں کو براہِ راست اپنے بصیرت افروز خیالات اور تعمیری افکار سے روشناس کرایا۔ چنانچہ حضورؓ نے سب سے پہلے سیالکوٹ[1] اور جہلم[2] میں بعد ازاں ۱۴ امان/مارچ کو کراچی میں ۵-۸ شہادت/اپریل کو پشاور میں، ۱۲

---

[1] اِس سلسلہ کی پہلی کامیاب تقریر سیالکوٹ میں ہوئی ۔

[2] لیکچر جہلم کا ذکر حضورؓ کے ایک خطبہ کراچی میں ملتا ہے۔ فرمایا:-

"میں نے گزشتہ ایام میں جہلم میں ایک تقریر کی جس میں مسلمانوں کو نصیحت کی کہ انہوں نے جو پاکستان مانگا تھا تو اِس لئے مانگا تھا کہ وہ اسلامی تہذیب اور اسلامی تمدّن کو آزادانہ طور پر قائم کر سکیں۔ اب جبکہ پاکستان قائم ہو چکا ہے کم از کم پانچ وقت کی نماز ہی مسلمان مسجد میں آکر ادا کرنا شروع کر دیں۔ اگر وہ پانچوں وقت نماز بھی نہیں پڑھتے تو پاکستان مانگ کر انہوں نے کیا لیا۔ اس پر ایک شخص نے پریذیڈنٹ کو رقعہ لکھا کہ میں والنٹیرز کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں بعد میں مجھے موقعہ دیا جائے چنانچہ بعد میں اسے بولنے کا موقعہ دیا گیا۔ اتفاق سے پریذیڈنٹ ایک ایسے دوست تھے جو احمدیت کے مخالف رہے ہیں۔ وہ شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ مرزا صاحب نے باتیں تو بڑی اچھی کہی ہیں لیکن ہاتھی کے دانت کھانے کے اَور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شہادت/اپریل کو راولپنڈی میں ۱ور ۱۶/احسان/جون کو کوئٹہ میں نہایت معلومات افزا اور رُوح پرور پبلک تقاریر فرمائیں جن میں پاکستان کے پیش آمدہ اہم ملکی مسائل میں پاکستانیوں کی راہنمائی کرتے ہوئے نہایت شرح وبسط سے انہیں اپنی قومی و ملّی ذمّہ داریوں کی بجاآوری کی طرف توجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- اور دکھانے کے اَور ہوتے ہیں۔ اگر نماز کا انہیں اتنا ہی احساس ہے تو اب ہماری نماز ہونے والی ہے مرزا صاحب چلیں اور ہمارے پیچھے نماز پڑھ کر دکھا دیں غرض ایک لمبی تقریر اُس نے صرف اِسی بات پر کی۔ اس وقت میرے دل میں بدظنی پیدا ہوئی کہ شاید پریذیڈنٹ کی مرضی اور ایماء سے یہ تقریر ہو رہی ہے۔ بعد میں پریذیڈنٹ صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مجھے تو رقعہ میں یہ دکھایا گیا تھا کہ میں والنٹیروں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر تقریر کسی اَور بات پر شروع کر دی گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تقریر کرنے والے صاحب کا منشاء کیا ہے۔ امام جماعتِ احمدیہ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنی چاہیئے۔ نماز محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور مسجدیں بھی ہماری اپنی ہیں۔ انہوں نے صرف توجہ دلائی ہے کہ تم اپنے رسولؐ کی بات مانو اور مسجدوں میں نمازیں پڑھا کرو۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اگر تو انہوں نے یہ کہا ہوتا کہ مسلمانوں کو میرے پیچھے نمازیں پڑھنی چاہئیں تب بھی کوئی بات تھی وہ کہہ سکتے تھے کہ آپ ہمارے پیچھے پڑھیں۔ یا اگر کہتے کہ مسلمانوں کو احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھنی چاہئیں تب بھی یہ بات ان کے مُنہ پر سج سکتی تھی کہ اگر ہمیں احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ بھی ہمارے پیچھے پڑھیں لیکن انہوں نے تو ہمارے آقا کی ایک بات ہمیں یاد دلائی ہے۔ کیا ہمارا یہ کام ہے کہ ہم اپنے آقاؐ کی بات پر عمل کریں یا یہ کام ہے کہ ہم کہیں جب تک تم ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھو ہم اپنے آقاؐ کے حکم پر بھی عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ غرض انہوں نے اسے خوب رگیدا اور لتاڑا ۔"

(الفضل ۱۴/اپریل ۱۹۴۸ء صہ ۶)

٭

دلائی اور اپنے پُرجوش اور محبت بھرے الفاظ، بے پناہ قوتِ ایمان اور ناقابلِ تسخیر عزم وولولہ سے لاکھوں پژمردہ اور غمزدہ دلوں میں زندگی اور بشاشت کی ایک زبردست رُوح پھونک دی۔

سفرِ سندھ و کراچی حضرت امیرالمومنین سیدنا المصلح الموعودؓ نے استحکامِ پاکستان اور جماعتی تنظیم و تربیت کے اہم اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے پہلا طویل سفر سندھ کی طرف اختیار فرمایا۔ یہ انوار و فیوض سے معمور سفر ۱۴؍ماہِ تبلیغ/فروری سے شروع ہوا اور ۲۰؍امان/مارچ کو بخیر و خوبی اختتام تک پہنچا۔

لاہور سے ناصر آباد تک حضرت امیرالمومنینؓ ۱۴؍ماہِ تبلیغ/فروری بروز ہفتہ معہ اہلبیت و خدام لاہور سے روانہ ہوئے۔ پُورا قافلہ ۲۷ نفوس[۱] پر مشتمل تھا حضورؓ پونے آٹھ بجے صبح بذریعہ کار رتن باغ سے روانہ ہو کر لاہور سٹیشن پر تشریف لائے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت نواب میاں عبداللہ خاں صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور، جناب چوہدری اسداللہ خاں صاحب اور جماعتِ احمدیہ کے دیگر بہت سے افراد حضورؓ کی مشایعت کے لئے سٹیشن پر موجود تھے حضورؓ نے دوستوں کو شرفِ مصافحہ بخشا اور آٹھ بجے کراچی میل روانہ ہو گئی۔ سفر کی اطلاع چونکہ پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے ان تمام جماعتوں کو دے دی گئی تھی جو اس لائن پر واقع تھیں اس لئے جب بھی گاڑی کسی سٹیشن پر پہنچتی عموماً جماعت کے کثیر دوست مرد، عورتیں اور بچے وہاں استقبال اور حضورؓ کی زیارت کے لئے موجود ہوتے۔ لاہور کے بعد اوّل رائے ونڈ کے سٹیشن پر جماعت کے دوست حضور کے استقبال کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بعد پتوکی، اوکاڑہ، منٹگمری، چیچہ وطنی، میاں چنوں، خانیوال، ملتان چھاؤنی، لودھراں، سماسٹہ، خانپور، رحیم یار خاں، روہڑی اور

---

[۱] اس سفر میں حضرت اُمّ المومنین کے علاوہ حضرت سیدہ اُمّ ناصر حرم اوّل، حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حرم رابع سیدہ امۃ العزیز صاحبہ، سیدہ امۃ النصیر صاحبہ، سیدہ امۃ الرشید صاحبہ، سیدہ امۃ الحکیم صاحبہ، سیدہ امۃ الباسط صاحبہ، سیدہ امۃ الجمیل صاحبہ، سیدہ امۃ المجید بیگم صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب اہلبیت میں سے حضورؓ کے ہمرکاب تھے۔ اسی طرح حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب (طبّی مشیر) خانصاحب میاں محمد یوسف صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر (انچارج شعبہ زود نویسی) اور شیخ نورالحق صاحب (انچارج ایم این سنڈیکیٹ و احمدیہ سنڈیکیٹ) کو بھی شریکِ سفر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حیدر آباد سندھ کے سٹیشنوں پر مختلف جماعتیں موجود تھیں۔ اوکاڑہ منٹگمری اور خانیوال کے سٹیشنوں پر تو حضور نے گاڑی سے نیچے اُتر کر جماعت کے دوستوں سے مصافحہ فرمایا مگر باقی سٹیشنوں پر گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی حضورؓ مصافحہ فرماتے رہے بعض مقامات پر جماعت کی درخواست پر حضور نے ہاتھ اُٹھا کر دعا بھی فرمائی۔ گاڑی جب اوکاڑہ سٹیشن پر پہنچی تو جماعت کے بعض دوستوں نے خوشی میں بندوق سے ہوا میں فائر کئے۔ حضور دوستوں کا اژدھام دیکھ کر مصافحہ کرنے کے لئے گاڑی سے اُتر کر پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے اور مصافحہ کرنے کے بعد دعا شروع کی۔ ابھی حضور دعا کر ہی رہے تھے کہ گاڑی حرکت میں آ گئی اور دو ایک ڈبوں کے سوا باقی تمام گاڑی پلیٹ فارم سے آگے نکل گئی اس اثناء میں حضور بدستور مصروفِ دعا رہے۔ آخر زنجیر کھینچ کر گاڑی رُکوائی گئی اور حضور اپنے ڈبے میں سوار ہوئے منٹگمری سٹیشن پر چوہدری نورالدین صاحب ذیلدار نے عرض کیا کہ حضور راستہ میں چک ۷۰ کی جماعت آتی ہے اس جماعت کے دوست لائن کے ساتھ حضورؓ کی زیارت کے لئے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ اس پر حضور نے دفتر کو ہدایت فرمائی کہ جب وہ مقام قریب آ جائے جہاں جماعت کے دوست کھڑے ہوں تو مجھے اطلاع دی جائے۔ چنانچہ چلتی گاڑی میں حضور کی خدمت میں اطلاع عرض کی گئی اور حضور نے کھڑکی کے قریب تشریف لا کر زائرین کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔

دفتر کی طرف سے جماعتوں کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ چونکہ سفر لمبا ہے اِس لئے رات کے ۲ بجے تک جو جماعتیں اسٹیشن پر آ سکتی ہیں وہ آ جائیں ملاقات صرف ۲ بجے تک ہو سکتی ہے اس کے بعد نہیں مگر جب گاڑی روہڑی اسٹیشن پر پہنچی تو باوجود اس کے کہ اس وقت چار یا پونے چار بجے شب کا وقت تھا پھر بھی دوست اپنے اخلاص اور عقیدت کی وجہ سے اسٹیشن پر موجود تھے۔ چونکہ حضورؓ اس وقت آرام فرما رہے تھے اِس لئے وہ بھی صرف حضور کے ڈبے کے سامنے کھڑے رہے انہیں ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔

اِس سفر میں ۱۴ فروری کو دوپہر کا کھانا منٹگمری کی جماعت نے اور شام کا کھانا ملتان کی جماعت نے پیش کیا جو حضور اور حضور کے تمام ہمراہیوں کے لئے تھا۔ حضورؓ ۱۵ فروری کو ۱۰ بجے صبح حیدر آباد سندھ رونق افروز ہوئے اور پھر معہ اہلِ بیت ۱۱ بجے بذریعہ کار عازم میرپور خاص ہوئے اور ۲ بجے کے قریب حضور میرپور خاص پہنچ گئے۔

میر پور خاص میں خان بہادر غلام حسین صاحب کی کوٹھی پر حضورؓ نے قیام فرمایا۔ پانچ بجے خان بہادر غلام حسین صاحب نے حضور کے اعزاز میں اپنے رہائشی مکان پر دعوتِ چائے دی جس میں حضور شریک ہوئے۔ اور بھی بہت سے مقامی معززین اِس دعوت میں شریک تھے۔

۶ بجے شام کے قریب حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ میر پور خاص کے بعض محبوس احمدیوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ احمدی دوست جن میں سے اکثر واقفِ زندگی تھے عرصہ چھ سات ماہ سے محمد آباد اسٹیٹ کی زمین میں ایک فساد کے سلسلہ میں زیرِ الزام تھے۔ حضور کے تشریف لے جانے پر جیل کے افسر صاحب کے حکم کے مطابق سب ماخوذین کو برآمدہ میں لائے جانے کی اجازت دی گئی۔ اس جگہ سب دوستوں نے یکے بعد دیگرے حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھنے میں سہولت ہے یعنی وضوء وغیرہ کے لئے پانی مل جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نماز کی سہولت ہے ہم نماز ادا کرلیتے ہیں۔ وضوء کے لئے قریب کی جگہ سے پانی لے آتے ہیں۔ پھر حضور نے فرمایا ماہِ رمضان میں بھی آپ اِس جگہ تھے روزے رکھ سکتے تھے یا نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ہم نے رمضان کے روزے رکھے تھے۔ ہم شام کو ہی دونوں وقت کا کھانا پکا لیا کرتے تھے کیونکہ سحری کے وقت آگ وغیرہ جلانے کی اجازت نہ تھی۔ پھر کچھ سکوت کے بعد حضور نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایک مختصر تقریر فرمائی جس کا ملخص یہ تھا کہ آپ لوگوں کو استغفار اور دعا کرتے رہنا چاہیئے اور یہ کبھی خیال نہیں آنا چاہیئے کہ ہم بے قصور ہیں خواہ موجودہ الزام غلط ہی ہو کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ مومن کی بعض غلطیوں کی سزا دہی میں پردہ پوشی سے کام لیتا ہے اور بظاہر ایسے الزام کے ذریعہ تکلیف میں ڈال دیتا ہے جس الزام کے متعلق مومن جانتا ہے کہ یہ الزام غلط ہے۔ اِس طرح اس کو تکلیف تو اس غلطی کی وجہ سے جو پہلے اس سے ہوئی ہے پہنچ جاتی ہے مگر سزا یا تکلیف ایسے رنگ میں اسے پہنچتی ہے جس کی وجہ سے اوّل تو وہ خود کہتا ہے کہ مَیں بے قصور ہوں پھر دُنیا بھی اس الزام کو درست نہیں سمجھتی اس لئے اس کی رُسوائی اس طرح نہیں ہوتی جس طرح اُس پہلی غلطی کے الزام میں پھنس جانے اور الزام کے صحیح ثابت ہونے سے ہوتی۔ آپ اِس وقت جس حالت میں ہیں وہ بیشک تکلیف دہ ہے کیونکہ قید میں ہونے کے باعث ہر قسم کی آزادی سے محروم ہیں لیکن آپ لوگوں کو راضی برضا رہنا چاہیئے اور اس حالت کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے

دُنیا میں کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ وہ نہ سُن سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور ہر قسم کی قید ان پر وارد ہے۔ وہ آپ لوگوں کی نسبت بدرجہا سخت قید میں ہیں مگر پھر بھی وہ اپنی زندگی کو بسر کر رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کی زندگی ختم کر دی جائے۔ آپ لوگوں پر جو یہ حالت آئی ہے یہ خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آئی ہے آپ کو اس کا فائدہ اُٹھانا چاہیئے تاکہ جب اس حالت سے آپ لوگ باہر آئیں تو آپ کی حالت وہ نہ ہو جو داخل ہونے کے وقت تھی بلکہ اپنے نفس کی اصلاح کی اعلیٰ درجہ کی حالت میں آپ لوگ باہر آئیں اور ایسے پاک اور صاف ہو کر نکلیں کہ جس سے دُنیا کو رُوحانی نفع پہنچے۔

اِس ارشاد کے بعد حضورؓ واپس قیام گاہ پر تشریف لائے اور مغرب وعشاء کی نمازیں ادا فرمائیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد نارنول ریاست پٹیالہ کے ایک غیر احمدی دوست نے جو مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے تھے حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر بہت سی باتیں ایسی کھُلتی رہتی ہیں جن سے لوگوں کو اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اِس لئے مَیں بھی حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہُوا ہوں میری گزارش یہ ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں پر جو بے مثال تباہی آئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب اسلام اور مسلمانوں کا کیا بنے گا اور وہ کس طرح ترقی کر سکیں گے۔

حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں پر جو تباہی آئی ہے یہ اپنی ذات میں بے مثال ہے بلکہ اس سے پہلے بھی مسلمانوں پر بڑی بڑی تباہیاں آچکی ہیں چنانچہ اِس ضمن میں سپین اور بغداد کی تباہی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ سپین میں جو تباہی آئی تھی وہ اِس قسم کی تھی کہ کوئی ایک فرد بھی مسلمانوں میں سے نہیں بچا حالانکہ سپین میں مسلمانوں کا وہ عُروج تھا کہ تمام یورپ پر انکا رُعب اور دبدبہ چھایا ہوُا تھا۔ پھر پنجاب کو کوئی مرکزی حیثیت حاصل نہیں تھی مگر بغداد جب تباہ ہُوا تو وہ مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ پس اِس تباہی اور اُس تباہی میں بڑا فرق ہے۔ اِس وقت گو لاکھوں مسلمان مارے گئے ہیں مگر لاکھوں بچ کر بھی نکل آئے ہیں حالانکہ سپین میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں نکل سکا تھا۔

رہا یہ سوال کہ مسلمانوں کا اَب کیا بنے گا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارے لئے یہ سوال کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا

قرآن کریم کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے تنزل کی بھی پیشگوئیاں ہیں اور مسلمانوں کی ترقی کی بھی پیشگوئیاں ہیں جب ہم نے اپنی آنکھوں سے قرآن کریم کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھ لی ہیں جو مسلمانوں کی تباہی اور ادبار کے متعلق تھیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ پیشگوئیاں بھی ضرور پوری ہوکر رہیں گی جو مسلمانوں کے دوبارہ عُروج اور ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

باقی رہا یہ امر کہ مسلمان غلبہ حاصل کرسکیں گے ؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ غلبہ اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب اسلام کی صحیح تصویر ان میں نظر آنے لگے گی۔ افسوس ہے کہ ابھی تک مسلمانوں نے اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی مثلاً اگر اِس وقت حکومتِ پاکستان یہ چاہے کہ تمام سینماؤں کو بند کرادے تو مسلمان اس کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ یہی حال پردہ اور سُود وغیرہ مسائل کا ہے۔ اگر مسلمان اسلامی احکام پر عمل کرنا اپنے لئے فرض قرار دے لیں تو ان کی ترقی بالکل قطعی اور یقینی ہے مگر مسلمانوں میں یہ زندگی اُسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرلیں اور اس سلسلہ میں شامل ہوجائیں جو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے قائم فرمایا ہے۔

اِس موقع پر غیر احمدی دوست نے عرض کیا کہ اَب تو جماعتِ احمدیہ اور عام مسلمانوں میں کوئی زیادہ اختلاف نہیں رہا۔ اِس پر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ان عقائد کا ذکر فرمایا کہ وہ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں اور وحی کو منقطع سمجھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ایسا ہے کہ اگر اس کو درست تسلیم کرلیا جائے تو امان اُٹھ جاتا ہے اور قرآن کریم پر عمل کرنا سخت مشکل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ جب یہ اعتقاد پیدا کرلیا جائے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ منسوخ ہے یا وہ منسوخ ہے۔ اسی طرح مسلمان وحی کو منقطع سمجھتے تھے حالانکہ یہی ایک ایسی چیز ہے جس سے اسلام کا روشن چہرہ لوگوں کو نظر آتا ہے۔ اگر آسمان سے تازہ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری نہ ہو تو اسلام کا مصفّٰی چہرہ غبار آلود ہوجائے۔

رات کا کھانا شیخ بشیر احمد صاحب ایگزیکٹو انجنیئر کے ہاں تھا اور حضور ان کی کوٹھی پر کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۶ تبلیغ / فروری دس بجے صُبح حضور معہ قافلہ میرپور خاص سے کنجیجی بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے

راستہ میں جھمپیر آباد۔ ڈگری ۔جھڈو۔ نوکوٹ ، فضل بھمبرو ۔ٹالہی ۔نبی سرروڈ اور کنری اسٹیشن پر جماعت کے دوست حضور کے استقبال اور زیارت کے لئے موجود تھے۔ ہر جگہ دوستوں کو حضور نے مصافحہ کا شرف بخشا۔ ڈگری کی جماعت نے کھانا پیش کیا۔ اسی روز ۳ بجے بعد دوپہر حضورؓ معہ اہلِ بیت کنجیجی اسٹیشن پر وارد ہوئے۔ جماعت کے دوست کثیر تعداد میں یہاں موجود تھے۔ نعرہ ہائے تکبیر سے حضور کا استقبال کیا گیا۔ حضور معہ اہل بیت کار میں سوار ہوئے اور ناصر آباد اسٹیٹ تشریف لے آئے۔ [1]

ناصر آباد میں قیام اور کراچی کیلئے روانگی

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ اِس علاقہ میں قریباً تین ہفتہ تک ٹھہرے اور ناصر آباد ، حیدر آباد، میرپور خاص، کنجیجی، احمد آباد، محمود آباد کا دَورہ کرنے اور اہم جماعتی معاملات کو اپنی زیرِنگرانی طے کرنے اور ضروری ہدایات دینے کے بعد ۱۱ امان / مارچ کو ½ ۱۰ بجے کے قریب بذریعہ ٹرین ناصر آباد سے کراچی روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر بہت سے مقامی احباب الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔ راستہ میں کنری، نبی سرروڈ، ٹالہی اور فضل بھمبرو کے اسٹیشنوں پر بکثرت احمدی مرد، عورتیں اور بچے حضور کی زیارت کے لئے موجود تھے۔ میرپور خاص اور حیدر آباد میں بھی بہت سے احباب حضور کا خیر مقدم کرنے کے لئے حاضر تھے۔ کنری کی جماعت نے حضور کے لئے اور حضور کے ہمراہیوں کے لئے دوپہر کا کھانا پیش کیا۔ میرپور خاص کے سٹیشن پر مکرم ڈاکٹر حاجی خاں صاحب نے شام کے کھانے اور چائے کا اچھا انتظام کر رکھا تھا۔ حیدر آباد کے دوستوں نے چائے پیش کی۔ حیدر آباد سٹیشن پر حضور کچھ وقت ویٹنگ روم میں تشریف فرما رہے جہاں بعض احباب نے حضور سے ملاقات اور گفتگو کا شرف حاصل کیا۔

کراچی میں آمد

صبح ½ ۴ بجے ٹرین حیدر آباد سے کراچی روانہ ہوئی اور بارہ بجے کے قریب حضورؓ معہ قافلہ بخیریت کراچی پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر حضور کا خیر مقدم کرنے کے لئے آنیوالے دوستوں کو حضور نے مصافحہ کا شرف عطا فرمایا۔ حیدر آباد اور کراچی میں بعض دوستوں نے حضور کو ہار پہنانے چاہے لیکن حضور نے انہیں منع کر دیا۔ جماعتِ کراچی نے حضور کی رہائش کے لئے ایک ہندو کی کوٹھی کا انتظام کیا تھا جو مخصوص طور پر مذہبی اُمور کی انجام دہی کے لئے بنائی گئی تھی حضور نے وہاں

---

[1] الفضل ۲۷ تبلیغ / فروری ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

رہائش کو پسند نہ فرمایا اور اس کی بجائے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ کی کوٹھی "پروین ولا" واقع ہوشنگ روڈ میں فروکش ہوئے۔ لہ

خطبہ جمعہ میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا اختیار کرنے کی تحریک

۲ بجے کے قریب حضورؓ باوجود دردِ نقرس کی تکلیف کے نمازِ جمعہ کے لئے تشریف لے گئے نمازِ جمعہ کا انتظام بندر روڈ پر ایک وسیع میدان میں کیا گیا تھا۔ حضورؓ نے خطبہ جمعہ کے شروع میں یہ بتایا کہ:-

"جماعت کے دوستوں نے ہماری رہائش کے لئے یہاں ایک جگہ تجویز کی تھی جس کا نام مندر ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ مندر نہیں تھا بلکہ مذہبی اُمور کے لئے وہ جگہ بنائی گئی تھی لیکن بہرحال مَیں نے اس مکان میں رہنے سے انکار کر دیا ہے ... جب مَیں لاہور آیا تو چونکہ ہمیں کالج اور دوسری ضروریات کے لئے جگہ کی تلاش تھی حکومتِ پنجاب کے بعض افسروں نے یہ تجویز کیا اور بعض لوگ متواتر اِس غرض کے لئے مجھے ملے کہ ہم ننکانہ لے لیں اور اس پر قبضہ کر لیں۔ جب بھی ہم اپنی ضروریات اُن کے سامنے رکھتے وہ زور دیتے کہ ہم ننکانہ آپکو دے دیتے ہیں لیکن مَیں نے ہمیشہ اس سے انکار کیا اور کہا کہ جو قانون ہم اپنے جذبات کے متعلق ضروری سمجھتے ہیں اس قانون کے ماتحت ہم دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ چونکہ ننکانہ سکھوں کی ایک مذہبی جگہ ہے اِس لئے ہم اس پر قبضہ کر کے دوسروں پر یہ اثر ڈالنا نہیں چاہتے کہ ہم بھی ضرورت کے موقع پر دوسروں کے مذہبی مقامات پر قبضہ کر لینا جائز سمجھتے ہیں۔ ہمیں کہا گیا کہ یہ مکانات خالی ہیں اور بہرحال کسی نے لینے ہیں آپ ہی لے لیں۔ ہم نے کہا کوئی لے لے سوال تو ہمارے جذبات کا ہے۔ کسی دوسرے شخص کے اگر وہ جذبات نہیں جو ہمارے ہیں یا ایسے مقامات پر قبضہ کر لینا کوئی شخص جائز سمجھتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ فلاں شخص کے جذبات کے لحاظ سے یہ کوئی بُری بات نہیں یا چونکہ ایسے مقامات پر قبضہ کر لینا اَور لوگ جائز سمجھتے ہیں اِس لئے آپ بھی قبضہ کر لیں۔ ان کا معاملہ ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے ہم سے

لہ الفضل ۱۸/امان/مارچ ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہم بھی اس معاملہ میں وہی کچھ کریں جو اور لوگ کرتے ہیں۔ دوسرے ہم یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ عبادت گاہ ہی ہو تو اس پر قبضہ کر لینے سے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے بلکہ عبادت گاہ کے بغیر بھی ایسی چیزیں ہیں جن کے چھینے جانے یا جن پر دوسرے مذاہب کے قبضہ کر لینے سے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت قطع نظر اس سے کہ اس کا نام صرف مندر تھا چونکہ وہ ایک ہندو کی عمارت ہے اور یہ عمارت مذہبی جلسوں اور مذہبی انجمنوں کے انعقاد کے لئے استعمال کی جاتی تھی اس لئے اپنے اُصول کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مَیں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ہم اس عمارت میں ٹھہریں تاکہ ہماری وہ دلیل جو ہم قادیان کے متعلق دے رہے ہیں کمزور نہ ہو جائے اور ہمارا وہ اصول نہ ٹُوٹے جو مذہبی مقامات کی تقدیس اور ان کے احترام کے متعلق ہم دُنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ بعض دوستوں نے کہا ہے کہ وہ اِس عمارت کو خریدنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ بلکہ مجھے کہا گیا ہے کہ خود مالک مکان اِسے فروخت کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم امر ہے اِس لئے اِس معاملہ میں اگر کوئی قدم مقامی جماعت کی طرف سے اُٹھایا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے پوری طرح تمام حالات کو میرے سامنے رکھے اگر میری تسلّی ہو گئی اور مجھے اس میں شُبہ کی کوئی گنجائش نظر نہ آئی تب بھی میرے نزدیک مناسب یہی ہوگا کہ ہم یہ عمارت نہ لیں کیونکہ اپنے اُصول کی پابندی ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔" [1]

اِس وضاحت کے بعد حضور رضی اللہ عنہ نے جماعتِ کراچی کو مسجد، مہمان خانہ اور لائبریری کے لئے ایک موزوں قطعہ تلاش کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا:-

"دوسری چیز جس کی طرف مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مَیں نے آج سٹیشن پر دوستوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ میرے گلے میں ہار نہ ڈالیں۔ یوں بھی ہار پہننے میں مجھے حیا سی محسوس ہوتی ہے لیکن اِس امر کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تب بھی مَیں سمجھتا ہوں کہ حقیقی ضرورتوں کو سمجھنے والے افراد کو اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے زمانہ

---

[1] الفضل ۱۳؍ شہادت / اپریل ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۲، ۳

کے مطابق قدم اُٹھانا چاہیئے۔ ہمارے لئے اِس وقت ایک ایسا زمانہ آیا ہُوا ہے جس میں ہم اپنے مقدس مقام سے محروم ہیں اور دشمن اس پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ ہار پہننے کے معنے خوشی کی حالت کے ہوتے ہیں۔ مَیں جہاں جماعت کو یہ نصیحت کیا کرتا ہوں کہ ان کے دِلوں میں پژمردگی پیدا نہیں ہونی چاہیئے، ان کے اندر کم ہمتی نہیں ہونی چاہیئے، ان کے اندر پست ہمتی نہیں ہونی چاہیئے وہاں مَیں اِس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ جماعت اس صدمہ کو بھول جائے اور ایسی غیر طبعی خوشیاں منانے میں محو ہو جائے جن کی وجہ سے وہ ذمہ داری اس کی آنکھ سے اوجھل ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد کی گئی ہے۔ نمائشی باتیں تو یوں بھی ناپسندیدہ ہوتی ہیں مگر کم سے کم اُس وقت تک کے لئے ہمارے نوجوانوں میں یہ احساس زندہ رہنا چاہیئے جب تک ہمارا مرکز ہمیں واپس نہیں مِل جاتا۔ آخر کوئی نہ کوئی چیز ہو گی جس کے ساتھ نوجوانوں کو یہ بات یاد دلائی جا سکے گی۔ اگر ایسے مظاہروں سے نوجوانوں کو روکا جائے تو چونکہ پہلے ہم روکا نہیں کرتے تھے اِس لئے قدرتی طور پر ہر احمدی کے دِل میں یہ بات تازہ رہے گی کہ ہمیں نے اپنے مرکز کو واپس لینا ہے۔ مجھے غیر طبعی خوشیوں کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ ہم بھی غیر طبعی خوشیوں میں محو ہو گئے اور نوجوانوں کو ہم نے یہ محسوس نہ کرایا کہ کتنا بڑا صدمہ ہمیں پہنچا ہے تو ان کے اندر اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدّ وجہد اور کوشش کی سچّی تڑپ زندہ نہیں رہ سکے گی اِس لئے مَیں سمجھتا ہوں میرے لئے یا کِسی اَور کے لئے ایسے مظاہروں میں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔" [1]

خطبہ جمعہ کے آخر میں حضور رضؓ نے ارشاد فرمایا:۔

"ہماری جماعت صُلح کی بنیادوں پر قائم ہے اور جہاں تک ہو سکے گا ہم صلح سے ہی اپنے مرکز کو واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ دوسرے ہمارے ہاتھ میں حکومت نہیں اور جنگ کا اعلان حکومت ہی کر سکتی ہے افراد نہیں کر سکتے۔ گویا اِس وقت اگر جنگ کا اعلان ہو تو دو ہی حکومتیں کر سکتی ہیں یا انڈین یونین کر سکتی ہے یا پاکستان کر سکتا ہے ہم پاکستان

[1] الفضل ۳۰ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

گورنمنٹ نہیں کہ انڈین یونین سے اعلانِ جنگ کر سکیں۔ ہم آزاد علاقہ کے بھی نہیں کہ ہم ایسا اعلان کرنے کے مجاز ہوں۔ اِس لئے اگر جنگ کے ذریعہ ہی ہمارے مرکز کا ملنا ہمارے لئے مقدر ہے تب بھی جنگ کے ... سامان خدا ہی پیدا کر سکتا ہے ہمارے اندر یہ طاقت نہیں کہ ہم ایسا کر سکیں اور نہ شریعت ہمیں جنگ کی اجازت دیتی ہے شریعت جنگ کا اختیار صرف حکومت کو دیتی ہے اور حکومت ہمارے پاس نہیں۔ پس جنگ سے بھی اُسی صورت میں فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے جب خدا ایسے سامان پیدا فرمائے اور انڈین یونین سے کسی اَور حکومت کی لڑائی شروع ہو جائے۔ بہرحال خواہ صُلح سے ہمارا مرکز ہمیں واپس ملے یا جنگ سے دونوں معاملات میں ظاہری تدابیر کام نہیں دے سکتیں صرف خدا ہی ہے جو ہماری مدد کر سکتا اور ہمارے لئے غیب سے نصرت اور کامیابی کے سامان پیدا فرما سکتا ہے۔ اگر دلائل کو لو تو دلائل کا اثر بھی خدا تعالیٰ ہی پیدا کر سکتا ہے ورنہ جو نشۂ حکومت میں سرشار ہو اور جسے اپنی طاقت کا گھمنڈ ہو اس کے سامنے کتنے بھی دلائل پیش کئے جائیں وہ سب کو ٹھکرا دیتا ہے اور کہتا ہے ہم اِن باتوں کو نہیں مانتے اور اگر طاقت کو لو تو اوّل تو مادّی طاقت ہمارے پاس ہے ہی نہیں اور اگر ہو بھی اور فرض کرو ہماری جماعت موجودہ تعداد سے پچاس یا سَو گُنے بھی بڑھ جاتی ہے اور پانچ دس کروڑ تک پہنچ جاتی ہے تب بھی گورنمنٹ ہمارے قبضہ میں نہیں اور ہم شرعی نقطۂ نگاہ سے جنگ نہیں کر سکتے۔ گویا ہماری حالت صلح کی صورت میں بھی اور جنگ کی صورت میں بھی کُلّی طور پر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کو اختیار کرنا ہمارا سب سے پہلا اور اہم فرض ہے۔ اگر ہم اپنے اِس فرض کو ادا کر لیں تو یقیناً وہ کام جو ہم نہیں کر سکتے خدا اُسے خود پورا فرمائیگا اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ خدائی طاقت اور قوت کی کوئی حد بندی نہیں۔ بندے کی بڑی سے بڑی جدّوجہد اور کوشش بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جب خدا کرنے پر آتا ہے تو باوجود اس کے کہ دُنیا ایک کام کو ناممکن سمجھ رہی ہوتی ہے وہ ممکن ہو جاتا ہے۔ شام کو وہ اِس حالت میں سوتی ہے جب وہ اُسے ناممکن سمجھ رہی ہوتی

ہے مگر جب صبح اُٹھتی ہے تو اُسے وہ ناممکن امر ممکن نظر آ رہا ہوتا ہے اور بعض دفعہ صبح وہ ایک کام کو ممکن سمجھتی ہے مگر جب شام ہوتی ہے تو وہی ممکن امر اُسے ناممکن نظر آنے لگتا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہمارے سب کام کرنے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرنا ہمارا اولین کام ہونا چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے کاموں اور اپنی خوشیوں اور اپنی ہر قسم کی مصروفیتوں میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ راضی کرنے کی کوشش کریں۔" [1]

خالق دینا ہال میں عظیم الشان پبلک لیکچر

حضرت مصلح موعودؓ نے قیام کراچی کے تیسرے روز ۱۴ / امان / مارچ ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کو ساڑھے پانچ بجے شام خالق دینا ہال میں "پاکستانیوں سے چند صاف صاف باتیں" کے عنوان سے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ صدارت کے فرائض آنریبل حاتم بی طیب جی چیف جسٹس سندھ چیف کورٹ نے انجام دیئے ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا بلکہ سینکڑوں احباب کو باہر کھڑے ہو کر لیکچر سُننا پڑا۔ سامعین کا اکثر حصہ کالجوں کے طلباء، پروفیسروں، ڈاکٹروں اور وکلاء وغیرہ پر مشتمل تھا۔ مسٹر ایم۔ ایچ گزدر ایم۔ ایل۔ اے ایڈوائزر حکومتِ سندھ مسٹر مدنی ڈپٹی سیکرٹری حکومتِ پاکستان۔ خان بہادر نذیر احمد ریٹائرڈ چیف جسٹس کشمیر مسٹر حاتم علوی۔ مسٹر واسطی وائس پرنسپل سندھ کالج اور مرکزی و صوبائی حکومت کے متعدد دیگر اعلیٰ حکام بھی موجود تھے۔ حضورؓ کی تقریر ڈیڑھ گھنٹہ تک کامل انہماک و سکون اور گہری دلچسپی سے سُنی گئی۔

تقریر کے آغاز میں حضورؓ نے مقررہ موضوع کی وسعت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ موضوع دراصل ایک طویل داستان کی حیثیت رکھتا ہے تاہم چونکہ یہ کراچی میں میرا پہلا لیکچر ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ کراچی کے باشندے کس حد تک میری باتیں سُننے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں اس لئے مَیں مضمون کے بہت سے حصّوں کو چھوڑ کر چند ضروری اُمور بیان کرنے پر اکتفاء کروں گا۔

سب سے پہلے حضورؓ نے اِس بات پر زور دیا کہ چونکہ پاکستان ایک نئی حکومت ہی نہیں بلکہ ایک نیا ملک بھی ہے اِس لئے پاکستانیوں کو وطنیت کا وہ جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے جو پہلے

---

[1] الفضل ۲۰ / شہادت / اپریل ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵

موجود نہ تھا۔ وطنیت کا جذبہ ایک ایسی چیز ہے جو قوم کو اکٹھا رکھنے، اسے اُبھارنے اور ملک کے دفاع کے لئے اسے ہر ممکن قربانی کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ جذبہ پیدا کرنے میں ہم کامیاب نہ ہوئے تو ذرا سا اختلاف ہمارے اتحاد کو توڑنے کا موجب بن جائے گا۔ وطنیت کے جذبہ کے بغیر کبھی مُلک میں سے غدّاری کی رُوح نہیں کچلی جا سکتی۔

حضور رضی اللہ عنہ نے اصل موضوع پر تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ پاکستان کا مطالبہ کیوں کیا گیا تھا؟ یہ مطالبہ اِس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ ہندوستان میں نسلی طور پر دو قومیں آباد تھیں۔ کیونکہ یہ ایک واضح بات ہے کہ ہندوستان میں بہت سی ایسی قومیں موجود ہیں جن کا ایک حصّہ ہندو ہے اور ایک مسلمان۔ پھر زبان کے اختلاف کی بناء پر بھی یہ مطالبہ نہ کیا گیا تھا کیونکہ ہر صوبے میں رہنے والے ہندو اور مسلمان ایک ہی زبان بولتے تھے۔ پھر آخر کیا چیز تھی جس کی بناء پر پاکستان کا مطالبہ کیا گیا؟ ظاہر ہے کہ صرف اسلام ہی اِس مطالبہ کی بُنیاد تھا اور اسلامی کلچر کی حفاظت کرنے کے لئے ہی مسلمان علیحدہ حکومت کے طالب تھے۔ پس مطالبۂ پاکستان کے پسِ پردہ جو چیز کام کر رہی تھی وہ صرف اسلام تھا یعنی مسلمان یہ چاہتے تھے کہ جس جگہ ان کی اکثریت ہو وہاں انہیں ایک ایسی آزاد حکومت قائم کرنے کا موقعہ دیا جائے جس میں وہ اسلامی تعلیم اور اسلامی تہذیب کے مطابق ترقی کر سکیں اور آزادی کے ساتھ دیگر اسلامی ممالک کی مدد کر سکیں۔

حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسلامی حکومت کے الفاظ سے بہت سے غیر مسلموں کو دھوکہ لگتا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید غیر مسلموں کو بھی اسلامی احکام پر عمل کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ دُنیا کے سب مذاہب میں سے صرف اور صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے قولاً اور عملاً صاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ اسلامی احکام پر عمل کرنے کی پابندی صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ دیگر مذاہب کے پیروؤں کو نہ صرف یہ کہ اسلام کے احکام پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلام کہتا ہے کہ ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی مذہبی کتابوں کے مطابق عمل کریں کیونکہ اگر وہ اپنے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں اور پھر اس پر عمل نہیں کرتے تو وہ منافق ہیں اور منافق کبھی بھی اچھے شہری نہیں بن سکتے۔ پس مسلمانوں کو غیر مسلموں کی غلط فہمی کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور انہیں بتانا چاہیئے کہ اسلامی حکومت کا مطلب صرف یہ ہے کہ مسلموں کے لئے قرآن مجید کے قوانین ہوں گے نہ کہ غیر مسلموں

کے لئے بھی۔

کیا پاکستانی اسلامی حکومت کے قیام کا مطالبہ کرنے میں سنجیدہ ہیں؟ حضورؓ نے اِس اہم سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا جب ایک فرد کہتا ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہونی چاہیئے تو بالفاظِ دیگر وہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اسلامی ہوں۔ اب اگر اسلام پر غور کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام کے نزدیک فرد کے اعمال کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ اوّل خود اس کی ذات سے تعلق رکھنے والے احکام، دوسرے اس کے ہمسایوں اور دوستوں سے تعلق رکھنے والے احکام تیسرے ایسے احکام جن کا تعلق حکومت کے نمائندوں کے ساتھ ہے۔ حکومت سے تعلق رکھنے والے احکام تو فرد کے بس میں نہیں ہیں۔ ہمسایوں سے تعلق رکھنے والے احکام پوری طرح نہیں لیکن کسی قدر اس کے بس میں ہیں۔ البتہ اس کی ذات سے تعلق رکھنے والے احکام پوری طرح اس کے اختیار میں ہیں۔ اب جو مسلمان اسلامی حکومت کا مطالبہ کرتا ہے اس کے مطالبہ کی سنجیدگی کا ثبوت یہی ہوسکتا ہے کہ جو احکام پوری طرح اس کے بس میں ہیں کم از کم ان پر وہ پوری طرح عمل کر کے دکھا دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ وہ اسلامی حکومت کا مطالبہ کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے بلکہ وہ صرف سیاسی اغراض کے ماتحت کسی کو گرانے یا کسی کو بدنام کرنے کے لئے یہ مطالبہ کرتا ہے۔

حضورؓ نے فرمایا۔ قرآن مجید، احادیث اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل واضح الفاظ میں ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام نے نماز کا حکم دیا ہے۔ پردے کا حکم دیا ہے۔ روزہ کا حکم دیا ہے۔ سُود کی ممانعت کی ہے اور مرد عورت کے آزادانہ اختلاط کو روکا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کے مختلف گروہ سُود کی ممانعت اور پردے کے احکام کی کیا حدود سمجھتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمان اپنی اپنی جگہ اِن احکام کا جو بھی مفہوم سمجھتے ہیں کیا اس پر وہ عمل کرتے ہیں؟ اگر وہ ان احکام پر اپنی اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرتے ہیں تو پھر تو بے شک وہ اسلامی حکومت کے قیام کے مطالبہ میں سنجیدہ سمجھے جا سکتے ہیں کیونکہ جن احکام کو پُورا کرنا اُن کے اختیار میں تھا ان پر انہوں نے عمل کر کے دکھا دیا لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر یقیناً وہ اسلامی حکومت کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

حضورؓ نے فرمایا۔ مسلمان ہندو کے مقابلہ پر کہا کرتے تھے کہ اسلامی کلچر خطرہ میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آج بھی وہ اپنے اپنے بیٹے، اپنے اپنے بھائی اور اپنی اپنی بیوی کو یہ کہنے کے لئے تیار ہیں

کہ اگر تم نے اسلامی احکام پر عمل نہ کیا تو اسلامی کلچر خطرہ میں پڑ جائے گا؟ اگر آپ لوگ یہاں سے اُٹھنے سے پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ اسلام کے جن احکام پر عمل کرنا آپ کے اپنے بس میں ہے اور جن پر عمل کرنے کے لئے کسی حکومت، کسی قانون اور کسی طاقت کی ضرورت نہیں ان پر فوراً عمل کرنا شروع کر دیں گے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شام سے پہلے پہلے اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن اگر لوگ مُنہ سے اسلامی حکومت کا مطالبہ کریں اور عملاً اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھیں تو جس طرح کچّی اینٹوں کے ایک محل کو پکّا نہیں کہا جا سکتا اسی طرح غیر اسلامی اعمال کرنے والے افراد کے مجموعہ کا نام ہرگز اسلامی حکومت نہیں رکھا جا سکتا۔

زبان کے مسئلہ پر پاکستان میں جو اختلافات نمودار ہو رہے ہیں ان پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے حضور نے فرمایا یہ مسئلہ بالکل سادہ اور صاف تھا لیکن افسوس ہے کہ خواہ مخواہ اسے پیچیدہ بنایا جا رہا ہے اصل مسئلہ صرف یہ ہے کہ جب پاکستان کے سب صوبوں نے اپنی مرضی سے مِل کر اور اکٹھے ہو کر کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو لازمی بات ہے کہ اس صورت میں کسی ایک صوبے کی زبان سے کام نہیں چل سکتا۔ مِل کر کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی زبان ہو جو سب پاکستانی صوبوں کے باشندے جانتے ہوں۔ انگریزوں کے عہد میں اِس قسم کی مشترکہ زبان کا کام انگریزی سے لیا جاتا تھا اب ان کے جانے کے بعد ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ انگریزی کی قائم مقام کونسی زبان ہو۔ ظاہر ہے کہ چونکہ انگریزی کی نسبت اُردو قرآن مجید کو سمجھنے اور اسلامی ممالک سے اتحاد پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے اِس لئے ہمیں اس زبان کو ہی مشترکہ طور پر کام کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ حضورؓ نے اِس امر پر زور دیا کہ یہ سراسر غلط بحث ہے کہ بنگالی کی جگہ اردو کو دی جائے گی یا سندھی کی جگہ اُردو لے لے گی۔ کیا انگریزی نے بنگالی یا سندھی کی جگہ لے لی تھی؟ اصل سوال تو صرف یہ ہے کہ جس طرح پہلے مِل کر کام کرنے کے لئے انگریزی سے کام لیا جاتا تھا اَب کونسی زبان سے کام لیا جائے۔

حضورؓ نے پاکستان کے دفاع کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ پاکستان میں ریلوے لائنیں ایسے رُخ پر واقع ہیں جو دفاع کے لحاظ سے خطرناک ہیں۔ حضور نے اِس سلسلے میں یہ تجویز پیش فرمائی کہ سندھ کے اس پار راولپنڈی سے کراچی تک ایک نئی ریلوے لائن بنائی جائے جس کے ذریعے خطرہ کے اوقات میں سندھ

کا پنجاب کے ساتھ تعلق قائم رہ سکے۔

کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا پاکستان کے دفاع کے نقطہ نگاہ سے یہ ایک اہم سوال ہے۔ اگر کشمیر انڈین یونین میں چلا گیا تو انڈین یونین کی رُوس کے ساتھ سرحد مل جانے کی وجہ سے اسے ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو جائے گی اور مغربی پنجاب کا فوجی خطہ محصور ہو جائے گا۔ حضورؓ نے بحری طاقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا پاکستان کے نوجوانوں کو بحری سفر کرنے اور بیرونی ممالک کی سیر کرنے کا شوق اپنے دلوں میں پیدا کرنا چاہیئے۔

حضور نے زرعی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا زراعت کو پاکستان کی سب سے بڑی دولت سمجھا جا رہا ہے لیکن ہمیں ایک بہت بڑے خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اور وہ یہ کہ پاکستان کے زرعی علاقوں کے متعلق ماہرین کا یہ اندازہ ہے کہ پچاس سال میں یہ علاقے بالکل بے کار ہو جائیں گے اور اس کے آثار بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ اِس خطرہ کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں ضرر رساں نمک بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ نہروں کی وجہ سے پانی کی سطح اُونچی ہو رہی ہے اور زمین شور اور سیم والی ہوتی جاتی ہے[1] حضورؓ کی یہ ایمان افروز تقریر سات بجے شام ختم ہوئی۔

تھیوسافیکل ہال میں خواتینِ اسلام سے انقلاب انگیز خطاب

۱۸ امان / مارچ کو حضرت امیر المومنینؓ نے مقامی لجنہ اماء اللہ کی درخواست پر تھیوسافیکل ہال بندر روڈ کراچی میں مستورات کو خطاب فرمایا اِس جلسہ میں تقریباً ساڑھے چھ سَو احمدی و غیر احمدی خواتین شریک ہوئیں جنہوں نے ہمہ تن گوش ہو کر تقریر سُنی اور بہت متاثر ہوئیں[2]۔

حضور کی اثر انگیز تقریر کا بنیادی مقصد خواتینِ اسلام کو دعا اور قربانی اور ایثار کے لئے سرگرمِ عمل کرنا تھا۔ چنانچہ حضور نے اپنی اِس تقریر میں سورہ کوثر کی نہایت ایمان افروز تفسیر کرتے ہوئے نہایت لطیف پیرایہ میں استنباط فرمایا کہ پاکستان کا استحکام دعا اور قربانی سے وابستہ ہے حضور نے تقریر کے اختتامی حصہ میں نہایت پُر جلالی اور پُر شوکت الفاظ میں فرمایا:۔

"مَیں جب قادیان سے لاہور آیا تو بعض بڑے بڑے آدمی مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور

---

[1] الفضل ۱۹ امان / مارچ ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۳-۴ ٭ [2] الفضل یکم شہادت / اپریل ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۴ کالم ۲

انہوں نے کہا اَب تو لاہور بھی خطرہ میں ہے۔ بتائیے کیا کیا جائے ؟ مَیں نے کہا لاہور کو ہی خطرہ نہیں سارا پاکستان خطرہ میں ہے۔ جب تم نے پاکستان مانگا تھا تو یہ سمجھ کر مانگا تھا کہ صرف اتنا ٹکڑہ ہمیں ملے گا اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ سمجھ کر مانگا تھا کہ روپیہ ہمارے پاس کم ہوگا، سامان ہمارے پاس کم ہوگا اور ہمیں اپنی حفاظت کے لئے بہت بڑی جدّوجہد سے کام لینا پڑے گا۔ یہ نہیں کہ آپ نے مانگا زیادہ تھا اور مِلا کم۔ یا آپ نے تو ہندوستان کا اکثر حصّہ مانگا تھا اور آپ کو اس کا ایک قلیل حصّہ دے دیا گیا ہے بلکہ جو کچھ آپ لوگوں نے مانگا تھا وہ قریب قریب آپ کو مِل گیا ہے۔ اور یہ خطرات جو آج آپ کو نظر آ رہے ہیں اُس وقت بھی آپ کے سامنے تھے اِس لئے یہ کوئی نئے خطرات نہیں۔ پاکستان کے لئے یہ خطرات ضروری تھے۔ اور اَب جبکہ پاکستان قائم ہو چکا ہے پاکستان کے لئے دوباتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو وہ فتح پائے گا یا مارا جائے گا۔ اگر تم فتح حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر تم شکست کھانا چاہتے ہو تو یاد رکھو دُنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جو مغربی پاکستان کے تین کروڑ مسلمانوں کو پناہ دے سکے یا مغربی اور مشرقی پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو پناہ دے سکے۔ مشرقی پنجاب میں سے صرف ساٹھ لاکھ مسلمان اِدھر منتقل ہوئے تھے مگر ابھی تک لاکھوں لاکھ آدمی اِدھر اُدھر پھر رہا ہے اور اُسے رہنے کے لئے کوئی ٹھکانا نہیں ملا۔ حالانکہ وہ لاکھوں آدمی اپنی مرضی سے نہیں آیا تھا خود پاکستان کی حکومت نے ان کو بُلوایا تھا یہ کہہ کر بُلوایا تھا کہ ہم مشرقی پنجاب کی حکومت سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ اُس طرف کے مسلمان اِدھر آجائیں اور اِس طرف کے ہندو اُدھر چلے جائیں۔ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے، تمہارے لئے زمینوں اور مکانوں کا انتظام کریں گے تم اپنے گھروں کو چھوڑ دو اور مغربی پنجاب میں آجاؤ۔ اِسی اُمید پر انہوں نے اپنے وطن چھوڑے اور اِسی اُمید پر وہ مغربی پنجاب میں آئے۔ ہم جو قادیان کے رہنے والے ہیں صرف ہماری ایک مثال ہے کہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ قادیان کو چھوڑیں۔ ہم ایک چھوٹی سی بستی میں رہتے تھے اور ہمارا ارادہ تھا کہ اگر اِردگرد کے دیہات اور شہروں میں

رہنے والے مسلمان اتحاد کرلیں تو اس علاقہ کو نہ چھوڑا جائے مگر چند دنوں کے اندر اندر سارا مشرقی پنجاب خالی ہوگیا مگر باوجود اس کے کہ وہ وہاں سے بھاگے اور اِس خیال سے بھاگے کہ پاکستان میں ہمارے لئے جگہ موجود ہے پھر بھی وہ آج چاروں طرف خانہ بدوش قوموں کی طرح پھر رہے ہیں اور انہیں کوئی ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ ان کا یہ خیال کہ ہمیں پاکستان میں جگہ مِل جائے گی غلط تھا یا صحیح؟ سوال یہ ہے کہ اگر مشرقی پنجاب کے ساٹھ لاکھ مسلمانوں کو پاکستان پناہ نہیں دے سکا تو پاکستان کے تین کروڑ مسلمانوں کو کیا بلوچستان پناہ دے گا؟ جس کی اپنی آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہے۔ کیا ایران پناہ دے گا؟ جس کی آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے۔ کیا عرب پناہ دے گا؟ جس کی آبادی ۷۰، ۸۰ لاکھ ہے۔ کیا افغانستان پناہ دے گا؟ جس کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ نہیں۔ آخر کونسا اسلامی ملک ہے جس میں تین کروڑ مسلمانوں کے سمانے کی گنجائش موجود ہے۔ اگر پاکستان نے شکست کھائی تو یقیناً اس کے لئے موت ہے۔ پاکستان میں بھی موت ہے اور پاکستان سے باہر بھی موت ہے۔ اور جب موت ایک لازمی چیز ہے تو اَب سوال یہ نہیں رہ جاتا کہ مسلمان جائیں کہاں؟ بلکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لاہور کے آگے لڑتے ہوئے مارے جائیں یا کراچی کے سمندر میں غرق ہو کر مریں۔ مَیں نے کہا یہ دونوں موتیں آپ لوگوں کے سامنے ہیں اَب آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ آپ کونسی موت قبول کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ لاہور کے سامنے دشمن سے لڑتے ہوئے مرنا زیادہ پسند کرتے ہیں یا یہ پسند کرتے ہیں کہ بھاگتے ہوئے کراچی کے سمندر میں غرق ہوجائیں اور مارے جائیں؟ بہرحال پاکستان کے لئے اَب سوائے اِس کے اَور کوئی چیز نہیں کہ یا فتح یا موت۔ دوسرے ملکوں کے لئے تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی جگہ تبدیل کرلیں کیونکہ ان کی آبادی تھوڑی ہے لیکن پاکستان کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں جو پاکستان کے لوگوں کو پناہ دے سکے۔ کسی ملک سے پاکستان کی آبادی دوگنی ہے اور کسی ملک سے تین گنی۔ اِس لئے کوئی ملک ایسا نہیں جس میں پاکستان کے لوگ سما سکیں بلکہ اُن ممالک میں پاکستان کی بیس فیصدی آبادی کا بسانا بھی ناممکن ہے

تجاویز کہ کسی ملک سے دوگنی یا تگنی آبادی کو وہاں بسایا جاسکے۔ پس پاکستان کے ہر مسلمان مرد اور عورت کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے یا تو عزت اور فتح کی زندگی بسر کرنی ہے یا عزت اور فخر کی موت اس نے مرنا ہے۔ یہی ایک راستہ ہے جس پر ہر شریف انسان کو چلنا چاہیئے کہ یا وہ دشمن پر فتح پائے یا عزت کی موت مرے۔

حیدر الدین میسور کا ایک مسلمان بادشاہ تھا جسے انگریزوں نے بہت بدنام کیا اور اس کے نام پر انہوں نے اپنے کُتوں کا ٹیپو نام رکھا۔ یہ آخری مسلمان بادشاہ تھا جس میں اسلامی غیرت پائی جاتی تھی۔ حیدر آباد جو آج کئی قسم کی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اسنے ہر دفعہ میسور کی اس حکومت کو تباہ کرنے کے لئے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ جب بنگلور پر انگریزوں نے آخری حملہ کیا تو سلطان حیدالدین قلعہ کی ایک جانب فصیل کے پاس اپنی فوجوں کو لڑائی کے لئے ترتیب دے رہا تھا کہ ایک جرنیل اس کے پاس بھاگا بھاگا آیا اور اس نے کہا بادشاہ سلامت! اِس وقت کہیں بھاگ جائیے کسی غدار نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا ہے اور انگریزی فوج قلعہ کے اندر داخل ہو کر مارچ کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی آرہی ہے، ابھی کچھ رستے خالی ہیں آپ آسانی سے اِن رستوں کے ذریعہ بھاگ سکتے ہیں۔ حیدرالدین نے نہایت حقارت کے ساتھ اُس کی طرف دیکھا اور کہا تم کہتے ہو مَیں بھاگ جاؤں۔ یاد رکھو شیر کی دو گھنٹہ کی زندگی گیدڑ کی دو سو سال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ کہا اور تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور سپاہیوں کے ساتھ مِل کر انگریزوں سے لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ تو جرأت اور بہادری ایسی چیز ہے جو دُنیا میں انسان کا نام عزت کے ساتھ قائم رکھتی ہے۔ تاریخوں میں کبھی تم نے بُزدلوں کے قصے بھی پڑھے ہیں کہ فلاں نے جنگ کے موقع پر اِس اِس طرح بُزدلی دکھائی۔ کبھی تم نے بھگوڑوں کے قصے بھی پڑھے ہیں جن کو تاریخ نے یاد رکھا ہو۔ کبھی تم نے کام چوروں کے قصے بھی پڑھے ہیں۔ تاریخ میں جن لوگوں کو یاد رکھا جاتا ہے وہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو قوم کے لئے قربانیاں کرتے اور اپنی جانوں اور مالوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ قربانیاں کرنے والے مرد بھی ہوتے ہیں، عورتیں بھی ہوتی ہیں

اور بچے بھی ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں بھی اِن قربانیوں کی مثالیں پائی جاتی ہیں اور یورپین تاریخ میں بھی ان قربانیوں کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اور تو اور بعض نابالغ بچوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں جن کی مثال بڑے بڑے بہادروں میں بھی نہیں ملتی۔ پس اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ کے الفاظ گو ایک رنگ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں مگر ایک رنگ میں آج پاکستان کے ہر فرد کے سامنے یہ الفاظ رہنے چاہئیں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ خدا نے آپ لوگوں کو ایک آزاد حکومت دے دی ہے جس میں اسلامی طریقوں پر عمل کرنے کا آپ لوگوں کے لئے موقع ہے۔ اَب اِس دوسرے حصّہ کو پُورا کرنا مسلمانوں کا کام ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں، عبادتیں بجالائیں اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے ملک اور اپنی قوم اور اپنے مذہب کی عزّت بچانے کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ وہ دشمن جو آج انہیں کُچلنا چاہتا ہے خود کُچلا جائے گا۔ وہ دشمن جو انہیں تباہ کرنا چاہتا ہے خود تباہ ہو جائے گا۔ صرف اُس احسان کے بدلے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر کیا ہے کہ اُس نے اُنہیں کوثر بخشا۔ اللہ تعالیٰ ان سے دو باتیں چاہتا ہے ایک یہ کہ وہ اپنا دین درست کر لیں اور عبادت اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائیں اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے دین اور مذہب کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کریں۔ جب وہ ایسا کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یہ مت خیال کرو کہ تم تھوڑے ہو۔ یہ مت خیال کرو کہ تم کمزور ہو۔ اگر اس جذبہ اور نظریہ اور ایمان سے تم کھڑے ہو گے تو خدا بے غیرت نہیں، خدا بے وفا نہیں وہ چھوڑے گا نہیں جب تک وہ اس زبردست دشمن کو جو تم پر حملہ کر رہا ہے تباہ اور برباد نہ کر دے۔

یہ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے مگر قومی فرائض اور ذمہ داریوں کی وہ تفصیل جو اِس

سورۃ میں بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ سے امداد حاصل کرنے کے وہ ذرائع جو اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں اُن کو مدِّنظر رکھتے ہوئے یہ سورۃ آج ہر پاکستانی کے سامنے رہنی چاہیئے۔ خصوصاً ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس سورۃ کے مضامین پر غور کرے اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی بنائے کیونکہ جماعتِ احمدیہ نے ایک نیا عہد خدا تعالیٰ سے باندھا ہے اور نئے عہد پُرانے عہدوں سے زیادہ راسخ ہوتے ہیں۔ انہوں نے دُنیا کے سامنے اعلان کیا ہے کہ ہم اسلام کی خدمت کریں گے اور ہم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کرکے اسلام کا جھنڈا دُنیا کے کونے کونے میں گاڑ دیں گے۔ جب تک اپنے عمل سے وہ یہ ثابت نہیں کر دیتے کہ اُن میں سے ہر مرد اور ہر عورت اس عہد کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔ جب تک وہ یہ ثابت نہیں کر دیتے کہ اسلام کے لئے فدائیت اور جاں نثاری کا جذبہ اُن کا ایک امتیازی نشان ہے اور وہ اپنی ایک ایک حرکت اِسی جذبہ کے ماتحت رکھیں گے اس وقت تک اُن کا یہ دعوٰی کہ ہم اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں ایک باطل دعوٰی ہوگا اور ہر دوست اور دشمن کی نگاہ میں انہیں ذلیل کرنے والا ہوگا۔ مَیں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہر احمدی مرد اور عورت کو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنی ذمّہ داری سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں سچّے طور پر اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی قربانی کرنے کی طاقت بخشے تاکہ وہ اپنے مُنہ سے ہی یہ کہنے والے نہ ہوں کہ ہم قربانی کر رہے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی آسمان پر اُن کی قربانیوں کو دیکھ کر تعریف کریں اور ان کی ترقی اور درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ موجودہ مصائب سے بچا کر مسلمانوں کو عزّت، آزادی اور ترقی کی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"[1]

کراچی میں پریس کانفرنس

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

"مَیں جب کراچی میں تھا تو ایک پریس کانفرنس کے دَوران میں مجھ سے پریس کے بعض نمائندوں نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ سیکیورٹی کونسل

---

[1] قیامِ پاکستان اور ہماری ذمّہ داریاں صفحہ ۴۹ تا ۵۶ (الناشر مہتمم نشرو اشاعت لاہور)

کشمیر کے مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ کرے گی؟ میں نے انہیں جواب دیا کہ میرے خیال میں سیکیورٹی کونسل کا فیصلہ عقل اور انصاف پر مبنی نہیں ہوگا بلکہ جو فریق ان کی جھولی میں زیادہ خیرات ڈالے گا وہ اس کے حق میں ووٹ دیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے خیال میں انڈین یونین نے ان کی جھولیوں میں کچھ ڈال دیا ہے اس لئے مجھے اچھے آثار نظر نہیں آتے۔ پریس کے ایک نمائندہ نے کہا کہ پھر آپ سر ظفر اللہ کو تار کیوں نہیں دیتے؟ میں نے جواباً کہا کہ سر ظفر اللہ میرے ملازم نہیں بلکہ پاکستان حکومت کے ملازم ہیں ان کی ملازمت کی ذمہ داریوں میں دخل دینا میرے لئے ہرگز جائز نہیں یہ پاکستان حکومت کا کام ہے کہ وہ اُن کو مشورہ دے کہ اس موقع پر ان کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔"[1]

جماعتِ احمدیہ کو تین بُنیادی نصائح

۱۹ امان/مارچ کو حضور کو کراچی سے روانہ ہونا تھا۔ اس روز حضور نے اپنے خطبہ جمعہ میں جماعتِ احمدیہ کو تین بنیادی نصائح فرمائیں جن کی تفصیل حضور ہی کے مبارک الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے۔ فرمایا:-

"جس طرح انسان پر بچپن کا زمانہ آتا ہے اسی طرح قوموں پر بھی ایک بچپن کا زمانہ آتا ہے۔ جب خدا کسی جماعت کو دُنیا میں قائم کرتا ہے تو کچھ عرصہ اسے سیکھنے کا موقعہ دیتا ہے مگر پھر اس پر ایک دوسرا زمانہ آتا ہے جب وہ قوم بالغ ہو جاتی ہے اور اس پر ویسی ہی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں جیسے بالغوں پر عائد ہوتی ہیں تب بہت سی باتیں جو طفولیت میں معاف ہوتی ہیں اور غلطی ہونے پر چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے بلوغت کے زمانہ میں نہ وہ باتیں اسے معاف ہوتی ہیں اور نہ غلطی واقعہ ہونے پر اس سے چشم پوشی کا سلوک کیا جاتا ہے۔ ہماری جماعت پر بھی بلوغت کا زمانہ آرہا ہے اور خدا تعالیٰ کے فعل نے بتا دیا ہے کہ ہماری جماعت اب ان راستوں پر نہیں چل سکتی جن پر وہ پہلے چلا کرتی تھی بلکہ اب اسے وہ راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو قربانی اور ایثار کا راستہ ہے اور جس پر چلے بغیر آج تک کوئی قوم بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ ہندوستان میں احمدیوں کی آبادی کا زیادہ تر حصہ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ستّر فیصدی حصہ پنجاب میں

---

[1] الفضل ۲۲ امان/مارچ ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

تھا۔ اَب چونکہ مشرقی پنجاب کے مسلمان بھی اِدھر آ چکے ہیں اِس لئے اَب اسّی۸۰ فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ حصّہ ہماری جماعت کے افراد کا پاکستان میں آ چکا ہے اور بوجہ آزاد گورنمنٹ کا ایک حصّہ ہونے کے ان پر بھی ویسی ہی ذمہ داریاں عائد ہیں جیسی آزاد قوموں پر عائد ہوتی ہیں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ آزاد قوموں کو جنگ بھی کرنی پڑتی ہے یہ تو نہیں کہ جنگ کے اعلان پر وزیر جا کر لڑا کرتے ہیں یا سیکرٹری جا کر لڑا کرتے ہیں۔ بہرحال افراد ہی لڑا کرتے ہیں اور اگر کسی ملک کے افراد اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھیں تو جنگ میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہوتا ہے کہ افراد میں قومیت کا احساس ہو۔ اگر لڑنے والے افراد میں قومیت کا احساس نہیں ہوگا تو لازماً ان میں کمزوری پیدا ہوگی اور یہ کمزوری ان کی کامیابی میں حائل ہو جائے گی۔ پس بوجہ اس کے کہ اسّی بلکہ پچاسی فیصدی احمدی آزاد اسلامی حکومت میں آ گئے ہیں ان کا فرض ہے کہ اَب وہ پورے طور پر اپنے اندر تغیّر پیدا کریں تا کہ اگر ملک اور قوم کے لئے کوئی خطرہ درپیش ہو تو وہ اس وقت قربانی اور ایثار کا نمونہ دکھا سکیں اور اس طرح ملک کی کامیابی کی صورت پیدا کر دیں۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ملکی دفاع کے لئے ہر فرد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بعض بعض انسانوں اور جماعتوں کو لیڈر بننے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ اگر لیڈر آگے آ جاتے ہیں تو ساری قوم ان کے پیچھے چل پڑتی ہے۔ اور اگر لیڈر آگے نہیں آتے تو قوم میں سُستی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ لیڈر بعض دفعہ افراد ہوتے ہیں اور بعض دفعہ قومیں ہوتی ہیں۔ وہ قومیں ایسی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں کہ لوگ ہر اہم موقع پر ان کی طرف دیکھتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔ ہماری جماعت کی بھی خواہ لوگ کتنی مخالفت کریں اسے ایسی پوزیشن ضرور حاصل ہو گئی ہے کہ لوگ ہماری جماعت کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ اس جستجو میں رہتے ہیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اگر آئندہ آنیوالے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہماری جماعت ہر وقت آمادہ رہے گی اور

پاکستان کو جب کوئی خطرہ پیش آیا وہ سب سے بڑھ کر اس کے لئے قربانی کرے گی تو لازمی طور پر دوسرے مسلمان بھی ہماری جماعت کی نقل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور اس طرح لوگوں کو بتائیں کہ ملک اور قوم کی خدمت کے معاملہ میں ہم جماعتِ احمدیہ کے افراد سے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک کو فائدہ پہنچ جائے گا چاہے وہ ایسا طریق ہمارے بُغض کی وجہ سے اختیار کریں یا رشک کی وجہ سے کریں یا مقابلہ کی خواہش کی وجہ سے کریں۔ بہرحال جتنے لوگ آگے آئیں گے اتنا ہی یہ امر ملک کے لئے مفید اور بابرکت ہوگا پس جماعت کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنی چاہئیں مگر ذمہ داریوں کا احساس آپ ہی آپ پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس کے لئے پہلے اپنی ذہنیت میں تغیّر پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک وہ ذہنیت پیدا نہ ہو اس وقت تک لوگوں کا وجود نفع رساں نہیں ہو سکتا اس ذہنیت کو پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز جس کو مدِّ نظر رکھنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ وقت کی قیمت کا احساس ہے۔ ہمارے ملک میں لوگوں کو وقت ضائع کرنے کی عام عادت ہے۔ بازار میں جاتے ہوئے کوئی شخص مِل جائے تو السلام علیکم کہہ کر اس سے گفتگو شروع کر دیں گے اور پھر وہ دو دو گھنٹے تک باتیں کرتے چلے جائیں گے۔[1] ...مَیں اس کے لئے آپ لوگوں کو ایک موٹا طریق بتاتا ہوں۔ اگر آپ لوگ اسے اختیار کر لیں تو یقیناً آپ سمجھ سکیں گے کہ آپ اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ غیر ضروری بلکہ لغو باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں۔ وہ طریق یہ ہے کہ چند دن آپ اپنے روزمرّہ کے کام کی ڈائری لکھیں جس میں یہ ذکر ہو کہ مَیں فلاں وقت اُٹھا۔ پہلے مَیں نے فلاں کام کیا پھر فلاں کام کیا۔ دن کو تین حصّوں میں تقسیم کر لیں اور ہر حصّہ کے ختم ہونے پر ۵-۱۰ منٹ تک نوٹ کریں کہ آپ اس عرصہ میں کیا کرتے رہے ہیں۔ اِس طرح آٹھ دس دن مسلسل ڈائری لکھنے کے بعد دوبارہ اپنی ڈائری پر نظر ڈالیں اور نوٹ کریں کہ ان میں سے کون کون سے کام غیر ضروری تھے۔ اس کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ روزانہ ۲۴ گھنٹوں میں سے کتنا وقت

---

[1] یہاں حضور نے بطور مثال دو چشم دید واقعات سُنائے جو منالی اور کلو میں پیش آئے تھے (مؤلف)

آپ نے ضروری کاموں میں صرف کیا اور کتنا غیر ضروری کاموں میں صرف کیا۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ بہت جلد یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ آپ کی بہت سی زندگی رائیگاں چلی جارہی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں صرف آٹھ دس دن ایسا کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جن کاموں کو آپ بوجھ محسوس کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ گھنٹہ گھنٹہ بھر یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ مر گئے بہت بڑا بوجھ آپڑا ہے ذرا بھی فرصت نہیں ملتی۔ ان کاموں میں آپ بہت تھوڑا وقت صرف کرتے ہیں اور اکثر حصّہ لغو کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں۔ پس ایک تو یہ تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو کہ وقت ضائع کرنے سے بچو اور اسے زیادہ سے زیادہ قیمتی کاموں میں صرف کرنے کی کوشش کرو۔ دوسری چیز جس کی میں جماعت کو نصیحت کرنی چاہتا ہوں (بلکہ اصل میں تو یہ پہلی نصیحت ہونی چاہیئے تھی) وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے ہر فرد کو قرآن کریم پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہماری ساری ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوسکتی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی قطعی اور یقینی حقیقت ہے جس میں شبہ کی کوئی بھی گنجائش نہیں۔ آپ لوگ میرے مرید ہیں اور مرید کی نگاہ میں اپنے پیر کی ہر بات درست ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اس کی کوئی بات اسے بُری بھی لگتی ہے تو وہ کہتا ہے سبحان اللہ کیا اچھی بات کہی گئی ہے۔ پس آپ لوگوں کا سوال نہیں کہ آپ میرے متعلق کیا کہتے ہیں؟ میں کہتا ہوں غیروں کا میرے متعلق کیا تجربہ ہے۔ غیر احمدیوں کی کوئی مجلس ہو۔ خواہ پروفیسروں کی ہو خواہ سائنس کے ماہرین کی ہو خواہ علم الاقتصاد کے ماہرین کی ہو میرے ساتھ مختلف دنیوی علوم سے تعلق رکھنے والے افراد نے جب بھی بات کی ہے انہوں نے محسوس کیا ہے کہ میرے ساتھ گفتگو کر کے انہوں نے اپنا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ فائدہ ہی اُٹھایا ہے۔ کثرت کے ساتھ ہر طبقہ کے لوگ مجھ سے ملتے رہتے ہیں مگر ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوُا کہ انہوں نے میری علمی برتری اور فوقیت کو تسلیم نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے ماہر فوجیوں کو بھی مَیں نے دیکھا ہے مجھ سے گفتگو کر کے وہ یہی محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ یوں میری تعلیم کے متعلق جب وہ مجھ سے سوال کرتے ہیں مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

مَیں نے پرائمری بھی پاس نہیں کی لیکن جب علمی رنگ میں گفتگو شروع ہو تو انہیں میری علمی فوقیت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی یا ایک پروفیسر یا ایک ڈاکٹر یا ایک فوج کا ماہر بعض دفعہ وہ کچھ بیان نہیں کرسکتا جو خدا تعالیٰ میری زبان سے بیان کروا دیتا ہے۔ اِس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کے علم کا منبع زید اور بکر کی کتابیں ہیں لیکن میرے سارے علم کا منبع خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ قرآن کریم کو دوسرے لوگوں کی عینک لگا کر پڑھتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اِس مفسّر یا اُس مفسّر کی عینک لگا کر قرآن کریم پڑھتے ہیں اِس لئے ان کی نظر قرآنی معارف کی تہہ تک نہیں پہنچتی۔ وہ وہیں تک دیکھتے ہیں جہاں تک اس مفسّر نے دیکھا ہوتا ہے لیکن مجھے خدا تعالیٰ نے شروع سے یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ کے کلام کو کبھی انسان کی عینک سے نہیں دیکھا۔ جس دن سے مَیں نے قرآن کریم پڑھا ہے مَیں نے یہ سمجھ کر نہیں پڑھا کہ مجھے یہ قرآن رازی کی معرفت ملا ہے یا علامہ ابوحیّان کی معرفت ملا ہے یا ابن جریر کی معرفت ملا ہے بلکہ مَیں نے یہ سمجھ کر اسے پڑھا ہے کہ مجھے یہ قرآن براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بے شک واسطہ بنایا ہے لیکن مجھے اس نے خود مخاطب کیا ہے اور جب اس نے مجھے خود مخاطب کیا ہے تو معلوم ہؤا کہ میرے سمجھنے کے لئے تمام سامان اس میں رکھ دیا ہے۔ اگر سامان نہ ہوتا تو مجھے مخاطب ہی نہ کرتا۔ اس رنگ میں قرآن کریم کو پڑھنے کی وجہ سے جو فائدہ مَیں نے اُٹھایا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اَور کسی نے نہیں اُٹھایا کیونکہ مَیں نے اپنے تصوّر میں خدا تعالیٰ کو اپنے سامنے بٹھا کر اس سے قرآن کریم پڑھا ہے اور دوسرے لوگوں نے انسانوں سے قرآن کریم کو پڑھا ہے اِسی لئے مجھے قرآن کریم سے وہ علوم عطا ہوئے ہیں جو دوسروں کو عطا نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے ہر علم والے پر اللہ تعالیٰ مجھے کامیابی دیتا چلا آیا ہے۔ اکثر دفعہ ایسا ہؤا ہے کہ فریق مخالف نے مجھ سے گفتگو کرکے تسلیم کیا ہے کہ وہی بات درست ہے جو مَیں پیش کر رہا ہوں اور اگر کوئی ضدّی بھی تھا تو بھی وہ میری برتری کلام کا انکار نہیں کرسکا۔ غرض قرآن کریم میں ایسے

علوم موجود ہیں جو دوسری کتب میں نہیں۔ پھر یہ کیسی بدقسمتی ہوگی کہ ہمارے گھر میں تو خزانہ پڑا ہو اور ہم دوسروں سے پیسہ پیسہ مانگ رہے ہوں۔ ہمارے گھر میں سونے کی کان پڑی ہو اور ہم دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کر رہے ہوں۔ قرآن کریم کی موجودگی میں دوسروں سے علم حاصل کرنے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے خزانہ رکھنے والا دوسروں سے ایک پیسہ مانگنے لگ جائے۔ پس قرآن کریم پڑھنے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کے لئے کسی لمبے غور اور فکر کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے ایسے علوم عطا فرمائے ہیں جس سے بہت آسانی کے ساتھ لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ میری کتابیں پڑھیں ان سے بہت جلد وہ قرآنی علوم سے آگاہ ہو جائیں گے۔[۱]

"تیسری بات جس کی مَیں جماعت کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے افراد اپنے عمل میں درستی پیدا کریں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جن کے چھوڑنے میں کوئی بھی دِقّت نہیں مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک انہی باتوں کو ہماری جماعت کے افراد نہیں چھوڑ سکے۔ مثلاً ڈاڑھی رکھنا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں ہماری جماعت میں ایسے کئی لوگ موجود ہیں جو ڈاڑھی نہیں رکھتے حالانکہ اس میں کونسی دِقّت ہے۔ آخر ان کے باپ دادا ڈاڑھی رکھتے تھے یا نہیں؟ اگر رکھتے تھے تو پھر اگر وہ بھی ڈاڑھی رکھ لیں تو اس میں کیا حرج ہے پھر باپ دادا کو جانے دو سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی رکھتے تھے یا نہیں۔ اگر رکھتے تھے تو آپ کی طرف منسوب ہونے والے افراد کیوں ڈاڑھی نہیں رکھ سکتے۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک نوجوان نے بحث شروع کر دی کہ ڈاڑھی رکھنے میں فائدہ کیا ہے۔ وہ میرا عزیز تھا اور ہم کھانا کھا کر اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ اور چونکہ فراغت تھی اِس لئے بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ جب مَیں نے دیکھا کہ وہ کج بحثی کر رہا ہے تو مَیں نے اسے کہا مَیں مان لیتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ آخر تم مجھ سے یہی منوانا چاہتے ہو سو مَیں مان لیتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس پر وہ خوش ہوا کہ آخر اس کی بات تسلیم کر لی گئی ہے۔ مَیں نے کہا مَیں تسلیم کر لیتا ہوں کہ اس میں کوئی

---

[۱] الفضل ۱۴؍ اپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۳ ، ۴

بھی خوبی نہیں مگر تم بھی ایک بات مان لو اور وہ یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات مان لینے میں ساری خوبی ہے۔ بے شک ڈاڑھی رکھنے میں کوئی بھی خوبی نہ ہو مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات مان لینے میں ساری خوبی ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھو تم بے شک سمجھو کہ یہ چیز ہر رنگ میں مضر اور نقصان دہ ہے مگر کیا بیسیوں مضر چیزیں ہم اپنے دوستوں کی خاطر اختیار نہیں کر لیا کرتے۔ اوّل تو مجھے ڈاڑھی رکھنے میں کوئی ضرر نظر نہیں آتا لیکن سمجھ لو کہ یہ مضر چیز ہے پھر بھی جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھو تو ہماری خوبی آیا اس میں ہے کہ ہم ڈاڑھی نہ رکھیں یا اس میں ہے کہ ڈاڑھی رکھیں۔ آخر ایک شخص کو ہم نے اپنا آقا اور سردار تسلیم کیا ہوا ہے جب ہمارا آقا اور سردار کہتا ہے کہ ایسا کرو تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسکے حکم کے پیچھے چلیں خواہ اس کے حکم کی ہمیں کوئی حکمت نظر نہ آئے صحابہؓ کو دیکھو ان کے دلوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کتنا عشق تھا۔ ڈاڑھی کے متعلق تو ہم دلیلیں دے سکتے ہیں اور ڈاڑھی رکھنے کی معقولیت بھی ثابت کر سکتے ہیں لیکن صحابہؓ بعض دفعہ اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بات سنکر اس پر عمل کرنے کے لئے بے تاب ہو جاتے تھے کہ بظاہر اس کی معقولیت کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہوتی تھی۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تقریر فرما رہے تھے کہ آپؐ نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اُس وقت گلی میں سے آ رہے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ ان کے کانوں میں بھی پڑ گئے اور وہ وہیں گلی میں بیٹھ گئے اور بچوں کی طرح گھسٹ گھسٹ کر انہوں نے مسجد کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ ایک دوست ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کہنے لگے عبداللہ بن مسعود تم اتنے معقول آدمی ہو کر یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ابھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز میرے کان میں آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ اس پر میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خطاب آپ سے تو نہیں تھا انہوں نے تو یہ بات ان لوگوں سے کہی تھی جو مسجد میں آپؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو بے شک

آپ کا یہی مطلب ہو گا لیکن مجھے یہ خیال آیا کہ اگر مَیں مسجد پہنچنے سے پہلے پہلے مر گیا تو ایک بات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بغیر عمل کے رہ جائے گی اس لئے مَیں گلی میں ہی بیٹھ گیا تا کہ آپ کے حکم پر عمل کرنے کا ثواب حاصل کر سکوں۔

یہ ایمان ہے جو صحابہؓ کے اندر پایا جاتا تھا اور یہی ایمان ہے جو انسان کی نجات کا باعث بنتا ہے۔۔۔

پس تیسری بات جس کی طرف مَیں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم ہر قسم کے اسلامی احکام کو قائم کرو اور ایسا نمونہ پیش کرو جو لوگوں کو خود بخود عمل کی تحریک کرنے والا ہو۔ شیعہ ہو، سنّی ہو، کوئی ہو ہر ایک کے پاس جاؤ اور اسے منّت سے، سماجت سے، ادب سے، محبّت سے کہو اور بار بار کہو کہ یہ اسلامی حکم ہے میرا نہیں آپ کو اگر حضرت مرزا صاحبؑ سے مخالفت ہے تو کیجئے مخالفت۔ اگر احمدیت کو آپ جھوٹا سمجھتے ہیں تو کہئے جھوٹا۔ مگر یہ حکم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے میرا یا کسی اَور کا نہیں اس لئے اِس حکم پر عمل خود آپ کے لئے بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ کسی اَور کے لئے۔۔۔ یہی طریق ہے جو اسلامی احکام کو قائم کرنے کے لئے تمہیں اختیار کرنا چاہئے۔ تم مسلمانوں سے کہو کہ ہمیں بے شک گالیاں دیجئے، ہمیں بُرا بھلا کہئے مگر یہ حکم ہمارا نہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اِس لئے ہماری خاطر نہیں بلکہ اپنے آقا اور مطاع کی خاطر اس حکم پر عمل کریں۔“ [1]

سفرِ پشاور کراچی کا شہر اگر بحری شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث پاکستان بھر میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے تو پشاور کو درۂ خیبر کا دروازہ ہونے کی قدیم تاریخی حیثیت حاصل ہے جہاں سے اُٹھائی ہوئی تحریک کے اثرات پاکستان کے پورے شمال مغربی سرحدی علاقے پر ہی نہیں پاکستان کے ہمسایہ ممالک چین، افغانستان، ایران اور روس پر بھی ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اسی اہمیّت کے پیشِ نظر کراچی کے بعد پشاور کی سرزمین کو اپنے وجود سے برکت بخشی اور قریباً ایک ہفتہ تک قیام فرما رہے۔

---

[1] الفضل ۱۴ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵، ۶

حضرت امیر المومنین ۳ ماہ شہادت/اپریل کو نماز عشاء کے بعد لاہور کے اسٹیشن پر تشریف لائے لاہور کے احمدی حضور کو الوداع کہنے کے لئے وہاں موجود تھے۔ حضور احباب کی خاطر گاڑی کی روانگی تک ٹرین کے دروازہ میں ہی کھڑے رہے۔ گاڑی ۹½ بجے رات روانہ ہو کر گوجرانوالہ پہنچی تو متعدد احمدی دوست اپنے محبوب آقا کی زیارت و استقبال کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھے اسی طرح وزیر آباد، لالہ موسیٰ، جہلم اور راولپنڈی کی جماعتوں کے دوست بھاری تعداد میں اسٹیشنوں پر حضور کے استقبال کے لئے آتے رہے۔

کیمبل پور اسٹیشن پر نہ صرف احمدی موجود تھے بلکہ غیر احمدی دوست بھی حضورؓ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ یہ سب قطاروں میں کھڑے تھے حضورؓ نے ٹرین سے نیچے اُتر کر ہر ایک سے مصافحہ کیا اور مصافحہ کے دوران میں چوہدری اعظم علی صاحب سب جج درجہ اوّل ہر آدمی کا تعارف کراتے جاتے تھے۔ ایک دوست کا نام چوہدری اعظم علی صاحب نے محمدؐ جہاں بتایا اس دوست کے پاس حضور کھڑے ہو گئے اور پوچھا آپ کا نام محمدؐ جعفر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور میرا نام محمدؐ جعفر ہی ہے۔ اِس پر چوہدری صاحب نے کہا کہ حضور میں نام ادا نہیں کر سکا۔ لاکھوں کی جماعت کے امام کو اپنے خدام کے اِس طرح نام یاد ہونا حیرت انگیز چیز تھی۔

نوشہرہ چھاؤنی پر چالیس احمدی اور تیس غیر احمدی دوست حضورؓ کی زیارت کے لئے موجود تھے حضور نے ان سب کو مصافحہ کا شرف بخشا اور مصافحہ کے دَوران میں مرزا اللہ دتّہ صاحب سیکرٹری مال دوستوں کا تعارف کراتے جاتے تھے۔ اِس کے بعد جماعت کی طرف سے حضور کی خدمت میں اور آپ کے ساتھ والے قافلہ کو ناشتہ پیش کیا گیا۔ مرزا غلام حیدر صاحب امیر جماعت مقامی نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور غیر احمدی دوست اِس بات کے خواہشمند ہیں کہ حضورؓ ان کو کچھ نصائح فرمائیں۔ اِس پر حضور نے ٹرین سے اُتر کر مختصر خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ زندوں کی خرابیاں اگر دُور ہو جائیں گی تو خدا تعالیٰ ان کے مَرے ہوئے بزرگوں کی قبروں کی درستی اور حفاظت کے سامان بھی کر دے گا اور مسلمانوں کے استحکام کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے ساتھ محبت کرتا ہے اور وہ اسلام کے ساتھ محبت کرنے والوں کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دِلوں میں پیدا کریں گے اور اپنے ظاہر کو

درست کرلیں گے اور نمازوں کو قائم کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کے باطن کو بھی درست کر دے گا۔

اس مختصر مگر درد انگیز اور پُر اثر خطاب کے بعد حضور ٹرین کے ڈبہ میں بیٹھ گئے۔ سیکرٹری مال صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ جو لوگ فوج سے ریلیز ہو رہے ہیں ان کے متعلق حضور کی کیا ہدایت ہے؟ حضور نے فرمایا ان کو ریلیز نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد تکبیر کے نعروں میں ٹرین پشاور کے لئے روانہ ہوگئی۔

گاڑی پشاور شہر کے اسٹیشن پر جب گاڑی پشاور شہر کے اسٹیشن پر رُکی تو پشاور کی جماعت کے پچاس کے قریب دوست استقبال کے لئے وہاں موجود تھے انہوں نے قطار میں کھڑے ہو کر حضور سے مصافحہ کیا ازاں بعد گاڑی پشاور چھاؤنی اسٹیشن پر پہنچی۔ یہاں صوبہ سرحد کی مختلف جماعتوں مثلاً کوہاٹ، چارسدہ، مردان، پشاور اور ارد گرد کے دیہات کے احمدی احباب قریباً ۵۰۰ کی تعداد میں موجود تھے پچاس کے قریب غیر احمدی دوست بھی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ سب کے سب صف بستہ کھڑے تھے۔ جس ڈبہ میں حضور سوار تھے چونکہ وہ جماعت کے متوقع مقام سے پرے ٹھہرا اس لئے صفوں کو وہاں سے ہٹا کر پیچھے لانا پڑا اور از سرِ نو ترتیب کی ضرورت محسوس ہوئی اس میں پانچ سات منٹ کے قریب وقت صرف ہؤا اس دوران میں حضور جماعت کے مشورہ کے مطابق گاڑی کے ڈبہ کے دروازہ میں ہی کھڑے رہے اور میجر جنرل نذیر احمد صاحب سے گفتگو فرماتے رہے۔ حضور نے گاڑی کے دونوں طرف آبادی کو دیکھ کر فرمایا آج یہ نظارہ دیکھ کر مجھے اپنا ایک پرانا خواب یاد آگیا ہے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں پشاور ٹرین میں بیٹھ کر آیا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی ایک شہر کی گلی میں سے گزر رہی ہے چنانچہ اِس وقت گاڑی کے دونوں طرف آبادی دیکھ کر مجھے اپنا رؤیا یاد آگیا ہے اور میرے آنے سے آج پُورا آگیا ہے۔

اتنے میں صفوں کو دوبارہ ترتیب دے دی گئی اور شیخ مظفر الدین صاحب امیر جماعت مقامی نے حضور کی خدمت میں گاڑی سے اُترنے کے لئے عرض کیا۔ حضور گاڑی سے اُترے اور دوستوں سے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ مصافحہ کے دوران میں قاضی محمد یوسف صاحب آف ہوتی امیر جماعت خان شمس الدین صاحب نائب امیر مقامی اور محمد اکرم خان صاحب تعارف کراتے جاتے تھے۔ مصافحہ ختم ہونے پر حضور معہ قافلہ ۲۔ اپریل کو پونے دس بجے صبح شیخ مظفر الدین صاحب کے بنگلہ پر

رہائش کے لئے تشریف لے گئے۔ [1]

پشاور میں پہلا پبلک لیکچر

۵۔ ماہ شہادت/ اپریل کو حضرت مصلح موعودؓ کا سپیشل گورنمنٹ ہال بیرون کچہری دروازہ (پشاور شہر) میں "پاکستانیوں سے کھلی کھلی باتیں" کے عنوان سے ایک شاندار لیکچر ہوا۔ ہال اور بیرونی احاطہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام تھا۔ اہل پشاور نے نہایت خاموشی سے حضور کی تقریر سُنی اور حضور کے خطاب کے دوران حاضرین پر سناٹا چھا گیا۔ اس لیکچر کا لوگوں پر نہایت خوشگوار ردّعمل ہوا اور انہوں نے برملا ایک دوسرے سے کہا کہ جس شخص کو کافر کہا جاتا تھا اس نے تو آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشادات پیش کئے۔ [2]

تورخم میں ورود مسعود

۶۔ ماہ شہادت/ اپریل کو حضور تورخم تشریف لے گئے جو پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر ایک مشہور جگہ ہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب درد کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب سے اس سفر کے حالات پر مختصر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضورؓ نے اس سفر کے دوران فرمایا چار سو سال ہوئے جب ہمارے باپ دادا اِس راستہ سے برّصغیر میں آئے تھے۔ تورخم میں جماعت کی طرف سے ایک فوٹوگرافر کا پہلے سے خصوصی انتظام تھا۔ حضور نے پشاور کالج سے لے کر لنڈی کوتل کیمپ تک کی مساجد، قلعے اور سٹیشن موٹر سے دیکھے اور اس درد کا اظہار فرمایا کہ حکومت کی امداد کے سوا اس علاقہ کے باشندوں کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ حضورؓ نے تجویز فرمائی کہ ان علاقوں میں انڈسٹری جاری کرنی چاہیئے۔ تورخم سے واپسی پر حضور لنڈی کوتل پہنچے جہاں حضور کے اعزاز میں ایک وسیع اور پُرتکلّف ضیافت کا اہتمام تھا اور بہت سے سربرآوردہ لوگ جن میں پاسپورٹ آفیسر، خیبر کے ایک لیفٹیننٹ کرنل اور سوات کے شہزادہ بھی شامل تھے بکثرت مدعو تھے۔ لنڈی کوتل سے حضور جمرود آئے اور مختصر سے قیام کے بعد واپس پشاور میں رونق افروز ہو گئے۔

---

[1] الفضل ۸ شہادت/ اپریل ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

[2] ریکارڈ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء۔

لنڈی کوتل کے شنواری اور آفریدی سرداروں کے ایک وفد کی ملاقات

اگلے روز بشہادت ۸؍اپریل کو لنڈی کوتل کے شنواری اور آفریدی سرداروں کے ایک وفد کو (جو بارہ معززین پر مشتمل تھا) حضرت مصلح موعودؓ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اورینٹ پریس کے نامہ نگار نے اس وفد کی آمد پر حسب ذیل لفظوں میں خبر دی:۔

جماعتِ احمدیہ کی بے مثال شجاعت کا اعتراف

پشاور ۹؍اپریل۔ اورینٹ پریس کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ سے لنڈی کوتل کے شنواری اور آفریدی سرداروں کے ایک وفد نے ملاقات کی۔ آپ نے ان پٹھان سرداروں سے پوچھا کہ وہ ملاقات کرنے کی کیوں خواہش رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب میں کہا قادیان کے احمدیوں نے نہایت جانبازی سے اپنے شہر کی حفاظت کی۔ ہم مسلمانوں کے اس بہادر فرقے کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے پٹھان سرداروں کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا مسلمان بہادر ہی ہوتے ہیں وہ کبھی بزدلی نہیں دکھاتے۔ پاکستان کی اقتصادی حالت کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا میرے خیال میں ہندوستان کے مقابلہ میں پاکستان کی اقتصادی حالت بہت بہتر ہے کیونکہ ہمارے وسائل اور ذرائع بہت وسیع ہیں۔ کشمیر کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا وہ دن دور نہیں ہیں کہ جب کشمیر پاکستان کا ایک حصہ بن جائے گا۔ ابتداء میں انڈین یونین کشمیر کے معاملہ کو ایک آسان کام سمجھتی تھی لیکن اس سلسلہ میں اسے نہایت تلخ تجربہ ہوا ہے۔ مسلمان عوام بالعموم اور قبائلی پٹھان بالخصوص کشمیر کو پاکستان میں شامل کرانے کا تہیہ کر چکے ہیں کیونکہ وہ پاکستان حکومت کو اپنی حکومت سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس سے علیحدہ تصور نہیں کرتے۔ درحقیقت پاکستان کا دارومدار کشمیر پر ہی ہے۔ (او، پی، آئی) [1]

---

[1] الفضل ۱۰؍اپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۸

اخبار "الجمعیۃ" (پشاور) میں حضرت مصلح موعودؓ کا اہم بیان

اِس وفد کے بعد ہفت روزہ اخبار "الجمعیۃ" (پشاور) کے مدیر سید محمد حسن گیلانی حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے دورانِ ملاقات حضور نے جو بیان دیا وہ "الجمعیۃ" (۷ر اپریل ۱۹۴۷ء) میں شائع ہوا جس کا متن حسبِ ذیل ہے:۔

"امیر جماعتِ احمدیہ پشاور میں

جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی اِن دنوں پشاور میں تشریف فرما ہیں آپ نے بڑی عنائت فرماکر مجھے ملاقات کا شرف بخشا اور ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا "آج آفریدی قبائل کے ایک نمائندہ وفد نے ملاقات کی جس میں خان بہادر ملک مراد خان، نواب زادہ محمد علی خان، ملک لطیف خان، ملک ولی خان، ملک امیر خان، اکبر حسین، ملک جان، ملک نیاز محمد خان، ملک ہوات خان و حاجی عامل خان، شہزادہ نواب دین شامل تھے۔ اور مَیں نے لوگوں سے سوال کیا کہ آپ لوگ مجھے ملنے کی کیوں خواہش کرتے ہیں۔ اِس پر اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے قادیان کے بھائیوں نے جس استقلال بہادری اور جوانمردی کا گزشتہ چند ماہ میں ثبوت دیا ہے اُس کی مثال ملنی اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اور ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس فرقہ یا قوم میں اِس قسم کی بہادری پائی جائے یقیناً اُس کا لیڈر (امیر یا پیر) ضرور بہادر ہوگا اور ہمیں بہادر ہونے کا دعویٰ ہے اِس لئے اِس کو اپنا فرض جانتے ہیں کہ بہادروں کی قدر کریں اور اُن کے رہبر کے سامنے اپنی عقیدت پیش کریں۔ اِس پر مَیں نے جواب میں کہا کہ مسلمان ہمیشہ سے بہادر رہیں اور اُس وقت تک وہ بہادر رہیں گے اور بزدلی اُن کے نزدیک نہ پھٹکے گی جس وقت تک وہ اپنے عقیدے سے منحرف نہ ہو جائیں۔

(۲) اِس کے بعد مَیں نے پاکستان کی اقتصادی حالت کے متعلق آپ کی رائے دریافت کی۔ جواباً فرمایا کہ یقیناً پاکستان کی اقتصادی اور مالی حالت ہندوستان سے بدرجہا بہتر ہے اور پاکستان کے باشندے ہندوستان کے رہنے والوں کی بہ نسبت

اَب بھی بہترین زندگی بسر کر رہے ہیں اور آئندہ اَور بھی اچھا ہو جانے کی اُمید ہے۔ اسکے ثبوت میں آپ نے یہ تفصیلی بیان فرمایا کہ پاکستان کے وسائل ہزار درجہ ہندوستان سے بہترین ہیں۔

آخر میں مَیں نے کشمیر کے متعلق پوچھا تو فرمایا انشاء اللہ وہ دن دُور نہیں جبکہ کشمیر پاکستان کا ایک بہترین حصّہ ہوگا ہندوستان کی گورنمنٹ اس کو ابتداء میں (تر نوالہ) سمجھتی تھی لیکن اَب تلخ تجربہ کے بعد اُن کو چھٹی کا دُودھ یاد آگیا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ مسلمان عموماً اور سرحدی قبائل کے پٹھان خصوصاً عہد کر چکے ہیں کہ کشمیر کو فتح کر کے پاکستان کا حصّہ بنائیں گے کیونکہ اِن قبائلی لوگوں نے پاکستان کو اسلامی حکومت مان کر اپنی حکومت تسلیم کر لیا ہے اور اپنے آپکو اِس کا مزوری حِصّہ تسلیم کرتے ہیں۔"[1]

پاکستان خبر رساں ایجنسی اور پہلی تقریر حضرتؓ کی پہلی تقریر پشاور کا خلاصہ پاکستان کی ایک خبر رساں ایجنسی نے یہ دیا کہ

"پشاور ۶ر اپریل۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرقی پنجاب میں سے مسلمانوں کو ختم کر دینے کے لئے ان پر حملہ ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے ماتحت تھا تا کہ ایک خالص بُغرِ سِکھ ریاست قائم کر دی جائے۔ اِس غرض کے لئے مشرقی پنجاب کے غیر مسلموں نے جنگ کا ایک خاکہ تیار کیا جس کے ماتحت قادیان کے ستر نواحی دیہات پر حملہ کر کے چند دنوں کے اندر اندر وہاں سے تمام مسلمانوں کا صفایا کر دیا گیا۔ جب پنڈت جواہر لال نہرو سے مدد کے لئے کہا گیا تو اُنہوں نے حالات میں دخل دینے سے صاف انکار کر دیا جس پر مجبوراً مسلمانوں کو پاکستان میں پناہ لینی پڑی۔ آپ نے فرمایا کہ اِس سازش کا دوسرا حصّہ یہ تھا کہ پاکستان میں رہنے والے تمام غیر مسلموں کو ہندوستان بُلا لیا جائے تا کہ تجارت میں خلاء پیدا ہو کر اقتصادی توازن درہم برہم ہو جائے مگر پاکستان کے دشمن اپنے منصوبوں میں نامراد رہے۔ انہوں نے پاکستان کے مسلمانوں کی پیدائشی جُرأت و بہادری کو غلط قیاس کیا۔ پاکستان کے لئے اسلامی آئین کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے لوگوں سے کہا کہ

[1] "الجمعیت" سرحد پشاور ۷۔ اپریل ۱۹۴۸ء

پہلے اپنے آپ کو شریعتِ اسلامی کے مطابق بناؤ اور پھر قانونِ شریعت کا مطالبہ کرو۔ آپ نے فرمایا لوگ خود تو اسلامی شریعت پر چلتے نہیں مگر قانونِ شریعت کو جاری کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ ایسے لوگ دُنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں۔" [1]

پشاور میں دوسرا پبلک لیکچر

۸؍ماہِ شہادت/اپریل کو حضرت امیرالمومنین نے مِشن کالج پشاور میں ۵ سے ۷ بجے شام تک دوسری پبلک تقریر فرمائی جس میں حضور نے نہایت پُرجوش انداز میں پاکستان کے طلبہ اور عوام کو نہایت زرّیں ہدایات دیں۔ صدرِ جلسہ غلام صمدانی صاحب (پولیٹیکل ایجنٹ کے والد) تھے۔ حاضرین میں ڈپٹی کمشنر کے علاوہ ممبران اسمبلی، پروفیسرز اور سرکاری افسران بکثرت شامل ہوئے۔ [2]

حضرت امیرالمومنینؓ کے ارشادات خصوصی تقاریب میں

اِن پبلک تقریروں کے علاوہ پشاور کے مخلص احمدیوں نے اپنے محبوب آقا کے اعزاز میں تقریباً روزانہ ہی پرائیویٹ تقاریب کا انتظام کئے رکھا جس کے نتیجہ میں بہت سے معزّزین اور سربرآوردہ شخصیتوں کو حضورؓ سے تبادلہ خیالات کرنے اور حضور کے مقدّس ملفوظات سے بہرہ ور ہونے کے سُنہری مواقع میسّر آئے اور وہ حضور کے تبحرِ علمی، خداداد ذہانت اور غیر معمولی فراست وبصیرت کو دیکھ کر بہت متأثر ہوئے۔ ۸؍ماہِ شہادت/اپریل کی شام کو خان بہادر دلاور خان صاحب کے ہاں دعوت تھی جس میں وزیرِ اعظم سرحد خان عبدالقیوم خان کے سوا سرحد کے چوٹی کے سرکاری افسر مدعو تھے۔ علاوہ ازیں پشاور کے مسٹر عباس خان صاحب چیف جسٹس، ایڈووکیٹ جنرل ملک خدا بخش صاحب[3]، جنرل نذیر احمد صاحب، کرنل احمد صاحب اور انسپکٹر جنرل ہاسپٹل بھی موجود تھے۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں بہت دیر تک سلسلہ سوال وجواب جاری رہا۔ خصوصیت سے اسلامی آئین کے مختلف گوشے زیرِ بحث آئے اور بہت دلچسپی کا مرکز

---

[1] الفضل ۷؍اپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۸ - یہ خبر اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کی ۸؍اپریل ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں بھی شائع ہوئی۔ [2] دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ریکارڈ ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء سے ماخوذ۔
[3] کانگریس کے دَورِ وزارت میں اسمبلی کے سپیکر۔

بنے رہے۔ رات کے سوا گیارہ بجے کے قریب واپسی ہوئی۔[1]

اگلی شام کو حضورؓ میجر جنرل نذیر احمد صاحب کے ہاں دعوت پر تشریف لے گئے جہاں دوسرے فوجی اور سول افسروں کے علاوہ خان عبد القیوم خان صاحب وزیرِ اعظم سرحد اور خان محمد عباس صاحب وزیر مال صوبہ سرحد بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ کھانے کے بعد یہاں بھی علمی گفتگو کے دوران مختلف سوالات کئے گئے۔[2]

پشاور میں مجلسِ علم و عرفان

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ پبلک جلسوں اور پرائیویٹ تقاریب میں شمولیت کے علاوہ قیامِ پشاور کے دوران مختلف نمازوں کے بعد مجلسِ علم و عرفان میں بھی رونق افروز ہوتے اور ملک کے پیش آمدہ اہم علمی مسائل میں رہنمائی فرماتے رہے۔ ان مبارک ایام میں بہت سی حق و صداقت سے لبریز باتیں حضورؓ کی زبان مبارک سے حاضرین نے سنیں اور اپنے ایمانوں کو زندہ اور روحوں کو تازہ کیا۔ ان روح پرور مجالس کی مختصر رپورٹیں جناب عبد الحمید صاحب آصف نے مرتب کی تھیں جو انہیں دنوں الفضل میں محفوظ ہو گئیں۔[3] اس مجلسِ علم و عرفان کے دو ایک اہم ارشاد بطور نمونہ ذیل میں ملاحظہ ہوں:-

تبلیغِ اسلام کی اہمیت "تمام انبیاء اور اُن کی جماعتیں ایک سے حالات میں سے گزرتی ہیں۔ دنیا اُن کو پاگل کہتی ہے۔ کام کے لحاظ سے بھی اور باتوں کے لحاظ سے بھی۔ مومن پاگل نہیں ہوتا لیکن دنیا ہمیشہ اُسے پاگل کہتی آئی ہے۔ انبیاء کی جماعتوں کے اندر ایک جنون ہوتا ہے اور اس جنون کے طفیل وہ دنیا پر چھا جاتی ہیں۔ دنیا کہتی ہے ہم تمہاری باتیں نہیں سنتے مگر وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صداقت کو قبول کروانا اور دلوں میں ایمان پیدا کرنا ایک بہت بڑی قربانی چاہتا ہے جو بغیر جنون کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تم اپنے اندر ایک مجنونانہ کیفیت پیدا کرو اور یہ یاد رکھو کہ بغیر تبلیغ کے اسلام کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم اس حربہ کو استعمال کر کے کامیاب

---

[1] دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ریکارڈ ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء سے ملخصاً ۔ [2] اس گفتگو کا خلاصہ الفضل ۱۴ ماہ شہادت / اپریل ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء میں چھپ چکا ہے ۔ [3] الفضل ۱۵ شہادت / اپریل (تبلیغ اور پردہ کے بارے میں) ۱۶ شہادت / اپریل ، ۲۲ شہادت / اپریل ، ۵ ہجرت / مئی (اسلامی قانون کے متعلق اہم سوالات کے جواب) ۲۲ ہجرت / مئی ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء (اسلامی حکومت کے پاکستان میں قیام سے متعلق) ۔

ہو سکتے ہو جو اِس زمانے کے مامور کو خدا کی طرف سے دیا گیا ہے اور وہ تبلیغ ہے۔ اِس وقت دُنیا کے فلاسفروں کی باتیں اسلام کو ترقی نہیں دلا سکتیں۔ زمین اور آسمان اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں مگر یہ بات نہیں ٹل سکتی کہ اِس زمانہ کے مامور کے بغیر مسلمان دُنیا میں ترقی کر سکیں۔ اور جو شخص اِس بات پر ایمان کو اس کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ اپنا بھی دشمن ہے اور اپنے بال بچوں کا بھی دشمن ہے۔"

مسلم خواتین اور فنونِ حرب۔ "عورتوں کو فنونِ حرب سے واقف کرنا نہایت ضروری ہے مگر عورت اُسی وقت جنگ میں آ سکتی ہے جب مرد لڑتے ہوئے ختم ہو جائیں اُس وقت عورت کو میدان میں نکل کر بہادری کے جوہر دکھانے چاہئیں۔ اور پھر مصیبت پڑنے پر عصمت کی حفاظت بھی وہ عورت اچھی طرح کر سکتی ہے جو فنونِ حرب سے واقف ہو گی۔" [1]

قیامِ پشاور کے آخری دِن کی غیر معمولی مصروفیات

حضورؓ کے قیامِ پشاور کا آخری دن (۹ شہادت/اپریل کا دن) غیر معمولی مصروفیات میں گذرا۔ جماعتِ سرحد کے عہدہ داروں کی حضور کے ارشاد کے مطابق ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی جس میں حضور نے عمومی رپورٹ لینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ مَیں کئی سال سے جماعت کو اِس طرف توجہ دلاتا رہا ہوں کہ عہدہ دار اپنے نائب پیدا کریں اور ان پر کام کی ذمہ داری ڈالیں۔ مَیں نے ناظروں کے نائب مقرر کئے اور ان پر کام کی ذمہ داری ڈالی۔ نیز کہا کہ وہ میرے سامنے اپنے کام کی رپورٹ پیش کیا کریں۔ چنانچہ اِس طریق سے کام پہلے سے بہت اچھا ہو رہا ہے۔ حضورؓ نے مثال کے طور پر نائب ناظر بیت المال کے کام کو پیش کیا۔ حضور نے فرمایا کہ جتنا کام قادیان کے فسادات میں رُکا پڑا تھا۔ وہ انہوں نے دو ماہ لگاتار محنت کر کے مکمل کر دیا۔ بجٹ تیار کیا اور آمدنی پر کنٹرول کیا۔ نوجوانوں میں کام کا زیادہ جوش ہوتا ہے انہیں آگے آنے دینا چاہیئے اور ان پر ذمہ داری ڈالنی چاہیئے۔

حضورؓ نے فرمایا کہ تبلیغ کے لئے الگ الگ حلقے مقرر کئے جائیں۔ مثلاً ایک ایسی انجمن ہو جو

---

[1] الفضل ۱۵ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳۔

علماء کے طبقہ کو تبلیغ کرے۔ ایک ایسی انجمن ہو جو کالج کے طلباء کو تبلیغ کرے۔ ایک ایسی انجمن ہو جو وکلاء اور بیرسٹروں کو تبلیغ کرے۔ اِس طرح ہر طبقہ کے لوگوں کو تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد دیہاتوں میں تبلیغ کرنے کے متعلق حضور نے فرمایا کہ دیہاتوں کے جو احمدی نوجوان لکھ پڑھ سکتے ہیں وہ اپنی زندگیاں وقف کریں ہم ان کو تعلیم دیں گے اور وہ اپنے علاقہ میں تبلیغ کریں گے۔ حضور کی یہ مجلس ایک بجے ختم ہوئی۔ بعد ازاں حضور نے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ یہاں کی جماعت نے ایسے مواقع بہم پہنچائے کہ مجھے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقعہ ملا۔ دو لیکچر ہوئے جن میں علمی طبقہ کو اور عوام کو مَیں مخاطب کر سکا۔ اِسی طرح یہاں کے دوستوں نے دعوتیں کیں اور ان دعوتوں میں فوجی اور سویلین آفیسر، بیرسٹر اور وکلاء تھے اور انہوں نے مجھ سے سوالات کئے مَیں نے ان کے جوابات دیئے۔ اِسی طرح یہاں نمازوں میں احمدی دوست آتے رہے اور ان کو مجھ سے ملنے کا موقعہ ملتا رہا۔ اِسی طرح پشاور کے علمی طبقہ اور عوام اور احمدیوں کے سامنے مَیں اچھی طرح اپنے خیالات پیش کر سکا۔ اِسی طرح غیر احمدی دوست مجھے ملنے آتے رہے۔ آپس میں ملتے رہنے سے ایک دوسرے کے متعلق صحیح واقفیت ہو جاتی ہے اور ناواجب اختلاف مِٹ جاتا ہے۔ حضورؓ نے اِس طرف بھی جماعت صوبہ سرحد کو متوجہ کیا کہ آئندہ صوبہ سرحد کو اہمیت حاصل ہونے والی ہے اِس لئے پشاور میں اگر کوئی بنا بنایا مکان مِل جائے تو وہ خرید لیا جائے یا زمین خرید کر پشاور کے مرکز کو مضبوط کیا جائے اور تبلیغ کر کے اِس علاقہ میں جماعت کو بڑھایا جائے مگر کئی سالوں سے اس جماعت میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ مسلمان کو دنیوی اسباب سے ترقی نہیں مل سکتی اس کو صرف اور صرف قرآن کریم کے طفیل ترقی ملے گی اِس لئے قرآن پڑھو دوسروں کو پڑھاؤ۔ خدا تعالیٰ پر توکّل کرو وہ تمہیں خود علم سکھائے گا۔

اس کے بعد حضورؓ نے اپنی زندگی کے بعض واقعات بیان فرمائے کہ کس طرح حضور بچپن سے بیمار چلے آرہے ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآنی علوم عطا کئے۔ پھر حضورؓ نے فرمایا کہ مَیں بڑی مدّت سے یہ دُعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ کوئی ایسا علاقہ دے جہاں ہم قرآنی تعلیم کے مطابق عمل کر سکیں اور جہاں اسلامی تہذیب کو رائج کر سکیں۔ خدا تعالیٰ نے میری ان دُعاؤں کے نتیجہ میں پاکستان کا علاقہ ہمیں عطا کر دیا۔ اب ہر احمدی کا

فرض ہے کہ وہ یہ عزم، وہ یہ عہد، وہ یہ ارادہ کرے کہ وہ خود مر جائے گا لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو، آپؐ کی تعلیم کو زندہ کر کے چھوڑے گا۔ اب ہماری زندگیاں ہمارے لئے نہ ہوں صرف اور صرف اسلام کے قیام اور اس کی اشاعت کے لئے ہوں۔ جمعہ کی نماز کے بعد حضورؓ نے عورتوں میں تقریر فرمائی۔

عصر کی نماز کے بعد حضور خان عبدالحمید خاں صاحب آف زیدہ کی دعوت پر پرویز ہوٹل میں تشریف لے گئے۔ بعد نماز مغرب ہوائی جہازوں کے محکمہ میں ملازم دو بنگالی احمدی نوجوانوں کو نیز دیگر مختلف دوستوں کو شرفِ ملاقات بخشا۔

احمدی دوستوں نے حضور کی خدمت میں نوٹ بکیں پیش کیں کہ حضور کوئی نصیحت لکھ دیں اس پر حضور نے ایک نوٹ بک پر لکھا "اِتَّقُوا اللّٰہَ" دو پر لکھا "اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو" ایک پر لکھا "سنجیدگی اختیار کرو" ایک پر "کلمہ طیبہ" لکھا اور دستخط کر دیئے۔[1] [2]

پشاور سے چارسدّہ تک[3]

حضورؓ ۱۰۔ ماہِ شہادت / اپریل کو بذریعہ موٹر پشاور سے چارسدہ تشریف لے آئے۔ دانشمند خاں صاحب آف موضع بانڈہ محب تحصیل نوشہرہ (والد ماجد جناب بشیر احمد خاں صاحب رفیق امام مسجد لنڈن) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضور خان صاحب محمد اکرم خاں درّانی کی درخواست پر چارسدہ کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں وہ آشرم حضور کو دکھایا گیا جو خان عبدالغفار خاں نے دریائے ناگھان کے کنارے پر بنوایا تھا۔ چارسدہ میں خان صاحب مرحوم کے مکان پر حضور فروکش ہوئے۔ مجھ کو یاد ہے کہ حضور کی ملاقات کے لئے ملک عادل شاہ صاحب باوجود سخت بیماری کے چارسدّہ تشریف لے آئے تھے۔ ظہر کی نماز حضور نے اس مسجد میں ادا فرمائی جس میں

---

[1] الفضل ۱۹ ۔ شہادت / اپریل ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۴ ۔ [2] مکرم جناب دانشمند خاں صاحب (آف موضع بانڈہ محب تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور) کا بیان ہے کہ "حضورؓ پشاور صدر میں شیخ مظفر الدین احمد صاحب کی کوٹھی میں مقیم تھے۔ حضور نے حکم دیا تھا کہ جن کے پاس اسلحہ کا لائسنس ہو وہ اپنے اسلحہ کے ساتھ آئیں چنانچہ میں بھی اپنی شاٹ گن کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور علاقہ خلیل اور مہمند ضلع پشاور اور چارسدہ کے دوست بھی اپنے اپنے اسلحہ کے ساتھ پہنچ گئے" ۔ - - - - - - - - [3] سفر چارسدہ سے متعلق جناب ماسٹر نور الحق صاحب امیر جماعت چارسدہ کا بیان ضمیمہ میں درج ہے ۔

بقول خان صاحب حضرت سید امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدّد وقت ساکن کوٹھہ نے نماز پڑھائی تھی۔"

چارسدہ سے اوتمان زئی اور خان برادران سے ملاقات

دوسرے دن حضورؓ خان صاحب محمد اکرم صاحب دُرّانی اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کے ہمراہ خان برادران سے ملاقات کے لئے اوتمان زئی تشریف لے گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اِس سفر کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"۱۹۴۸ء میں جب میں پشاور گیا تو... ڈاکٹر خان صاحب اور عبدالغفار خان صاحب سے بھی ملنے گیا۔ جہاں تک ظاہری اخلاق کا سوال ہے انہوں نے بڑا اچھا نمونہ دکھایا مثلاً دونوں بھائیوں میں اُن دنوں کسی وجہ سے شکررنجی تھی اِس لئے وہ آپس میں ملتے نہیں تھے۔ ہماری ملاقات کی یہ تجویز ہوئی کہ وہ ڈاکٹر خاں صاحب کے گھر پر ہو۔ دُرّانی صاحب میرے ساتھ تھے مَیں نے انہیں کہا کہ وہ خان عبدالغفار خاں صاحب سے معذرت کریں اور کہیں کہ مَیں ڈاکٹر خاں صاحب کے ہاں جاؤں گا شاید آپ ان کے مکان پر نہ آسکیں۔ انہوں نے کہلا بھیجا آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان کی خاطر مَیں وہیں آجاؤں گا۔ چنانچہ وہ وہیں آگئے اور ایک گھنٹہ تک ہماری آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ مَیں نے خان عبدالغفار خاں صاحب سے سوال کیا کہ اگر پاکستان میں کوئی گڑبڑ ہوئی اور اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہندوستان کی فوجیں پاکستان میں آگئیں تو کیا یہاں کے مسلمانوں کی حالت ویسی ہی نہیں ہوجائے گی جیسی مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی ہوئی تھی؟ اس پر انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوا تو پاکستان کے مسلمانوں کی حالت مشرقی پنجاب کے مسلمانوں جیسی نہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے اس کا وجود ضروری تھا یا نہیں لیکن اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ پاکستان بننے کے بعد اگر کچھ ہوا تو اس کا اثر لازماً مسلمانوں پر پڑے گا۔ اگر پاکستان خطرے میں پڑ جائے تو یہ یقینی بات ہے کہ پاکستان میں اسلام محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ہندوؤں میں پہلے بھی بڑا تعصّب تھا اور ہم نے اس اختلاف

کی وجہ سے یہ برداشت نہ کیا کہ ان کے ساتھ مِل کر رہیں اور ہم سب نے مِل کر کوشش کی کہ ہمیں ایک علیحدہ ملک ملے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری خواہش کو پُورا کر دیا اور ہمیں پاکستان کی شکل میں ایک علیحدہ مُلک عطا کیا۔ مسلمانوں کی اِس جدّ وجہد کو دیکھ کر ہندوؤں کے دِلوں میں خیال پیدا ہوگیا کہ مسلمانوں نے ہمیں سارے ہندوستان پر حکومت کرنے سے محروم کر دیا ہے اور انہوں نے سارے ملک میں مسلمانوں کی سیاست اور خود مسلمانوں کے خلاف شدید پروپیگنڈا کیا۔ پہلے ان کی ذہنیّت اتنی زیادہ مسموم نہیں تھی اور ان میں سے بعض کے دِل میں مسلمانوں کے لئے رواداری کا جذبہ ایک حد تک پایا جاتا تھا لیکن مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کی وجہ سے ان کی ذہنیّت اَب بالکل بدل گئی ہے اور مسلمان انہیں سانپ اور بچھو کی طرح نظر آنے لگ گئے۔ اگر خدانخواستہ پاکستان میں گڑبڑ واقع ہوئی اور اس کے نتیجہ میں ہندوستان کی فوجیں ملک میں داخل ہوئیں تو وہ اس ذہنیّت سے نہیں آئیں گی جو اُن کی تقسیم ملک سے پہلے تھی۔ اُس وقت تعصب اتنا زیادہ نہیں تھا جتنا اَب ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ پاکستان حاصل کر کے مسلمانوں نے اپنا ایک جائز حق لیا ہے کوئی جُرم نہیں کیا لیکن سوال یہ نہیں کہ ہم کیا سمجھتے ہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ جس سے ہمارا معاملہ ہے وہ کیا سمجھتا ہے"۔[1]

اوتمان زئی سے راولپنڈی تک

حضرت مصلح موعودؓ چارسدہ اور اوتمان زئی سے ہوتے ہوئے مردان تشریف لائے جہاں ایک رات قیام فرمانے کے بعد اگلے روز ۱۱؍ ماہ شہادت/ اپریل کو رسالپور سے ہوتے ہوئے نوشہرہ پہنچے اور نوشہرہ[2] سے پانچ بجے کی گاڑی کے ذریعہ راولپنڈی میں رونق افروز ہوگئے۔

راولپنڈی کے جلسۂ عام میں حضرت مصلح موعودؓ کا اثر انگیز خطاب اور اس کا پریس میں چرچا

۱۲؍ ماہِ شہادت/ اپریل کو حضرت امیرالمومنین المصلح الموعودؓ نے نشاط سینما ہال راولپنڈی میں ایک نہایت اثر انگیز لیکچر دیا۔ اخبار

---

[1] الفضل ۲۶؍ اخاء/ اکتوبر ۱۳۳۳ہش/ ۱۹۵۴ء صہ ۳ کالم ۲ ÷ [2] افسوس پشاور سے راولپنڈی تک کے حالاتِ سفر سلسلہ کے مطبوعہ لٹریچر میں محفوظ نہیں البتہ ماسٹر نورالحق صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چارسدہ اور مکرم آدم خان صاحب امیر جماعت احمدیہ مردان کے چشمدید بیانات شاملِ ضمیمہ ہیں ÷

انقلاب (لاہور) نے اِس کامیاب لیکچر کی حسبِ ذیل رپورٹ شائع کی :-

"سیکیورٹی کونسل کا فیصلہ پاکستان کے خلاف ہوگا — راولپنڈی (نامہ نگارِ خصوصی کے قلم سے) ۱۵ اپریل۔ جماعتِ احمدیہ قادیان کے امام جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد نے آج یہاں نشاط سینما کے لئے بنائی ہوئی بلڈنگ میں تعلیم یافتہ طبقہ کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ سیکیورٹی کونسل کا فیصلہ پاکستان کے خلاف ہوگا۔ اُن کی تقریر کا موضوع "موجودہ نازک وقت میں مسلمانوں کا فرض" تھا۔ انہوں نے موجودہ حالات پر مفصّل روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ وہ اِس وقت جنگ کی سی حالت میں ہیں لہذا انہیں زمانۂ امن کی تحریکات مزدور تحریک وغیرہ کھڑی کر کے یا ان میں حصّہ لے کر اپنی نوزائیدہ مملکت کے مستقبل کو کمزور نہیں کرنا چاہئیے انہوں نے حکومت کے ذمہ دار ارکان کو بھی نصیحت کی کہ وہ بدلے ہوئے حالات کے ساتھ اپنے طور طریقوں کو بدلیں اور ایسا رویّہ اختیار کریں جو عوام کے لئے مثالی ہو اور جس سے عوام یہ سمجھنے لگیں کہ ان سے قربانیوں کا مطالبہ کرنے والوں کی زندگیوں پر بھی اپنی حکومت بن جانے کا اثر ہؤا ہے اور وہ اُن کے افسر نہیں بلکہ بہی خواہ اور بھائی ہیں۔

کشمیر کے مسئلے کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین صاحب نے بتایا کہ سیکیورٹی کونسل کا فیصلہ پاکستان کے خلاف ہوگا۔ اپنے اِس خیال کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا سیکیورٹی کونسل میں کشمیر پر بحث کے پہلے دَور میں امریکہ نے اِس خیال سے پاکستان کی ہمدردی کر کے اُس نے اپنا مقصد حاصل کر لیا لیکن اس کے بعد بین الاقوامی سیاست کا رُخ بدل گیا۔ عرب مجاہدین نے تقسیمِ فلسطین کو ناقابلِ عمل بنا دیا اور رُوس اور امریکہ کی آویزش کا خدشہ روز بروز زیادہ ہوتا چلا گیا۔ اس وقت امریکہ اور برطانیہ نے مسٹر آئینگر کی معرفت ہندوستان سے کچھ ساز باز کی اور یہ حقیقت ہے کہ مسٹر آئینگر پاکستان کے متعلق بات چیت کرنے کے بعد امریکہ سے واپس نہیں آئے تھے بلکہ وہ امریکہ اور برطانیہ کی پیش کردہ شرائط پر گفتگو کرنے آئے تھے۔ یہ شرائط اس مطلب کی تھیں کہ اگر رُوس اور امریکہ میں جنگ چھڑ جائے تو ہندوستان اینگلو امریکن بلاک کو اُن کی مطلوبہ

رعایت دینے پر رضامند ہوگا۔

ہندوستان کی طرف سے اِس بات چیت کا جواب امریکہ اور برطانیہ کی خواہشات کے مطابق دیا گیا چنانچہ مسٹر آئینگر کے امریکہ واپس پہنچتے ہی سیکورٹی کونسل کی فضا پاکستان کے خلاف اور ہندوستان کے حق میں ہوگئی۔

افغانستان کی سیاست :- مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے سیکورٹی کونسل میں پاکستان کے وزیر خارجہ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا "سر ظفر اللہ خاں میرے عزیز بھی ہیں اور مرید بھی ہیں۔ وہ ایک قابل آدمی ہیں لیکن اگر دس ظفر اللہ خاں ہوں تو بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا اور سیکورٹی کونسل کا فیصلہ بین الاقوامی حالات کے مطابق ہوگا جو بظاہر پاکستان کے خلاف معلوم ہوتے ہیں" مرزا صاحب نے انکشاف کیا کہ مَیں ابھی ابھی صُوبہ سرحد کے دَورہ سے واپس آیا ہوں مجھے اِس دَورہ میں نہایت ہی معتبر ذریعہ سے معلوم ہُوا ہے کہ امریکہ اور رُوس اپنی اپنی طرف سے افغانستان کو ساتھ ملانے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ افغانستان کو پٹرول کی ضرورت ہے اور وہ اُون باہر بھیجتا ہے۔ رُوس نے افغانستان کی ضرورت کا پٹرول مہیّا کرنے اور تمام اُون خریدنے کا یقین دلایا ہے لیکن اس کے مقابلہ پر امریکہ نے رُوس کی نسبت چالیس فیصدی کم قیمت پر پٹرول مہیّا کرنے اور ۲۰ فیصدی زیادہ قیمت پر اُون خریدنے کی پیشکش کی ہے۔ اَب پھر روس کی باری ہے لیکن افغانستان نے محض اِس خیال کی بناء پر کہ امریکہ اور برطانیہ ہندوستان کے حامی ہیں کشمیر کے بارے میں پاکستان کے خلاف روش اختیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ جو افغانی جہادِ کشمیر میں حصہ لینے آئے تھے ان کو حکومتِ افغانستان نے معتوب گردانا ہے بہرحال اگر افغانستان اینگلو امریکن بلاک میں شامل ہو جائے اور ہندوستان بھی اسی بلاک میں ہو تو پاکستان کے لئے ایک عظیم الشان اُلجھن پیدا ہو جائے گی۔

مُسلمانوں کا فرض :- مرزا بشیر الدین صاحب نے اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا "حالات کچھ بھی ہوں پاکستان کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں بالکل اسی طرح جس طرح زندہ قوموں کے افراد کرتے ہیں ہمیں

نہ تو معمولی — یا — بڑی کامیابیوں پر خوش ہو کر بے فکر ہو جانا چاہیئے اور نہ ہی چھوٹی بڑی ناکامیوں پر دل چھوڑ دینا چاہیئے۔ جو خطرات ہمارے سامنے ہیں ان میں بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق مسلمانوں کے لئے صرف دو ہی مقام ہیں۔ فتح یا شہادت اور مسلمانوں کو انہی دونوں میں سے ایک کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

مرزا صاحب نے اختتامِ تقریر پر مسلمانوں کو آزاد کشمیر اور قبائلی پٹھانوں کی عملی امداد کی طرف بھی توجہ دلائی جو اس وقت بالواسطہ پاکستان کی عظیم الشان خدمت انجام دے رہے ہیں۔

جلسے کی صدارت ڈاکٹر تاثیر صاحب نے کی۔ جلسہ کے اختتام پر جلسہ گاہ کے باہر کچھ لوگوں نے قادیانیوں کے خلاف نعرے لگائے اور بدامنی پیدا کرنی چاہی۔ پولیس نے معمولی سا لاٹھی چارج کر کے لوگوں کو منتشر کر دیا"۔ [1] [2]

---

[1] انقلاب ۱۷ راپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ ؛ [2] میاں محمد یوسف صاحب پرائیویٹ سیکرٹری نے ۱۳ رماہ شہادت/اپریل ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء کو ایک مکتوب میں حسب ذیل اطلاع لاہور بھیجی :-

"لیکچر راولپنڈی۔ کل شام ۱/۲ ۷ بجے حضور انور کا لیکچر نشاط سینما ہال میں ہوا۔ ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا اور لوگ آس پاس کی دیواروں کے ساتھ بڑی تعداد میں کھڑے تھے۔ گیلری بھی مستورات سے پُر تھی۔ اندر لوگوں کی تعداد ۱۵۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ تقریر پونے آٹھ بجے سے سوا نو بجے تک جاری رہی۔ حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے رہے۔ معززینِ شہر کافی تعداد میں موجود تھے۔ سشن جج صاحب نے کہا کہ کوئی لمحہ بھی ایسا تقریر کے دوران میں نہیں آیا جس میں توجہ کسی اور طرف گئی ہو۔

ہال کے باہر سڑک پر چند شریروں نے شور و غوغا شروع کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی پٹھان کو کسی نے گمراہ کر کے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ گولی چلائے۔ اس کی اطلاع ہمارے ایک انسپکٹر پولیس باجوہ صاحب کو ملی وہ اس وقت ہال کے باہر آئے اور انہوں نے موقعہ پر پہنچ کر پٹھان سے بات چیت کی لیکن اس کے ساتھ تین مولوی بھی تھے باجوہ صاحب ان تینوں مولویوں کو الگ لے گئے مگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۶ پر)

اخبار "انقلاب" (لاہور) کی اِس مفصل خبر کے مقابل لاہور کے دوسرے بعض اخبارات نے اصل تقریر کی رپورٹنگ کرنے کی بجائے جلسہ میں گڑبڑ اور پولیس کی لاٹھی چارج کے واقعہ پر اکتفاء کیا۔

چنانچہ مشہور اخبار "نوائے وقت" (لاہور) نے

"راولپنڈی میں احمدیوں کے جلسہ میں گڑبڑ"

"پولیس کو لاٹھی چارج کرنا پڑی"

کے دوہرے عنوان سے لکھا:۔

"راولپنڈی ۱۴۔اپریل۔ کل مقامی پولیس نے نشاط سینما تھیٹر کے نزدیک ایک ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے معمولی لاٹھی چارج کیا کیونکہ یہ ہجوم ایک ایسے جلسے کو ناکام بنانا چاہتا تھا جس میں احمدیوں کے قائد مرزا بشیر الدین محمود نے تقریر کرنا تھا۔ لاٹھی چارج سے قبل ہجوم کے لیڈروں نے احمدیوں کے خلاف تقریریں کرکے یہ مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو پبلک جلسے کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ پولیس کے لاٹھی چارج سے چند اشخاص کو معمولی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ وہ پٹھان بھی ساتھ ہی آگیا، وہ مولوی۔ باجوہ صاحب کی بات سُننے کو بھی تیار نہ تھے اور لوگوں کو اُکسا رہے تھے۔ تقریر کیوں کرائی جارہی ہے۔ کوئی اِس تقریر کو نہ سُنے۔ باجوہ صاحب نے سٹی انسپکٹر صاحب کو اطلاع دی اور اس دَوران میں پولیس بھی اَور منگوائی گئی۔ ان شوریدہ سَر لوگوں کی تعداد ۲۵، ۳۰ ہوگئی۔ سفید وردی والی پولیس کے لوگ بھی کافی تعداد میں ان کے ہجوم میں شامل تھے تا ان کو شرارت سے باز رکھیں۔ جو لوگ باہر تقریر سُن رہے تھے وہ انہیں کوستے تھے کہ ایسی اعلیٰ تقریر سُننے نہیں دیتے۔ راولپنڈی کے ایک مشہور ایڈووکیٹ نے کہا سمجھ نہیں آتا ایسی اعلیٰ تقریر پر بھی کسی کو کوئی اعتراض ہوسکتا ہے... ہال کے اندر سکون ہی سکون تھا۔

آج حضور کا لنچ کرنل عطاء اللہ خان صاحب کے ہاں تھا۔ آزاد کشمیر کے وزراء بھی مدعو تھے۔ کل سردار ابراہیم بھی ملنے کو تشریف لائیں گے۔ اِس وقت قریباً پونے سات بجے شام ہے بریگیڈیئر شیر خان صاحب ملاقات فرما رہے ہیں۔ انشاء اللہ پرسوں لاہور کے لئے روانگی ہوگی۔"

(ریکارڈ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ)

ضربات آئیں"۔ [1]

اسی طرح لاہور کے ایک دوسرے روزنامہ "غازی" نے

"احمدیوں کی وجہ سے لاٹھی بازی
راولپنڈی کے مسلمانوں پر جبر"

کے عنوان سے حسبِ ذیل اشتعال انگیز خبر شائع کی :-

" راولپنڈی ۱۵ر اپریل۔ کل نشاط تھیٹر میں (مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ) تقریر کر رہے تھے کہ باہر مخالفین کے ایک ہجوم نے طوفان برپا کر دیا۔ پولیس کو ہجوم پر لاٹھی چارج کرنا پڑی جس میں چند افراد زخمی ہوئے۔ مخالف لیڈروں نے مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو عام جلسے منعقد کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ مسلمانوں کی قیادت مولانا مولا بخش صاحب امام جامعہ پنڈی نے کی"۔ [2]

الفضل کے نامہ نگارِ خصوصی کی رپورٹ

یہاں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسی ایمان افروز تقریر میں جو پاکستان اور مسلمانانِ عالم کی ترقی و بہبود پر مبنی مسائل سے متعلق تھی کسی قسم کی شورش انگیزی کا جواز ہی کیا ہو سکتا تھا؟ اِس اہم سوال کا جواب الفضل کے نامہ نگارِ خصوصی کی درجِ ذیل رپورٹ سے بخوبی مِل سکتا ہے۔ لکھا ہے :-

" راولپنڈی میں حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کا لیکچر نشاط سینما میں ہُوا تو اس موقع پر جن لوگوں نے شور کیا تھا اور نعرے لگائے تھے ان کے متعلق میرے دِل میں خیال پیدا ہوُا کہ معلوم کرنا چاہیئے کہ آخر یہ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں مری روڈ پر جماعتِ اسلامی ... کا دفتر ہے ان کے متعلق بھی یہ کہا جاتا ہے کہ اس پارٹی کے ارکان بھی اِس مظاہرہ میں شامل تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے خاکسار ان کے دفتر گیا مگر دفتر بند تھا۔ اس دفتر کے پاس ایک دکاندار سے مَیں اور ایک اَور ہمراہی وہاں بیٹھ گئے۔ باتوں باتوں میں دکاندار سے کہا کہ سُنا ہے کل مرزائیوں کا جلسہ ہوُا ہے وہ کہنے لگا اجی جلسہ تو ہوُا ہے مگر ہم نے بھی خوب خبر لی۔ اُس نے بیان کیا کہ کل پانچ بجے

---

[1] "نوائے وقت" ۱۶ر اپریل ۱۹۴۸ء ✣ [2] اخبار "غازی" ۱۸ر اپریل ۱۹۴۸ء

مجھے اطلاع ہوئی کہ جلسہ ہو رہا ہے۔ مَیں دکان بند کر کے اپنے والد صاحب (جو مدرس ہیں) کے پاس پہنچا اور ان سے جا کر کہا کہ اِس طرح جلسہ ہو رہا ہے اس کے خلاف ہمیں بھی سینما کے سامنے جلسہ کرنا چاہیئے۔ وہ تیار ہو گئے۔ مجلسِ احرار والے بھی اس جلسہ کے خلاف کارروائی کرنے کی تیاریوں میں تھے ان کا سیکرٹری بھی ہمارے ساتھ ہو لیا اور ہم تینوں جامع مسجد میں خطیب صاحب کے پاس پہنچے۔ اُن کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا اور شام کی نماز کے بعد جامع مسجد میں ۲ دو تقریریں ہوئیں جن میں مرزائیوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا گیا بہت سے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو گئے ہم ایک جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے ہوئے سینما کی طرف چلے۔ راستہ میں کچھ پٹھان ملے انکو بھی ہم نے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اِس طرح لوگوں کو ساتھ ملاتے ہوئے ہم سینما کے سامنے پہنچ گئے۔ سکیم یہ تھی کہ سڑک پر مرزائیوں کے خلاف تقریریں کی جائیں اور یہ شور مچایا جائے کہ پبلک مرزا صاحب کے ساتھ نہیں ہے۔ علماء جو ساتھ تھے وہ سڑک سے ذرا دُور ہو کر کھڑے ہو گئے تاکہ ان کا علم نہ ہو سکے۔ کالج کے لڑکوں کو آگے کر کے اُن سے خوب نعرے لگوائے گئے اور گندی سے گندی گالیاں جس قدر ہم دے سکتے تھے دیں۔ مرزا صاحب تقریر کر کے دوسری طرف سے کار میں بیٹھ کر چلے گئے اُن کے مُرید کار پر لیٹے ہوئے تھے کہ اگر حملہ ہو تو ہم پر ہو۔ یہ بہت بڑا قربانی کا جذبہ ہے جو مرزا صاحب کے مریدوں میں پیدا ہو چکا ہے۔

مَیں نے سینما کے سامنے جو دکاندار ہیں اُن سے دریافت کیا اور بہت سے لوگوں سے بھی دریافت کیا کہ یہ جو مسلمانوں نے سینما کے سامنے مظاہرہ کیا ہے اور نعرے لگائے ہیں ان کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔ سب نے یہی کہا کہ انہوں نے بُرا کام کیا ہے یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں۔ مرزا صاحب ہی تو آج کل کام کر رہے ہیں اور پھر یہی ہیں جو قادیان میں ڈٹے ہوئے ہیں" [1]

---

[1] الفضل ۱۷ ارشہادت/اپریل ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ گجرات میں (۱۳۲۷ھش اپریل ۱۹۴۸ء)

(اوپر) حضور جناب عبدالرحمٰن صاحب خادم امیر جماعت احمدیہ گجرات سے

مصروف گفتگو ہیں (نیچے) نماز پڑھ رہے ہیں۔

راولپنڈی سے واپسی

جلسہ راولپنڈی میں شرکت کے بعد حضرت مصلح موعودؓ واپس لاہور تشریف لے آئے۔[1]

سفرِ کوئٹہ

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود استحکامِ پاکستان اور اشاعتِ حق کے سلسلہ میں لاہور سے کراچی اور کراچی سے پشاور تک جن دینی و ملّی سرگرمیوں کا آغاز فرما چکے تھے ان کو حضورؓ کے سفرِ کوئٹہ نے صوبہ بلوچستان تک پھیلا دیا۔ یہ سفر اس سلسلہ کا آخری اور طویل سفر تھا چنانچہ حضور ۹ ماہِ احسان/جون کو لاہور سے روانہ ہوئے[2] اور قریباً تین ماہ کے بعد ۷ ماہِ تبوک/ستمبر کو واپس تشریف لائے۔[3]

حضرت مصلح موعودؓ کے لئے رہائش گاہ کا انتظام اور مخلصینِ کوئٹہ کے اخلاص و ایمان کا روح پرور نظارہ

حضورؓ نے سال ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کے آغاز میں ہی یہ ارشاد فرما دیا تھا کہ کوئٹہ میں ہماری رہائش کے لئے کوئی موزوں کوٹھی تلاش کی جائے۔ جماعتِ احمدیہ کوئٹہ نے کوٹھی کی تلاش کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی آخر ایک ایسی کوٹھی ملی جو مکانیت کے اعتبار سے ناکافی اور چار دیواری کے بغیر تھی۔ کوٹھی کا اندرونی حصّہ بھی ناگفتہ بہ حالت میں تھا۔ فرش جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا اور بجلی کا انتظام سخت ناقص!! جگہ جگہ غلاظت کے ڈھیر پڑے تھے لیکن جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کے مخلصین نے فیصلہ کیا کہ ہم دن رات کام کر کے اس کوٹھی کو ہر لحاظ سے درست کر کے چھوڑیں گے اور اسے حضور کی رہائش کے قابل بنا دیں گے چنانچہ انہوں نے نہایت مستعدی سے کوٹھی کے گرد بھی قریباً چھ فٹ اور سات فٹ اونچی دیوار بنوائی اور کوٹھی کے اندر بھی قریباً دو سو فٹ لمبی کچی دیوار تعمیر کرائی۔ کوٹھی کی صفائی کر کے پانی اور بجلی کا انتظام بالکل

---

[1] حضرت مصلح موعودؓ نے شروع ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء میں گجرات میں بھی قیام فرمایا تھا۔ سفرِ پشاور کی واپسی پر یا قبل ازیں سفرِ جہلم کے دوران؟ یہ بات زیرِ تحقیق ہے۔

[2] الفضل ۲۵ احسان/جون ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳۔

[3] الفضل ۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۱۔

درست کر دیا۔ تین نئے کشادہ کمرے تعمیر کئے۔ اس تمام کام میں جماعت کے دوستوں نے خود حصّہ لیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے غلاظت کے ڈھیر صاف کئے۔ اپنے ہاتھوں سے گارا بنایا اور گارے کی ٹوکریاں اُٹھا اُٹھا کر دیواروں کی لپائی کی۔ علاوہ ازیں تمام نئے تعمیر شدہ کمروں، دفتر کے خیموں اور نماز کے شامیانے میں بجلی کے ماہر دوستوں نے اپنے ہاتھ سے بجلی کی فٹنگ کی۔

جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کے تمام افراد نے امیر جماعت سے لے کر ایک چھوٹے سے چھوٹے فرد تک اِس کام میں نہایت سرگرمی، جوش اور اخلاص کے ساتھ حصّہ لیا اور جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے خاکروبوں مزدوروں اور معماروں کا کام کر کے اس کوٹھی کو جولٹن روڈ پر واقع تھی اِس قابل بنا دیا کہ حضور اپنے اہلِ بیت اور خدام کے ساتھ اس میں فروکش ہو سکیں۔[1-2]

جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کی طرف سے اخلاص و محبت کا یہ ایک ایسا شاندار مظاہرہ تھا کہ اس پر خود حضرت مصلح موعودؓ نے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اِس دفعہ مَیں نے یہاں کے دوستوں کو لکھا کہ آیا کوئٹہ میں رہائش کا بندوبست ہو جائے گا تو انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ انتظام ہو جائے گا۔ پہلے انتظام ناقص تھا دوست کچھ اَور سمجھتے تھے مگر جب وہ سمجھ گئے تو انہوں نے جگہ کا بندوبست کر دیا اور نہایت قربانی کے ساتھ اس عمارت کی چار دیواری بھی بنا دی۔ گویا ایک نئی بلڈنگ تیار کر کے رکھ دی۔ اِس میں انہوں نے ایک نہایت عمدہ قربانی کا اظہار کیا ہے۔" [3]

---

[1] الفضل ۲۵؍ احسان/ جون ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۹ء صفحہ ۳ ۔ [2] اِس خدمت میں میاں بشیر احمد صاحب ٹیکسٹائل آفیسر امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کے علاوہ حضرت شیخ کریم بخش صاحب تاجر، مرزا محمد صادق صاحب، قربان حسین شاہ صاحب انسپکٹر پولیس، غلام دین صاحب، ڈاکٹر عبدالحمید صاحب ڈی ایم او، قاضی شریف الدین صاحب (ہوشیارپوری) اور ناظر حسین صاحب نے خاص طور پر حصّہ لیا۔

(الفضل ۲۵؍ احسان/ جون ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

[3] الفضل ۲۳؍ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵ ۔

حضورؓ ۹ ۔ احسان/ جون بروز بدھ لاہور سے پاکستان میل میں عازمِ کوئٹہ ہوئے[1]۔ اسٹیشن پر حضور کو الوداع کہنے کے لئے جماعتِ احمدیہ لاہور کے بہت سے معززین موجود تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دیگر افراد کے علاوہ حضرت نواب محمد دین صاحب، چوہدری اسد اللہ خان صاحب، حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے اور شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعتِ احمدیہ لاہور بھی موجود تھے۔

میاں غلام محمد صاحب اختر ڈویژنل پرسنل آفیسر ریلوے لاہور ہمرکاب ہوئے اور ملتان چھاؤنی تک حضور کے ساتھ رہے اور سٹیشن پر حضور اور حضور کے اہلِ بیت کی سہولت اور آرام کا خیال رکھتے رہے۔

حضورؓ معہ اہلِ بیت ساڑھے نو بجے صبح بذریعہ کار رتن باغ سے لاہور ریلوے اسٹیشن پر تشریف لائے اور ان تمام دوستوں کو حضور نے شرفِ مصافحہ عطا فرمایا جو حضور کی مشایعت کے لئے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی دس بجے صبح لاہور سے روانہ ہوئی۔ راستہ میں لاہور سے روہڑی تک مندرجہ ذیل احمدی جماعتوں نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق نہایت جوش وخروش سے اپنے مقدس آقا کا استقبال کیا۔ رائے ونڈ، پتوکی، اوکاڑہ، منٹگمری، میاں چنوں، خانیوال، ملتان چھاؤنی، لودھراں بہاولپور۔ بہاولپور سٹیشن سے رات کا سفر شروع ہوگیا جو روہڑی تک جاری رہا۔ روہڑی صبح چار بجے کے قریب گاڑی پہنچی۔ یہاں سے کوئٹہ کے لئے گاڑی تبدیل کرنا پڑتی تھی مگر حضور اور اہلِ بیت کے لئے چونکہ سیکنڈ کلاس کے کمپارٹمنٹ ریزرو تھے اس لئے وہ کمپارٹمنٹ پاکستان میل سے کاٹ کر کوئٹہ میل کے ساتھ لگا دیئے گئے۔ روہڑی سے گاڑی چھ بجکر پچیس منٹ پر روانہ ہوئی اور بارہ بجکر پندرہ منٹ پر سبّی اسٹیشن پر پہنچی۔ مکرم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ڈی۔ ایم۔ او معہ اپنے بچوں کے حضور کے

---

[1] اِس سفر میں حضرت اُمّ المومنینؓ، حضور کے چاروں حرم، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، سیدہ آصفہ مسعودہ صاحبہ بنت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، بیگم صاحبہ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ، اور حضور کے بچوں میں سے سیّدہ امۃ النصیر صاحبہ، سیّدہ امۃ الجمیل صاحبہ، سیّدہ امۃ المتین صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب حضور کے ساتھ تھے۔ خدّام کا قافلہ اس کے علاوہ تھا۔ اہلِ بیت، خدّام اور خادمات سب کو شامل کر کے یہ قافلہ سینتالیس[۴۷] افراد تک جا پہنچا +

استقبال اور صبح کے ناشتہ کے انتظام کے لئے کوئٹہ سے سبی تشریف لے گئے تھے تاہم جناب ڈاکٹر صاحب نے حضور اور حضور کے اہلِ بیت اور خدّام کے لئے ناشتہ پیش کیا۔ سبی اسٹیشن کے بعد ساڑھے تین بجے مچ اسٹیشن پر گاڑی پہنچی۔ اس اسٹیشن پر مہتہ عبد القادر صاحب قادیانی، مہتہ عبد الخالق صاحب (چیف جیالوجیکل انجنیئر گورنمنٹ قلات)، ملک کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ جماعت کوئٹہ کی طرف سے اور میر آزاد خاں صاحب اپنے بھائی سردار گوہر خاں صاحب ساتک زئی سردار علاقہ کی طرف سے استقبال کے لئے حاضر تھے۔ ان کے ہمراہ ساتک زئی قبیلہ کے بعض اور افراد بھی تھے۔

ملک کرم الٰہی صاحب کھانے کے انتظام اور دیگر اُمور کی انجام دہی کے لئے ایک رات پہلے ہی کوئٹہ سے مچ پہنچ گئے تھے۔ حضور، حضور کے اہلِ بیت اور خدّام کو مہتہ عبد القادر صاحب، مہتہ عبد الخالق صاحب اور ملک کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ کی طرف سے کھانا پیش کیا گیا۔ حضرت امیر المومنینؓ اور دیگر خدّام کو ڈرائنگ رُوم میں اور حضور کے اہلِ بیت اور خادمات کو ان کے کمپارٹمنٹ میں کھانا پہنچایا گیا۔ اسی طرح پھلوں سے تواضع کی گئی۔ کھانے کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ میر آزاد خاں صاحب نے بھی حضور کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کیا اور کافی دیر تک مختلف امور پر حضور سے گفتگو کرتے رہے۔ اس موقع پر سٹار نیوز ایجنسی کا نمائندہ بھی انٹرویو کے لئے مچ سٹیشن پر موجود تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے نمائندہ سٹار نیوز ایجنسی سے فرمایا کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہوں گے میں نماز پڑھ کر اگلے سٹیشن پر دوسرے کمرہ میں آجاؤں گا وہاں آپ مجھ سے جو چاہیں دریافت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور کولپور اسٹیشن پر اپنے ڈبہ سے اُتر کر دوسرے ڈبہ میں آگئے اور سٹار نیوز ایجنسی کے نمائندہ سے سپیزنڈ ریلوے اسٹیشن تک مختلف اُمور پر گفتگو فرماتے رہے۔ سپیزنڈ ریلوے اسٹیشن پر کوئٹہ کے چند احمدی بچے حضور کے استقبال کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ اسی طرح بعض اور دوست بھی موجود تھے۔ حضور نے بچوں کو بھی ملاقات کا موقع دیا اور ان مشتاقانِ زیارت کو بھی جو سپیزنڈ ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے مصافحہ کا شرف عطا فرمایا۔

کوئٹہ میں آمد

سات بجے شام قریباً تینتیس گھنٹہ کے سفر کے بعد حضرت امیر المومنینؓ کوئٹہ وارد ہوئے۔ سٹیشن پر مقامی جماعت اور معززینِ شہر کا ایک جم غفیر حضور کے

استقبال کے لئے موجود تھا۔ بہت سے غیر احمدی معززین بھی تشریف لائے ہوئے تھے اور باوجود اس کے کہ گاڑی چار گھنٹہ لیٹ پہنچی وہ اسٹیشن پر ہی حضور کی تشریف آوری کا انتظار کرتے رہے۔

جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کے تمام افراد اپنے امیر کے حکم کے ماتحت مختلف صفوں میں کھڑے تھے۔ سب سے پہلے میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعتِ احمدیہ کوئٹہ حضور سے ملے اور پھر شہر کے معززین سے انہوں نے حضور کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد حضور نے سب دوستوں سے مصافحہ فرمایا۔ سٹیشن زائرین سے بھرا ہوا تھا اور پولیس کے آفیسر بھی خاص طور پر مصروفِ انتظام تھے۔ مکرم شیر علی صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس ریلوے اس تمام انتظام کے انچارج تھے جنہوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔

مقامی جماعت نے اسٹیشن پر حضور اور حضور کے اہلِ بیت کے لئے کافی تعداد میں کاروں کا انتظام کیا ہوا تھا۔[۱] حضور مصافحہ کے بعد کار میں سوار ہو کر اپنی قیام گاہ بنام "پارک ہاؤس" کی طرف تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضرت اُمّ المومنینؓ اور اپنے اہلِ بیت کو کوٹھی تک پہنچانے کا کام حضور نے مہتہ عبدالقادر صاحب قادیانی کے سپرد فرمایا جنہوں نے والہانہ جوش کے ساتھ یہ فرض ادا کیا۔ اسی طرح دیگر افرادِ جماعت نے بھی کمال دلچسپی، خلوص اور نظم و اطاعت کی رُوح سے سرشار ہو کر مختلف انتظامات پایۂ تکمیل تک پہنچا دیئے۔[۲]

جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کی طرف سے مہمان نوازی

یہاں پہنچنے کے بعد جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کے افراد نے تین دن حضور اور حضور کے اہلِ بیت اور خدّام کی مہمان نوازی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اِس بارہ میں جماعت کا حُسنِ انتظام ہر لحاظ سے قابلِ تعریف تھا۔ کھانے کا انتظام کوئٹہ کی جماعت نے مہتہ عبدالقادر صاحب قادیانی کے سپرد کیا ہوا تھا جنہوں نے اپنے ساتھ مختلف سرگرم والنٹیرز شامل کر کے اِس خدمت کو احسن طریق سے سرانجام دیا۔ کھانے کے علاوہ پھلوں اور مٹھائی سے بھی مختلف اوقات میں جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کی طرف سے تواضع کی گئی۔ اگر کوئی دوست بیمار ہوتا تو اُس کے لئے خاص طور پر الگ پرہیزی کھانا تیار کیا جاتا۔ غرض تین دن جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کے ہر فرد نے حضرت امیر المومنین، خاندان مسیح موعودؑ

---

[۱] یہ انتظام ملک کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ کے سپرد تھا۔ [۲] الفضل ۲۵ احسان ۱۳۲۷ھش صفحہ ۳ء

کی خواتینِ مبارکہ اور خدام و خادمات کی جو خدمت کی وہ اس رُوحِ عمل کا ایک زندہ ثبوت ہے جو جماعتِ احمدیہ کوئٹہ کے افراد میں پائی جاتی ہے۔[1]

لجنہ اماء اللہ کوئٹہ کی ممبرات نے بھی اسی سرگرمی اور اخلاص کے ساتھ خاندانِ مسیح موعودؑ کی خواتینِ مبارکہ کی خدمت میں حصہ لیا جس جوش اور اخلاص کے ساتھ خدام اور انصار باہر حصہ لیتے رہے ان تین دنوں میں اندرون خانہ کے تمام انتظامات لجنہ اماء اللہ کے سپرد تھے اور مختلف انتظامات کے لئے مختلف خواتین کی ڈیوٹیاں مقرر تھیں چنانچہ ممبرات بڑی سرگرمی سے اپنے فرائض کو ادا کرتی اور صُبح چار بجے سے لے کر رات کے ایک ایک بجے تک مہمان نوازی کے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔[2]

جماعتِ کوئٹہ کے عشّاقِ احمدیت میں سے ڈاکٹر غفور الحق خاں صاحب[3] ایک نہایت ممتاز فرد

۱؎ الفضل ۲۵ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴ ؛ ۲؎ ایضاً ؛ ۳؎ صحابی حضرت مسیح موعود حضرت حاجی نور محمد صاحب شہید فیض اللہ چک کے فرزند۔ آپ نے میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے پاس کیا اور ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری لاہور میڈیکل کالج سے حاصل کی۔ بعد ازاں پہلے منٹگمری (ساہیوال) میں پریکٹس شروع کی پھر اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر میجر سراج الحق خاں صاحب (ملٹری ہسپتال کوئٹہ) کی تحریک پر ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ تشریف لے گئے اور بہت جلد بلوچستان کے چوٹی کے ڈاکٹروں میں شمار ہونے لگے۔ حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کی خدمت میں کوئٹہ آنے کی استدعا اوّل آپ ہی کی طرف سے کی گئی تھی اور آپ اس امر کے لئے بھی کلیتہً تیار تھے کہ اگر کوئٹہ میں حضور کے لئے کوئی موزوں کوٹھی دستیاب نہ ہوئی تو وہ اور اُن کے بھائی اپنے مکانات حضور کی رہائش کے لئے خالی کر دیں گے اسی دَوران میں انہوں نے حضور کے لئے دو کوٹھیوں کا انتظام بھی کر لیا مگر جماعتِ کوئٹہ نے دوسری کوٹھی کا انتخاب کیا جو بہت ہی مبارک ثابت ہوا مگر اس کوٹھی کو زیرِ استعمال لانے کے لئے اس کے اردگرد ایک احاطہ کی تعمیر ضروری تھی علاوہ ازیں حضور کی تشریف آوری کے نتیجہ میں مقامی جماعت پر بعض غیر معمولی اور ہنگامی اخراجات کا بار پڑنا ایک لازمی امر تھا۔ اسی طرح مہمان نوازی اور دیگر کئی قسم کی ضروریات تین ہزار روپیہ کا فوری تقاضا کرتے تھے جو ڈاکٹر صاحب نے ہینڈ لوم فیکٹری کی طرف سے (جس کے آپ پریذیڈنٹ تھے) فوراً پیش کر دیئے (الفضل ۲۲ ظہور ۱۳۲۷ہش صفحہ ۴) ڈاکٹر صاحب موصوف ۹ ماہ تبلیغ/فروری ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء کو قریباً ۴۸ سال کی عمر میں اپنے آسمانی آقا کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور تدفین میں بھی شرکت فرمائی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تھے جنہوں نے ۱۳۲۷-۲۸ ہش / ۱۹۴۸-۴۹ء میں جبکہ حضور کوئٹہ میں فروکش تھے نہ صرف حضور، حضور کے اہلِ بیت اور دیگر خدام کی مہمان نوازی کا تین روز تک اہتمام کیا بلکہ ایک رقمِ خطیر حضور کی خدمت میں اخراجاتِ کوئٹہ کے سلسلہ میں بھجوائی جسے حضور نے ازراہِ شفقت قبول فرما لیا[1]۔ ڈاکٹر صاحبؓ نے ان دنوں حضور کا اور حضور کے اہلِ بیت کا طبّی معائنہ بھی کیا۔ علاوہ ازیں دواؤں کے علاوہ بکثرت پھل بھی حقیر نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کئے[2] جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ ۹۔فتح / دسمبر ۱۳۲۸ ہش / ۱۹۴۹ء میں مثالی رنگ میں کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مَیں نے دیکھا ہے کہ ہم جب باہر جاتے ہیں تو کوئی اپنی محبت کی وجہ سے بعض اخراجات ہم پر کرتے ہیں۔ مثلاً مَیں دو سال سے کوئٹہ جاتا رہا ہوں وہاں ہمارے ہی ضلع کے ایک دوست ڈاکٹر غفور الحق خاں صاحب ہیں۔ مَیں نے دونوں سال تجربہ کیا ہے کہ وہ جب کوئی چیز گھر لے جاتے تھے تو اس کی ایک ٹوکری ہمیں بھی بھیج دیتے تھے۔ مثلاً انگور نکلنے شروع ہوئے اور انہوں نے بازار سے گھر کے لئے کچھ انگور خریدے تو ایک ٹوکری زائد خرید کر وہ ہمارے لئے بھی بھیج دیں گے۔ یا خربوزے نکلے اور انہوں نے اپنے استعمال کے لئے کچھ خربوزے خریدے ہیں تو کچھ خربوزے وہ ہمیں بھی بھیج دیں گے۔ وہ چیزیں اِس طرح متواتر آتی تھیں کہ ہم سمجھتے تھے کہ وہ اپنے گھر لے جارہے تھے کہ ہماری محبت کی وجہ سے انہوں نے ہمیں بھی اس میں سے ایک حصہ بھیج دیا (اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے یہ خطبہ مَیں نے دسمبر کے شروع میں دیا لیکن چھپنے سے رہ گیا۔ آج مَیں اس پر نظرِ ثانی کرنے لگا ہوں جبکہ ابھی ابھی عزیزم ڈاکٹر غفور الحق خاں کو دفنا کر لوٹا ہوں۔ مَیں اِسے اتفاق نہیں کہہ سکتا یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے جس نے آج مجھے اسی خطبہ پر نظرِ ثانی کا موقعہ دیا۔ عزیز زندہ

---

[1] بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ وفات پر اپنے قلم سے ایک نوٹ میں آپ کے اخلاص و فدائیت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا "بہت ملنسار، مہمان نواز، خدمت گزار اور دوستوں کے لئے دلی خوشی سے قربانی کرنے والے نوجوان تھے" (الفضل ۱۱۔تبلیغ / فروری ۱۳۲۹ ہش / ۱۹۵۰ء صفحہ ۲) آپ کے برادرِ اکبر ضیاء الحق خاں صاحب سابق آرڈیننس آفیسر نے الفضل ۶۔صلح / جنوری ۱۳۳۰ ہش / ۱۹۵۱ء کے صفحہ ۶ پر آپ کی مختصر سوانح شائع کر دی تھی۔

[2] حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا: اِس تعلق میں حضرت مصلح موعودؓ کے دستِ مبارک کے خطوط کے چربے ضمیمہ میں ملاحظہ ہوں جن سے ایک سچے خادم کے عاشقانہ رنگ اور ایک محبوب آقا کے مشفقانہ تعلق پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ الفضل ۲۲۔ظہور / اگست ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

ہوتا تو اِسے پڑھ کر کتنا خوش ہوتا مگر اَب اس کے عزیز اِسے پڑھ کر خوش ہوں گے کہ ان کے عزیز کو خدا تعالیٰ نے یہ رُتبہ بخشا کہ اس کا ذکر اس محبت کے ساتھ ایک قائم رہنے والے نشان میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز پر اپنے بہت فضل نازل فرمائے۔ مَیں جب عزیز کا جنازہ پڑھنے لگا تو اس میں بھی مَیں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ یہ کوئی اچھی چیز خود نہ کھاتا تھا جب تک کہ ہمیں نہ کھلا لیتا تھا اَب تو بھی اسے اپنی جنت کی اچھی اچھی چیزیں ہماری طرف سے کھلا تا کہ ہماری خدمت کا بدلہ اسے ملے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ عزیز کوئٹہ سے آتے ہوئے ۲ بکس پھلوں کے میرے لئے اَب بھی لایا تھا وہ اس کی لاش کے ساتھ لاہور سے لائے گئے اور آج صبح اس کے بھائی نے اندر بھجوائے۔ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحِبَّ الْمُخْلِصَ وَجَعَلَ مَثْوَاہُ فِی الْمُخْلِصِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ)"[1]

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کا مسلمانانِ بلوچستان سے پہلا بصیرت افروز خطاب

۱۴۔ماہِ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو ساڑھے پانچ بجے شام جماعتِ احمدیہ کوئٹہ نے حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کے اعزاز میں "پارک ہاؤس" کے وسیع احاطہ میں ایک پُر تکلف دعوتِ چائے دی جس میں ایرانی قونصل، ریاست قلات کے وزیر اور بعض دیگر افسران، قبائلی لیڈر، حکومت کے ذمہ دار افسران جن میں سول اور ملٹری دونوں کے آفیسرز شامل تھے مسلم لیگ کے عہدیدار، رؤسا وکلاء، ڈاکٹر اور نمائندگانِ پریس ڈیڑھ سَو کی تعداد میں شامل ہوئے۔ عبدالرشید خان صاحب ریونیو وجوڈیشل کمشنر بلوچستان، سر فلپ ایڈورڈ پولیٹیکل ایجنٹ کوئٹہ، مسٹر رائل سشن جج، خان صاحب مرزا بشیر احمد صاحب سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کوئٹہ، مسٹر مُبلانگ سپرنٹنڈنٹ پولیس، مسٹر بیک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، خان بہادر ملک بشیر احمد صاحب انڈر سیکرٹری، اے جی جی، خان بہادر مولوی منیر احمد صاحب وزیر قلات، سر اسد اللہ خاں صاحب، نواب رائسانی، راجہ زربخت خان صاحب ڈائریکٹر آف ایگریکلچر بلوچستان، خان صاحب آغا سرور شاہ صاحب کمشنر نوآبادی، راجہ احمد خان

[1] الفضل ۲۶ تبلیغ/فروری ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء صفحہ ۴

یارک ہاؤس میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے اعزاز میں پارٹی اور حضور کا خطاب

(۱۴/احسان ۱۳۲۷ ہش۔جون ۱۹۴۸ء)

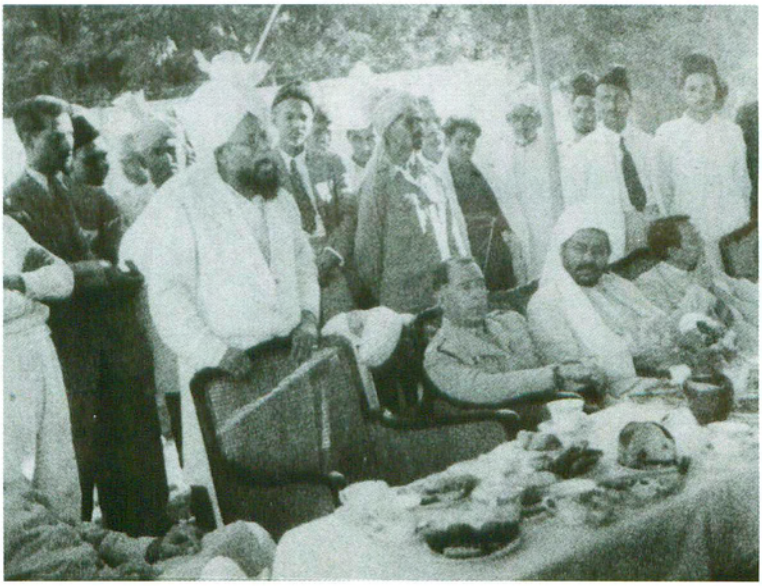

حضور کے قدموں میں مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر تقریر قلمبند کر رہے ہیں

کرسیوں پر مسٹر بشیر احمد ایس پی کوئٹہ، نواب دوداخان صاحب اور مسٹر عبدالرشید خاں

ریونیو کمشنر کوئٹہ ہیں

تورخم، لنڈی کوتل اور جمرود کے بعض اہم مناظر

صاحب ڈویلپمنٹ آفیسر، نواب کرم خاں صاحب کانسی، نواب محمد خاں صاحب جوگے زئی، خان بہادر ارباب محمد عمر خان صاحب، سردار بہادر میر دوداخان صاحب تمندار مری، خانصاحب سردار گوہر خانصاحب ساتک زئی، خان بہادر سردار سمندر خانصاحب یاروزئی، ملک جان محمد صاحب، میر قادر بخش صاحب وائس پریذیڈنٹ پراونشل مسلم لیگ، سیٹھ فدا علی صاحب پریذیڈنٹ کوئٹہ میونسپل کمیٹی، میجر ڈاکٹر نواب علی صاحب قریشی سی ایم او، شیخ محمد عارف صاحب ایڈووکیٹ اور مرزا محمد احمد صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی خاص طور پر قابلِ ذکر تھے۔

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کی تشریف آوری پر سب سے پہلے چائے نوشی ہوئی چائے سے فارغ ہونے کے بعد بعض غیر احمدی معززین نے حضور سے استدعا کی کہ حضور اپنے قیمتی خیالات سے ہمیں مستفیض فرمائیں۔ اِس پر حضورؓ نے تشہد و تعوّذ کے بعد فرمایا:۔

"بعض احباب نے یہ خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ مَیں اِس موقع پر کچھ باتیں بیان کردوں گو انہوں نے بتایا نہیں کہ کیا باتیں ہوں۔ انہوں نے مجھ پر چھوڑ دیا ہے کہ جو باتیں میرے نزدیک مسلمانوں کے لئے مفید ہوں مَیں انہیں بیان کر دوں۔ مَیں سمجھتا ہوں سب سے پہلی چیز جو مسلمانوں کے لئے یہاں بھی اور دُنیا کے ہر گوشہ اور ہر ملک میں نہایت ضروری ہے اور جس کے بغیر ہماری ساری کوششیں اور دعوے اور ادّعا باطل ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارا مذہب اِس حقیقت کو پیش کرتا ہے کہ وہ ایک زندہ مذہب ہے جو قیامت تک قائم رہے گا۔ دُنیا کے باقی مذاہب بھی بے شک اپنے سچے ہونے کے مدعی ہیں لیکن اسلام اور قرآن ایک ایسے مذہب کو پیش کرتا ہے جس کی تائید میں ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے نشانات اور قدرتوں کا اظہار کیا کرتا ہے۔ پس ایک زندہ مذہب کا پیرو ہونے کے لحاظ سے ہمارے اپنے اندر بھی زندگی ہونی چاہیئے۔ آخر خدا تعالیٰ اپنی قدرتیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اور پھر آپؐ کے تابعین کے ذریعہ سے دُنیا کو دکھاتا رہا ہے یا نہیں؟ وہ ہمیشہ اپنی تائیدات ایسے رنگ میں دکھاتا رہا ہے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ کیا کوئی ایسا سلسلہ بھی اِس دُنیا میں موجود ہے جس کی تائید کے سامان صرف مادّی اسباب سے وابستہ نہیں بلکہ مادّیات سے بالا ایک اَور ہستی

ان کی تائید کے لئے غیر معمولی سامان پیدا کر دیا کرتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ واضح الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہمارا حزب ہمیشہ غالب رہے گا۔

حزب الٰہی کے غلبہ کے اگر یہی معنے ہوں کہ ان کے پاس توپیں زیادہ ہوں گی تو وہ جیت جائیں گے یا آدمی زیادہ ہوں گے تو وہ جیت جائیں گے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں رہتی ساری دُنیا میں یہی ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہمارا حزب ہمیشہ غالب رہے گا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ خواہ ان کے پاس سامان کم ہوں گے تب بھی وہ ہماری تائید سے جیت جائیں گے۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بدرؔ اور اُحدؔ کی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ مسلمانوں کی تائید کے لئے نازل کئے، کفّار کے دلوں میں رُعب ڈال دیا اور مسلمانوں کے ہاتھ ایسے مضبوط کر دیئے کہ وہ زبردست طاقت اور زیادہ تعداد رکھنے والے دشمن پر غالب آ گئے لیکن خدا تعالیٰ کے نشانات کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم بھی اِس قابل ہوں کہ خدا ہماری تائید میں نشانات ظاہر کرے۔ پس سب سے پہلی چیز جس کے متعلق مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر مسلمان کے اندر پائی جانی چاہیئے یہ ہے کہ اگر ہم سچّے مسلمان ہیں تو ہمیں اپنی نگاہ آج سے تیرہ سَو سال پیچھے لے جانی چاہیئے۔ اگر ہم اپنے گرد و پیش کو دیکھ کر اور یہ اندازہ لگا کر کہ دُنیا کی باقی قومیں کس طرح ترقّی کر رہی ہیں خود بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں تو ہمیں اپنے مقصد میں ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے وہ وعدے کئے ہیں جو دوسری قوموں سے نہیں کئے۔ اور جب مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کے ایسے وعدے ہیں جو دوسری قوموں سے نہیں تو لازماً ہمیں ایسے حالات پیدا کرنے پڑیں گے جن میں دوسری قومیں ہم سے مشترک نہ رہیں۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو تعلیم لائے تھے اس پر ہم عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جس رنگ میں وہ ہمیں رنگین کرنا چاہتے تھے وہ رنگ ہم اپنے اندر پیدا کریں اور جو باتیں اسلام کے خلاف ہیں ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مغرب کا اچھا

شاگرد بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم کا یہ وعدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ مغرب کے اچھے شاگردوں کی مدد کرے گا قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تم سے محبت کرے تو تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ جب چلوگے تو یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ خدا بھی تم سے محبت کرنے لگے گا۔ پس الٰہی تائید اور نصرت اسی صورت میں آسکتی ہے جب مسلمان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اسلام کی بعض چیزیں ایسی ہیں جو موجودہ زمانہ کے لوگوں کو پسند نہیں لیکن ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف لوگوں کے خوش یا ناخوش ہونے کا سوال ہے اور دوسری طرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خوش یا ناخوش ہونے کا سوال ہے۔ لازماً اگر ہم سچے مسلمان ہیں تو خواہ لوگ ہم سے ناراض ہوں خواہ وہ ہمیں اپنے نقطۂ نگاہ سے بدتہذیب قرار دیں ہمارا فرض یہی ہوگا کہ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کریں اور اپنے آپ کو اسلامی تعلیم کا صحیح نمونہ بنائیں۔"

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور ؓ نے فرمایا :۔

" آج کل عام طور پر لوگوں میں یہ چرچا پایا جاتا ہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہونا چاہیئے مگر میری سمجھ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں آیا۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی آئین میرے لئے ہے یا نہیں ؟ جب اسلامی آئین ہر مسلمان فرد کے لئے ہے تو مسلمان افراد اسلامی آئین پر خود عمل کیوں نہیں کرتے ؟ کیا پاکستان میں کوئی ایسا قانون ہے کہ نماز نہ پڑھو یا کیا پاکستان میں کوئی ایسا قانون ہے کہ اور اسلامی احکام پر عمل نہ کرو۔ جب نہیں تو مسلمان اگر سچے دل سے اسلامی آئین کے نفاذ کے خواہش مند ہیں تو وہ نمازیں کیوں نہیں پڑھتے ، وہ اسلامی احکام پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان نے ایسے قانون نہیں بنائے جن کی وجہ سے ہر شخص کو نماز پڑھنے پر مجبور کیا جاسکے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر ایسا قانون پاکستان نے نہیں بنایا تو کیا پاکستان کا کوئی قانون شراب پینے پر مجبور کرتا ہے یا ناچنے گانے پر مجبور کرتا ہے۔ یا کوئی قانون یہ کہتا ہے کہ تم نماز نہ پڑھو اگر

پڑھو گے تو چھ ماہ قید کی سزا دے دی جائے گی۔ جب پاکستان میں اس قسم کا بھی کوئی قانون نہیں تو اگر ہم واقعہ میں مسلمان ہیں تو ہمیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے قانون پر خود بخود عمل شروع کر دینا چاہیئے۔ کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ قانون سے پاکستان کا قانون زیادہ مؤثر ہوگا۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قانون پر عمل کرتے ہوئے آج سارے مسلمان نمازیں پڑھنے لگ جائیں، ساری ویران مساجد آباد ہو جائیں تو کونسی گورنمنٹ انہیں اس سے روک سکتی ہے؟ پس بجائے اس کے کہ لوگ یہ مطالبہ کریں کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ ہونا چاہیئے ان کو اسلامی آئین خود اپنے نفوس میں جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میرا یقین ہے کہ برسرِ اقتدار لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب مسلمان آئینِ اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں تو آئینِ اسلام کے نفاذ کا مطالبہ محض وزارتوں کی تبدیلی کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وزارتوں کے ہم حقدار ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سب سے بہتر طریق لوگوں میں کسی وزارت کے خلاف جوش پھیلانے کا یہی ہے کہ شور مچا دیا جائے کہ وزراء آئینِ اسلام جاری نہیں کرتے ورنہ وہ خود بھی وہی کچھ کریں جو آج کل کیا جا رہا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو حکومت کے اختیار میں ہیں ہمارے اختیار میں نہیں مگر اس بارہ میں بھی حکومت کی طرف سے کوئی قدم اس لئے نہیں اُٹھایا جاتا کہ وزراء اور لیڈر یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کا مطالبہ کرنے والے خود سنجیدہ نہیں۔ اگر سنجیدہ ہوتے تو اپنے گھروں میں اسلامی آئین پر کیوں عمل نہ کرتے؟ غرض ہمارے لئے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو سچا مسلمان بنانے کی کوشش کریں اور قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کریں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد و عورت کے اختلاط کو منع کیا ہے مگر سینما سارے کے سارے مرد و عورت کے اختلاط کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ سینما کی فلم بن ہی نہیں سکتی جب تک مرد اور عورت اکٹھے نہ ہوں لیکن اگر سینما کے خلاف ہی آواز اُٹھائی جائے تو آئینِ اسلام کے نفاذ کا شور مچانے والے سب سے پہلے اس کی مخالفت پر اُتر آئیں۔ پس ضروری ہے کہ ہم پہلے افراد کو سچا مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔ کچی اینٹوں سے جو عمارت تعمیر کی جائے وہ کبھی پکی نہیں ہو

سکتی۔ وہ عمارت ٹکڑے ٹکڑے ہو گی تب بھی کچّی ہو گی مکمل ہو گی تب بھی کچّی ہو گی اسی طرح جب تک افراد سچے مسلمان نہیں بن جاتے کبھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ کچّی اینٹوں کی عمارت پکّی عمارت نہیں کہلا سکتی جیسی اینٹ ہو گی ویسی ہی عمارت ہو گی۔"

اِس کے بعد حضور رضی اللہ عنہ نے مسئلۂ کشمیر کی اہمیت بیان فرمائی اور بتایا کہ ہر مسلمان کو اِس بارہ میں اپنے فرائض سمجھنے چاہئیں اور جس حد تک ہو سکے مجاہدینِ کشمیر کی مدد کرنی چاہیئے۔

آخر میں حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"آج مسلمانوں پر جو نازک دَور آیا ہوا ہے اس میں ان کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو بھول کر متحد ہو جائیں۔ اِس وقت پاکستان ایسے حالات میں سے گزر رہا ہے کہ ہم کو اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر دشمن پر یہ واضح کر دینا چاہیئے کہ اگر پاکستان کی طرف اُس نے نظر اُٹھائی تو ہمارا ہر مَرد، ہر عورت، ہر بچّہ اور ہر بُوڑھا اپنے آپ کو قربان کر دے گا مگر وہ اِس آزادی کو کھونے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو گا۔ اگر دُنیا پر ہم اپنے اِس عزم کو ثابت کر دیں تو میرے نزدیک نوّے ۹۰ فیصدی اِس بات کا امکان ہے کہ دشمن پاکستان پر حملہ کرنے کی اگر خواہش بھی رکھتا ہے تو نہیں کرے گا۔ مسلمانوں میں اَور کئی کمزوریاں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ مسلمان ابھی جان دینے سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا بعض دوسری قومیں ڈرتی ہیں۔ اور یہ سیدھی بات ہے کہ اگر لاکھوں کروڑوں کی قوم مرنے کے لئے تیار ہو جائے تو اس قوم کو کوئی مار نہیں سکتا۔ اگر مسلمان بحیثیت قوم یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم مر جائیں گے تو یقیناً انہیں مارنے کی کوئی قوم طاقت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر ساری قوم مرنے کے لئے تیار نہیں ہو گی تو وہ ضرور مریں گے۔ جب سکھ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو مار رہے تھے تو مَیں مسلمانوں سے بار بار کہتا تھا کہ یہاں سے مت بھاگو۔ تاریخ اِس امر پر شاہد ہے کہ ظالم سے ظالم قوم بھی کبھی اپنے مظالم میں انتہاء تک نہیں پہنچتی ضرور اس کا قدم رُک جاتا ہے مگر میری بات کسی نے نہ سُنی۔ اَب بھی مَیں کہتا ہوں کہ اگر چار پانچ کروڑ مسلمان مرنے کے لئے تیار ہو جائے تو دشمن ہتھیار پھینک دیگا

اور اُسے اپنے بڑا رادوں کو ترک کرنا پڑے گا۔ اگر ہم واقعہ میں آزادی کی قدر و قیمت کو سمجھتے ہیں تو آزادی کی چھوٹی سے چھوٹی قیمت جان کی قربانی ہوتی ہے۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں جان دینا سب سے بڑی قربانی ہے جان دینا سب سے بڑی نہیں بلکہ سب سے چھوٹی قربانی ہے۔ اگر مسلمان جان دینے کے لئے تیار ہو جائیں تو میں یقین رکھتا ہوں۔ اور میرا یقین ایک طرف تاریخ پر مبنی ہے جس کا میں نے کافی مطالعہ کیا ہوا ہے اور دوسری طرف قرآن پر مبنی ہے جو میرا خاص مضمون ہے اور اس لحاظ سے اس میں غلطی کا بھی امکان نہیں کہ اگر مسلمان واقعہ میں مرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ پاکستان ایک دائمی حکومت بن جائے گا مگر میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کے افراد اپنی اولادوں کے لئے ایک لمبا اور شاندار مستقبل قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ بھاگے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اَب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ اَب ان کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو دشمن سے لڑ کر عزت کی موت مریں یا کراچی کے سمندر میں غرق ہو کر ذلّت اور لعنت کی موت مریں۔ دُنیا میں کون انسان ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے کس کو پتہ ہے کہ اس کی کتنی زندگی ہے۔ جب شام کو ایک شخص ہیضہ سے مر سکتا ہے جب ہمارے باپ دادا مرتے چلے آئے اور جب ہم نے بھی ایک دن مرنا ہے تو اگر ہم عزّت کی موت مرنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بہادری سے اپنی جان دینے کے لئے تیار رہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے اور اگر اس ارادہ اور نیّت سے ہم اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ ہندوستان میں یہ آخری جگہ ہے جہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا قائم ہے اسے ہم سرنگوں نہیں ہونے دیں گے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہمارا خدا یہ بے غیرتی دکھائے کہ وہ ہمیں تباہ کر دے اور مسلمانوں کو دشمن کے ہاتھوں بالکل مٹنے دے۔"[1]

حضور کی یہ ایمان افروز تقریر قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ یہ تمام تقریر جو نہایت اہم نکات اور بیش قیمت نصائح پر مشتمل تھی تمام معززین نے انتہائی دلچسپی، پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ سُنی اور وہ حضور کے قیمتی خیالات سے بہت متأثر ہوئے اور تقریر کے بعد سب معزز مہمانوں

---

[1] الفضل ۲۶؍ احسان/جون ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳-۴۔

نے حضور سے شرفِ مصافحہ حاصل کیا اور حضور بھی اُن سے ازراہِ شفقت دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔

بلوچستان پریس میں ذکر

بلوچستان پریس نے حضورِ انور کے اِس پُراثر خطاب میں بہت دلچسپی لی اور نمایاں صورت میں اس کی خبر شائع کی۔ چنانچہ کوئٹہ کے اخبار "میزان" نے ۱۴؍جون ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"کوئٹہ ۱۴؍جون۔ آج شام کے ۶½ بجے احمدیہ جماعت کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کوئٹہ کی جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ کی طرف سے دعوتِ عصرانہ کی تقریب پر تقریر کرتے ہوئے تین اہم نکات بیان کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کو دِل میں جگہ دو اور دِل سے مسلمان بنو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیجئے۔ آپ نے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کی آیتِ شریفہ پیش کی۔ آپ نے کہا جو لوگ حکومتِ پاکستان سے آئینِ اسلامی کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ دراصل وزارت میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے کیا منع کیا ہے اور کب شراب خوری، چوری اور بدکاری کی تعلیم دی ہے؟

آپ نے دوسرا اہم نکتہ محاذِ کشمیر کو مضبوط تر بنانے سے متعلق پیش کیا۔ آپ نے کہا کہ اگر کشمیر نہیں تو پاکستان نہیں۔ یہاں سے دِلی خلوص اور اخوّت کے جذبہ سے کشمیر کی آزاد فوجوں کی امداد کرنا بہت ضروری ہے اِس کام کو بہت وسیع پیمانہ پر کیا جائے۔ ہر مسلمان ممکن طریق سے زیادہ امداد دے۔

تیسرا نکتہ آپ نے یہ بیان کیا کہ جو قوم مرنے سے نہیں ڈرتی وہ کبھی مرا نہیں کرتی ذلیل زندگی سے عزّت کی موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ آج پاکستان کے ہر مسلمان کو یہ تہیہ کر لینا چاہیئے کہ شاندار عزّت سے آزاد زندگی بسر کریں۔ آپ نے باہمی اختلافات کو ہر مرحلہ پر ختم کرنے کی نصیحت کی اور بہت چیدہ مثالیں دے کر واضح کیا۔ دعوتِ چائے میں سِول حکّامِ اعلیٰ، بلوچستان بھر کے چوٹی کے نواب، سردار، ملک، معتبرین اور اخبار نویس شامل تھے۔

ؔ اِس اخبار کا تراشہ خلافت لائبریری کے کٹنگ رجسٹر میں موجود ہے۔

پنجاب پریس میں خبر پنجاب کے اخبارات میں سے "انقلاب" نے حسبِ ذیل الفاظ میں اِس تقریر کا ملخص دیا :-

"نفاذِ شریعت پر زور نہ دو"
اچھے مسلمان بنو
مرزا محمود کی تقریر

کوئٹہ ــــ سٹار ـــ ۱۷ر جون۔ کوئٹہ میں ایک جلسہ میں جس میں ایرانی قونصل ایم کاظمی، نواب محمد علی خان جوگا زئی ممبر پاکستان دستور ساز اسمبلی اور بلوچستان کے ریونیو کمشنر مسٹر اے۔ آر۔ خاں بھی موجود تھے احمدیہ فرقہ کے لیڈر مرزا بشیر الدین محمود احمد نے پاکستان کے مسلمانوں کو پاکستان میں فوری طور پر شریعت کے نفاذ کے لئے تحریک نہ کرنے کی ہدایت کی۔ مرزا بشیر الدین نے کہا کہ "اگر وہ اِس کے بجائے اچھے مسلمان بننے کی کوشش کریں تو بہتر ہوگا اور ہمارے مذہب کا مقصد پُورا ہوگا۔ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ اگر کشمیر غیر دوستانہ ہاتھوں میں پڑ گیا تو پاکستان کے خود مختار آزادانہ وجود کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آخر میں اُنہوں نے بلوچستان کے باشندوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے مصیبت زدہ کشمیری بھائیوں کے سلسلہ میں اپنا فرض ادا کریں۔ کشمیر کی مدد کرنے کا مطلب خود اپنی مدد کرنا ہے اور وہ ایسا کر کے آنے والی نسلوں کو غلامانہ زندگی کی لعنت سے بچا لیں گے۔"[1]

"پاکستان کا مستقبل" کے موضوع پر ایمان افروز تقریر حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ نے یہاں دوسرا پبلک لیکچر ۴ر و ۸ر جولائی کو شہر کے ٹاؤن ہال میں دیا جس کے پہلے حصہ میں حضورؓ نے نہایت وضاحت سے بتایا کہ پاکستان ایک اینٹ ہے اُس اسلامی عمارت کی جسے ہم نے دُنیا میں قائم کرنا ہے۔ اور آخری حصہ میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنی قومی اور انفرادی زندگی میں صرف اسلام کو اپنا دستور العمل بنائیں چنانچہ حضورؓ نے سلسلۂ تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا سب سے پہلے

---

[1] انقلاب (لاہور) ۱۹ر جون ۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی چیز کا حصول ایک علیحدہ امر ہے اور اس چیز کے حاصل ہو جانے کے بعد اسے قائم رکھنا بالکل علیحدہ بات ہے۔ ایسے واقعات تو دُنیا میں کثرت کے ساتھ مِل جائیں گے کہ کسی شخص کو کوئی چیز آپ ہی آپ مِل گئی ہو مگر اِس امر کی کوئی ایک مثال بھی نہیں مِل سکتی کہ کوئی چیز آپ ہی آپ قائم رہی ہو۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی پر مہربان ہو کر اسے مکان دیدے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے کہیں سے روپوؤں کی تھیلی مِل جائے یا اسے نوٹوں کا بنڈل کسی جگہ سے مِل جائے مگر یہ مثال دُنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گی کہ کوئی شخص اپنے مکان کی مرمّت کا خیال تک نہ کرے اور اس کی صفائی کی طرف توجہ نہ کرے اور اتفاقی طور پر وہ مکان آپ ہی آپ صحیح اور درست حالت میں چلتا چلا جائے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی کو اتفاقی طور پر روپوؤں کی کوئی تھیلی مِل جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ اتفاقی طور پر وہ آپ ہی آپ خرچ ہوتی رہے۔ اِسی طرح زمین آپ ہی آپ مِل سکتی ہے۔ جائیداد آپ ہی آپ مِل سکتی ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ زمین اور جائیداد بغیر ہماری توجّہ کے آپ ہی آپ قائم رہے۔ یہی حال پاکستان کا ہے۔ پاکستان کا حصول اور پاکستان کے قیام کا سوال دونوں علیحدہ علیحدہ امر ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں وہ لوگ جنہوں نے پاکستان کے حصول کے لئے قربانیاں کی تھیں وہ بھی یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ پاکستان اتنی جلدی اور ایسی صورت میں مِل جائے گا۔ ہم اِس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ ایک گروہ نے اِس غرض کے لئے بڑی بھاری قربانیاں کی ہیں اور بہت بڑی مشکلات کا اسے سامنا کرنا پڑا ہے مگر ہم اِس امر سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ جس رنگ میں پاکستان ملا ہے اس میں صرف انسانی کوششوں کا دخل نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا بھی بہت بڑا حصّہ ہے جس نے ان کوششوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

اَب ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ پاکستان کا مستقبل کیسا ہو؟ اگر کسی کو کوئی اچھی عمارت مِل جائے اور وہ اسے اپنی عدمِ توجّہ سے بگاڑ دے تو دُنیا اسے عزّت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی بلکہ اگر اس عمارت کو وہ اسی حالت میں رہنے دے جس حالت میں وہ عمارت، اسے مِلی تھی تب بھی وہ تعریف کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ تعریف کے قابل وہ تب سمجھا جاتا ہے جب وہ اسے پہلے سے بہت اچھی حالت میں چھوڑ جائے۔ پس ہمیں اِس سوال پر غور کرتے ہوئے کہ پاکستان کا مستقبل کس طرح اچھا بنایا جا سکتا ہے یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل مقابلہ اسی وقت شروع ہوتا ہے

جب کوئی چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں یہ سکیم بنائے کہ مَیں اِس اِس طرح تجارت کروں گا اور میرے پاس لاکھوں روپیہ جمع ہو جائے گا تو محض شیخ چلّی جیسے خیالات پیدا ہونے کی وجہ سے ڈاکو اس کے گھر پر حملہ نہیں کر دیں گے لیکن اگر وہ اپنی سکیموں میں کامیاب ہو جائے تو اس کے بعد بے شک اسے خطرہ پیدا ہو گا کہ کہیں ڈاکو میرے گھر کو نہ لُوٹ لیں۔ پاکستان کا بھی جب تک قیام نہیں ہؤا تھا اس کی مخالفت کا صحیح طور پر جذبہ پاکستان کے مخالفوں کے دِلوں میں پیدا نہیں ہؤا تھا جس طرح کسی شخص کے گھر پر ڈاکہ ڈالنے کا خیال لوگوں کو نہیں آسکتا جس نے ابھی تک اپنی کسی سکیم کو چلایا ہی نہ ہو۔ جب تک پاکستان قائم نہیں ہؤا تھا دشمن سمجھتا تھا کہ پاکستان کا خیال مجنونوں کی ایک بڑ ہے۔ اور گو ایک حصہ مخالفت بھی کرتا تھا مگر بعض لوگ اِس وجہ سے مخالفت نہیں کرتے تھے کہ جو چیز ابھی بنی ہی نہیں اس کی ہم مخالفت کیوں کریں؟ یا کم سے کم وہ شدید مخالفت نہیں کرتے تھے لیکن جب پاکستان وجود میں آگیا تو جو اس کے مخالف تھے وہ پاکستان کے قیام میں اپنی سکیموں کی تباہی دیکھ رہے تھے ان کی مخالفت کا جذبہ بھڑک اُٹھا اور انہوں نے سمجھا کہ اَب ہمیں اس کو مٹانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

لیکن جہاں ایک طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی چیز کے حصول کے بعد مخالفت بڑھ جاتی ہے وہاں دوسری طرف ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ جب کوئی چیز مل جاتی ہے تو بسا اوقات اس چیز کو حاصل کرنے والے کے دِل سے اس کی عظمت مٹ جاتی ہے اور وہ اس چیز کو کھو بیٹھتا ہے۔ چنانچہ دُنیا میں کثرت کے ساتھ ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے سرتوڑ کوششیں کیں مگر جب مقصد حاصل ہو گیا تو مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اِس طرح وہ چیز جس کے حصول کے لئے انہوں نے سالہا سال قربانیاں کی تھیں اسے اپنی غفلت سے ضائع کر بیٹھے۔

آج سے تیس۳۰ سال پہلے جب بلقان کی ریاستوں اور ٹرکی کی آپس میں جنگ ہوئی تو بلقانی ریاستیں جیت گئیں اور ٹرکی شکست کھا گیا مگر جب اسے شکست ہو گئی تو بلقانی ریاستوں میں مال بانٹنے پر آپس میں لڑائی شروع ہو گئی اور وہی لوگ جو پہلے متحد ہو کر ٹرکی کے مقابلہ میں صف آراء تھے آپس میں لڑنے لگ گئے۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ انہیں کئی علاقے ٹرکی کو واپس کرنے پڑے۔ غرض دُنیا میں ایسی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں کہ جب تک جنگ جاری رہی لوگ قربانی کرتے رہے مگر جب کامیابی ہو گئی

تو انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا اور وہ اتحاد و یک جہتی سے رہنے کی بجائے متفرق ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ جو چیز آ چکی تھی وہ بھی ان کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب تک خطرہ سامنے ہوتا ہے لوگوں کے دِلوں میں بہت جوش ہوتا ہے لیکن جب خطرہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں حالانکہ خطرہ بدستور موجود ہوتا ہے۔ بیمار کی حالت جب تک خراب ہوتی ہے تیمار دار بھی اور ڈاکٹر بھی بڑی توجہ سے علاج کرتے رہتے ہیں لیکن لبسا اوقات جب بیمار کی طبیعت سنبھالا لیتی ہے تو ڈاکٹر بھی سمجھ لیتے ہیں کہ اسے آرام آ رہا ہے اور تیمار دار بھی اِس خیال سے کہ اَب تو اسے افاقہ ہے اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں۔ یا تھکے ہوئے ہوں تو لیٹ جاتے ہیں مگر اِس دَوران میں مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی حال قوموں کا ہے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو خطرات ان کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور وہ سُستی اور غفلت کا شکار ہو جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن ہوشیار ہو کر فائدہ اُٹھا لیتا ہے۔

پاکستان کی حالت بھی اِس وقت ایسی ہی ہے۔ پاکستان نام ہے اس ملک کے ایک ٹکڑے کا جسے پہلے ہندوستان کہا جاتا تھا۔۔ جس ملک کا یہ ٹکڑا ہے وہ ملک زندہ ہے۔ اگر سارے ملک کا نام پاکستان ہوتا تو خطرہ کی کوئی صورت نہیں تھی مگر اَب تین چوتھائی سے زیادہ حصّہ زندہ موجود ہے اور ¼ کو کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہے۔ پس پاکستان کے قیام سے خطرات دُور نہیں ہوئے بلکہ پہلے سے بڑھ گئے ہیں کیونکہ ہمارا ہمسایہ سمجھتا ہے کہ اسے پاکستان کے قیام سے سخت نقصان پہنچا ہے۔ اِس سلسلہ میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے تھے انہوں نے مسلمانوں میں جذبۂ انتقام اتنا شدید طور پر پیدا کر دیا ہے کہ اَب مسلمانوں کی طاقت پہلے سے کئی گُنا بڑھ گئی ہے۔ درحقیقت دُنیا میں دُو ہی چیزیں طاقت اور قوّت کو بڑھاتی ہیں۔ جذبۂ محبت یا جذبۂ انتقام۔ مائیں جذبۂ محبت کی وجہ سے بعض دفعہ ایسے ایسے کام کر جاتی ہیں جو عام حالات میں بالکل ناممکن نظر آتے ہیں۔ اِس طرح جب کسی کو شدید صدمہ پہنچتا ہے تب بھی اس کے انتقام کا جذبہ تیز ہو جاتا ہے اسی وجہ سے محبت اور انتقام کے جذبہ کو جنون کہتے ہیں، کیونکہ جنون کی حالت میں مجنوں کی طاقتیں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب بدر کی جنگ ہوئی تو مسلمانوں کی طرف سے صرف تین سَو تیرہ آدمی اس جنگ میں شریک تھے اور وہ بھی بالکل

بے سروسامان اور ناتجربہ کار۔ لیکن دشمن کا ایک ہزار سپاہی تھا اور وہ سارے کا سارا تجربہ کار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ ابو جہل نے ایک عرب سردار کو بھجوایا اور اسے کہا کہ تم یہ اندازہ کرکے آؤ کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے؟ وہ واپس گیا تو اس نے کہا میرا اندازہ یہ ہے کہ مسلمان تین سَو اور تین سَو پچیس کے قریب ہے۔ ابوجہل اس پر بہت خوش ہُوا اور کہنے لگا ہم نے تو میدان مار لیا اس نے کہا اے میری قوم بے شک مسلمان تھوڑے ہیں لیکن میرا مشورہ یہی ہے کہ مسلمانوں سے لڑائی نہ کرو کیونکہ اے میری قوم مَیں نے اُونٹوں پر آدمی نہیں بلکہ موتیں سوار دیکھی ہیں یعنی مَیں نے جس شخص کو بھی دیکھا اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ آج مَیں نے مَر جانا ہے یا مار دینا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی جذبہ ان کے دِلوں میں نہیں پایا جاتا۔ گویا اس جذبۂ انتقام نے مسلمانوں کو ایسی طاقت دے دی کہ ایک شدید ترین دشمنِ اسلام نے بھی ان کے چہروں سے پڑھ لیا کہ اَب وہ اس میدان سے واپس نہیں لوٹیں گے سوائے اس کے کہ وہ کامیابی حاصل کرلیں یا اسی جگہ لڑتے ہوئے جان دے دیں۔ جب یہ جذبات کسی قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ اسے عام سطح سے بہت اُونچا کر دیتے ہیں لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ کچھ اَور باتیں بھی ہیں جن کو ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اور وہ یہ کہ انتقام کا جذبہ صرف نقصان پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ احساس نقصان پر مبنی ہوتا ہے۔ ایک شخص کے اگر دس روپے کوئی شخص چُرا کرلے جائے اور اسے محسوس بھی نہ ہو تو اس کے اندر کوئی جذبۂ انتقام پیدا نہیں ہوگا لیکن دوسرے شخص کا اگر صرف ایک روپیہ کوئی شخص چُرا لیتا ہے اور اسے اس کی چوری کا احساس ہوتا ہے تو اس کے اندر یقیناً جذبۂ انتقام پیدا ہو جائے گا پس جذبات حقیقت پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ احساسِ حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ہم کو شدید سے شدید نقصان بھی پہنچا ہے لیکن ہمیں اس نقصان کا احساس نہیں تو محض نقصان اس بات کی دلیل نہیں ہوگا کہ ہمارے اندر جذبۂ انتقام پیدا ہو گیا ہے۔ یہی حال محبت کا ہے وہ بھی احساس پر مبنی ہوتی ہے۔ ایک حبشی کو اپنا کالا کلوٹا بچہ ہی خوبصورت نظر آتا ہے حالانکہ دوسرے کی نگاہ میں وہ بدصورت ہوتا ہے۔ غرض انتقام کا جذبہ یا مُحبّت کا جذبہ دونوں احساس پر مبنی ہوتے ہیں۔ جتنے احساسات تیز ہوں اتنا ہی جذبہ بڑھا ہُوا ہوتا ہے اور جتنے احساسات کم ہوں اتنا ہی اس جذبہ کا فقدان ہوتا ہے۔ پس ہمیں صرف اپنے نقصان کا ہی نہیں بلکہ احساسِ نقصان کا بھی جائزہ لینا پڑے گا۔ اِسی طرح ہمیں دوسرے فریق کے نقصان اور اس کے احساسِ نقصان کا

بھی جائزہ لینا پڑے گا۔ اگر اس کے بغیر ہم کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو درحقیقت وہ صحیح فیصلہ نہیں کہلا سکتا دوسری چیز جو پاکستان کے مستقبل کے متعلق ہمیں ہمیشہ مدِنظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ پاکستان کا مستقبل محض اسلام کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اِس بناء پر کیا تھا کہ ہماری تہذیب الگ ہے اور ہندو تہذیب الگ۔ جب مسلمانوں نے یہ مطالبہ کیا اُس وقت پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے ایک مضمون لکھا تھا کہ بتاؤ تمہاری کونسی تہذیب ہے جو ہندوستانی تہذیب سے الگ ہے؟ ہم اس وقت کہہ سکتے تھے کہ یہ چیز عمل سے تعلق رکھتی ہے عمل کا موقع آئے گا تو ہم تمہیں بتائیں گے کہ ہماری تہذیب کونسی ہے مگر اَب جبکہ ہمیں اس تہذیب کو قائم کرنے کا موقع مِل گیا ہے پنڈت نہرو اور ان کے ساتھی اگر ہم سے یہ سوال کریں کہ وہ کونسی تہذیب ہے جس کے لئے تم نے پاکستان مانگا تھا تو یقیناً وہ اپنے اِس مطالبہ میں حق بجانب ہونگے یہ ظاہر ہے کہ جس تہذیب کے بچانے کا ہم دعویٰ کر رہے تھے وہ ایرانی نہیں تھی نہ وہ پٹھانی، بلوچی، سندھی، پنجابی یا بنگالی تہذیب تھی کیونکہ نہ ہم سارے ایرانی تھے نہ ہم سارے پٹھان تھے نہ ہم سارے بلوچی تھے نہ ہم سارے سندھی تھے نہ ہم سارے پنجابی تھے اور نہ ہم سارے بنگالی تھے پھر وہ کیا چیز تھی جس کے لئے ہم سب لڑ رہے تھے؟ یقیناً اسلام ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہم سب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے اور اسلامی تہذیب ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے قیام کا ہم میں سے ہر شخص خواہشمند تھا۔ اسی تہذیب کے قیام کے لئے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا اب جبکہ علیحدگی ہو چکی ہے سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے وہ غرض پوری کر لی ہے جس کے لئے ہم نے علیحدگی طلب کی تھی؟ اگر ہم نے اس غرض کو پُورا نہیں کیا تو دُنیا ہمیں کہے گی کہ تم نے غلط دعویٰ کیا تھا درحقیقت تم الگ ذاتی حکومت چاہتے تھے مگر ناواقف لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے تم نے اسلامی تہذیب کے نام سے شور مچا دیا۔ مختصر لفظوں میں مَیں یُوں سمجھتا ہوں کہ ہماری لڑائی اِس لئے نہیں تھی کہ ہم اپنے لئے گھر مانگتے تھے بلکہ ہماری لڑائی اِس لئے تھی کہ اس ملک میں ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گھر نہیں تھا ہم ایک زمین چاہتے تھے جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زمین کہا جا سکے۔ ہم ایک ملک چاہتے تھے جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ملک کہا جا سکے۔ ہم ایک حکومت چاہتے تھے جسے محمد رسول اللہؐ کی حکومت کہا جا سکے اور

یہی اصل محرک پاکستان کے مطالبہ کا تھا۔ پس انفرادی اور قومی زندگی میں اسلام کو داخل کرنا ہمارا سب سے پہلا اور اہم فرض ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً ہم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں سمجھے جا سکتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات بھی کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم نے ساری دُنیا میں اسلام کو قائم کرنا ہے اور ساری دُنیا میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔ پس پاکستان اس منزل کے حصول کے لئے یقیناً ایک قدم تو ہے مگر بہرحال وہ ایک اینٹ ہے اس عمارت کی جو ہم نے ساری دُنیا میں قائم کرنی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم الشان مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جس قدر بھی قربانیاں کر سکیں ان سے کبھی دریغ نہ کریں"۔ [1]

اوڑک کا تفریحی سفر

ڈاکٹر غفور الحق خاں صاحب نے ماہِ وفا/جولائی کے ابتداء میں حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کی خدمت میں اوڑک تشریف لے جانے کی استدعا کی۔ اوڑک کوئٹہ سے چودہ۱۴ میل کے فاصلہ پر ایک خوشگوار پہاڑی مقام ہے جہاں ایک چشمہ واقع ہے۔ چشمہ کے نیچے واٹر ورکس ہے اور اسی واٹر ورکس سے کوئٹہ کو پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور نے ان کی درخواست منظور فرمالی اور ۶۔ جولائی کو اپنے اہلِ بیت اور خدام کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اِس موقع پر پانچ کاروں اور دو۲ بسوں کا انتظام کیا ہؤا تھا۔

حضورؓ ۱۰ بجے صبح روانہ ہو کر پہلے ہنّا لیک دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے یہ کوئٹہ سے قریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حضور اس مقام کے نظّارہ سے بہت محظوظ ہوئے۔

ہنّا لیک پر قریباً نصف گھنٹہ قیام فرمانے کے بعد حضور معہ قافلہ اوڑک پہنچے۔ اوڑک میں ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی خان ضیاء الحق صاحب اور ان کے خاندان کے دیگر افراد انتظامی اُمور میں حصّہ لینے اور حضورؓ کی پیشوائی کے لئے پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔ حضور کے اہلِ بیت کے لئے نزدیک ہی سرکاری بنگلہ میں خاطر خواہ انتظام تھا۔ کھانا تیار ہونے تک حضور مختلف اُمور پر گفتگو فرماتے رہے۔ نماز ظہر پڑھانے کے بعد حضورؓ نے خدام کے ہمراہ کھانا تناول فرمایا۔ بعد میں بعض احمدی

---

[1] (ملخص) الفضل ۲۳۔ امان/مارچ ۱۳۳۵ھش/۱۹۵۶ء صفحہ ۲۔۶

نوجوانوں نے نشانہ بازی کی مشق کی اور حضور کے علاوہ ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے نے بھی اس میں حصہ لیا۔

ازاں بعد حضورؓ نے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر معہ اہلِ بیت و خدام واٹر ورکس دیکھنے تشریف لے گئے اور قریباً ساڑھے چھ بجے شام واپس کوئٹہ تشریف لے آئے [1]

حضرت امیر المومنینؓ کے پُرشوکت خطباتِ جمعہ و عید، حقیقت افروز تربیتی تقریریں و مجالسِ علم و عرفان اور رُوح پرور درس القرآن

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی کوئٹہ میں تشریف آوری سے بلوچستان کی دینی و مذہبی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا جس سے صوبہ بلوچستان کے لئے عموماً اور کوئٹہ کی جماعت کے لئے خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار و برکات کا ایک عظیم الشان دروازہ کھُل گیا اور سنگلاخ اور پتھریلی زمین میں علومِ ظاہری و باطنی کے شاہسوار کی بدولت حق و حکمت کے رُوحانی چشمے جاری ہو گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مقامی جماعت کو اپنے کلماتِ طیّبات سے مستفید فرمانے کے لئے نہ صرف احمدی دوستوں کو بکثرت انفرادی ملاقاتوں کے مواقع عطا فرمائے اور شرفِ باریابی بخشا بلکہ اجتماعی طور پر مندرجہ ذیل چار ذرائع بھی اختیار کئے: ۱۔خطباتِ جمعہ اور عید ۲۔تربیتی اجلاسوں میں تقاریر ۳۔مجالسِ علم و عرفان کا انعقاد ۴۔درس القرآن۔

خطباتِ جمعہ:۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے کوئٹہ میں متعدد خطبات ارشاد فرمائے۔ اِن خطبات میں جو اپنے اندر رُوح القدس کی تائید کا ایک خاص رنگ لئے ہوئے تھے حضور پُر نور نے متعدد تربیتی و تنظیمی مسائل بیان فرمائے اور بے شمار نکاتِ معرفت پر روشنی ڈالی۔بطور نمونہ اِس دَور کے بعض خطبات کے چند اقتباسات درج کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے:۔

۱۔ "ہماری جماعت کا سب سے پہلا فرض اپنے نفس کی اصلاح ہے اور نفس کی اصلاح کے بعد خدمتِ خلق ہے جس میں سے مقدّم چیز تبلیغ ہے۔ بھلا یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ ایک طرف

---

[1] الفضل ۲۲ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صد۔ اِس تفریحی سفر کے جملہ انتظامات ڈاکٹر غفور الحق خاں صاحب اور ان کے خاندان کی طرف سے کئے گئے تھے۔

توہم یہ دعویٰ کریں کہ دُنیا ہمارے ہاتھ پر فتح ہو گی اور دوسری طرف دُنیا کو فتح کرنے کا جو ایک ہی ذریعہ ہے یعنی اسلام اور احمدیت کی تبلیغ اس کی طرف توجہ نہ کریں۔ دُنیا کی فتح کے یہ معنے تو نہیں کہ دس بیس آدمی ڈنڈے لے کر کھڑے ہو جائیں گے اور دو ارب کی دُنیا پر حکومت شروع کر دیں گے دُنیا کی فتح کے معنے ہیں کہ دُنیا کی دو ارب آبادی میں سے کم از کم سوا ارب احمدی ہو جائیں اور یا پھر ان لوگوں کو اگر ہم تبلیغ نہیں کرتے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ احمدیوں کو اتنی طاقت حاصل ہو جائے گی اور ساتھ ہی وہ اتنے ظالم بن جائیں گے کہ وہ دوسرے لوگوں کے حقوق کو تلف کر کے ان پر جابرانہ اور ظالمانہ حکومت کرنی شروع کر دیں گے۔ یا ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساری دُنیا کو مار ڈالے اور صرف احمدی ہی دُنیا میں باقی رہ جائیں۔ آخر ہم اگر تبلیغ سے کام نہیں لیتے اور ساتھ ہی یہ اُمید رکھتے ہیں کہ دُنیا پر غالب آجائیں گے تو سوائے ان دو باتوں کے ہم دُنیا پر غالب ہی کس طرح آسکتے ہیں۔ دُنیا پر غالب یا تم تبلیغ کے ذریعے آسکتے ہو اور یا پھر دُنیا پر غالب آنے کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم ایٹم بم کی ایجاد کر لیں اور لوگوں کو ایسا ڈرائیں کہ ہمارے چند لاکھ آدمیوں کے سامنے سب لوگ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جائیں اور جو حکم ہم انہیں دیں وہ مان لیں۔ گویا دوسرے لوگ وحشی اور جانور بن جائیں گے اور انکی انسانی حیثیت باقی نہیں رہے گی اور ہم ان پر ایسے چھا جائیں گے جیسے ٹڈی دَل کھیتوں پر چھا جاتا ہے۔ کیا یہ وہی دُنیا ہے جس کا قرآن مجید اپنے مومن بندوں سے وعدہ کرتا ہے۔ اور کیا یہی وہ دُنیا ہے جس میں خدا کی بادشاہت ہو گی۔ غرض جب ہم کہتے ہیں کہ احمدیت دُنیا پر غالب آجائے گی تو یقیناً اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ہمیں ایسی طاقت حاصل ہو جائیگی کہ سب لوگ چوہڑوں اور چماروں کی طرح ہمارے ڈنڈے کے ڈر سے ہمارے سامنے ہاتھ جوڑتے پھریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً ظالمانہ حکومت کو قائم کرنے والے ہوں گے، ہم یقیناً جابرانہ حکومت کو قائم کرنے والے ہوں گے۔ ایسی حکومت نمرود اور شداد کی حکومت کو بھی مات کرنے والی ہو گی مگر خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کو اِس غرض کے لئے دُنیا میں نہیں بھیجا کرتا۔

دوسری صُورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی ایسی بیماری پڑ جائے جس سے سارے غیر احمدی

مَر جائیں اور اسی طرح سارے ہندو، سکھ اور غیر مذاہب والے مَر جائیں۔ اگر ایسا ہو تو ہم تو بلوچستان کو بھی آزاد نہیں کر سکتے جس کی آبادی بہت ہی کم ہے۔ ہمارے احمدی دو تین لاکھ ہیں مگر بلوچستان کی آبادی دس بارہ لاکھ کے قریب ہے۔ اگر ساری قومیں مَر جائیں اور احمدی ہی زندہ رہ جائیں تو یہ بلوچستان بھی ویران نظر آنے لگ جائے گا۔ اگر ہم کہیں کہ چلو باقی بلوچستان چھوڑ دو ہم صرف پاکستانی بلوچستان کو آباد کر لیں گے تو پاکستانی بلوچستان کی آبادی بھی چار لاکھ ہے۔ اس میں بھی صرف دو تین لاکھ احمدی آباد ہوں گے باقی سارا بلوچستان خالی پڑا ہوگا۔ اسی طرح سب کا سب چین، جاپان، انڈونیشیا، انگلستان، فرانس، امریکہ اور دوسرے ممالک بالکل ویران اور اُجاڑ ہوں گے۔ شیر اور چیتے ہر جگہ پھر رہے ہوں گے اور ہم دُنیا کے ایک گوشہ میں بیٹھے اِس بات پر خوش ہوں گے کہ ہم نے ساری دُنیا فتح کر لی ہے مگر کیا یہ مقصد کوئی اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے؟ پھر کیا چیز رہ جاتی ہے جس سے ہم دُنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ وہ یہی چیز ہے کہ تم لوگوں کو احمدی بناؤ اور احمدیت کی تبلیغ اپنے پورے زور کے ساتھ کرو۔ یہی ایک معقول چیز ہے جو رُوحانی بھی ہے اور جسمانی فائدہ بھی اس سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے دُنیا کو حقیقی معنوں میں سُکھ اور آرام میسر آسکتا ہے۔"[1]

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸۔ وفا/جولائی)

(۲) "ہمارے ایک نئے احمدی دوست ہیں۔ بلوچستان میں ملازم ہیں ویسے یوپی کے رہنے والے ہیں وہ میرے پاس آئے اور اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ وہ کونسے طریقے ہیں جن کو اختیار کرنے سے بلوچستان میں تبلیغ کامیاب ہو سکتی ہے؟ مَیں نے سمجھ لیا کہ ان میں اِس چیز کا احساس پایا جاتا ہے اور مَیں نے اُن کو کئی ایک طریقے بتائے جن کو اختیار کرنے سے بلوچستان میں تبلیغ کامیاب ہو سکتی ہے۔ قادیان کے اِرد گِرد کی جماعتوں کو مَیں نے اِس طرف توجہ دلائی تھی اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت کی تعداد دس بارہ ہزار سے ترقی کر کے ساٹھ ستر ہزار ہو گئی تھی۔ پس اگر اِس طرف ذرا بھی توجہ کی جاتی تو یہ مشکل کام نہ تھا۔ جو طریقہ یہاں کی جماعت کے دوستوں نے اختیار کیا ہوا ہے یا عام طور پر احمدی جماعتیں اختیار کرتی ہیں وہ غلط ہے۔ دوستوں کو اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تم اپنے دوستوں سے صاف صاف

---

[1] الفضل ۷، وفا/جولائی ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵

کہہ دو کہ یا تو تم غلطی پر ہو یا میں غلطی پر ہوں۔ اگر تم مجھے غلطی پر سمجھتے ہو تو دوستی کا حق یہ ہے کہ تم مجھے سمجھاؤ تا میں صحیح راستہ پر آجاؤں۔ اور اگر میں حق پر ہوں تو تمہیں بھی میرے ساتھ ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر صحیح طور پر کام کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ انہیں اِس طرف توجہ نہ دلائی جاسکے۔"

(خطبہ فرمودہ ۱۶ر وفا/جولائی ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء پارک ہاؤس کوئٹہ) [1]

(۳) "اِس وقت خواہ ہم کتنے ہی کمزور ہوں ہم نے وقت آنے پر قادیان ضرور واپس لینا ہے۔ یا تو حکومت محبت اور پیار سے ہمارا قادیان ہمارے حوالے کر دے گی۔ جیسے ہم نے بار بار اس سے کہا ہے کہ اس علاقہ میں رہنے والے احمدی تمہاری حکومت کے مطیع اور فرمانبردار بن کر رہیں گے لیکن اگر اس نے ایسا نہ کیا تو ہماری جماعت پر فرض ہے خواہ وہ امریکہ میں بستی ہو یا انگلستان میں، جرمنی میں یا سوئٹزرلینڈ میں، افریقہ میں یا انڈونیشیا میں، پاکستان میں یا عرب میں (سوائے اُن لوگوں کے جو ہندوستان یونین کے باشندے ہیں کہ اُن پر ہندوستان یونین کی فرمانبرداری فرض ہے) کہ وہ ہر جائز اور ممکن ذریعہ سے قادیان واپس لینے کی کوشش کرے۔ اگر وہ صُلح سے نہ ملے تو جب اُسے طاقت ملے ملا قت کے زور سے اس مقام کو حاصل کرے۔ جو شخص صُلح کے ہاتھ کو رد کرتا ہے وہ خود تلوار کا راستہ کھولتا ہے اور سب الزام اس پر ہے۔"

(خطبہ فرمودہ ۳۰ر وفا/جولائی ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء مسجد احمدیہ کوئٹہ) [2]

(۴) "اِس وقت دُنیا میں ہزاروں قصبات اور شہر ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجدیں ویران پڑی ہیں اور ان میں خدا تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ بنانے والوں نے تو انہیں اِس لئے بنایا تھا کہ ان میں خدا تعالیٰ کا ذکر کیا جائے لیکن اَب وہ ویران اور غیر آباد پڑی ہیں۔ اَب جب تک یہ تمام مسجدیں پھر اسلام کی عظمت کا ایک زندہ نشان نہ بن جائیں، جب تک قرآن کی حکومت پھر دُنیا میں قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اگر کوئی شخص صرف ظاہری عید پر ہی خوش ہو جاتا ہے اور نئے کپڑے پہن کر سمجھ لیتا ہے کہ اُس نے عید منالی ہے تو وہ بے غیرت ہے اِسی طرح وہ انسان جو ہمت ہار کر بیٹھ جاتا ہے وہ بھی نہایت ہی ذلیل اور بُزدل انسان ہے۔ بے شک ہمارے خدا نے ہمیں ظاہری طور پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور اِس لئے ہم خوشی مناتے

---

[1] الفضل ۴ر ظہور/اگست ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵ ٭ [2] الفضل ۵ر تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴ ٭

ہیں لیکن ہمیں حقیقی خوشی اسی وقت حاصل ہو گی جب دُنیا میں ہر جگہ اسلام پھیل جائے گا جب مساجد ذکرِ الٰہی کرنے والوں سے بھر جائیں گی اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی حکومت دُنیا کے چپہ چپہ پر قائم ہو جائے گی۔

پس ہماری جماعت کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہمارے اندرونی زخم کبھی مندمل نہیں ہونے چاہئیں بلکہ اگر ہمارے زخم کبھی مندمل ہونے لگیں تو چاہیئے کہ ہم اپنی اُنگلیوں سے ان زخموں کو پھر ہرا کر لیں کیونکہ ہماری سب سے بڑی عید اُسی وقت ہو گی جب اسلام دُنیا کے کناروں تک پھیل جائے گا اور دُنیا کے کونہ کونہ سے اللہ اکبر کی آوازیں اُٹھنا شروع ہو جائیں گی۔" (خطبہ عید الفطر فرمودہ ۷ ظہور/اگست ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء یارک ہاؤس)[1]

(۵) "یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم مال کے ذریعہ دُنیا کے مقابلہ میں جیت نہیں سکتے۔ امریکہ کا ایک مالدار ہماری جماعت کی تمام جائدادیں خرید سکتا ہے اور پھر بھی اس کے خزانے میں روپیہ رہتا ہے۔ امریکہ کے بعض مالداروں کے پاس ہماری ساری جماعت سے زیادہ روپیہ ہے۔ بعض کے پاس تو بیس بیس ارب روپیہ ہے اور اتنا روپیہ ہماری ساری جماعت کے پاس بھی نہیں۔ ان میں ایسے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں جن کے پاس اربوں روپیہ ہے۔ وہ لوگ ڈالروں میں اس کا ذکر کرتے ہیں کہ فلاں کے پاس ہزار ملین ہیں فلاں کے پاس دو ہزار فلاں کے پاس تین چار یا پانچ ہزار ملین ڈالر ہے اور یہ تین ارب روپیہ سے لے کر پندرہ ارب روپیہ تک ہو جاتا ہے ایسی قوم کا مقابلہ تم دولت سے کس طرح کر سکتے ہو؟

پھر ہمارے پاس دُنیاوی طاقت بھی نہیں۔ پیشوں کو لے لو، تجارت کو لے لو، تعلیم کو لے لو، صنعت و حرفت کو لے لو، کسی چیز میں بھی تو ہم غالب نہیں آسکتے۔ پس اگر ہم دُنیوی لحاظ سے دیکھیں تو سیدھی بات ہے کہ ہم دوسری قوموں پر غالب نہیں آسکتے۔ پس اگر ہم غالب آسکتے ہیں تو محض اس طرح سے کہ ہم دین کو دُنیا پر مقدّم کر کے اپنے آپ کو پاگل بنا دیں۔ اگر ہم اپنے آپکو پاگل بنا دیں تو ایک سال میں ہم وہ کام کر لیں جس سے دُنیا کی کایا ہی پلٹ جائے۔ مَیں نے جماعت کو کئی بار توجّہ دلائی ہے کہ ہر احمدی سال میں کم از کم ایک احمدی بنائے اور مَیں نے حساب لگا

---

[1] الفضل ۱۵ امان/مارچ ۱۳۴۰ھش/۱۹۶۱ء صہ۴۳

کر بھی بتایا تھا کہ اِس طرح ہم دس پندرہ سال میں کہیں کے کہیں پہنچ جائیں گے۔ اگر ہر احمدی سال میں ایک ایک احمدی بنائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم اِس وقت ہندوستان میں تین لاکھ ہیں ایک سال کے بعد ہم چھ لاکھ ہو جائیں گے، دو سال کے بعد ۱۲ لاکھ ہو جائیں گے، تین سال کے بعد ۲۴ لاکھ ہو جائیں گے، چار سال کے بعد ۴۸ لاکھ ہو جائیں گے، ۵ سال کے بعد ۹۶ لاکھ ہو جائیں گے، ۶ سال کے بعد ایک کروڑ بانوے لاکھ ہو جائیں گے، ۷ سال کے بعد تین کروڑ چوراسی لاکھ ہو جائیں گے، ۸ سال کے بعد سات کروڑ اڑسٹھ لاکھ ہو جائیں گے، ۹ سال کے بعد ۱۵ کروڑ ۳۶ لاکھ ہو جائیں گے، ۱۰ سال کے بعد ۳۰ کروڑ ۷۲ لاکھ ہو جائیں گے۔ تو دیکھو اگر ہر ایک احمدی سال میں ایک ایک احمدی بنائے تو دس سال میں کتنا بڑا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء) [1]

تربیتی اجلاسوں کو خطاب:۔ حضرت امیر المومنینؓ نے قیامِ کوئٹہ کے دوران جماعتی تنظیموں کے بعض تربیتی اجلاسوں میں بھی شرکت فرمائی اور نہایت قیمتی ہدایات سے نوازا۔ مثلاً ۷؍ظہور/اگست کو حضورؓ نے مجلسِ خدام الاحمدیہ کی ایک فروٹ پارٹی میں ایک نہایت بصیرت افروز تقریر کی۔ حضورؓ نے اپنے اِس پُر اثر خطاب کے آخر میں فرمایا:۔

"جب اسلام پھر غالب آئے گا تو ہر انسان اس میں فخر محسوس کرے گا کہ وہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرے لیکن جب تک اسلام غالب نہیں آتا ہمیں بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں گی، ہمیں اپنے نفسوں کو مارنا ہوگا۔ جب تک ہم اپنے نفسوں کو مار کر موجودہ رسم و رواج کے خلاف اپنے آپ کو نہیں اُبھاریں گے، جب تک دریا کی دھار کے خلاف تیرنے کی کوشش نہ کریں گے، جب تک ہم ملامت کی تلوار کے نیچے اور ہنسی اور مذاق کی تلوار کے نیچے اپنے سر دھرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے، جب تک ہم سیاسی لوگوں کے اعتراضات کی تلوار کے نیچے اپنے سر دھرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے، جب تک ہم مذہبی اور فلسفی لوگوں کے اعتراضات کی تلوار کے نیچے سر دھرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے اس وقت تک ہمیں اس عظیم الشان مقصد کے پُورا ہونے کی اُمید نہیں رکھنی چاہئیے۔

---

[1] الفضل ۱۰؍تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۶

دُنیا میں ایسی کوئی قوم نہیں گزری جس نے میٹھی میٹھی باتوں سے دُنیا کو فتح کر لیا ہو۔ قومیں ہمیشہ تلواروں کے سایہ تلے بڑھتی اور ترقی کرتی ہیں۔ انہیں دوسرے لوگوں کے اعتراضات برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں۔ پس اپنے آپ کو اس کا اہل بناؤ۔ جب تک آپ خدا اور اس کے رسولؐ کے دیوانے نہیں بن جاتے جب تک موجودہ فیشن اور علوم کی رَو کو اور رسم و رواج کو کچلنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے، جب تک تم اسلامی تعلیم کو جاری کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے اس وقت تک اسلامی احکام کو ایک غیر مسلم کبھی بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔" ؎۱

مجالس علم و عرفان:۔ حضورؓ کی مجالس علم و عرفان کے انعقاد کا سلسلہ کوئٹہ میں بھی برابر جاری رہا ان مجالس میں حضورؓ نے علاوہ دوسرے اہم اُمور کے بعض فقہی مسائل (مثلاً ترتیب نماز وغیرہ) کے معاملہ میں بھی راہ نمائی فرمائی۔ ؎۲

درس القرآن:۔ جماعت کوئٹہ کو ان بابرکت اور فیوض آسمانی سے معمور ایام میں حضرت مصلح موعودؓ کے درسِ قرآن کی بیش بہا نعمت بھی میسر آئی۔ چنانچہ اخبار الفضل کے نامہ نگار کی ایک مطبوعہ رپورٹ ملاحظہ ہو:۔

"حضورؓ نے ازراہِ نوازش احباب کے فائدہ کے لئے قرآن کریم کا درس جاری رکھا ہے اور عید کے بعد بھی ہر روز عصر کے بعد ایک گھنٹہ درس ہوتا ہے۔ حضور اقدس آجکل سورۃ کوثر کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں جس میں حضور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ ہر شعبہ میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو انتہائی درجہ کی ترقی عطا فرمائی یعنی کوثر عطا فرمایا۔ درس کے دَوران میں بھی مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لوگ آتے ہیں اور حضور کے درس کو سُن کر ان غلط افواہوں کی تردید کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں جو مولویوں نے اُن کے کانوں میں ڈالی ہوتی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو جماعت احمدیہ کوئٹہ پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔" ؎۳

ایک اور رپورٹ میں لکھا ہے:۔

"کوئٹہ ۵ ہش/۴۸ء۔ آج درس القرآن شروع ہونے سے قبل ایک عیسائی دوست نے بیعت کی۔ اس کے بعد حضورؓ نے سورۃ کوثر کا

؎۱ الفضل ۲۵۔ ظہور/ اگست ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵ ؎۲ الفضل ۲۷۔ احسان/ جون ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۱

؎۳ الفضل ۲۱ ظہور/ اگست ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۴

درس دیا اور اس میں نہایت ہی لطیف انداز میں اسلامی عبادت نماز کو دیگر مذاہب کی عبادتوں پر افضل اور برتر ثابت کیا۔ فرمایا۔ مذہب اسلام تمام اقوامِ عالم کے لئے ہے اسی طرح اس کی عبادت نماز بھی۔ اِس لئے نماز میں تمام حرکات ایسی رکھی گئی ہیں جو کسی نہ کسی قوم میں تعظیم کی علامت ہیں۔ مثلاً بعض اقوام میں جُھکنا، بعض میں سیدھے کھڑے ہونا، بعض میں ہاتھ باندھنا، بعض میں سجدہ کرنا تعظیم کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اِس لئے ہر قوم کے جذبات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے نماز میں تمام تعظیمی حرکات کو اکٹھا کر دیا گیا تاکہ ہر قوم کے افراد کو یہ عبادت بجالانے میں آسانی رہے۔“ [1]

علمائے کوئٹہ کی مخالفت اور سعید الفطرت لوگوں کا احمدیّت کی طرف رجوع

الفضل کے نامہ نگارِ خصوصی کا بیان ہے "۱۰ ر جون ۱۹۴۸ء کو حضور کوئٹہ میں وارد ہوئے۔ دِن گزرتے گئے لیکن کوئٹہ کی پبلک میں احمدیت کے متعلق کوئی حرکت نہ تھی۔ حضور نے یہاں دو تقاریر پاکستان کے مستقبل کے متعلق کیں۔ گو پبلک نے انہیں بے حد پسند کیا لیکن بعض اخباروں نے اس اچھے اثر کو جو پبلک نے قبول کیا تھا زائل کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا اثر اتنا نہ ہوا تھا کہ پبلک میں ایک تہلکہ مچ جاتا حضور نے ایک خطبہ جمعہ میں اِس کا اظہار فرمایا کہ خدا تعالیٰ کسی حکمت کے ماتحت مجھے یہاں لے آیا ہے۔ شاید اِس لئے کہ بلوچستان کا چھوٹا صُوبہ ہے اور اِس میں احمدیت جلدی پھیل جائے۔ اور دوستوں کو فریضۂ تبلیغ کی طرف متوجہ فرمایا۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بات کو پورا کرنے کے آثار ظاہر کرنے شروع فرما دیئے۔

مولویوں نے ایک اشتہار لکھا ”فتنۂ قادیان سے بچو“ اس کا عنوان تھا۔ اس میں انہوں نے کُفر کا فتویٰ لگایا اور شہر کے مختلف مقامات پر انہیں چسپاں کیا۔ پبلک جگہوں پر مولویوں نے تقاریر کیں اور پبلک کو غلط پراپیگنڈا کر کے جماعتِ احمدیہ کے خلاف بھڑکایا۔ وہ سمجھتے تھے کہ پبلک کو مشتعل کر کے جماعتِ احمدیہ کو کوئٹہ سے ختم کر دیں گے۔ لیکن انہیں یہ امر بھول گیا کہ انبیاء کی جماعتیں ترقی ہی ایسی مخالف فضا میں پاتی ہیں۔ مخالفتیں اعلیٰ کھاد کا کام کرتی ہیں اور جماعت کی مضبوطی کا باعث بنتی ہیں۔ مولویوں نے خطبہ جمعہ بھی احمدیت کی مخالفت کرنے کے لئے وقف کر دیا اور گالیاں

[1] الفضل ۱۳ ر ظہور / اگست ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۷ کالم ۱۔

دینا اپنا شیوہ بنا لیا۔ اِس اشتعال کو دیکھ کر سعید رُوحوں میں تحقیق اور جستجو کی خواہش پیدا ہوئی انہوں نے تحقیقِ حق کرنے کے لئے ضروری سمجھا کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور خدا کے مصلح موعود کے چہرۂ مقدس کو دیکھیں اور اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں۔ مخالف طبقہ نے اِس خیال سے آنا شروع کیا کہ وہ اِس سلسلہ کو نیست و نابود کرنے کا طریقہ تلاش کریں۔

چنانچہ عید کے بعد لوگوں کے گروہ در گروہ آنے شروع ہوئے۔ بوڑھے، بچے اور جوان اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگوں نے حضور کی قیام گاہ پر آنا شروع کر دیا۔ اس وقت سے عجیب ایمان افروز ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ ٹولیاں آتی ہیں جاتی ہیں، آکر تبادلۂ خیالات کرتی ہیں اور اصل حقیقت کو معلوم کر کے اس سے استفادہ کرتی ہیں حضور پُر نور سے ملاقات کر کے ان کے مشتعل جذبات نہ صرف زائل ہو جاتے بلکہ ان کے دل اِس بات پر مجبور ہو جاتے کہ وہ خدا کے پاک مصلح موعود کو خدا رسیدہ ہستی یقین کریں۔ چنانچہ حق کے پیاسوں کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا اور اکثر اس سے فائدہ اُٹھاتے بھی تھے۔ جس روز سے شورش پیدا ہوئی اُسی دن سے سعید الفطرت لوگوں کا حق کی طرف رجوع ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ مورخہ ۸؍۴۸ کو چار اشخاص بیعت میں داخل ہوئے۔ ایک شخص صبح آیا ملاقات کی اور بیعت بھی ساتھ ہی کر لی۔ ایک شخص نے ظہر کی نماز کے بعد اور دو افراد نے درس قرآنِ کریم کے بعد دستی بیعت کی۔"[1]

ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کی المناک شہادت

۱۹؍ظہور؍اگست کا واقعہ ہے کہ ۱۱½ بجے شب حضرت مصلح موعودؓ کی قیام گاہ واقع لٹن روڈ کے قریب بعض شورش پسندوں نے احمدیت کی مخالفت میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں انتہائی اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔ جلسہ کے دَوران ایک مخلص اور ہونہار احمدی نوجوان ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کا وہاں سے اچانک گزر ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مشتعل ہجوم ایک احمدی کو خواہ مخواہ پیٹ رہا ہے۔ میجر صاحب نے اپنی موٹر روک لی اور اس شور و شر کی وجہ دریافت فرمائی۔ اِس پر بعض غنڈوں نے آپ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے اور موٹر پر بھی خشت باری کی اور

---

[1] الفضل ۲۱؍ظہور؍اگست ۱۳۲۷ہش؍۱۹۴۸ء صفحہ ۴۔

تعاقب کرتے ہوئے قریب کی جگہ میں ہی آپ کو چھرا گھونپ کر شہید کر دیا۔[1]

ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کی اِس المناک شہادت نے ایک نوجوان کے اندر ایمانی حرارت پیدا کر کے اسے مجبور کیا کہ وہ احمدیت میں داخل ہو جائے چنانچہ وہ شہادت کے معاً بعد حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوُا اور حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ نمازِ ظہر کے بعد ایک اور دوست نے بھی حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اِس طرح دو افراد سلسلہ میں شامل ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب شہید کی نعشِ مبارک غسل دینے کے بعد چھ بجے کے قریب ان کے مکان سے پارک ہاؤس لائی گئی۔ تقریباً تمام احمدی دوست اِس جنازہ کے ساتھ شامل تھے اور ان کے پیچھے پولیس کی لاری تھی۔ حضور نے نمازِ عصر کے بعد شہید کا چہرہ دیکھا اور نمازِ جنازہ پڑھائی ½ ۶ بجے کے قریب دوستوں نے نعشِ مبارک کو اُٹھایا اور قبرستان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضورؓ پُر نور بھی ساتھ تشریف لے گئے۔

تمام احمدی دوست اپنے بھائی کی جُدائی پر افسردہ اور آخری خدمت کرنے کیلئے بیتاب تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بھائی کی نعش کو کندھا دے۔ اور وہ اِس خواہش کو پُورا کرتے ہوئے دکھائی دے رہا تھا۔ قبرستان پارک ہاؤس سے کوئی اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر تھا اور وہاں پہنچنے تک کوئی ایک گھنٹہ صرف ہوُا۔ نعش کو جب صندوق میں جو قبر میں رکھا جا چکا تھا اُتارا جا رہا تھا تو حضور نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کسی نعش کو معیّن عرصہ کے لئے دفن کیا جائے تو اس عرصہ کے اندر ہی نکالی جا سکتی ہے۔ فرمایا یہ ایک وہم ہے زمین کے سپرد ایک امانت کی جا سکتی ہے جس وقت چاہے واپس لی جا سکتی ہے۔ اِس طرح میّت کو بغیر کسی عرصہ کے تعیّن کے امانتاً دفن کر دیا گیا۔ دفن کرنے کے بعد تمام دوست کھڑے تھے اور گورکن قبر کی مٹی کو ٹھیک کر رہا تھا تو اس وقت حضور نے فرمایا کہ دفنانے کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے عام لوگ

---

[1] ڈاکٹر میجر محمود شہید امرتسر کی مشہور احمدی قاضی فیملی کے چشم و چراغ، قاضی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ انجنیئر لائل پور کے صاحبزادے اور قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے (کینٹب) سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کے بھتیجے تھے۔ بہت متدیّن نوجوان تھے زمانۂ درویشی کے ابتدائی ایام نہایت وفاداری سے قادیان میں گزارے اور گرانقدر طبّی خدمات بجا لاتے رہے۔

ناواقف ہوتے ہیں ان کی واقفیت کے لئے بتانا چاہتا ہوں کہ وہ مختصر دُعا یہ ہوتی ہے کہ اے خدا ہم جو آخری خدمت اِس بھائی کی کر سکتے تھے وہ ہم نے کر دی ہے۔ جب اس کے پاس فرشتے سوال و جواب کرنے کے لئے آئیں تو ان کے سوال و جواب کو اپنے فضل سے آسان کر دیجیو۔ جب قبر ٹھیک ہو گئی تو حضور نے دُعا فرمائی۔[1]

بلوچستان اور پنجاب کے مشہور اخبارات کی طرف سے پُرزور مذمت

میجر محمود کے دردناک سانحہ شہادت پر بلوچستان اور پنجاب کے فرض شناس اخبارات نے خصوصی شذرے لکھے جن میں اس فعل کی سخت مذمت کی اور مسلمانانِ پاکستان سے اپیل کی کہ وہ اسلامی رواداری کا ثبوت دیں اور قانون کو ہاتھ میں لے کر تشدد کا طریق اختیار کرنے کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں نیز حکومت سے پُرزور مطالبہ کیا کہ وہ قاتل کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ چنانچہ "جدید نظام" نے واقعۂ شہادت سے متاثر ہو کر مندرجہ ذیل اداریہ سپردِ قلم کیا:۔

"مملکتِ خداداد پاکستان مسلمانوں کو کن دشواریوں کے بعد حاصل ہوئی۔ گزشتہ آٹھ سالہ دَور میں مسلمانوں کو اپنے اس مطالبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کن کن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا۔ غیروں کے علاوہ اپنوں کی بیجا مخالفت کا اِس طرح مقابلہ کرنا پڑا کہ انگریز اور ہندو کی مِلی بھگت کا بھانڈا کس طرح چوراہے میں پھوڑ دیا؟ کن کن مصائب کو برداشت کر کے مخالفین کا مُنہ بند کیا گیا؟ کیا کیا سختیاں جھیلیں۔ کتنا سرمایہ مسلمانوں کے ماؤف دماغوں پر صیقل کرنے کے لئے صَرف ہوُا۔ مسلمانوں کو حکمرانی کے تخیل سے دوبارہ روشناس کرانے کے لئے کتنی محنت کرنی پڑی؟ یہ تمام حقائق ایسے ہیں کہ سیاسی دُنیا کا بچہ بچہ ان حالات سے واقف ہے اور اَب ان واقعات، ان مصائب، ان تکالیف، اپنوں کی دانشمندی، بیگانوں کی پُرزور مخالفت وغیرہ وغیرہ کی تفصیلات کو دُہرانا تضیعِ اوقات سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ مختصر یہ کہ خدا نے ان تمام تکالیف، صبر آزما انتظار، اَن تھک مساعی کا نتیجہ اِس شکل میں ظاہر کیا کہ آج ہم فخر کے ساتھ آزاد سلطنت کے آزاد شہری کہلا سکتے ہیں۔ خدائے عزّوجل کا یہ انعام مسلمانوں کے لئے ایک رحمت کا پیغام ہے۔ سالہا سال تک خوابِ غفلت میں رہنے کے بعد مسلمانوں نے تھوڑی سی ہمت اور محنت سے کام لیا۔ قلیل

---

[1] الفضل ۲۸ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲ کالم ۱۔

عرصہ کے لئے ضبط و نظم کے بھولے ہوئے سبق کو اپنایا مختصر سے عرصہ کے لئے بُنیانِ مرصوص بنے۔ چند سالوں کے لئے امیر اور اطاعتِ امیر کو پُورے طور پر نہ سہی اُدھورے طور پر تو سمجھا تو خدا نے اپنے وعدے کے مطابق اس کی محنتوں کو ضائع نہ ہونے دیا اور اس کے اِس عمل کا صِلہ اس صورت میں دیا کہ اُسے ایک بار پھر حکمرانی کا موقع عطا فرمایا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان کی سابقہ کاوشوں، اس کے گزشتہ ضبط و نظم کا صِلہ اس سے زیادہ مِل بھی نہ سکتا تھا لیکن اَب اس کے سامنے ایک منزل ہے۔ خدا نے اسے ایک بار موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ جہاں گیری و جہاں بانی کی روایات کو زندہ کرے اپنے پیہم عمل سے وقت کے قیصر و کسریٰ کی اکڑی ہوئی گردنیں خم کر سکے لیکن یہ سب کچھ اُس وقت ہو سکتا ہے جبکہ مسلمانانِ پاکستان زیادہ سے زیادہ ضبط و نظم، زیادہ سے زیادہ اخوّت و مساوات سے کام لیں مسلمانوں کو ان تمام اُمور کا اَب عملی تجربہ ہو چکا ہے۔ سالہا سال کی غلامی کے بعد ان کی زنگ آلود ذہنیت میں جو چمک پیدا ہوئی ہے وہ اس عمل کا نتیجہ ہے جس کا مظاہرہ گزشتہ آٹھ سال میں کیا گیا اور اَب ضرورت ہے کہ ہم اس چمک میں اتنی تیزی پیدا کریں کہ غیروں کی نگاہیں چکا چوند ہو کر رہ جائیں اِس لئے پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ ہمّت پہلے سے زیادہ بلند حوصلگی اور ایثار و قربانی کا حامل بننا پڑے گا۔ دیوبندی اور بریلوی کے قضیے ختم کرنے ہوں گے۔ احمدی اور غیر احمدی کا امتیاز مٹانا ہو گا۔ حنفی اور شافعی کے جھگڑوں کو خیر باد کہنا ہو گا، احرار اور خاکسار کی بحثیں ختم کرنی ہونگی یہی ایک صورت ہے جسے اپنا کر ہم خالد و طارق کی روایات کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ابھی تک ہم اِس مقام پر نہیں پہنچ سکے اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ کوئٹہ میں ایک نوجوان ڈاکٹر کو چند جنونیوں نے قتل کر دیا۔ اس کا جُرم یہ تھا کہ وہ دُو پارٹیوں کو جھگڑے سے منع کرنے کے لئے چلتا چلتا رُک گیا یا یہ کہ وہ احمدی خیالات رکھتا تھا۔ ہمیں احمدیوں کی وکالت منظور نہیں لیکن غیر مسلموں کے مظالم احمدی، غیر احمدی، شافعی، حنبلی، خاکسار میں تمیز روا نہیں رکھتے۔ بہار کے قتلِ عام میں ایسے صدہا مسلمانوں کو شہید کیا گیا جو سالہا سال تک کانگرس کو وفادار رہنے کے سرٹیفکیٹ دکھاتے رہے۔ حال ہی میں حکومتِ مشرقی پنجاب نے مولانا حبیب الرحمٰن لُدھیانوی، شیخ حسام الدین اور سکندر مرزا جیسے مِلّت فروش اور کٹر کانگرسی مسلمانوں کی جان کی حفاظت کا ذِمّہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ مشرقی پنجاب میں کسی مسلمان کا خاکسار یا کانگرسی یا احمدی ہونا اس کی جان کو نہ بچا سکا۔ غنڈوں کا خنجر

سب کے گلے پر کبھیاں رواں دکھاتا رہا۔ جائدادیں لُٹیں تو سب کی عصمتیں لُٹیں تو سب کی۔ تو پھر کیا یہ سانحۂ عظیمہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں؟ عبرت حاصل کرنے کا اِس سے بڑھ کر موقع کونسا آسکتا ہے؟ اِس لئے ہم مسلمانانِ پاکستان سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ باہمی اختلافات کو فی الفور ختم کرکے ایک ایسا متحدہ محاذ قائم کریں جس کے ساتھ ٹکرانے والی طاغوتی طاقت پاش پاش ہو جائے گی۔“ [1]

اخبار ”احسان“ (لاہور) نے حسبِ ذیل ادارتی نوٹ شائع کیا:۔

”**قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیجئے**:۔ مرزائی فرقے کے متعلق ہمارے جو خیالات ہیں وہ قارئینِ کرام پر واضح ہیں لیکن ہمیں یہ جان کر بہت دُکھ ہُوا کہ پچھلے دنوں کوئٹہ میں مرزائیوں کے ایک جلسے کے خلاف مظاہرے کرتے ہوئے بعض لوگوں نے حد سے بڑھے ہوئے اشتعال کا ثبوت دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک معزّز مرزائی ڈاکٹر میجر محمود کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اگر اختلافِ رائے کا مطلب یہی لیا جانے لگے کہ ہر شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر جو چاہے کر گزرے تو اس کے نتائج مرزائیوں کے لئے نہیں عام مسلمانوں کے لئے (بھی) نہایت بھیانک ہوں گے اِس لئے ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اِس قسم کی ذہنیت کے خلاف شدید احتجاج کرے اور اِس فتنے کو پھیلنے سے روکے۔ مرزائی مسلمان ہوں یا نہ ہوں بہرحال وہ پاکستان کے شہری ہیں اور ایک شہری کی حیثیت سے ان کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت ہم سب پر لازم ہے۔“ [2]

اخبار ”انقلاب“ (لاہور) نے ”ڈاکٹر میجر محمود کا قتل“ کے عنوان سے مندرجہ ذیل ادارتی نوٹ لکھا:۔

”۲۰ اگست کا ذکر ہے کوئٹہ میں لٹن روڈ کے قریب عوام نے احمدیت کی مخالفت میں ایک جلسہ منعقد کیا اور جوش و خروش کے عالم میں چند احمدیوں کو زد و کوب کرنے لگے۔ اس وقت ایک احمدی ڈاکٹر میجر محمود احمد وہاں سے گزرے تو یہ منظر دیکھ کر انہوں نے اپنی موٹر کار روک لی اور اس شور و شر کی وجہ دریافت کی۔ اِس پر حاضرینِ جلسہ نے اُن کی موٹر پر پتھر برسائے اور میجر صاحب کا تعاقب کر کے ان کے چھُرا گھونپ دیا جس سے اُن کا انتقال ہوگیا۔ یہ واقعہ صرف افسوسناک ہی نہیں بلکہ

---

[1] الفضل ۳ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء ٭ [2] اخبار ”احسان“ بحوالہ الفضل ۴ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء ٭

شرمناک ہے۔ تحریکِ پاکستان کے دَوران میں قائدِاعظم کی حقیقت بینی اور روشن خیالی کی وجہ سے فرقہ پرستانہ رُجحانات کا قلع قمع ہوگیا تھا چنانچہ حکومتِ پاکستان میں شیعہ، سُنّی، احمدی ہر فرقے کے بزرگ شامل ہیں اور کبھی عامۃ المسلمین کی طرف سے ان کے عقائد کا سوال نہیں اُٹھایا گیا پھر خدا جانے بعض لوگ فرقہ پرستی کے جنون میں کیوں اِس قدر سرشار ہوگئے کہ انہوں نے کوئٹہ میں غنڈا پن اختیار کرکے پاکستان کے ایک قابل اور نیک ڈاکٹر کو محض اِس لئے ہلاک کردیا کہ وہ احمدی تھا۔ ہماری حکومتیں اپنے سیاسی مخالفوں کی داروگیر میں بے حد مصروف ہیں اور انہیں پاکستان کا دشمن قرار دے رہی ہیں حالانکہ پاکستان کے حقیقی دشمن وہ ہیں جو مذہبی فرقہ بندی کی بناء پر قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کرنے میں مصروف ہیں۔ اِس قسم کے خطرناک رُجحانات کو نہایت سختی سے دبانے کی ضرورت ہے۔ حکومتِ پاکستان کو چاہیئے کہ میجر محمود احمد کے قاتلوں کو جلد سے جلد کیفرِ کردار تک پہنچانے کی کوشش کرے۔

میجر صاحب مرحوم خان بہادر ڈاکٹر محمدؐ بشیر اور پروفیسر قاضی محمدؐ اسلم صاحب کے بھتیجے تھے ہمیں تمام افرادِ خاندان سے اِس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔" [۱]

اِسی اخبار نے کئی ہفتہ بعد دوبارہ اِس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہوئے لکھا:۔

"آج سے کئی ہفتے پیشتر کوئٹہ میں ایک نہایت قابل، ہردلعزیز اور جوان ڈاکٹر محمود احمد کو بعض غنڈوں نے فرقہ پرستی کے ایک ہنگامہ میں قتل کردیا۔ حالانکہ اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو لڑنے بھڑنے سے روک رہا تھا۔ کوئٹہ میں اور پنجاب کے اکثر مقامات پر بھی ڈاکٹر محمود کے اِس خونِ ناحق پر بے حد رنج و تاسف کا اظہار کیا گیا۔ لیکن بے انتہاء تعجّب کا مقام ہے کہ اَب تک کوئٹہ پولیس نے اِس سلسلہ میں کوئی گرفتاری تک نہیں کی حالانکہ یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں تھا کہ کون کون لوگ مرحوم پر قاتلانہ حملہ میں شریک تھے اور تھوڑی سی تفتیش قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے کافی تھی۔ حکّامِ بلوچستان کو اِس معاملہ میں خاص توجّہ سے کام لینا چاہیئے ورنہ ایسے قاتلوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور قانون و انتظام کا وقار خاک میں مِل جائے گا۔ کیا ہم اُمید رکھیں کہ پولیس جلد از جلد اپنا فرض ادا کرے گی۔" [۲]

---

[۱] انقلاب ۲۹ر اگست ۱۹۴۸ء [۲] انقلاب ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۸ء بحوالہ الفضل ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۸ء

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں تذکرہ

فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججان جسٹس محمد منیر اور ایم۔ آر۔ کیانی نے اپنی رپورٹ میں اس حادثۂ دل گداز کا ذکر خاص طور پر کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"میجر محمود کا قتل۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں بمقام کوئٹہ مقیم تھے۔ ان کی موجودگی میں ایک نوجوان فوجی افسر میجر محمود جو احمدی تھا نہایت وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ ریلوے کے مسلم ملازمین کی ایسوسی ایشن نے ایک جلسۂ عام کا اعلان کیا تھا جو ۱۱[1]۔ اگست ۱۹۴۸ء کو منعقد ہؤا۔ اس جلسے میں بعض مولویوں نے تقریریں کیں اور ہر شخص نے اپنی تقریر کے لئے ایک ہی موضوع یعنی "ختم نبوت" اختیار کیا۔ ان تقریروں کے دَوران میں قادیانیوں کے کُفر اور اس کے نتائج کی طرف بار بار اشارے کئے گئے۔ ابھی یہ جلسہ منعقد ہو رہا تھا کہ میجر محمود ایک مریض کو دیکھنے کے بعد واپس آتے ہوئے جلسہ گاہ کے پاس سے گزرے۔ اتفاق سے ان کی موٹر کار جلسہ گاہ کے قریب ٹھہر گئی اور اس کو دوبارہ چلانے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی۔ عین اس موقع پر ایک ہجوم موٹر کار کی طرف بڑھا اور اس نے میجر محمود کو گھسیٹ کر نیچے اُتار لیا۔ میجر محمود نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن ان کا تعاقب کیا گیا اور آخر پتھر اور چھُرے مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ اُن کی پُوری انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔ ان کی نعش کے پوسٹ مارٹم معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جسم پر کُند اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے ہوئے چھبیس زخم تھے۔ اور موت ایک تو صدمے سے اور دوسرے داخلی جریان خون سے واقع ہوئی جو بائیں پھیپھڑے بائیں گردے اور جگر کے دائیں کنارے کے زخموں سے جاری ہؤا تھا۔ کوئی شخص بھی "اسلامی شجاعت" کے اس کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہ ہؤا اور بے شمار عینی شاہدوں میں ایک بھی ایسا نہ نکلا جو اُن "غازیوں" کی نشان دہی کر سکتا یا کرنے کا خواہش مند ہوتا جن سے یہ "بہادرانہ" فعل صادر ہؤا تھا۔ لہٰذا اصل مجرم شناخت نہ کئے جا سکے اور مقدمہ بے سراغ ہی داخل دفتر کر دیا گیا۔"[2]

---

[1] اصل واقعہ ۱۱ کی بجائے ۱۹۔ اگست کا ہے۔ (مؤلف)

[2] ترجمہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۳۰ و صفحہ ۱۴۰

حضرت مصلح موعودؓ کا ردِّ عمل حضرت مصلح موعودؓ پر اِس واقعہ کا جو فوری ردِّ عمل ہُوا وہ حضور نے ۲۱ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے خطبہ جمعہ میں بایں الفاظ بیان فرمایا:-

"میجر محمود صاحب کی شہادت کے واقعہ کا ردِّ عمل لوگوں کے اپنے اپنے نظریّہ کے مطابق ہُوا ہوگا بعض کا بُرا اور غیر اسلامی ردِّ عمل ہوگا اور بعض کے نزدیک اس کا ردِّ عمل اچھا ہُوا ہوگا۔ یہ حملہ جو میجر محمود پر کیا گیا ہے تو اتفاقی حادثہ ، درحقیقت یہ حملہ احمدیت پر کیا گیا ہے۔ میجر محمود تو وہاں اتفاقاً چلے گئے اگر کوئی اَور احمدی ہوتا تو اس کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آتا کیونکہ میجر محمود پر کسی ذاتی عناد کی وجہ سے حملہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے ہُوا ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ جماعت کے دوستوں نے تبلیغ کی طرف توجہ نہیں دی۔ انہوں نے اپنے عقائد کو لوگوں پر واضح نہیں کیا اگر انہوں نے بتایا ہوتا کہ جماعتِ احمدیہ کے یہ عقائد ہیں تو ان سے یہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔ انہوں نے اگر شہید کیا ہے تو اس عقیدہ کے ماتحت کیا ہے کہ ان کا یہ فعل انہیں خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہوگا۔ اِس واقعہ سے ہمارے اندر جو ردِّ عمل ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم پہلے سے بھی زیادہ انہماک اور تندہی سے تبلیغ کی طرف متوجّہ ہوں۔

ماموریں کی جماعتوں پر ظلم ہوتے ہیں اور وہ ظلموں کے نیچے ہی بڑھتی اور پھولتی ہیں۔ دشمنوں میں بھی شریف الطبع انسان ہوتے ہیں ان کے اندر ظلموں کو دیکھ کر دلیری پیدا ہو جاتی ہے اور سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ میجر محمود کی شہادت کے بعد ایک دوست آئے اُن کے دِل میں احمدیت کی سچائی گھر کر گئی ہوئی تھی لیکن ایمانی جُرأت پیدا نہ ہوئی تھی اِس واقعہ نے ان کے اندر جُرأت پیدا کر دی اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ میجر محمود احمد صاحب شہید کی خالی جگہ اور اِس کمی کو پُورا کرنے کے لئے مَیں احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، احمدیت میں داخل ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ ظلموں سے متاثر ہو کر ایمان کی روشنی سے منوّر ہوئے تھے۔ تو اِس قسم کے ظلم و تشدّد کے واقعات جماعت کی ترقّی کا باعث ہوتے ہیں اِس لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت تبلیغ پر صرف کرنا چاہیئے تا صحیح عقائد ان پر واضح ہو جائیں اور احمدیت کی سچّائی کھُل جائے۔"[1]

---

[1] الفضل ۲۸ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صہ کالم ۱۔

حضرت مصلح موعودؓ کے قلبی تاثرات اور پُرجلال پیشگوئی

حضرت مصلح موعودؓ نے سفرِ کوئٹہ کے آخری خطبہ جمعہ میں (جو حضور نے ۳۔ ماہِ تبوک/ستمبر کو پارک ہاؤس میں ارشاد فرمایا) میجر محمود کے واقعہ شہادت پر دوبارہ اپنے قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا اور اس کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ پُرجلال پیشگوئی فرمائی کہ خدا کی بادشاہت کے دن قریب ہیں اور وہ زمانہ جلد آرہا ہے جبکہ دُنیا کے سب ملکوں پر اسلام و احمدیت کا جھنڈا پُوری شان و شوکت کے ساتھ لہرائے گا۔ چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:۔

"میرے یہاں آنے پر مخالفت شروع ہوگئی۔ ہمارے خلاف باتیں کی جانے لگیں۔ جماعتِ احمدیہ پر اتہام لگانے شروع کر دیئے گئے اور مخالفین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم قرآن کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ گویا جتنے مُنہ تھے اتنی باتیں شروع ہوگئیں۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ایسی باتیں کر کے ہمارا ہی شکار ہو رہے ہیں۔ درحقیقت مخالفت کے ذریعہ ہی لوگوں میں خدائی سلسلہ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اگر ہم یہاں آتے اور ہماری مخالفت نہ ہوتی تو کوئی ہماری طرف توجہ نہ کرتا بلکہ کسی کو ہمارے یہاں آنے کا پتہ بھی نہ لگ سکتا۔ اگر ہمارے آدمی دوسروں کے پاس جاتے تو وہ کہہ دیتے۔ اپنے مُنہ میاں مِٹھو۔ لوگ کہتے کوئی ہوگا جو یہاں آگیا ہے لیکن مولویوں نے ہمارے خلاف تقریریں شروع کر دیں اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی بڑی چیز ہے معمولی چیز نہیں تبھی تو یہ لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ بِلّی کے آنے پر تو شور نہیں مچایا جاتا شیر کے آنے پر شور مچایا جاتا ہے۔ اِس طرح یہ لوگ خود ہی ہمارے شکار ہونے لگے۔ جب مَیں نے دیکھا کہ احمدیت کے لئے یہاں رستہ کُھل گیا ہے تو مَیں نے درس دینا شروع کر دیا تا احمدیت اور اسلام کی عظمت ظاہر ہو۔ میرے اندر ایک بے کلی سی تھی جس کی وجہ سے مَیں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جو تفسیر مَیں نے لکھوانی ہے اس کا درس یہاں دے دوں۔ لکھنے والے لکھتے جائیں گے اور سُننے والے اِس سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ چونکہ لوگوں میں پہلے ہی رغبت پیدا ہو چکی تھی اِس لئے لوگوں نے یہاں آنا شروع کر دیا اور نتیجہ یہ ہوُا کہ مہینہ کے آخر تک پانچ چھ سَو آدمیوں نے ہمارے خیالات سُننے اور پھر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ کسی نے ہماری تائید میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کسی نے ہماری مخالفت میں۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے ایک اَور ذریعہ بنا دیا کہ لوگوں نے جوش میں آکر ایک احمدی نوجوان کو شہید کر دیا۔ مَیں نے یہ سمجھ لیا کہ اَب ہم ہی کامیاب ہوں گے اور فتح ہماری ہی ہوگی۔

زمین میں جب کوئی بیج ڈالا جاتا ہے تو اس سے وہی چیز اُگتی ہے جس کا وہ بیج ہوتا ہے۔ جب زمین میں ہم گندم کا بیج ڈالتے ہیں تو اس سے گندم پیدا ہوتی ہے اور جب انسان کا بیج ڈالتے ہیں تو اُس سے انسان پیدا ہوتے ہیں... پس یہاں کے لوگوں نے ایک احمدی کو شہید کر کے بلوچستان میں احمدیت کا بیج بو دیا ہے اَب اس کا مٹانا ان کے اختیار میں نہیں رہا دُنیا کی کوئی طاقت اسے مٹا نہیں سکتی۔ یہ بیج بڑھے گا اور ترقی کرے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ ایک تن آور درخت بن جائے گا... خدا کی طاقتوں کا مقابلہ کرنا کس کے اختیار میں ہے خدا تعالیٰ کی تدبیریں جُدا گانہ ہوتی ہیں وہ اپنے کاموں میں نرالا ہے، وہ اپنی حکمتوں میں عجیب ہے اس کے کنہہ کو پہنچنا انسانی عقل کے اختیار میں نہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے میرے اِس سفر کو جس کی غرض یہاں رمضان کا گزارنا تھا اگرچہ یہاں کوئی زیادہ سردی نہیں اگر ہم مری چلے جاتے تو شاید اِس سے بہتر رہتا، ایک دینی سفر بنا دیا اور اس کو ایک خاص اہمیّت بخش دی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے دن اَب قریب ہیں مَیں خدا تعالیٰ کی اُنگلی کو اُٹھا ہؤا دیکھتا ہوں، مَیں اس کے اشارے کو نمایاں ہوتا ہؤا پاتا ہوں، مَیں خدا تعالیٰ کے منشاء کو اس کے فضل سے پڑھ رہا ہوں اور سُن رہا ہوں... ہمیں سارے ملک ہی ملنے والے ہیں۔ دُنیا ہمیں حقارت کی نظروں سے دیکھتی ہے مگر دُنیا نے خدا تعالیٰ کے ماموروں اور ان کی جماعتوں کو کب عزّت کی نگاہ سے دیکھا ہے وہ ہمیشہ ہی انہیں حقیر اور ذلیل سمجھتی ہے مگر وہ جسے حقیر سمجھ کر معماروں نے پھینک دیا تھا خدا کا منشاء یہ ہے کہ وہی کونے کا پتّھر ہو اور اس عمارت کے لئے سہارے اور روشنی کا موجب ہو۔ ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے اور اَب بھی یہی ہو گا۔“ [1]

کوئٹہ سے مراجعت

حضرت مصلح موعود کوئٹہ میں قریباً تین ماہ تک رونق افروز رہنے اور صوبہ بلوچستان کو اپنے فیضِ رُوحانی سے متمتع کرنے کے بعد ۲۷ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کو صبح ساڑھے سات بجے بذریعہ کراچی میل واپس لاہور تشریف لے آئے۔

---

[1] الفضل ۲۳ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صہ۵۔

فصل دوم

- سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اہم مکتوب - ہندو پریس کا گمراہ کن پروپیگنڈا - قادیان کے بارے میں جماعتی عہد - حضرت مصلح موعودؓ کا ضروری پیغام پنجاب یونیورسٹی کی اُردو کانفرنس کے نام - نصاب کمیٹی حکومتِ پنجاب کو مخلصانہ مشورہ

سیّدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کے مُلک گیر اور مبارک سفروں کا یکجائی تذکرہ کرتے ہوئے ہم ماہِ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء تک جا پہنچے تھے، اب ہم دوبارہ اِس سال کے ابتدائی دَور کی طرف پلٹتے ہیں۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا اہم مکتوب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے نام

ماہِ جنوری ۱۹۴۸ء کے تیسرے ہفتہ میں اقوامِ متحدہ کا اجلاس مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے منعقد ہونے والا تھا اور چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (وزیرِ خارجہ) پاکستانی وفد کے لیڈر کی حیثیت سے بحث میں حصّہ لینے کے لئے نیویارک تشریف لے جا رہے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے اُس دیرینہ تعلّق اُلفت و محبّت اور گہری دلچسپی و وابستگی کے باعث جو آپ کو ہمیشہ تحریکِ آزادئ کشمیر کے ساتھ رہی چوہدری صاحب موصوف کو نہایت قیمتی نکات پر مشتمل ایک اہم مکتوب بذریعہ ہوائی ڈاک بھجوایا جس کا متن یہ تھا:-

"عزیزم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سلّمکم اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک سوال بالکل فیصلہ کُن ہے۔ اگر ریاست کے مسلمان جو اسّی فیصدی ہیں ہندوستان یونین سے ملنا چاہتے ہیں اور آزادی کی جدّوجہد میں حصّہ لینے والوں کو ظالم اور ڈاکو سمجھتے ہیں تو پھر چاہیئے تھا کہ آزاد کردہ علاقہ سے بھاگ کر وہ جموّں کی طرف جاتے لیکن وہ لوگ بھاگ کر پاکستان آئے ہیں اور ایک لاکھ سے زائد آدمی پاکستان میں ہے اور دس بارہ لاکھ آدمی آزاد گورنمنٹ کے ماتحت بس رہا ہے اس کے برخلاف ہندو بھاگ کر جموّں گیا ہے جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ اکثریت حملہ آوروں کو ریڈرز[1] نہیں بلکہ لبریٹرز[2] سمجھتی ہے۔ اگر یہ درست نہیں تو یونین گورنمنٹ بتلائے کہ صُوبہ جموّں اور میرپور کا بھاگا ہوُا کتنا مسلمان جموّں میں پناہ گزین ہے۔ اس کے مقابل پر پاکستان حکومت ثابت کرے گی کہ جموں اور اس کے علاقہ کے مسلمان بھاگ کر پاکستان میں پناہ گزین ہیں۔ کیا کوئی بھاگ کر ڈاکوؤں کے پاس بھی جاتا ہے؟

۲۔ جموں راجہ کا صدر مقام ہے اور ابھی تک راجہ کے قبضہ میں ہے۔ یونین بتائے کہ جموں کے مسلمان اَب کہاں ہیں؟ اگر وہ پاکستان میں آچکے ہیں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ریاست میں محفوظ نہیں سمجھتے تھے۔ جموں کے شہر کی مسلمان آبادی ۸۰ ہزار یا ماری جا چکی ہے یا بھاگ کر پاکستان آ چکی ہے۔ وہ کن "ریڈرز" سے ڈر کر جموّں سے نکلی ہے اور کیوں ہندوستان یونین میں نہیں گئی بلکہ پاکستان آ گئی ہے؟

اگر اِن دو صاف اور واضح اصول پر ہی مجلسِ اقوام تحقیق کروائے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ریاست میں ریڈرز نہیں بلکہ لبریٹرز لڑ رہے ہیں اور ریاست کے مسلمان باشندے آزادی چاہتے ہیں ہندوستان سے الحاق نہیں چاہتے۔

۳۔ ریاست میں قانون ہے کہ جو ہندو مسلمان ہو جائے وہ جائداد سے محروم کر دیا جائے اور اسے لاوارث قرار دیا جائے۔ کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اِس ظالمانہ اور یک طرفہ قانون کے بعد بھی ہندوستان یونین سے ملنا چاہے گا؟

۴۔ ریاست کا قانون ہے کہ ڈوگرے اور سکھ اور دوسرے ہندو قانونِ اسلحہ سے آزاد ہیں اور مسلمان اِس قانون کے پابند ہیں اور پھر انہیں لائسنس دیا بھی نہیں جاتا۔ یہ قانون چند سال سے

---

[1] RAIDERS
[2] LIBERATORS

بنایا گیا ہے اور اسی کی مدد سے مسلمانوں کا خون بہایا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اِس قانون کی موجودگی میں سوائے چند وظیفہ خواروں کے کوئی مسلمان ہندوستان یونین میں شمولیت کا خواہش مند ہوگا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قانون ریاست کا ہے کیونکہ ہندوؤں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور مسلمانوں کے ایجی ٹیشن[1] میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔ دوسرے یہی قانون اَب عملاً ہندوستان میں برتا جارہا ہے اور مسلمانوں سے ہتھیار چھینے جارہے ہیں۔ خود مسٹر گاندھی نے تقریر میں کہا کہ مسلمانوں کو چاقو تک حکومت کے سپرد کر دینے چاہئیں" تاکہ اکثریت کے دِل میں ان کے متعلق اطمینان پیدا ہو اور اس کا خوف دُور ہو۔" یہ مضحکہ خیز فقرہ اس شخص کا ہے جو عدل وانصاف کا مدّعی ہے اور یہ بہادری کا سرٹیفکیٹ ہے جو وہ ہندو قوم کو دے رہا ہے جو مسلمانوں سے تعداد میں اِس وقت دس گُنی ہوچکی ہے۔

۵ مسلمان گوشت خور ہے اور گائے بھی کھاتا ہے لیکن کشمیر میں گائے کی قربانی پر دس سال قید کی سزا مقرر ہے اور جب ۳۱-۱۹۳۲ء میں کشمیر میں ایجی ٹیشن ہوا اور مسلمانوں نے اس قانون کے منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا اور حکومتِ ہند نے بھی اِس قانون کی منسوخی یا اس کے نرم کرنے کا مشورہ دیا تو مہاراجہ کشمیر نے ABDICATE ہو جانے کی دھمکی دی اور یہ قانون اَب تک موجود ہے اور اَب انڈین یونین کے صُوبے بھی گائے کشی کے خلاف قانون بناتے جارہے ہیں۔ یہ اُمور اگر اچھی طرح بیان کئے جائیں تو یقیناً اس سوال کو حل کرنے کا موجب ہوسکتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ جوناگڑھ مادھو پور کی طرح اِس سارے سوال کو خراب کر دے گا اور باؤنڈری کمشن کی طرح اِس ساری کوشش کو بے نتیجہ بنادے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

یاد رکھیں کہ کشمیر گیا تو پاکستان گیا۔ اِس مسئلہ کو بہرحال عُمدگی سے طے کرانا چاہیئے اور کشمیر کے چھوڑنے پر کسی طرح رضامندی ظاہر نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے۔

والسّلام

خاکسار (دستخط) مرزا محمود احمد از لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۴۸ء[2]

---

[1] AGITATION ٭ [2] اصل خط دفترِ خدمتِ درویشاں ربوہ میں محفوظ ہے۔ اِس دفتر کے ریکارڈ سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کے ابتدائی ایّام میں جبکہ مسئلہ کشمیر جنرل اسمبلی میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہندو پریس کا جماعتِ احمدیہ کے خلاف گمراہ کن اور زہریلا پروپیگنڈا

متعصب ہندو پریس جو جماعتِ احمدیہ کے خلاف ہمیشہ ہی مسلم مفادات کے تحفظ کی پاداش میں برسرِ پیکار رہا، قادیان کے بیرونی محلوں سے احمدی آبادی کے مستقل انخلاء اور مرکزی محلہ میں حلقہ درویشاں کے قیام پر ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق دوبارہ زہر اگلنے لگا۔

چنانچہ اخبار "پرتاپ" (نئی دہلی) نے ۸؍جنوری ۱۹۴۸ء کو اپنے اندرونی بغض و عناد کا اظہار کرتے ہوئے بعنوان "یہ پاکستان ہے" لکھا:۔

"قادیان ضلع گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جسے مرزا غلام احمد بانی جماعتِ احمدیہ کی بدولت خاص اہمیت مل گئی ہے۔ یہ احمدیوں کا گڑھ ہے۔۔۔ احمدی بھاری تعداد میں وہاں آباد ہوتے گئے اِس لئے اس کی آبادی بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ ۱۵؍اگست سے پہلے احمدیوں نے پوری کوشش کی کہ گورداسپور کا ضلع پاکستان میں آجائے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسلمان انہیں کافر سمجھتے ہیں انہوں نے پاکستان کے حق میں آواز اٹھائی لیکن ۱۵؍اگست سے پہلے ہی اِس جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد لاہور چلے گئے اور اِن دنوں دیوان بہادر کرشن کشور کی کوٹھی اور رتن باغ پر قابض ہیں۔ اپنی جائداد کی حفاظت کے لئے وہ تین سَو پچاس کے قریب احمدی قادیان چھوڑ آئے ہیں۔ انہوں نے مشرقی پنجاب کی گورنمنٹ سے مطالبہ کیا کہ اتنے احمدیوں کو قادیان رہنے کی اجازت دی جائے اور اس کے ساتھ ہی اِس بات کی بھی کہ ہر تیسرے مہینے یہ ساڑھے تین سَو والنٹیرز بدل دیئے جایا کریں۔ اس نے ان کی یہ بات نہ مانی لیکن ان ساڑھے تین سَو احمدیوں کو جو قادیان میں رہ کر پاکستان کے پانچویں کالم کا کام دیتے ہیں وہاں سے نکالا بھی نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ زیرِ بحث تھا چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بذریعہ ڈاک نیویارک نہایت باقاعدگی سے ضروری مواد بھجوایا کرتے تھے چنانچہ آپ نے ۱۷ ماہِ صلح / جنوری ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کے ایک مکتوب میں حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا "مَیں مکرم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو قریباً روزانہ ایک دو خط حوالہ جات وغیرہ کے متعلق لکھتا رہتا ہوں۔ دو کتابیں بھی بھجوائی ہیں اور دو عدد فوٹو سیٹ بھی۔ کل سر ایلفی بینر جی کا اصل حوالہ بھجوایا تھا اور آج مزید چودہ عدد حوالے ہوائی ڈاک کے ذریعہ بھجوا رہا ہوں، یہ حوالے عزیز میاں ناصر احمد صاحب کے سٹاف نے نکالے ہیں۔۔۔ ان میں سے بعض حوالے بہت مفید ہیں" (خط کے آخر میں مندرجہ حوالہ جات کے ماخذ بھی درج کئے گئے ہیں)۔

قادیان سے ایک سجن لکھتے ہیں "یہاں لگ بھگ تین سَو پچّاس قادیانی رہتے ہیں جن میں ورتمان خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود کے دو پتر ظفر احمد بیرسٹر اور خلیل احمد بھی ہیں۔ انہوں نے ۲۶، ۲۷، ۲۸، دسمبر کو اپنا وارشک اتسو منایا جس میں ورتمان خلیفہ کا ایک پتر بھی سُنایا گیا۔ خلیفہ نے اپنے پتر میں اپنے پیروؤں کو یہ تسلّی دی تھی کہ وہ اپنے دوسرے پیروؤں سمیت جلد قادیان واپس آئیں گے۔ یہاں موجود قادیانیوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ جنوری کے پہلے ہفتہ میں ہمارا اگنوائے آنے والا ہے جس میں کچھ قادیانی آئیں گے اور وہ یہاں سے قادیانیوں کو لے بھی جائیں گے۔ جو ساڑھے تین سَو کے قریب قادیانی یہاں ہیں انہوں نے اتنی جگہ گھیر رکھی ہے کہ اس میں ساڑھے تین ہزار منش آسانی سے سما سکتے ہیں۔ ان کے کالج وغیرہ کی عمارتیں بھی اس وقت تک خالی پڑی ہیں۔ اگر انہیں اپنے خلیفہ کے پاس پاکستان بھیج دیا جائے تو دس ہزار اشخاص کے لئے جگہ نکل سکتی ہے۔ کیا آپ مشرقی پنجاب گورنمنٹ کو خبردار کر دیں گے۔

سوتے کو تو جگایا جا سکتا ہے جاگتے کو کون جگائے۔ ہماری سرکار مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر یہاں لا رہی ہے انہیں پاکستان کو کیا بھیجے گی۔ خلیفہ قادیان نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں مشرقی پنجاب جائیں اور وہاں آباد ہو جائیں۔

اِس سلسلہ میں یہ خبر بھی پڑھ لیجئے۔ ۳۰۔ دسمبر کو قادیان میں پانچ دونالی بندوقیں، ۴۴ بم، تین امریکن بم اور بہت سا بارود برآمد ہوا ہے (کرشن)۔"

"پرتاپ" نے اِس اشتعال انگیز مضمون کے چند ماہ بعد (عین اس وقت جبکہ اقوامِ متحدہ میں مسئلۂ کشمیر پر بحث غیر معیّن عرصہ کے لئے ملتوی ہو چکی تھی اور ہندوستان نواز حلقے پاکستان کے خلاف ایک نئی اور سراسر مُضر اور ناقابلِ قبول قرارداد پیش کرنے والے تھے) اپنی ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں یہ مُفتریانہ خبر شائع کی کہ امام جماعت احمدیہ قادیان اور سکھ لیڈروں کے درمیان قادیان اور ننکانہ صاحب کے متعلق ایک سمجھوتہ کی بات چیت ہو رہی ہے جس کی رُو سے قادیان کا علاقہ احمدیوں سے دوبارہ آباد کر دیا جائے گا اور ننکانہ صاحب کا علاقہ سکھوں سے دوبارہ آباد کیا جائے گا اور یہ کہ قادیان اور ننکانہ صاحب تک کے لئے ہر دو طرف کا راستہ معیّن کر کے حکومتِ پاکستان اور حکومتِ ہند کے مشترکہ انتظام میں رکھا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

چیف سیکرٹری جماعتِ احمدیہ نے اِس بے بُنیاد خبر کی تردید میں فوراً یہ بیان جاری کیا کہ :-

"یہ خبر بالکل بے بُنیاد اور گمراہ کُن ہے۔ جماعتِ احمدیہ اور سِکھ لیڈروں کے درمیان اِس قسم کی کوئی بات چیت نہیں ہوئی اور نہ اِس قسم کے باہمی سمجھوتہ کی کوئی تجویز کی گئی ہے۔ قادیان کے تحفّظ کے متعلق جماعتِ احمدیہ نے جو کچھ کہنا تھا وہ ایک میمورنڈم کی صورت میں مرتّب کرکے مرکزی حکومتِ پاکستان شعبہ پناہ گزیناں کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے اِس میمورنڈم میں ننکانہ صاحب کا کوئی ذکر نہیں اور نہ جماعتِ احمدیہ نے اِس بارہ میں سکھ لیڈروں کے ساتھ براہِ راست کوئی بات کی ہے افسوس ہے کہ اخبار پرتاپ نے اِس مَن گھڑت خبر کے شائع کرنے میں صداقت سے کام نہیں لیا اور ایک فتنہ کا بیج بونے کی کوشش کی ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی بعض پبلک تقریروں میں بھی کئی دفعہ حکومت کو اِس بات کی طرف توجّہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کے مقدّس مذہبی مقامات مثلاً سرہند اور اجمیر اور قادیان وغیرہ کے بارہ میں ہر دو حکومتوں کے درمیان کوئی باعزّت سمجھوتہ ہونا ضروری ہے۔" [1]

"پرتاپ" جیسے اسلام دشمن اخبار کا مقصد اِس سراسر غلط اور جھوٹی خبر کے ذریعہ سے مسلمانانِ پاکستان میں قلبی انتشار پیدا کرکے اُن کی یک جہتی اور اتّحاد کو پارہ پارہ کرنا اور مسئلۂ کشمیر کی سرد جنگ کو جیتنا تھا۔ جماعتِ احمدیہ کے مرکز نے اِس خطرناک چال کو بروقت بھانپ کر اصل حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا مگر اس کے باوجود بعض پاکستانی اخبارات نے پاکستان اور احمدیوں کو زک پہنچانے کے لئے ہندو پریس کی خبر اُچھالنا شروع کر دی۔

اِس افسوسناک حرکت پر اخبار "سفینہ" لاہور نے حسبِ ذیل اداریہ سپردِ قلم کیا :-

"کشمیر کے متعلق یو۔ این۔ او میں جو نئی صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے اس پر ہر مسلمان کو تشویش ہے اور ہماری رائے میں یہ سب کچھ اِس لئے نہیں ہُوا کہ اِس بارے میں پاکستان یا پاکستان کے نمائندوں کا مؤقف بدل گیا ہے بلکہ یہ سب کچھ ہندوستان کے سیاسی چال بازوں نے صورتِ حال کو بھانپ کر اور مختلف ذرائع سے کام لے کر کیا ہے لیکن مسلمانانِ پاکستان کی بدقسمتی ملاحظہ ہو

---

[1] الفضل ۲۳ امان / مارچ ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء صٓ ۔

کو سلامتی کونسل میں کشمیر کے قبضہ کو یہاں ننکانہ اور قادیان کے تبادلے کے قضیہ سے ملا دیا گیا ہے اور محض اس لئے ملا دیا گیا ہے کہ ایک چالاک ہندو اخبار نویس نے موقع کی نزاکت کو دیکھ کر ایک ایسی بات کہہ دی ہے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ مسلمانوں میں ضرور انتشارِ خیال پیدا ہو جائے گا اور یہاں وہی ہوا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ پاکستان کے کسی معاملے کو قادیان کے کسی معاملے سے ملا سکتے ہیں ہماری ناقص رائے میں ایک بہت بڑی جسارت ہے اس لئے کہ جب باؤنڈری کمیشن کے سامنے قادیان والوں نے اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا اور کمیشن کے ایک ممبر نے چوہدری محمد ظفر اللہ سے پوچھا کہ آپ ان کی تائید کرتے ہیں تو انہوں نے جھٹ جواب دیا کہ صاحب میں تو پاکستان کا کیس پیش کر رہا ہوں مجھ سے پاکستان کی نسبت پوچھئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ محمد ظفر اللہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔ "پرتاپ" نے قادیان اور ننکانہ کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ چوہدری صاحب واپس آکر اس فیصلے کی تصدیق کریں گے۔ اور اس شرارت سے اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلمانوں میں ذہنی طور پر انتشار پیدا کیا جائے اور اندرونی طور پر جو کچھ یک جہتی اور ہم آہنگی کشمیر کے معاملے میں مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اسے ان پرانے مباحث کی نذر کرا دیا جائے جس کے متعلق مسلم لیگ نے انسانی اجتماعیات کی تاریخ میں بے مثال فتح حاصل کی تھی اور جو مباحث مسلمانوں کی خوش قسمتی سے کچھ دن ہوئے بالکل ختم ہوئے تھے۔

یاد رکھئے کہ یہ وقت ہم آہنگی، ہم قدمی اور ہم دوستی کا ہے، کسی بیرونی اطلاع کی بناء پر جس کی تصدیق نہ ہو سکے یا کسی ایسے افواہ آمیز بیان پر جو شرارتاً دیا گیا ہو آپس میں اُلجھ پڑنا مناسب نہیں۔ دشمن کی چال یہی ہے آپ اس چال میں آئے تو نقصان آپ کا ہوگا ننکانہ اور قادیان کا تبادلہ کوئی طاقت بھی اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک آپ نہ چاہیں۔ یہ دونوں مقامات کسی ایسے شخص کے باپ کی جاگیر نہیں ہیں جو آپ کی مرضی کے خلاف دوسروں کے حوالے کر دے، یہ تو قوموں اور ملکوں کی زندگی کی عزت و آبرو کا مسئلہ ہے اسے کوئی فردِ واحد خواہ کتنا ہی بڑا ہو طے نہیں کر سکتا اسے قومیں ہی طے کر سکتی ہیں۔ ننکانہ ایک قوم کا مذہبی مقام ہے اور مذہبی مقامات کے احترام کو مسلمان قوم اچھی طرح جانتی ہے اس کے لئے سکھوں کو قادیان والوں سے نہیں پاکستان

والوں سے بات کرنی ہے۔ اور آج کوئی قادیانی ایسا نہیں ہے جو ننکانہ کی قیمت پر قادیان اِس لئے حاصل کرنا چاہے کہ ان کا ایک بھائی پاکستان کی وزارتِ خارجہ کے عُہدہ پر ہے مسلمانوں کو اس وقت تک خاموش رہنے کی ضرورت ہے جب تک اِس امر کی تصدیق نہ ہولے۔" پرتاپ" ایسا راوی نہیں ہے جس کی بات صحیح ہو۔" [1]

قادیان سے متعلق ایک نہایت اہم جماعتی عہدنامہ

۲۶-۲۷ - امان/مارچ ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کی مجلس مشاورت کے دَوران حضرت مصلح موعودؓ نے نمائندگانِ جماعت سے حسبِ ذیل عہد لیا[2] :-

" مَیں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اِس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے مَیں اس کے اس حکم کو پُورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدّوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا۔ اور مَیں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچّوں کو اور اگر خدا کی مشیّت میں ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اِس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اِس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پُورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین۔" [3]

حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام پنجاب یونیورسٹی کی اُردو کانفرنس کے نام

۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو پنجاب یونیورسٹی اُردو کانفرنس کے افتتاحیہ اجلاس میں حضرت امام جماعتِ احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (المصلح الموعود) کا مندرجہ ذیل پیغام پڑھ کر سُنایا گیا :-

" میرے نزدیک اُردو کی صحیح خدمت یہی ہے کہ جس طرح وہ طبعی طور پر پہلے بڑھی تھی اسے طبعی طور پر اَب بھی بڑھنے دیا جائے۔ میرا یہ خیال ہے اور مجھے خوشی ہوگی۔ اگر میرا یہ خیال غلط ہو کہ اُردو میں

---

[1] سفینہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء ÷ [2] مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے انہیں دنوں یہ عہدنامہ موٹے حروف اور بڑے سائز کے پوسٹر کی صورت میں چھپوا دیا تھا جس کو احمدی جماعتیں ایک عرصہ تک نہایت جوش و خروش سے مسجدوں، پبلک جگہوں اور گھروں میں خاص التزام سے دیواروں پر آویزاں رکھتی رہیں ÷ [3] الفضل ۲۵ مئی/ہجرت ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صٍ کالم ۲

عربی اور فارسی کے الفاظ زیادہ سے زیادہ داخل کرنے کی کوشش مسلمانوں کی طرف سے پہلے شروع ہوئی ہے اور ہندوؤں میں بعد میں ردِ عمل پیدا ہوا۔ نسیم لکھنوی تک کی مسلمانی اور ہندوانی اُردو ایک نظر آتی ہے۔

اِسی طرح سرشار کی نثر مسلمانوں کی نثر سے مختلف نہیں۔ اگر ہم نے اپنے چار کروڑ مسلمانوں سے تعلق رکھنا ہے جو ہندوستان میں بستے ہیں تو ہمیں پاکستان میں اُردو کی رَو کو اسی طبعی رنگ پر چلنے دینا چاہیئے جس رنگ پر آج سے سَو پچاس سال پہلے وہ چل رہی تھی۔

دوسرے مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر اُردو کانفرنس دہلی اور اس کے نواحی علاقوں کے اُجڑے ہوئے لوگوں کے لئے یہ تحریک بھی جاری کرے کہ انہیں ایک خاص علاقے میں بسا دیا جائے تا کہ اُردو زبان کے ساتھ پُرانی ہندوستانی اصلی تہذیب بھی اپنا علیحدہ جلوہ دکھاتی رہے تو اِس سے اُردو کی بھی خدمت ہو گی اور ہماری ایک پُرانی یادگار بھی تازہ رہ سکے گی۔ تھل پراجیکٹ میں اس کے لئے کافی گنجائش ہے۔

تیسرے میرے نزدیک اُردو کی یہ بہترین خدمت ہو گی کہ اگر ہم اس کے لئے پاکستان کی زبان بنائے جانے کا مطالبہ کریں۔ پاکستان کی زبان بننے کے بعد صُوبوں کی زبان وہ آپ ہی آپ بن جائیگی ہمیں ابھی صوبجات کے متعلق کوئی بحث نہیں چھیڑنی چاہیئے وہ خود اپنی ضرورتوں کے مطابق اپنے لئے سکیمیں بنا لیں گے۔ اور جب پاکستانی ذہنیت قائم ہو جائے گی اور جب پاکستانی وطنیت ایک جسم اختیار کرلے گی تو صوبجات خود بدلے ہوئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیں گے۔ اُردو یقیناً پاکستان ہی کی نہیں ہندوستان کی زبان بھی بننے والی ہے مگر ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیئے اور اس خالص تہذیبی اور علمی سوال کو سیاسی سوال نہیں بنا دینا چاہیئے" [۱]

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے نصاب کمیٹی حکومتِ مغربی پنجاب کو مخلصانہ مشورہ

حکومتِ مغربی پنجاب نے مڈل تک کے نظامِ تعلیم کی اصلاح کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی اور اِس معاملہ میں جماعتِ احمدیہ سے بھی مشورہ طلب کیا جس پر صدر انجمن احمدیہ نے مندرجہ ذیل آٹھ ممبروں پر مشتمل ایک تعلیمی کمیٹی بنائی:۔

---

[۱] الفضل ۲۷۔ امان / مارچ ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۱ تا ۸ ؎

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ (صدر)، ابو الفتح مولوی محمد عبد القادر صاحب ایم۔اے ریٹائرڈ پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی (سیکرٹری)، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب، ناظر صاحب تعلیم و تربیت مولوی عبد الرحیم صاحب درد، مولوی ابو العطاء صاحب اور سید محمود اللہ شاہ صاحب۔

اِس کمیٹی نے حکومتِ مغربی پنجاب کو جو مشورہ دیا وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"(تمہیدی نوٹ) اصل مشورہ پیش کرنے سے قبل مَیں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری کمیٹی اپنے مشورہ کو صرف اُصولی حد تک محدود رکھے گی اور نصاب کی تفصیلات میں جانے یا کُتب تجویز کرنے کے متعلق کوئی مشورہ پیش نہیں کیا جائے گا۔ اور دراصل اِس معاملہ میں زیادہ اہم سوال اُصول ہی کا ہے اور تفصیلات کو بغیر کسی خطرہ کے زیادہ عملی تجربہ رکھنے والے واقف کاروں پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ بہر حال جو اصولی مشورہ ہماری کمیٹی امور مستفسرہ کے متعلق دینا چاہتی ہے وہ ذیل کے چند مختصر فقرات میں درج کیا جاتا ہے۔

جہاں تک تعلیم کی غرض و غایت کا سوال ہے وہ محض تعلیم کے لفظ سے پوری طرح ظاہر نہیں کی جا سکتی کیونکہ تعلیم کے لغوی معنے صرف علم دینے کے ہیں مگر اصطلاحی طور پر تعلیم کا مفہوم اس لغوی مفہوم کی نسبت بہت زیادہ وسیع اور بہت زیادہ گہرا ہے۔ دراصل اگر تعلیم کے صحیح مفہوم کو مختصر لفظوں میں ہی ادا کرنا ہو تو صرف لفظ تعلیم کی بجائے تین الفاظ کا مجموعہ زیادہ مناسب ہوگا اور یہ تین الفاظ تعلیم و تنویر و تربیت ہیں۔ تعلیم کی غرض و غایت ہرگز پوری نہیں ہو سکتی جب تک یہ معیّن علم سکھانے کے ساتھ ساتھ بچّوں کے دماغوں میں روشنی پیدا کرنے اور پھر اس کے معلومات کے مطابق عملی مشق کرانے کا انتظام نہ ہو۔ بچّوں کے دماغوں میں محض خشک معلومات کا ذخیرہ ٹھونس دینا چنداں نفع مند نہیں ہوتا جبتک کہ ان کے دماغوں کی کھڑکیاں کھول کر علم کے میدان کے ساتھ بنیادی لگاؤ نہ پیدا کیا جائے۔ اور پھر عملی مشق کے ذریعہ بچّوں کی قوتِ عملیہ کو ایک خاص ڈھانچے میں نہ ڈال دیا جائے۔ اَب ظاہر ہے کہ تعلیم کا جو وسیع مفہوم اُوپر بیان کیا گیا ہے وہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر قوم اپنی قومی اور ملکی ضروریات کے پیشِ نظر اپنے بچّوں کی تعلیم کا پروگرام مرتّب نہ کرے۔ انگریز نے اپنے زمانہ میں جو غرض و غایت تعلیم

کی گئیں اور جو مقاصد اپنے مصالح کے ماتحت ضروری خیال کئے ان کے پیشِ نظر نصاب بنایا اور درسگاہیں جاری کیں مگر انگریز کے چلے جانے اور آزادی کے حصول اور پاکستان کے قیام کے بعد انگریز کی طے کی ہوئی پالیسی اور انگریز کا جاری کیا ہوا نصاب ہماری ضرورتوں کو ہرگز پورا نہیں کر سکتا بلکہ یقیناً وہ بعض پہلوؤں سے ہمارے مقاصد کے خلاف اور متضاد واقع ہوا ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ کلی طور پر بدل دینے کے قابل ہے۔ لاریب اس میں کئی باتیں مفید بھی ہیں جو بڑے لمبے تجربے کے بعد حاصل کی گئی ہیں۔ پس دانشمندانہ پالیسی یہ ہوگی کہ تدریج اور آہستگی کے ساتھ قدم اُٹھایا جائے اور سابقہ نصاب کے غیر مفید حصّہ کو ترک کر کے ایسے مفید اضافوں کے ساتھ جو ہمارے موجودہ قومی مصالح کے لئے ضروری ہیں نیا نصاب مرتب کیا جائے۔ ہماری کمیٹی نمبر اوّل پر یہ تجویز پیش کرنا چاہتی ہے کہ جدید نصاب میں دینیات اور اخلاقیات کے مضمون لازماً شامل ہونا چاہئیں کیونکہ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ بچپن میں ہی ایمان و اخلاق کا بیج بو دیا جائے تاکہ قوم کے نونہال بڑے ہو کر اپنے اخلاق اور دین کی بُنیاد اسلام کی دی ہوئی تعلیم پر قائم کر سکیں۔ لیکن ہماری کمیٹی اِس مشکل کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی کہ پاکستان میں مختلف اسلامی فرقوں کے لوگ پائے جاتے ہیں اور صحیح طور پر یا غلط طور پر ہر فرقہ کی طرف سے مطالبہ ہوگا کہ اس فرقہ کی مخصوص تشریح کے مطابق اسلامی تعلیم دی جائے اور اس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ دینیات کا نصاب خود ایک جھگڑے کی بُنیاد بن جائے۔ پس جہاں ہم دینیات کی تعلیم کو ضروری خیال کرتے ہیں وہاں ہمارا یہ بھی مشورہ ہے کہ اِس قسم کے اختلاف کے سدّباب کے لئے جس کی طرف اُوپر اشارہ کیا گیا ہے فی الحال پرائمری اور مڈل میں دینی تعلیم ایک ایسی اقل اصولی تعلیم تک محدود ہونی چاہیئے جس میں اختلافات کا کم سے کم امکان ہو۔ اور کمیٹی ہذا تجویز کرتی ہے کہ اقل نصاب پرائمری اور مڈل میں بصورتِ ذیل ہونا چاہیئے۔

الف۔ قرآن شریف ناظرہ بغیر ترجمہ کے۔

ب۔ قرآن شریف کی بعض چھوٹی سُورتوں اور بعض قرآنی دعاؤں کا حِفظ کرنا۔

ج۔ پنج ارکانِ اسلام یعنی کلمہ طیّبہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے ایسے بُنیادی مسائل جن میں کسی اختلافی مسائل کا دخل نہ ہو۔

د۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مختصر سوانح۔ اسلامی اخلاق پر ایک مختصر رسالہ جو تصنیف کرایا

جا سکتا ہے جس میں راست گفتاری، دیانت، لین دین کی صفائی، عہد کی پابندی، فرضِ منصبی کی ادائیگی، محنت، قربانی، عدل و انصاف، خالق کی محبت، مخلوق کی ہمدردی وغیرہ بنیادی اخلاق کے متعلق سہل اور مؤثر طریق میں تعلیم دی گئی ہو۔

(نوٹ) نصاب دین کے تعلق میں ہماری کمیٹی یہ تجویز بھی پیش کرتی ہے کہ کسی سرکاری سکول میں کسی اقلیت کے طلبہ کی تعداد معقول ہو اور اس طرح اقلیت کی طرف سے یہ مطالبہ ہو کہ اس کے لئے اس کے مذہب کی تعلیم کا نصاب مقرر کیا جائے تو اس کا انتظام بھی ہونا چاہیئے مگر یہ نصاب صیغہ تعلیم کا منظور شدہ ہونا چاہیئے جو عمومی رنگ کا ہو جس میں اس پہلو کو مدِّنظر رکھا جائے کہ دوسرے مذہب پر حملے یا مناظرانہ مسائل نصاب میں داخل نہ ہو جائیں۔ ہماری کمیٹی بڑی سختی کے ساتھ اِس بات کو محسوس کرتی ہے کہ گزشتہ زمانے میں سب سے بڑا فتنہ تاریخ کے نصاب نے پیدا کیا ہے جس میں جھوٹی باتوں کو داخل کر کے اور بعض سچی باتوں کو غلط رنگ دے کر اور بہت سی سچی باتوں کو حذف کر کے بھاری فتنہ پیدا کیا گیا ہے۔ کمیٹی ہذا سفارش کرتی ہے کہ تاریخ کے نصاب کو فوری طور پر بدلنے کی ضرورت ہے حسبِ ضرورت نئی کُتب لکھائی جائیں جن میں اِس قسم کے شر انگیز عنصر کو بالکل خارج کر دیا جائے اور صحیح اور مستند واقعات اچھے رنگ میں درج کئے جائیں اور تاریخ کے کورس میں ذیل کے حصے شامل کئے جائیں یعنی تاریخ ہندوستان جس میں اسلامی زمانہ پر زیادہ زور ہو۔ تاریخ اسلام جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات مسلسل اور مربُوط صورت میں درج ہوں اور دیگر اسلامی تاریخ کے صرف خاص خاص واقعات ہوں اور اس کے علاوہ تاریخِ عالم پر ایک سرسری نظر ہو۔

کمیٹی ہذا یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ تاریخ، جُغرافیہ کے مضمون کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایک مضمون کی صُورت میں رکھنے کی کوئی خاص وجہ نہیں اور نہ ان میں کوئی ایسا غیر منفک واسطہ ہے کہ اس کی وجہ سے ان دو مستقل مضمونوں کو لازماً اس لڑی میں پرو کر رکھنا ضروری ہو انہیں علیحدہ علیحدہ کر دینا ہماری کمیٹی کی رائے میں زیادہ مفید ہو گا۔ ہماری کمیٹی اِس بات کی پُرزور مؤید ہے کہ ذریعہ تعلیم بلا توقف اُردو قرار دینا چاہیئے۔ اُردو کا نصاب بھی کافی اصلاح چاہتا ہے۔ اِس میں دیگر مفید مواد کے علاوہ اسلامی تاریخ کے خاص خاص واقعات اور مشاہیرِ اسلام کے خاص خاص

حالات کا عنصر کافی شامل ہونا چاہیئے مگر ضروری ہے کہ اُردو میں تکلّف کے طریق پر اور غیر طبعی رنگ میں عربی اور فارسی کے الفاظ نہ ٹھونسے جائیں بلکہ اسے ایک زندہ چیز کی طرح طبعی رنگ میں ترقی کرنے کا موقع دیا جائے اور ابتدائی جماعتوں میں تو لازماً زبان بہت سادہ اور سلیس ہونی چاہیئے۔ اس کے علاوہ اُردو کورس میں سادہ اور موثّر قومی اور اخلاقی نظمیں بھی شامل کی جائیں۔ ہماری کمیٹی یہ بھی سفارش کرتی ہے چونکہ عربی مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے، قرآن شریف اور حدیث کو سمجھنے کے لئے عربی کا علم ضروری ہے اور اُردو کی تکمیل کے لئے بھی عربی کافی اثر رکھتی ہے اِس لئے مڈل کی پہلی جماعت سے عربی کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ ہماری کمیٹی پرائمری یا مڈل کی جماعتوں میں فارسی کے نصاب کے داخل کرنے کی تائید میں نہیں ہے کیونکہ اوّل تو فارسی کو ہمارے مُلک یا ہمارے مذہب کے ساتھ اتنا گہرا تعلق نہیں ہے جتنا کہ اُردو یا عربی کو ہے، دوسرے بچّوں کے دماغوں پر زیادہ زبانوں کا بوجھ ڈالنا کسی طرح مفید نتائج پیدا کرنے والا نہیں سمجھا جاسکتا۔

۱۰۔ ہماری کمیٹی اِس بات کی سفارش کرتی ہے کہ انگریزی زبان کی تعلیم کو پرائمری اور مڈل کے نصاب سے کُلّی طور پر خارج کر دیا جائے۔ انگریز کے چلے جانے سے ہمارے لئے اِس زبان کی وہ اہمیّت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ایک غیر ملکی زبان کے بوجھ سے اپنے بچّوں کی ابتدائی تعلیم کو مشوّش کیا جائے۔

۱۱۔ جغرافیہ ایک ضروری علم ہے اور لازمی ہونا چاہیئے۔ اِس کا پولیٹیکل اور طبعی حصّہ ہر دو نہایت ضروری اور مفید ہے۔

۱۲۔ ریاضی ایک نہایت ضروری علم ہے اور خود قرآن شریف نے اِس کی اہمیّت کی طرف اشارہ کیا ہے پس اِس پر زیادہ زور ہونا چاہیئے۔ یہ علم نہ صرف اپنی ذات میں مفید ہے بلکہ بچّوں میں محنت اور استغراق اور صحیح الخیالی کا ملکہ پیدا کرنے میں بھاری اثر رکھتا ہے۔

۱۳۔ سائنس کے ساتھ بچپن سے ہی قومی بچّوں کا لگاؤ پیدا کرنا ضروری ہے اور ہماری کمیٹی اِس بات کی پُر زور تائید کرتی ہے کہ شروع سے ہی اسباق الاشیاء وغیرہ کی صُورت میں سائنس کی تعلیم کو داخل نصاب کرنا چاہیئے۔ علمِ طبیعات اور علمِ کیمیا کے ضروری مسائل سادہ اور دلچسپ رنگ میں اسباق الاشیاء کی صورت میں نصاب کا حصّہ بنائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح ایسی نئی ایجادات جن کے ساتھ

آج کل کے زمانہ میں ہر شہری کا روزانہ واسطہ پڑتا ہے مثلاً تار، ٹیلیفون، وائرلیس، ہوائی جہاز اور پھر موٹر، ریل، دخانی جہاز اور جنگی اسلحہ کے متعلق سادہ ابتدائی معلومات داخلِ نصاب کئے جاسکتے ہیں۔

۱۴۔ کمیٹی ہذا اِس بات کی مؤید ہے کہ بچّوں میں مُلک کی بنیادی صنعتوں کے ساتھ ابتداء سے ہی لگاؤ پیدا کرانے کی ضرورت ہے اور ہمارے خیال میں شروع میں اس کے لئے تین شعبوں کا انتخاب ضروری ہوگا یعنی (۱) زراعت (۲) تجارت اور (۳) دستکاری۔ اِن تینوں کے متعلق ابتدائی عملی اور علمی معلومات کا مہیّا کرنا ضروری ہے۔ زراعت کی تعلیم کے لئے سکولوں میں ترقی یافتہ اُصولوں اور عملی کام کی ٹریننگ کا انتظام ہونا چاہیئے۔ تجارت میں درآمد و برآمد کے موٹے اُصول اور چیزوں کے خریدنے اور فروخت کرنے کے طریق بتائے جائیں اور دست کاری میں بعض عام صنعتوں کی ابتدائی تعلیم شامل کی جاسکتی ہے۔

۱۵۔ ورزش کا سوال بھی نہایت اہم ہے اور قوم کی جسمانی ترقّی اور صحتوں کی درستی پر بھاری اثر رکھتا ہے۔ پس سکولوں میں اِس کی طرف بھی واجبی توجہ ہونی چاہیئے۔ کھیلیں ایسی رکھی جائیں جو چار اغراض کو پُورا کرنے والی ہوں (۱) جسم اور اعصاب کی طاقت کو بڑھانے والی ہوں (۲) جسم میں پھُرتی پیدا کرنے والی ہوں (۳) عقل کو تیز کرنے والی ہوں (۴) اور باہم تعاون کی رُوح کو ترقّی دینے والی ہوں۔

نیز کمیٹی ہذا کی رائے میں بچّوں کو تین فنون کا سکھانا ضروری ہے جس کا سکول کی طرف سے انتظام ہونا چاہیئے۔ الف۔ تیرنا۔ ب۔ سواری سائیکل کی یا گھوڑے کی یا اگر ممکن ہو تو موٹر کی بھی۔ ج۔ بندوق چلانا جس کے لئے ابتداء ہوائی بندوق اور بعد میں ۲۲ بور کی رائفل کلبیں جاری کی جاسکتی ہیں تاکہ ابتداء سے ہی بچّوں میں فنونِ سپہ گری کا ملکہ اور شوق پیدا ہو۔

۱۶۔ بالآخر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ہم نے نصاب کے متعلق جو سفارشات کی ہیں ان میں اپنی تجاویز کو صرف پرائمری اور مڈل کی تعلیم تک محدود رکھا ہے مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ہم نے کسی مضمون کے مڈل میں رکھے جانے کی سفارش کی ہے تو وہ ہائی کلاسز میں بھی نہیں رکھا جائے گا۔ ہائی کلاسز کے نصاب کا معاملہ ہمارے مشورہ کے دائرہ سے خارج ہے اِس لئے اس کے متعلق ہماری موجودہ تجاویز سے کوئی مثبت یا منفی استدلال کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ وہ حصّہ اپنی ذات

ہیں علیحدہ طور پر زیرِ غور آکر طے ہونا چاہیئے۔

خدا کرے کہ اِس اہم سوال کے متعلق حکومت کا متعلقہ شعبہ ایسے فیصلہ کی طرف راہنمائی حاصل کرے جو ملک اور قوم کے لئے بہترین نتائج پیدا کرنے والا ہو۔آمین۔

خاکسار مرزا بشیر احمد رتن باغ لاہور

صدر کمیٹی برائے مشورہ نصاب مڈل ۲رمئی ۱۹۴۸ء[1]

فصلِ سوم

● فِتنۂ صیہونیّت کے خلاف زبردست اِسلامی تحریک اور استعماری طاقتوں کی سازش ● قائدِ اعظم محمد علی جناح کی وفات پر حضرت امیر المومنینؓ کا بیان ● پُرمعارف مضمون "احمدیّت کا پیغام" اس کی مقبولیّت اور غیر مُلکی زبانوں میں تراجم ● مینارڈ ہال میں حضرت امیر المومنینؓ کا اہم لیکچر

فِتنۂ صیہونیّت کے خلاف زبردست اِسلامی تحریک

دُنیا کی تمام بڑی بڑی اسلام دشمن طاقتیں ایک لمبے عرصہ سے فلسطین میں یہودیوں کو وسیع پیمانے پر آباد کرتی آرہی تھیں۔ اِس خوفناک سازش کا نتیجہ بالآخر ۱۶رمئی ۱۹۴۸ء کو ظاہر ہوگیا جبکہ برطانیہ کی عمل داری اور انتداب کے خاتمہ پر امریکہ، برطانیہ اور رُوس کی پُشت پناہی میں ایک

---

[1] الفضل ۵ا نبوت/نومبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

نام نہاد صیہونی حکومت قائم ہوگئی اور دُنیائے اسلام کے سینہ میں گویا ایک زہر آلود خنجر پیوست کر دیا گیا۔

اِس نہایت نازک وقت میں جبکہ ملّتِ اسلامیہ زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار تھی۔ حضرت امیرالمومنین المصلح الموعودؓ نے عالَمِ اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ایک بار پھر پُوری قوت سے جھنجھوڑا۔ انہیں مغربی طاقتوں اور صیہونی حکومت کے درپردہ تباہ کُن عوائم سے قبل از وقت آگاہ فرمایا اور اِس فتنۂ عظمیٰ کے منظّم مقابلہ کے لئے نہایت مفید تجاویز پر مشتمل ایک قابلِ عمل دفاعی منصوبہ پیش کیا۔

چنانچہ حضورؓ نے خاص اِس مقصد کے لئے "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ" کے نام سے ایک حقیقت افروز مضمون سپردِ قلم فرمایا جس میں دُنیا بھر کے مسلمانوں کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے فوراً ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے اور اس کے خلاف سردھڑ کی بازی لگا دینے کی زبردست تحریک فرمائی۔ ذیل میں "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ" کا مکمل متن بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ

وہ دِن جس کی خبر قرآن کریم اور احادیث میں سینکڑوں سال پہلے سے دی گئی تھی۔ وہ دن جس کی خبر تورات اور انجیل میں بھی دی گئی تھی۔ وہ دن جو مسلمانوں کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ اور اندیشناک بتایا جاتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ آن پہنچا ہے فلسطین میں یہودیوں کو پھر بسایا جا رہا ہے۔ امریکہ اور رُوس جو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر آمادہ ہو رہے ہیں اِس مسئلہ میں ایک بستر کے دو ساتھی نظر آتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں بھی یہ دونوں متحد تھے۔ دونوں ہی انڈین یونین کی تائید میں تھے اور اَب دونوں ہی فلسطین کے مسئلہ میں یہودیوں کی تائید میں ہیں۔ آخر یہ اتحاد کیوں ہے؟ یہ دونوں دشمن مسلمانوں کے خلاف اکٹھے کیوں ہو جاتے ہیں؟ اِس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں مگر شاید ایک جواب جو ہمارے لئے

خوشکو بھی ہے زیادہ صحیح ہو۔ یعنی دونوں ہی اسلام کی ترقی میں اپنے ارادوں کی پامالی دیکھتے ہوں جس طرح شیر کی آمد کی بُو پاکر کتے اکٹھے ہوجاتے ہیں شائد اسی طرح یہ اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ شاید یہ دونوں ہی اپنی دُوربین نگاہوں سے اسلام کی ترقی کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ شاید اسلام کا شیر جو ابھی ہمیں بھی سوتا نظر آتا ہے بیداری کی طرف مائل ہے۔ شاید اس کے جسم پر ایک خفیف سی کپکپی وارد ہورہی ہے جو ابھی دوستوں کو تو نظر نہیں آتی مگر دشمن اس کو دیکھ چکا ہے۔ اگر یہ ہے تو حال کا خطرہ مستقبل کی ترقی پر دلالت کررہا ہے مگر ساتھ ہی مسلمانوں کی عظیم الشان ذمہ داریاں بھی ان کے سامنے پیش کررہا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہی وقت میں فلسطین اور کشمیر کے جھگڑے شروع ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ کشمیر اور فلسطین ایک ہی قوم سے آباد ہیں اور یہ عجیب تر بات ہے کہ اسی قوم کا ایک حصّہ مسلمان ہوکر آج کشمیر میں مسلمانوں کی ہمدردی کھینچ رہا ہے اور دوسرا حصّہ فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ زندگی اور موت کی جنگ میں ٹکر لے رہا ہے۔ آدھی قوم اسلام کے لئے قربانیاں پیش کررہی ہے اور آدھی قوم اسلام کو مٹانے کے لئے قربانیاں پیش کررہی ہے۔ کشمیر کی جنگ میں بھی کاشر یعنی کشمیری کا نام سُننے میں آتا ہے اور فلسطین کی جنگ میں بھی کاشر شہر کا ذکر بار بار آرہا ہے۔ اِسی کاشر کے نام پر کشمیر کا نام کاشر رکھا گیا تھا جو اَب بگڑ کر کشمیر ہوگیا ہے یا یہ کہ یہ کاشر ہے یعنی سیریا کی طرح۔

حال ہی میں کشمیر میں ایک آزادی کا دن منایا گیا ہے جس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کشمیری دِل سے ہندوستان کے ساتھ ہیں۔ اِس مظاہرہ میں رُوس کے نمائندہ نے خصوصیّت کے ساتھ حِصّہ لیا اور دُنیا پر یہ ثابت کردیا کہ کشمیر کے معاملہ میں رُوس ہندوستان کے ساتھ ہے۔ کیوں ہے؟ یہ تو مستقبل ثابت کرے گا۔ ہے! اسے رُوس کے نمائندے نے ثابت کردیا ہے۔ کشمیر کا معاملہ پاکستان کے لئے نہایت اہم ہے لیکن فلسطین کا معاملہ سارے مسلمانوں کے لئے نہایت اہم ہے۔ کشمیر کی چوٹ بالواسطہ پڑتی ہے۔ فلسطین ہمارے آقا اور مولیٰ کی آخری آرام گاہ کے قریب ہے جن کی زندگی میں بھی یہودی ہر قسم کے نیک سلوک کے باوجود بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے ان کی ہر قسم کی مخالفتیں کرتے رہے تھے۔ اکثر جنگیں یہود کے اُکسانے پر ہوئی تھیں۔ کسریٰ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کروانے پر انہوں نے ہی اُکسایا تھا۔ خدا نے ان کا مُونہہ کالا کیا مگر انہوں نے اپنے خبث باطن کا اظہار کردیا۔ غزوۂ احزاب کی لیڈری یہود ہی کے ہاتھ میں تھی۔ سارا عرب اس سے پہلے کبھی اکٹھا نہ

ہوا تھا بلکہ والوں میں ایسی قوتِ انتظام تھی ہی نہیں یہ مدینہ سے جلا وطن شدہ یہودی قبائل ہی کا کارنامہ تھا کہ انہوں نے سارے عرب کو اکٹھا کر کے مدینہ کے سامنے لا ڈالا۔ خدا نے ان کا بھی مُونہہ کالا کیا مگر یہود نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصل دشمن مکہ والے تھے مگر مکہ والوں نے کبھی دھوکہ سے آپ کی جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ آپ جب طائف گئے اور ملک کے قانون کے مطابق مکہ کے شہری حقوق سے آپ دستبردار ہو گئے مگر پھر آپ کو لوٹ کر مکہ میں آنا پڑا تو اس وقت مکہ کا ایک شدید ترین دشمن آپ کی امداد کے لئے آگے آیا اور مکہ میں اس نے اعلان کر دیا کہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہریت کے حقوق دیتا ہوں اپنے پانچوں بیٹوں سمیت آپ کے ساتھ ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ محمدؐ ہمارا دشمن ہی سہی پر آج عرب کی شرافت کا تقاضہ ہے کہ جب وہ ہماری امداد سے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے تو ہم اس کے اس مطالبہ کو پُورا کریں ورنہ ہماری عزت باقی نہیں رہے گی۔ اور اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر کوئی دشمن آپ پر حملہ کرنا چاہے تو تم میں سے ہر ایک کو اس سے پہلے مر جانا چاہیئے کہ وہ آپ تک پہنچ سکے۔ یہ تھا عرب کا شریف دشمن۔ اس کے مقابلہ میں بدبخت یہودی جس کو قرآن کریم مسلمان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر پر بُلایا اور صُلح کے دھوکہ میں چکّی کا پاٹ کوٹھے پر سے پھینک کر آپ کو مارنا چاہا خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کے منصوبہ کی خبر دی اور آپ سلامت وہاں سے نکل آئے۔ یہودی قوم کی ایک عورت نے آپ کی دعوت کی اور زہر ملا ہوا کھانا آپ کو کھلایا آپ کو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر بھی بچا لیا مگر یہودی قوم نے اپنا اندرونہ ظاہر کر دیا۔ یہی دشمن ایک مقتدر حکومت کی صورت میں مدینہ کے پاس سر اُٹھانا چاہتا ہے شاید اِس نیّت سے کہ اپنے قدم مضبوط کر لینے کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھے۔ جو مسلمان یہ خیال کرتا ہے کہ اس بات کے امکانات بہت کمزور ہیں اس کا دماغ خود کمزور ہے۔ عرب اِس حقیقت کو سمجھتا ہے عرب جانتا ہے کہ اَب یہودی عرب میں سے عربوں کو نکالنے کی فکر میں ہیں اِس لئے وہ اپنے جھگڑے اور اختلاف کو بھول کر متّحدہ طور پر یہودیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا ہے مگر کیا عربوں میں یہ طاقت ہے؟ کیا یہ معاملہ صرف عرب سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ عربوں میں اِس مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ یہ معاملہ صرف عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔ سوال فلسطین کا نہیں سوال مدینہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے۔ سوال

زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہوگا۔ امریکہ کا رویہ اور روس کے منصوبے اور ہتھکنڈے دونوں ہی غریب عربوں کے مقابل پر جمع ہیں۔ جن طاقتوں کا مقابلہ جرمنی نہیں کر سکا عرب قبائل کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ سوچنے کا موقع آگیا ہے کہ کیا ہم کو الگ الگ اور باری باری مرنا چاہیئے یا اکٹھے ہو کر فتح کے لئے کافی جدّ وجہد کرنی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں وہ وقت آگیا ہے جب مسلمانوں کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ یا تو وہ ایک، آخری جدّ وجہد میں فنا ہو جائیں گے یا کُلّی طور پر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ مصر، شام اور عراق کا ہوائی بیڑا سَو ہوائی جہازوں سے زیادہ نہیں لیکن یہودی اس سے دس گنا بیڑہ نہایت آسانی سے جمع کر سکتے ہیں اور شاید روس تو ان کو اپنا بیڑہ نذر کے طور پر پیش بھی کر دے۔

میں نے متواتر اور بار بار مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ روس مسلمانوں کا شدید دشمن ہے لیکن مسلمانوں نے سمجھا نہیں جو بھی اُٹھتا ہے وہ نہایت محبت بھری نگاہوں سے روس کی طرف دیکھنے لگ جاتا ہے اور روس کو اپنی اُمیدوں کی آماجگاہ بنا لیتا ہے حالانکہ حق یہی ہے کہ سب سے بڑا دشمن مسلمانوں کا روس ہے۔ امریکہ یہودیوں کے ووٹ کی بناء پر یہودیوں کی مدد کر رہا ہے اور روس عرب ملکوں میں اپنا اڈّہ جمانے کے لئے یہودیوں کی مدد کر رہا ہے۔ رویّہ ایک ہے مگر بواعث مختلف ہیں اور یقیناً روس کے عمل کا محرّک امریکہ کے عمل کے محرّک سے زیادہ خطرناک ہے لیکن چونکہ عمل دونوں کا ایک ہے اِس لئے بہرحال عالمِ اسلامی کو روس اور امریکہ دونوں کا مقابلہ کرنا ہوگا مگر عقل اور تدبیر سے، اتّحاد اور یک جہتی سے۔ میں سمجھتا ہوں مسلمان اَب بھی دُنیا میں اتنی تعداد میں موجود ہیں کہ اگر وہ مرنے پر آئیں تو انہیں کوئی مار نہیں سکے گا لیکن میری یہ اُمیدیں کہاں تک پوری ہو سکتی ہیں اللہ ہی اس کو بہتر جانتا ہے۔ کشمیر کی لڑائی کو آٹھ مہینے ہو چکے ہیں لیکن اَب تک مسلمانوں نے اِس پہلو کے کانٹے کے متعلق بھی عقلمندی اور ہوشیاری کا ثبوت نہیں دیا۔ فلسطین کا خطرہ تو دُور کا خطرہ ہے خواہ زیادہ اہم ہے وہ انہیں بیدار کرتے ہیں کہاں کامیاب ہوگا۔ آج ریزو ولیوشنوں سے کام نہیں ہو سکتا، آج قربانیوں سے کام ہوگا۔ اگر پاکستان کے مسلمان واقعہ میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اپنی حکومت کو توجہ دلائیں کہ

ہماری جائیدادوں کا کم سے کم ایک فیصدی حصّہ اس وقت لے لے۔ ایک فیصدی حصّہ سے بھی پاکستان کم سے کم ایک ارب روپیہ اس غرض کے لئے جمع کرسکتا ہے اور ایک ارب روپیہ سے اسلام کی موجودہ مشکلات کا بہت کچھ حل ہوسکتا ہے۔ پاکستان کی قربانی کو دیکھ کر باقی اسلامی ممالک بھی قربانی کریں گے اور یقیناً پانچ چھ ارب روپیہ جمع ہوسکے گا جس سے فلسطین کے لئے باوجود یورپین ممالک کی مخالفت کے آلات جمع کئے جاسکتے ہیں۔ ایک روپیہ کی جگہ پر دو۔ دو روپیہ کی جگہ پر تین۔ تین روپیہ کی جگہ پر چار اور چار روپیہ کی جگہ پر پانچ خرچ کرنے سے کہیں نہ کہیں سے چیزیں مِل جائیں گی۔ یورپین لوگوں کی دیانتداری کی قیمت ضرور ہے خواہ وہ قیمت گراں ہی کیوں نہ ہو انہیں خریدا ضرور جاسکتا ہے خواہ بڑھیا بولی پر مگر بولی دینے کے لئے جیب بھی بھری ہوئی چاہیئے۔ پس مَیں مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اِس نازک وقت کو سمجھیں اور یاد رکھیں کہ آج رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ لفظ بلفظ پُورا ہو رہا ہے۔ یہودی اور عیسائی اور دہریہ مِل کر اسلام کی شوکت کو مٹانے کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں۔ پہلے فرداً فرداً یورپین اقوام مسلمانوں پر حملہ کرتی تھیں مگر اَب مجموعی صورت میں ساری طاقتیں مِل کر حملہ آور ہوئی ہیں آؤ ہم بھی سب مِل کر ان کا مقابلہ کریں کیونکہ اِس معاملہ میں ہم میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرے اختلافوں کو ان اُمور میں سامنے لانا جن میں کہ اختلاف نہیں نہایت ہی بیوقوفی اور جہالت کی بات ہے۔ قرآن کریم تو یہود سے فرماتا ہے:-

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (آلِ عمران عٓ ۱۵)

اتنے اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم یہود کو دعوتِ اتحاد دیتا ہے۔ کیا اِس موقع پر جبکہ اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ دیا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ حقیقی طور پر خطرے میں ہیں وقت نہیں آیا کہ آج پاکستانی، افغانی، ایرانی، ملائی، انڈونیشین، افریقن، بربر اور ترکی یہ سب کے سب اکٹھے ہوجائیں اور عربوں کے ساتھ مِل کر اس حملہ کا مقابلہ کریں جو مسلمانوں کی قوت کو توڑنے اور اسلام کو ذلیل کرنے کے لئے دشمن نے کیا ہے؟

اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ قرآن کریم اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ایک دفعہ پھر

فلسطین میں آباد ہوں گے لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے آباد ہوں گے۔فلسطین پر ہمیشہ کی حکومت تو عِبَادُ اللّٰہِ الصَّالِحُوْنَ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔پس اگر ہم تقویٰ سے کام لیں تو اللہ تعالیٰ کی پہلی پیشگوئی اِس رنگ میں پُوری ہو سکتی ہے کہ یہود نے آزاد حکومت کا وہاں اعلان کر دیا ہے لیکن اگر ہم نے تقویٰ سے کام نہ لیا تو پھر وہ پیشگوئی لمبے وقت تک پُوری ہوتی چلی جائے گی اور اسلام کے لئے ایک نہایت خطرناک دھکّا ثابت ہو گی۔پس ہمیں چاہیئے اپنے عمل سے، اپنی قربانیوں سے، اپنے اتحاد سے، اپنی دعاؤں سے، اپنی گریہ وزاری سے اِس پیشگوئی کا عرصہ تنگ سے تنگ کر دیں اور فلسطین پر دوبارہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے زمانہ کو قریب سے قریب تر کر دیں اور مَیں سمجھتا ہوں اگر ہم ایسا کر دیں تو اسلام کے خلاف جو رَو چل رہی ہے وہ اُلٹ پڑے گی۔عیسائیت کمزوری و انحطاط کی طرف مائل ہو جائے گی اور مسلمان پھر ایک دفعہ بلندی اور رفعت کی طرف قدم اُٹھانے لگ جائیں گے۔شاید یہ قربانی مسلمانوں کے دِل کو بھی صاف کر دے اور ان کے دِل بھی دین کی طرف مائل ہو جائیں۔پھر دُنیا کی محبّت اُن کے دِلوں سے سرد ہو جائے۔پھر خدا اور اس کے رسولؐ اور ان کے دین کی عزّت اور احترام پر وہ آمادہ ہو جائیں اور ان کی بے دینی دین سے اور ان کی بے ایمانی ایمان سے اور ان کی سُستی چُستی سے اور ان کی بدعملی سعیٔ پیہم سے بدل جائے۔ خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعتِ احمدیہ" [1]

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کے اِس انقلاب انگیز مضمون نے شام، لبنان، اردن اور دوسرے عرب ممالک میں زبردست تہلکہ مچا دیا۔شیخ نُور احمد صاحب مُنیر مجاہد بلادِ عربیہ نے اِس مضمون کی نہایت وسیع پیمانے پر اشاعت کی اور شام و لبنان کی تین سَو مشہور اور ممتاز شخصیتوں کو، جن میں بیشتر وزراء، پارلیمنٹ کے ممبر، کالجوں کے پروفیسر، مختلف وکلاء، بیرسٹر اور سیاسی اور مذہبی لیڈر تھے، خاص طور پر بذریعہ ڈاک بھجوایا اور مجموعی طور پر ہر جگہ اِس مضمون کا نہایت ہی اچھا اثر ہوُا [2]

یہی نہیں شام ریڈیو نے خاص اہتمام سے اس کا خلاصہ نشر کر کے اسے دُنیائے عرب کے کونہ کونہ تک پہنچا دیا۔اخبار "الیوم"۔"الف باء الکفاح"۔"الفیحاء"۔"الاخبار"۔"القبس"۔"النصر"۔"الیقظہ"۔"صوت الاحرار"۔"النّھضۃ" اور "الاردن" وغیرہ چوٹی کے عربی اخبارات

---

[1] الفضل ۲۱ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳،۴ ؛ [2] الفضل ۱۷ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲ کالم ۱

نے جلی قلم سے اِس کے اقتباسات شائع کئے اور متفقہ طور پر حضورؓ کی پیش فرمودہ تجویز کو نہایت درجہ مستحسن قرار دیا اور اعتراف کیا کہ مسئلہ فلسطین کے حق میں یہ نہایت کارگر پروپیگنڈا اور پُر اثر آواز ہے جو پاکستان سے امام جماعتِ احمدیہ کی زبان سے بلند ہوئی ہے۔

چنانچہ اخبار "النھضۃ" نے (مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۸ء) زیرِ عنوان "مطبوعات" لکھا:۔

"اَهْدَانَا السَّيِّدُ مِرْزَا مَحْمُوْدُ اَحْمَد كُرَّاسَةً صَغِيْرَةً تَحْتَوِىْ عَلَى الْخِطَابِ الَّذِىْ اَلْقَاهُ فِىْ (لَاهُوْر) بَاكِسْتَان يَدْعُوْا فِيْهَا الْمُسْلِمِيْنَ اِلَى الْاِتِّحَادِ وَالْعَمَلِ الْحَاسِمِ لِاِنْقَاذِ فَلَسْطِيْنَ مِنَ الصَّهَايِنَةِ الْمُجْرِمِيْنَ كَمَا اِنَّهٗ يَهِيْبُ بِاَبْنَاءِ الْبَاكِسْتَانِ الْبَرَرَةِ اَنْ يُّبَادِرُوْا اِلَى مُسَاعَدَةِ عَرَبِ فَلَسْطِيْنَ بِالْمَالِ وَيُذَكِّرُهُمْ بِالرَّسُوْلِ الْكَرِيْمِ (ص) مُسْتَشْهِدًا بِاٰيَاتٍ شَرِيْفَةٍ يَحُضُّ فِيْهَا الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّقِفُوْا صَفًّا وَّاحِدًا اَمَامَ سَيْلِ الصَّهْيُوْنِيَّةِ الْمُجْرِمَةِ الَّتِىْ تُؤَيِّدُهَا كُلٌّ مِنْ اَمْرِيْكَا وَرُوْسِيَا الشُّيُوْعِيَّةِ لِمَصَالِحَ وَغَايَاتٍ فِىْ نَفْسِهِمَا وَيَدْعُوْهُمْ اَنْ لَّا يَتَوَانَوْا وَاَنْ يَّضَعُوْا نُصْبَ اَعْيُنِهِمْ مَا يُمْلِيْهِ عَلَيْهِمُ الْوَاجِبُ مِنَ الْجِهَادِ فِىْ سَبِيْلِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ۔

وَهِىَ خُطْبَةٌ جَيِّدَةٌ وَّدِعَايَةٌ حَسَنَةٌ لِفَلَسْطِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ۔ نَدْعُوْ اللّٰهَ اَنْ يُّحَقِّقَ اٰمَالَنَا وَاَمَانِيْهُ الْعَذْبَ فِىْ سَبِيْلِ دِيْنِنَا الْقَوِيْمِ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَاءِ الْقَصْدِ۔"

(ترجمہ) ہمیں ایک ٹریکٹ موصول ہوا ہے جو السید مرزا محمود احمد صاحب کے ایک خطبہ پر مشتمل ہے جو اُنہوں نے لاہور (پاکستان) میں دیا ہے۔ اِس خطبہ میں خطیب نے تمام مسلمانوں کو دعوتِ اتحاد دی ہے اور صیہونی مجرموں کے چنگل سے فلسطین کو نجات دلانے کے لئے ٹھوس اور مؤثر اقدام کی طرف توجہ دلائی ہے نیز اہلِ پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فلسطینی عربوں کی فوری اعانت کریں اور مسلمانوں کو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلاتے اور آیاتِ قرآنی سے استشہاد کرتے ہوئے ترغیب دی ہے کہ وہ مجرم صیہونیوں کے سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لئے صف بستہ ہو جائیں جن کی پشت پناہی امریکہ اور اشتراکی رُوس اپنی مصالح اور خاص اغراض کے ماتحت کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ

وہ ضعف و اضمحلال کا اظہار نہ کریں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے جہاد کے سلسلہ میں عائد شدہ ذمہ داری اپنے سامنے رکھیں۔

یہ ایک نہایت عمدہ خطبہ اور فلسطین اور مسلمانوں کے حق میں نہایت اچھا پروپیگنڈا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اُن نیک آرزوؤں اور عمدہ خواہشات کو جو ہمارے دین قویم کے لئے ہمارے دلوں میں موجزن ہیں متحقق فرمائے۔ آمین۔

اخبار "الف باء" (دمشق) نے حسب ذیل نوٹ سپرد اشاعت کیا:۔

"فَلَسْطِيْن وَكَشْمِيْر يَقْطَنُهُمَا بَنُو اِسْرَائِيْل"

"وَصَلَتْ اِلَيْنَا نُسْخَةٌ مِنْ خُطْبَةٍ اَلْقَاهَا فِيْ لَاهُوْر" بَاكِسْتَان" اَلسَّيِّدُ مِرْزَا مَحْمُوْدُ اَحْمَدُ اِمَامُ الْجَمَاعَةِ الْقَادِيَانِيَّةِ بِمُنَاسَبَةِ تَشْكِيْلِ دَوْلَةٍ صِيْهُوْنِيَّةٍ مُزَيَّفَةٍ فِيْ فَلَسْطِيْن۔ قَالَ فِيْهَا:۔

"وَمِنَ الْغَرِيْبِ اَنَّ قَضِيَّةَ كَشْمِيْر وَقَضِيَّةَ فَلَسْطِيْن عُرِضَتَا لِلْبَحْثِ وَالتَّنْقِيْبِ فِيْ زَمَنٍ وَّاحِدٍ۔ وَمِنَ الْعَجِيْبِ اَيْضًا اَنَّ كَشْمِيْر وَفَلَسْطِيْن يَقْطُنُهُمَا قَوْمٌ وَّاحِدٌ اَعْنِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْل، وَمِنَ الْعَجَبِ الْعُجَابِ اَنَّ جُزْءًا مِّنْ هٰذَا الْقَوْمِ الَّذِيْ كَانَ قَدْ اَسْلَمَ يَجْذِبُ الْيَوْمَ عَوَاطِفَ الْمُسْلِمِيْن وَمُوَاسَاتِهِمْ فِيْ قَضِيَّةِ كَشْمِيْر وَشَطْرٌ اٰخَرُ مِنْهُ الْقَاطِنُ بِفَلَسْطِيْن يُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْن مُقَاتَلَةَ الْمُسْتَمِيْتِ وَالنِّصْفُ مِنْهُمْ يُقَدِّمُ الضَّحَايَا لِاِحْيَاءِ الْمُسْلِمِيْن وَالنِّصْفُ الْاٰخَرُ يَبْذُلُ مَجْهُوْدَاتِهِ لِاِمَاتَتِهِمْ۔

وَلَقَدْ نَسْمَعُ فِي الْاَنْبَاءِ الْوَارِدَةِ مِنَ الْجِهَةِ الْحَرْبِيَّةِ بِكَشْمِيْر ذِكْرَ "كَاشِر" (اِسْمٌ يُطْلَقُ عَلٰى كُلِّ كَشْمِيْرِيٍّ)، وَكَذٰلِكَ يَاْتِيْ ذِكْرُ بَلْدَةِ "كَاشِر" فِي الْمَنْشُوْرَاتِ الْحَرْبِيَّةِ الْفَلَسْطِيْنِيَّةِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَعَلٰى هٰذَا الْاِسْمِ كَانَ سُمِّيَ كَشْمِيْر "كَاشِيْر" ثُمَّ تَبَدَّلَ بِمُرُوْرِ الزَّمَانِ بِكَشْمِيْر، اَوْ اَنْ نَقُوْلَ اِنَّ كَشْمِيْر كَانَ فِي الْاَصْلِ "كَاشِيْر" اَيْ مِثْلُ سِيْرِيَا (الشَّامُ)

وَالْخُطْبَةُ مَطْبُوْعَةٌ فِيْ مَطْبَعَةِ الْفَيْضِ بِبَغْدَادَ۔ وَقَدْ حَمَلَ فِيْهَا الْخَطِيْبُ

عَلٰی اَمْرِیْکَا وَرُوْسِیَا وَحْدَهُمَا لِمُنَاصَرَتِهِمَا الصَّهْیُوْنِیَّةَ".

فلسطین اور کشمیر میں بنو اسرائیل آباد ہیں

(ترجمہ) ہمیں جناب مرزا محمود احمد امام جماعت قادیانیہ کے خطاب کا نسخہ موصول ہوا ہے جو کہ انہوں نے فلسطین میں نام نہاد صیہونی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں دیا ہے آپ اس خطبہ میں فرماتے ہیں" یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہی وقت میں فلسطین اور کشمیر کے جھگڑے شروع ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ کشمیر اور فلسطین ایک ہی قوم سے آباد ہیں اور یہ عجیب تر بات ہے کہ اس قوم کا ایک حصّہ مسلمان ہو کر آج کشمیر میں مسلمانوں کی ہمدردی کھینچ رہا ہے اور دوسرا حصّہ فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ زندگی اور موت کی جنگ میں ٹکرلے رہا ہے۔ آدھی قوم اسلام کے لئے قربانیاں پیش کر رہی ہے اور آدھی قوم اسلام کو مٹانے کے لئے قربانیاں پیش کر رہی ہے۔ کشمیر کی جنگ میں کاشر یعنی کشمیر کا نام سننے میں آتا ہے اور فلسطین کی جنگ میں بھی کاشر شہر کا ذکر بار بار آ رہا ہے۔ اس کاشر کے نام پر کشمیر کا نام کاشر رکھا گیا تھا جو اب بگڑ کر کشمیر ہو گیا ہے یا یہ کہ یہ کاشیر ہے یعنی سیریا (شام) کی طرح"

یہ لیکچر بغداد کے مطبعۃ الفیض میں طبع ہوا ہے اور اس میں (فاضل) لیکچرار نے صیہونیت کی پشت پناہی کے باعث امریکہ اور روس دونوں کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ (الف باء دمشق)

اخبار "صَوْتُ الْاَحْرَارِ" نے اس انقلاب انگیز مضمون پر حسب ذیل تبصرہ شائع کیا:۔

اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ

" بِهٰذَا الْعُنْوَانِ اَلْقَی السَّیِّدُ مِرْزَا مَحْمُوْد اَحْمَدْ اِمَامُ الْجَمَاعَةِ الْاَحْمَدِیَّةِ الْقَادِیَانِیَّةِ فِیْ لَاهُوْر (بَاکِسْتَان) خُطْبَةً مُطَوَّلَةً حَمَلَ فِیْهَا بِشِدَّةٍ وَّعُنْفٍ عَلَی الصَّهْیُوْنِیَّةِ الْاٰثِمَةِ الْمُجْرِمَةِ۔ وَلَمْ یُخْفِ اِسْتِغْرَابُهُ الْعَمِیْقُ مِنْ اِجْتِمَاعِ الْمُتَنَاقِضَاتِ وَاِتِّحَادِ الْاَعْدَاءِ فِیْ سَبِیْلِ اِنْکَارِ عُرُوْبَةِ فَلَسْطِیْن وَالْاِعْتِرَافِ بِکَیَانِ الْیَهُوْدِ الْمَوْهُوْمِ وَیُتَابِعُ حَمْلَتَهُ الشَّدِیْدَةَ ضِدَّ السِّیَاسَةِ الْاِسْتِعْمَارِیَّةِ الَّتِیْ تَنْشُرُ دَوْمًا وَّاَبَدًا الْاِسْتِغْلَالَ وَالظُّلْمَ ثُمَّ یُقَارِنُ مَوْقِفَ هٰؤُلَاءِ الْمُعْتَدِیْنَ مِنْ قَضِیَّةِ فَلَسْطِیْنَ بِمَوْقِفِهِمْ مِنْ قَضِیَّةِ کَشْمِیْر۔ وَیَخْلُصُ اِلَی الْقَوْلِ اَنْ لَّا سَبِیْلَ اِلَی الْاِسْتِقْلَالِ وَالْخَلَاصِ

مِنْ كُلِّ نِيرٍ اَجْنَبِيٍّ بِغَيْرِ الْاِتِّحَادِ وَالتَّاٰلُفِ "

(ترجمہ) " اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ "

مندرجہ بالا عنوان پر السید مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے لاہور (پاکستان) میں ایک طویل لیکچر دیا ہے اِس لیکچر میں آپ نے پوری قوت سے ظالم صیہونیت پر حملہ کیا ہے اور متناقضات اور دشمنوں کے اتحاد و اجتماع سے اپنے گہرے تعجب کو پوشیدہ نہیں رہنے دیا مبادا فلسطینی عربوں کے مطالبہ کا انکار اور یہودنا مسعود کے موہوم حقوق کا اعتراف کیا جائے آپ اس استعماری سیاست کے خلاف نبرد آزما ہیں جو ہمیشہ ظلم اور ناجائز فائدہ اُٹھانے کا اظہار کرتی ہے پھر آپ نے ان ظالموں کے موقف کا باہمی مقابلہ مسئلہ فلسطین اور کشمیر سے کیا ہے۔ اس لیکچر کا خلاصہ یہ ہے کہ سامراجی استعمار سے آزادی اور نجات اتحاد اور تعاون کے بغیر ناممکن ہے۔

اخبار الشوریٰ (بغداد) نے اپنے ۱۸ر جون ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں ایک عربی نوٹ لکھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

" حضرت مرزا محمود احمد صاحب کا ایک خطبہ "ہمیں ایک ٹریکٹ ملا ہے جو بغداد میں چھپا ہے جس میں حضرت مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان کے ایک پُر جوش خطبہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے نام نہاد اسرائیلی حکومت کی تشکیل کے اعلان کے بعد لاہور (پاکستان) میں پڑھا اِس خطبہ کا عنوان ہے " اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ " جن اصحاب نے یہ مفید ٹریکٹ شائع کیا ہے ہم ان کی اسلامی غیرت اور اسلامی مساعی پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔

استعماری طاقتوں کی سازش اور اس کا انکشاف

رُوس اور امریکہ کی استعماری طاقتوں کو مسلمانوں کے اتحاد کی یہ مؤثر ترین تحریک بھلا کب گوارا ہو سکتی تھی؟ اِس لئے جونہی ان کے کانوں میں یہ آواز پہنچی اُنہوں نے خود مسلمانوں ہی کے ایک طبقہ کو آلۂ کار بنا کر جماعتِ احمدیہ کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کی مُہم شروع کرا دی۔ اِس گہری سازش کا سنسنی خیز انکشاف بغداد کے مقتدر جریدہ " اَلْاَنْبَاءُ " کے ایک فاضل اور کہنہ مشق ادیب اور نامہ نگار الاستاذ علیؔ الخیاط آفندی نے چھ سال بعد کیا۔ چنانچہ انہوں نے بغداد کے مشہور اخبار " اَلْاَنْبَاءُ " (مورخہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۵۴ء) میں مندرجہ ذیل مقالہ سپردِ اشاعت کیا:۔

اَصَابِعُ الْاِسْتِعْمَارِ الَّتِىْ تَلْعَبُ وَرَاءَ الْقَادِيَانِيَّةِ فِىْ كُلِّ مَكَانٍ

" قَامَتْ بَعْضُ الصُّحُفِ فِى الْآوِنَةِ الْاَخِيْرَةِ بِتَوْجِيْهِ النَّقْدِ ضِدَّ جَمَاعَةِ الْقَادِيَانِيَّةِ بِصُوْرَةٍ مُسْتَمِرَّةٍ وَبِشَكْلٍ يُثِيْرُ الْاِهْتِمَامَ فَمَا هِىَ الْقَادِيَانِيَّةُ وَ مَا هُوَ الدَّافِعُ لِانْتِقَادِهَا بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ عَلٰى صَفَحَاتِ الصُّحُفِ ؟

هُنَاكَ مُشْكِلَةٌ مُعَقَّدَةٌ بَيْنَ الْقَادِيَانِيِّيْنَ وَخُصُوْمِهِمْ نَظْرًا لِلتُّهَمِ الَّتِىْ تُكَالُ اِلَيْهِمْ حَقًّا أَوْ بَاطِلًا فَالْقَادِيَانِيُّوْنَ يُطْلِقُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ (الْجَمَاعَةَ الْاَحْمَدِيَّةَ) وَيَدَّعُوْنَ اَنَّهُمْ مِنْ اَتْبَاعِ مِيْرْزَا غُلَامْ اَحْمَدَ الَّذِىْ كَانَ يَسْكُنُ فِىْ قَرْيَةِ قَادِيَان فِى الْهِنْدِ وَالَّذِىْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ لِتَوْثِيْقِ عُرَى الدِّيْنِ وَيَعْتَبِرُوْنَهُ الْمَهْدِىَّ الْمَوْعُوْدَ وَالْمَسِيْحَ الْمَعْهُوْدَ الَّذِىْ تَنَبَّأَتِ الْكُتُبُ الدِّيْنِيَّةُ بِمَجِيْئِهِ فِىْ آخِرِ الزَّمَانِ وَهُمْ مُتَمَسِّكُوْنَ بِتَعَالِيْمِ الْاِسْلَامِ وَمُتَعَصِّبُوْنَ لِلدِّيَانَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ وَيَعْتَنِقُوْنَ الْمَذْهَبَ الْحَنَفِىَّ....

وَاَمَّا خُصُوْمُهُمْ فَيُطْلِقُوْنَ عَلَيْهِمْ لَقَبَ (الْقَادِيَانِيَّةِ) وَيَعْتَبِرُوْنَهُمْ مُرْتَدِّيْنَ عَنِ الدِّيَانَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ رَغْمَ تَظَاهُرِهِمْ بِالتَّمَسُّكِ بِالدِّيْنِ الْاِسْلَامِىِّ وَرَغْمَ اَدَائِهِمُ الْفَرَائِضَ الدِّيْنِيَّةَ حَسْبَ الشَّرِيْعَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ۔

وَالْاَحْمَدِيَّةُ اَوِ الْقَادِيَانِيَّةُ كَمَا يُسَمِّيْهَا خُصُوْمُهَا لَيْسَتْ وَلِيْدَةَ الْيَوْمِ بَلْ مَضٰى عَلٰى تَاْسِيْسِهَا سَبْعُوْنَ سَنَةً فِىْ قَرْيَةِ قَادِيَان بِالْهِنْدِ وَاتَّبَعَهَا بَعْضُ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْتَبِرُوْنَهَا الطَّرِيْقَةَ الْحَقَّةَ حَسْبَ اِعْتِقَادِهِمْ۔ وَسَوَاءٌ اَكَانَتْ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةُ حَقَّةً اَوْ بَاطِلَةً وَسَوَاءٌ اَكَانَتْ هٰذِهِ الْفِئَةُ مُسْلِمَةً أَوْ خَارِجَةً عَلَى الْاِسْلَامِ فَلَيْسَ هُنَاكَ مَا يُبَرِّرُ لِلصُّحُفِ اِنْتِقَادَهَا بِهٰذَا الشَّكْلِ وَفِىْ مِثْلِ هٰذَا الْوَقْتِ الَّذِىْ يَحْتَاجُ فِيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَى الْاِتِّحَادِ وَجَمْعِ الصُّفُوْفِ لِمُوَاجَهَةِ الْاَخْطَارِ الْمُحِيْطَةِ بِهِمْ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ۔

وَقَدْ يَسْتَغْرِبُ الْقُرَّاءُ اِذَا عَرَفُوْا اَنَّ لَيْسَ فِى الْعِرَاقِ مِنْ اِتِّبَاعِ هٰذِهِ الْجَمَاعَةِ سِوٰى ثَمَانِىَ عَشَرَ عَائِلَةً فَقَطْ تَسْكُنُ تِسْعٌ مِنْهَا فِىْ بَغْدَادَ وَاَرْبَعٌ

فِي الْبَصْرَةِ وَ اَرْبَعٌ فِي الْحَبَّانِيَّةِ وَعَائِلَةٌ وَاحِدَةٌ فِي خَانقين وَإِنَّ جَمِيْعَ هٰؤُلَاءِ جَاؤُا مِنَ الْهِنْدِ إِلَى الْعِرَاقِ بِقَصْدِ التِّجَارَةِ وَ قَدْ تَجَنَّسَ بَعْضُهُمْ بِالْجِنْسِيَّةِ الْعِرَاقِيَّةِ كَمَا بَقِيَ الْبَعْضُ الْآخَرُ عَلَى جِنْسِيَّتِهِمُ الْهِنْدِيَّةِ الَّتِي اسْتَبْدَلُوْهَا بِالْبَاكِسْتَانِيَّةِ بَعْدَ تَقْسِيْمِ الْهِنْدِ۔

وَ بِالرَّغْمِ مِنْ مُرُوْرِ عَشَرَاتِ السِّنِيْنَ عَلَى بَقَاءِ هٰؤُلَاءِ فِي الْعِرَاقِ فَإِنَّهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْا شَخْصًا وَّاحِدًا مِنَ الْعِرَاقِيِّيْنَ فِي زُمْرَتِهِمْ وَلَيْسَ لَهُمْ أَيُّ مَعْبَدٍ خَاصٍّ أَوْ اِجْتِمَاعَاتٍ مَذْهَبِيَّةٍ خَاصَّةٍ وَ يَقْتَصِرُ نَشَاطُهُمْ عَلَى تَوْزِيْعِ بَعْضِ الصُّحُفِ وَالْكَرَاسَاتِ الَّتِي تَبْحَثُ عَنْ رُقِيِّ الْإِسْلَامِ أَوِ الدِّفَاعِ عَنْ عُرُوْبَةِ فِلَسْطِيْنَ أَوْ كِيَانِ بَعْضِ الدُّوَلِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَالْآنَ يَتَسَاءَلُ الْقَارِئُ إِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ فَمَا هُوَ سَبَبُ هٰذِهِ الْحَمْلَةِ وَهٰذَا الْإِنْتِقَادُ عَلَى صَفَحَاتِ الْجَرَائِدِ؟

لَيْسَ هُنَاكَ سِوٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ وَهُوَ إِصْبَعُ الْإِسْتِعْمَارِ الَّذِي يَلْعَبُ دَوْرًا هَامًّا فِي هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ لِبَثِّ الشِّقَاقِ وَالتَّفْرِقَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ لَازَالُوْا بِانْتِظَارِ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ الَّذِي يَقُوْمُوْنَ فِيْهِ بِجَوْلَتِهِمُ الثَّانِيَةِ لِتَطْهِيْرِ الْبِلَادِ الْمُقَدَّسَةِ مِنْ أَرْجَاسِ الصَّهْيُوْنِيَّةِ وَإِعَادَةِ فِلَسْطِيْنَ إِلَى أَصْحَابِهَا الشَّرْعِيِّيْنَ۔ إِنَّ الْإِسْتِعْمَارَ يَخْشَى أَنْ يَتَحَقَّقَ حُلْمُ الْعَرَبِ هٰذَا وَتَزُوْلَ دَوْلَةُ إِسْرَائِيْلَ الَّتِي تَحَمَّلَ الْكَثِيْرَ مِنَ الْمَشَاقِّ فِي سَبِيْلِ تَكْوِيْنِهَا فَيَعْمِدُ إِلَى إِثَارَةِ الشِّقَاقِ بَيْنَ طَوَائِفِ الْمُسْلِمِيْنَ بِإِثَارَةِ النَّعَرَاتِ لِتَقُوْمَ بَعْضُ الْعَنَاصِرِ بِتَكْفِيْرِ فِئَةِ الْأَحْمَدِيَّةِ وَالتَّشْهِيْرِ بِهِمْ حَتّٰى يُؤَدِّيَ ذٰلِكَ إِلَى الشِّقَاقِ بَيْنَ الْبَاكِسْتَانِ وَبَيْنَ بَعْضِ الدُّوَلِ الْعَرَبِيَّةِ الَّتِي تَقُوْمُ صُحُفُهَا بِتَكْفِيْرِ ظَفْرُ اللهِ خَان وَزِيْرِ خَارِجِيَّةِ بَاكِسْتَانِ الَّذِي يَتَّبِعُ الطَّرِيْقَةَ الْأَحْمَدِيَّةَ۔

وَلَعَلَّ كَثِيْرًا مِنَ الْقُرَّاءِ يَذْكُرُوْنَ مُحَاوَلَةَ بَعْضِ الْعَنَاصِرِ فِي بَاكِسْتَان

قَبْلَ مُدَّةٍ تَأْسِيْسِ (اَلْإِسْلَامِسْتَان) اَیْ جَامِعَةِ الدُّوَلِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَذٰلِكَ بِجَمْعِ كَافَّةِ الدُّوَلِ الْإِسْلَامِيَّةِ فِيْ مُنَظَّمَةٍ وَاحِدَةٍ لِتَسْيِيْرِ سِيَاسَتِهَا الْخَارِجِيَّةِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلٰى كِيَانِهَا وَاِسْتِقْلَالِهَا اِلَّا اَنَّ هٰذِهِ الْمُحَاوَلَةَ بَاءَتْ بِالْفَشْلِ بَعْدَ اَنْ وَقَفَ بَعْضُ الْعَنَاصِرِ مِنْهَا مَوْقِفًا مُعَارِضًا وَكَانَ مِنْ جُمْلَةِ الْاَسْبَابِ الَّتِيْ اَدَّتْ اِلٰى فَشْلِ هٰذَا الْمَشْرُوْعِ هُوَ سِلَاحُ التَّكْفِيْرِ الَّذِيْ نَاوَلَهُ الْاِسْتِعْمَارُ لِيَدِ بَعْضِ الْمُتَطَرِّفِيْنَ لِيَشْهَرُوْهُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ تَبَنَّوا الْمَشْرُوْعَ الْمَذْكُوْرَ لِاَنَّهُمْ قَادِيَانِيُّوْنَ وَمَارِقُوْنَ عَنِ الْاِسْلَامِ۔

وَقَدْ يَظُنُّ بَعْضُ الْقُرَّاءِ اَنَّ مَا اَذْكُرُهُ مِنْ تَدَخُّلِ الْاِسْتِعْمَارِ فِيْ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ لَيْسَ اِلَّا وَلِيْدَ الْحَدْسِ وَالظَّنِّ اِلَّا اَنِّيْ اُوَكِّدُ لِلْقُرَّاءِ بِاَنِّيْ مُطَّلِعٌ كُلَّ الْاِطْلَاعِ عَلٰى تَدَخُّلِ الْاِسْتِعْمَارِ فِيْ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ اِذَا اَنَّهُ حَاوَلَ اَنْ يَسْتَغْلِنِيْ فِيْهَا بِالذَّاتِ عَامَ ١٩٤٨ اَثْنَاءَ حَرْبِ فِلَسْطِيْنَ۔

كُنْتُ حِيْنَئِذٍ اُحَرِّرُ اِحْدَى الصُّحُفِ الْفُكَاهِيَّةِ وَكَانَتْ مِنَ الصُّحُفِ الْاِنْتِقَادِيَّةِ الْمَعْرُوْفَةِ فِيْ عَهْدِهَا وَقَدْ اَرْسَلَ اِلَيَّ مُوَظَّفٌ مَسْئُوْلٌ فِيْ اِحْدَى الْهَيْئَاتِ الدِّبْلُوْمَاسِيَّةِ الْاَجْنَبِيَّةِ فِيْ بَغْدَادَ يَدْعُوْنِيْ لِمُقَابَلَتِهٖ وَبَعْدَ تَقْدِيْمِ الْمُجَامَلَةِ وَكَيْلِ الْمَدِيْحِ عَلَى الْاُسْلُوْبِ الَّذِيْ اتبعه فِي النَّقْدِ رَجَانِيْ اَنْ اَنْتَقِدَ الْجَمَاعَةَ الْقَادِيَانِيَّةَ عَلٰى صَفَحَاتِ الْجَرِيْدَةِ الْمَذْكُوْرَةِ بِاللَّذْعِ لِطَرِيْقَةٍ مُمْكِنَةٍ لِاَنَّهَا جَمَاعَةٌ مَارِقَةٌ عَنِ الدِّيْنِ فَاَجَبْتُهُ فِيْ بَادِئِ الْاَمْرِ بِاَنِّيْ لَا اَعْلَمُ شَيْئًا عَنْ هٰذِهِ الْجَمَاعَةِ وَعَنْ مُعْتَقَدَاتِهَا وَلِذٰلِكَ لَا يُمْكِنُنِيْ اَنْ اَنْتَقِدَهَا فَزَوَّدَنِيْ بِبَعْضِ الْكُتُبِ الَّتِيْ تَبْحَثُ فِيْ مُعْتَقَدَاتِ الْقَادِيَانِيَّةِ كَمَا اَنَّهُ زَوَّدَنِيْ بِبَعْضِ الْمَقَالَاتِ عَسٰى اَنْ تَنْفَعَنِيْ بَعْضُ عِبَارَاتِهَا فِيْ كِتَابَةِ مَقَالَاتِي الْمَوْعُوْدَةِ۔ وَاسْتَطَعْتُ اَنْ اَطَّلِعَ عَلٰى بَعْضِ عَقَائِدِ الْجَمَاعَةِ مِنْ مُطَالَعَةِ الْكُتُبِ الَّتِيْ زَوَّدَنِيْ بِهَا

الْمَسْئُوْلُ الْمَذْكُوْرُ وَالَّتِیْ لَمْ اَجِدْ فِیْهَا شَیْئًا یَدُلُّ عَلٰی تَکْفِیْرِهِمْ حَسْبَ اِعْتِقَادِیْ وَبَعْدَ عِدَّةِ مُقَابَلَاتٍ طَلَبْتُ مِنْهُ اَنْ یَعْذُرَنِیْ عَنْ تِلْکَ الْمُهِمَّةِ نَظْرًا لِاعْتِقَادِیْ بِاَنَّ ذٰلِکَ یُسَبِّبُ الشِّقَاقَ بَیْنَ الطَّوَائِفِ الْاِسْلَامِیَّةِ فِیْ مِثْلِ ذٰلِکَ الْوَقْتِ بِالذَّاتِ فَاَجَابَ قَائِلًا: اَلَا اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَیْسُوْا بِمُسْلِمِیْنَ وَقَدْ کَفَّرَهُمْ عُلَمَاءُ جَمِیْعِ الطَّوَائِفِ الْاِسْلَامِیَّةِ فِی الْهِنْدِ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ اَقْوَالَ عُلَمَاءِ الْهِنْدِ لَیْسَتْ اَقْوٰی حُجَّةً مِنَ الْاٰیَةِ الْقُرْاٰنِیَّةِ الَّتِیْ تُصَرِّحُ بِاَنْ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا فَمَا کَانَ مِنْهُ الا ان قَالَ غَاضِبًا وَهَلْ اَثَّرَتْ فِیْکَ دِعَایَةُ الْقَوْمِ فَخَرَجْتَ عَنِ الْاِسْلَامِ وَاَصْبَحْتَ قَادِیَانِیًا وَاَخَذْتَ تُدَافِعُ عَنْهُمْ فَقُلْتُ متهکمًا کُنْ عَلٰی یَقِیْنٍ یَا هٰذَا بِاَنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَدَّعِیَ بِاَنِّیْ مُسْلِمٌ بِکُلِّ مَا فِیْ هٰذِهِ الْکَلِمَةِ مِنْ مَعْنًی بالرغم مِنْ قَضَائِیْ عَشَرَاتِ السِّنِیْنَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَهَلْ تَکْفِیْ مُطَالَعَةُ بِضْعَةِ کُتُبٍ لِلْقَادِیَانِیَّةِ اَنْ تَجْعَلَنِیْ قَادِیَانِیًا؟

وَقَدْ اِطَّلَعْتُ خِلَالَ تَرَدُّدِیْ عَلٰی هٰذِهِ الْهَیْئَةِ بِاَنِّیْ لَسْتُ الْوَحِیْدَ الْمُکَلَّفَ بِهٰذِهِ الْمُهِمَّةِ بَلْ هُنَاکَ اُنَاسٌ اٰخَرُوْنَ یُشَارِکُوْنَنِی التَّکْلِیْفَ کَمَا اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ الشَّخْصَ الْوَحِیْدَ الَّذِیْ رَفَضَ بَلْ رَفَضَهٗ غَیْرِیْ اَیْضًا۔

کَانَ ذٰلِکَ عَامَ ۱۹۴۸ فِی الْوَقْتِ الَّذِیْ اُقْتُطِعَ فِیْهِ جُزْءٌ مِنَ الْاَرَاضِیْ الْمُقَدَّسَةِ وَقُدِّمَ لُقْمَةً سَائِغَةً لِلصَّهْیُوْنِیِّیْنَ وَاِنِّیْ اَظُنُّ اَنَّ اِقْدَامَ الْهَیْئَةِ الْمَذْکُوْرَةِ عَلٰی مِثْلِ هٰذَا الْعَمَلِ کَانَ رَدَّ فِعْلٍ لِلْکُرَّاسَتَیْنِ اللَّتَیْنِ نَشَرَتْهُمَا الْجَمَاعَةُ الْاَحْمَدِیَّةُ فِیْ ذٰلِکَ الْعَامِ بِمُنَاسَبَةِ تَقْسِیْمِ فِلِسْطِیْنَ وَکَانَتْ اِحْدَاهُمَا بِعُنْوَانِ "هَیْئَةُ الْاُمَمِ الْمُتَّحِدَةِ وَقَرَارُ تَقْسِیْمِ فِلِسْطِیْنَ" الَّتِیْ کَانَتْ تَبْحَثُ فِی الْمُؤَامَرَاتِ الَّتِیْ دُبِّرَتْ فِی الْخَفَاءِ بَیْنَ الْمُسْتَعْمِرِیْنَ وَالصَّهْیُوْنِیِّیْنَ لِتَسْلِیْمِ الْمَوَانِئِ الْفِلِسْطِیْنِیَّةِ اِلَی الصَّهْیُوْنِیِّیْنَ وَکَانَتِ الثَّانِیَةُ بِعُنْوَانِ (اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ) وَکَانَتْ تَحُثُّ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی تَوْحِیْدِ

الصُّفُوفِ وَجَمْعِ الْمَالِ لِمُحَارَبَةِ الصَّهْيُوْنِيِّيْنَ وَتَطْهِيْرِ الْبِلَادِ الْمُقَدَّسَةِ مِنْ أَرْجَاسِهِمْ۔

هٰذَا مَا اطَّلَعْتُ عَلَيْهِ بِنَفْسِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْحِيْنِ وَإِنِّيْ وَاثِقٌ كُلَّ الْوُثُوْقِ بِأَنَّ الْاَحْمَدِيِّيْنَ مَا دَامُوْا يَبْذِلُوْنَ الْجُهُوْدَ لِجَمْعِ كَلِمَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَوْحِيْدِ صُفُوْفِهِمْ وَيَبْحَثُوْنَ عَنْ اَسْبَابٍ تُتِيْحُ لِلْمُسْلِمِيْنَ الْقَضَاءَ عَلٰى دَوْلَةِ اِسْرَائِيْلَ اللَّقِيْطَةِ ضَيْعَةِ الْمُسْتَعْمِرِيْنَ فَانَّ الْاِسْتِعْمَارَ لَنْ يَتَوَانَ عَنْ تَحْرِيْكِ بَعْضِ الْجِهَاتِ لِلتَّشْهِيْرِ بِهِمْ بِقَصْدِ تَشْتِيْتِ الْكَلِمَةِ۔" [1]

(ترجمہ) غیر ملکی طاقتیں جماعتِ احمدیہ کی مخالفت کی آگ بھڑکا رہی ہیں

"گزشتہ دنوں بعض اخبارات نے قادیانی جماعت کے خلاف پے در پے ایسی صورت میں نکتہ چینی کی ہے کہ جس کی طرف انسان کو توجہ کرنی پڑتی ہے۔ قادیانیت کیا ہے؟ اور اخبارات میں اس کے متعلق اس طرح نکتہ چینی کرنے کی کیا وجہ ہے؟

قادیانیوں اور ان کے مخالفین کے درمیان ایک مشکل درپیش ہے قطع نظر اس امر کے کہ وہ اتہامات جو قادیانیوں پر لگائے گئے ہیں وہ درست ہیں یا غلط ہیں قادیانی لوگ اپنے آپ کو جماعتِ احمدیہ کہتے ہیں اور وہ میرزا غلام احمد صاحب کے پیرو ہونے کے مدعی ہیں جو ہندوستان میں قادیان کی بستی میں رہتے تھے اور جنہیں ان کے دعووں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا تھا کہ دینِ اسلام کو مستحکم کریں۔ قادیانی انہیں وہی مہدی موعود اور مسیح معہود سمجھتے ہیں جن کے آخری زمانہ میں آنے کے متعلق مختلف مذہبی کتابوں میں پیشگوئی پائی جاتی ہے۔ قادیانی اسلامی احکام پر عمل پیرا ہیں اور اسلام کے لئے غیرت رکھتے ہیں اور وہ حنفی مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔

احمدیوں کے مخالف انہیں قادیانی کے لفظ سے پکارتے ہیں اور ان کے ظاہری طور پر اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے اور شریعت کے مطابق دینی فرائض کے ادا کرنے کے باوجود انہیں مرتد قرار دیتے ہیں۔

احمدیت یا قادیانیت کوئی آج نئی پیدا نہیں ہوئی بلکہ قریباً ستر سال پہلے ہندوستان کے شہر

---

[1] الانباء (بغداد) ۲۶ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۴ء بحوالہ "الفرقان" ربوہ فتح / دسمبر ۱۳۳۳ھش ۱۹۵۴ء صفحہ ۷ ضمیمہ

قادیان میں اس کی بُنیاد رکھی گئی اور جو لوگ اِس طریقہ کو درست سمجھتے تھے انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق اس کی پیروی کی۔ ہمارے نزدیک خواہ یہ طریقہ درست ہو یا باطل ہو خواہ یہ لوگ مسلمان ہوں یا اسلام سے خارج ہوں بہرحال اخبارات کے لئے کوئی معقول وجہ اِس امر کی نہیں ہے کہ وہ اِس نازک وقت میں جبکہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اتحاد اور یک جہتی کی ضرورت ہے اس طرز پر قادیانیت، کو اپنی تنقید کا ہدف بنائیں۔

شاید قارئین کو تعجب ہو گا جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ سارے عراق میں اس جماعت کے صرف ۸ خاندان بستے ہیں۔ ۹ خاندان بغداد میں، چار بصرہ میں، چار حبانیہ میں اور ایک خاندان خانقین میں۔ اور یہ سب لوگ ہندوستان سے عراق میں تجارت کی نیت سے آئے تھے بعض نے ان میں سے عراقی قومیت کے سرٹیفکیٹ حاصل کر لئے ہیں اور بعض اپنی ہندوستانی قومیت پر قائم رہے جسے انہوں نے ہندوستان کی تقسیم کے بعد پاکستانی قومیت میں تبدیل کر لیا۔

عراق میں اتنے عرصہ سے رہنے کے باوجود انہوں نے کسی عراقی شخص کو اپنی جماعت میں داخل نہیں کیا۔ ان کا کوئی اپنا معبد نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کوئی خاص مذہبی اجتماعات ہیں۔ ان کی ساری جدّ وجہد بعض اخبارات اور ایسے ٹریکٹ تقسیم کرنے میں مُنحصر ہے جن میں اسلام کے غلبہ کے متعلق دلائل دیئے گئے ہیں یا فلسطین اور بعض اسلامی حکومتوں کے دفاع پر گفتگو کی گئی ہے۔ اِس جگہ پر پڑھنے والے کے دِل میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ جب واقعہ یہ ہے تو اخبارات میں قادیانیوں پر اِس طرح نکتہ چینی کرنے اور اس حملے کی کیا وجہ ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ اِس کا صرف ایک سبب ہے اور وہ یہ کہ استعماری طاقتیں مسلمانوں میں تفرقہ اور شقاق پیدا کرنے کے لئے خاص کوشش کر رہی ہیں اور وہ انہیں اپنی اُنگلیوں پر نچانا چاہتی ہیں کیونکہ مسلمان ابھی تک اِس انتظار میں ہیں کہ وہ یومِ موعود کب آتا ہے کہ جب وہ دوبارہ بلادِ مقدسہ کو یہودیت کی لعنت سے پاک کرنے کے لئے متّحدہ قدم اُٹھائیں گے اور فلسطین اس کے جائز اور شرعی حقداروں کو مِل سکے گا۔ استعماری طاقتیں ڈرتی ہیں کہ کہیں عربوں کا یہ خواب پُورا نہ ہو جائے اور اسرائیلی سلطنت صفحۂ ہستی سے مٹ نہ جائے جس کے قائم کرنے کے لئے انہوں نے بڑی بڑی مشکلات برداشت کی ہیں اِس لئے یہ غیر ملکی حکومتیں ہمیشہ کوشش کرتی ہیں کہ مسلمانوں میں مختلف نعرے لگوا کر منافرت پیدا

کی جائے اور بعض فرقے احمدیوں کی تکفیر اور ان پر نکتہ چینی کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں یہاں تک کہ اس طریق سے حکومتِ پاکستان اور بعض ان عرب حکومتوں میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے جن کے اخبارات پاکستان کے وزیرِ خارجہ ظفر اللہ خاں احمدی کو کافر قرار دیتے ہیں۔

غالباً بہت سے پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ قبل پاکستان کی بعض جماعتوں نے اِس امر کی کوشش کی تھی کہ مسلمان حکومتوں کا ایک اسلامی بلاک قائم کیا جائے تاکہ ان کی ہستی اور ان کی آزادی قائم رہے اور ان کی بیرونی سیاست ایک نہج پر چلے مگر یہ کوششیں بعض دوسری مسلمان جماعتوں کی مخالفت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکیں۔ اِس تجویز کی ناکامی کے اسباب میں درحقیقت بڑا سبب وہ مسئلہ تکفیر ہے جو بعض انتہا پسند مولویوں کے ہاتھ میں استعماری طاقتوں نے دیا تھا تاکہ وہ اِس تجویز کے محرّکین کو قادیانی اور اسلام سے خارج کہہ کر اس کو ناکام بنانے کی کوشش کریں۔

شاید کسی شخص کو یہ خیال پیدا ہو کہ میرا اس معاملے میں استعماری طاقتوں کو دخل انداز قرار دینا صرف ظنّ اور گمان ہے مگر مَیں قارئینِ کرام کو پُورے یقین کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اِس امر کی پُوری پُوری اطلاع ہے کہ درحقیقت یہ سب کارروائی استعماری طاقتیں کروا رہی ہیں کیونکہ فلسطین کی گزشتہ جنگ کے ایّام میں ۱۹۴۸ء میں استعماری طاقتوں نے خود مجھ کو اس معاملے میں آلۂ کار بنانے کی کوشش کی تھی۔

اُن دنوں مَیں ایک ظرافتی پرچے کا ایڈیٹر تھا اور اس کا انداز حکومت کے خلاف نکتہ چینی کا انداز تھا چنانچہ انہی دنوں مجھے ایک غیر ملکی حکومت کے ذمہ دار نمائندہ مقیم بغداد نے ملاقات کے لئے بُلایا اور کچھ چاپلوسی اور میرے اندازِ نکتہ چینی کی تعریف کرنے کے بعد مجھے کہا کہ آپ اپنے اخبار میں قادیانی جماعت کے خلاف زیادہ سے زیادہ دِل آزار طریق پر نکتہ چینی جاری کریں کیونکہ یہ جماعت دین سے خارج ہے۔ مَیں نے جواب میں عرض کیا کہ مجھے تو اس جماعت اور اس کے عقائد کا کچھ پتہ نہیں مَیں ان پر کس طرح نکتہ چینی کر سکتا ہوں؟ اس نمائندہ نے مجھے بعض ایسی کتابیں دیں جن میں قادیانی عقائد پر بحث کی گئی تھی اور اسنے مجھے بعض مضامین بھی دیئے تا وہ مجھے اپنے مقالات کے لکھنے میں فائدہ دیں۔ چنانچہ ان کتابوں کے مطالعہ سے مجھے اس جماعت کے بعض عقائد کا علم ہوا لیکن مَیں نے ان میں کوئی ایسی بات نہ دیکھی جس سے میرے عقیدہ کے مطابق انہیں کافر قرار دیا جا سکے۔ اس استعماری نمائندہ سے چند ملاقاتوں کے بعد مَیں نے اِس کام کے کرنے سے معذرت پیش کر دی اور کہا کہ میرے عقیدہ کے مطابق یہ طریق اِس وقت اسلامی فرقوں

میں اختلاف و انشقاق بڑھانے والا ہے۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ قادیانی تو مسلمان ہی نہیں اور ہندوستان کے تمام فرقوں کے علماء انہیں کافر قرار دے چکے ہیں۔ مَیں نے اس سے کہا کہ ہندوستانی علماء کے اقوال قرآن مجید کی اِس آیت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَقُوْلُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا کہ جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے اس کو کافر مت کہو۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ شخص غضب ناک ہوگیا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی پراپیگنڈے نے تمہارے دل پر بھی اثر کر دیا ہے اور تُو قادیانی بن گیا ہے اور اسلام سے خارج ہوگیا ہے اسی لئے تو ان کی طرف سے جواب دے رہا ہے۔ مَیں نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ جناب یقین جانیں کہ مَیں اتنے لمبے عرصہ سے مسلمان کہلانے اور مسلمانوں میں رہنے کے باوجود یہ دعویٰ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ مَیں صحیح معنوں میں مسلمان ہُوں تو کیا قادیانیت کے متعلق چند کتب کا مطالعہ مجھے قادیانی بنا سکتا ہے؟

مَیں جن دنوں اس سفارت خانہ میں جایا کرتا تھا مجھے معلوم ہُوا کہ مَیں اکیلا ہی اِس کام کے لئے مقرر نہیں کیا جا رہا بلکہ کچھ اَور لوگوں کو بھی اِس میں شریک کیا جا رہا ہے۔ پھر مجھے یہ بھی پتہ لگا کہ اِس کام کے کرنے سے صرف مَیں نے ہی انکار نہیں کیا بلکہ بعض دوسرے لوگوں نے بھی استعمار کا آلۂ کار بننے سے انکار کر دیا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ۱۹۴۸ء میں ارضِ مقدّسہ کا ایک حصّہ کاٹ کر صیہونی حکومت کے سپرد کر دیا گیا تھا اور اسرائیلی سلطنت قائم ہوئی تھی۔ اور میرا خیال ہے مذکورہ بالا سفارت خانہ کا یہ اقدام درحقیقت ان دو ٹریکٹوں کا عملی جواب تھا جو تقسیم فلسطین کے موقع پر اسی سال جماعتِ احمدیہ نے شائع کئے تھے۔ ایک ٹریکٹ کا عنوان "ھَیْئَۃُ الْاُمَمِ الْمُتَّحِدَۃِ وَقَرَارُ تَقْسِیْمِ فَلَسْطِیْن" تھا جس میں مغربی استعماری طاقتوں اور صیہونیوں کی ان سازشوں کا انکشاف کیا گیا تھا جن میں فلسطینی بندرگاہوں کے یہودیوں کو سپرد کر دینے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ دوسرا ٹریکٹ "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ" کے عنوان سے شائع ہُوا تھا جس میں مسلمانوں کو کامل اتحاد اور اتفاق رکھنے کی ترغیب دی گئی تھی اور صیہونیوں کے مقابلہ اور ارضِ مقدّسہ کو ان سے پاک کرنے کے لئے اموال جمع کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔

یہ وہ واقعہ ہے جس کا مجھے ان دنوں ذاتی طور پر علم ہُوا تھا اور مجھے پُورا یقین ہے کہ جب تک

احمدی لوگ مسلمانوں کی جماعتوں میں اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور جب تک وہ ان ذرائع کو اختیار کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے جن سے استعماری طاقتوں کی پیدا کردہ حکومت اسرائیل کو ختم کرنے میں مدد مل سکے تب تک استعماری طاقتیں بعض لوگوں اور فرقوں کو اِس بات پر آمادہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گی کہ وہ احمدیوں کے خلاف اِس قسم کی نفرت انگیزی اور نکتہ چینی کرتے رہیں تاکہ مسلمانوں میں اتحاد نہ ہو سکے۔

"آپ کی تلاش ہے"

جنابِ الٰہی کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے کندھوں پر اصلاح و تربیت کی جو بھاری ذمہ داری عائد تھی حضور اس کی بجا آوری کے لئے نئے سے نئے طریق اختیار فرماتے رہتے تھے۔ اِس ضمن میں آپ نے ماہِ ہجرت / مئی ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء کے آخری ہفتہ میں "آپ کی تلاش ہے" کے پُرکشش عنوان سے فرزندانِ احمدیت کے نام حسبِ ذیل پیغام شائع فرمایا جو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تنظیمی، اخلاقی اور رُوحانی تعلیمات کا نہایت لطیف خلاصہ اور نچوڑ تھا۔

"۱۔ کیا آپ محنت کرنا جانتے ہیں؟ اتنی محنت کہ تیرہ چودہ گھنٹے دن میں کام کر سکیں۔

۲۔ کیا آپ سچ بولنا جانتے ہیں؟ اتنا کہ کسی صورت میں آپ جھوٹ نہ بول سکیں؟ آپ کے سامنے آپ کا گہرا دوست اور عزیز بھی جھوٹ نہ بول سکے؟ آپ کے سامنے کوئی اپنے جھوٹ کا بہادرانہ قصہ سُنائے تو آپ اس پر اظہارِ نفرت کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

۳۔ کیا آپ جھوٹی عزت کے جذبات سے پاک ہیں؟ گلیوں میں جھاڑو دے سکتے ہیں؟ بوجھ اُٹھا کر گلیوں میں پھر سکتے ہیں۔ بلند آواز سے ہر قسم کے اعلان بازاروں میں کر سکتے ہیں۔ سارا سارا دن پھر سکتے ہیں اور ساری ساری رات جاگ سکتے ہیں؟

۴۔ کیا آپ اعتکاف کر سکتے ہیں؟ جس کے معنے ہوتے ہیں (الف) ایک جگہ دنوں بیٹھے رہنا (ب) گھنٹوں بیٹھے وظیفہ کرتے رہنا (ج) گھنٹوں اور دِنوں کسی انسان سے بات نہ کرنا۔

۵۔ کیا آپ سفر کر سکتے ہیں؟ اکیلے اپنا بوجھ اُٹھا کر۔ بغیر اس کے کہ آپ کی جیب میں کوئی پیسہ ہو۔ دشمنوں اور مخالفوں میں، ناواقفوں اور ناآشناؤں میں؟ دِنوں، ہفتوں اور مہینوں۔

۶۔ کیا آپ اِس بات کے قائل ہیں کہ بعض آدمی ہر شکست سے بالا ہوتا ہے؟ وہ شکست کا نام سُننا پسند نہیں کرتا۔ وہ پہاڑوں کو کاٹنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ دریاؤں کو کھینچ لانے پر آمادہ ہو

جاتا ہے۔اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اِس قُربانی کے لئے تیار ہو سکتے ہیں؟

۷۔ کیا آپ میں ہمت ہے کہ سب دُنیا کہے نہیں اور آپ کہیں ہاں؟ آپ کے چاروں طرف لوگ ہنسیں اور آپ اپنی سنجیدگی قائم رکھیں۔لوگ آپ کے پیچھے دوڑیں اور کہیں کہ ٹھہر تو جا ہم تجھے ماریں گے اور آپ کا قدم بجائے دوڑنے کے ٹھہر جائے اور آپ اس کی طرف سر جُھکا کر کہیں لو مار لو۔آپ کسی کی نہ مانیں کیونکہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مگر آپ سب سے منوالیں کیونکہ آپ سچے ہیں۔

۸۔ آپ یہ نہ کہتے ہوں کہ مَیں نے محنت کی مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ناکام کر دیا بلکہ ہر ناکامی کو آپ اپنا قصور سمجھتے ہوں۔آپ یقین رکھتے ہوں کہ جو محنت کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور جو کامیاب نہیں ہوتا اُس نے محنت ہرگز نہیں کی۔

اگر آپ ایسے ہیں تو آپ اچھا مبلّغ اور اچھا تاجر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر آپ ہیں کہاں، خدا کے ایک بندہ کو آپ کی دیر سے تلاش ہے۔اے احمدی نوجوان ڈھونڈھ اس شخص کو اپنے صُوبہ میں، اپنے شہر میں، اپنے محلہ میں، اپنے گھر میں، اپنے دِل میں کہ اسلام کا درخت مُرجھا رہا ہے اسی کے خُون سے وہ دوبارہ سرسبز ہوگا۔ مرزا محمود احمد" [1]

بانیٔ پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح کی وفات اور سقوطِ حیدرآباد کے مصائب اور حضرت مصلح موعودؓ

ستمبر ۱۹۴۸ء میں قائدِاعظم محمد علی جناح کی وفات اور حیدرآباد (دکن) کی شکست کے پے در پے صدموں نے مسلمانانِ پاکستان میں ایک زلزلہ سا برپا کر دیا۔اِس نازک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کو عالمِ رؤیا میں بتایا گیا کہ یہ تازہ مصائب پاکستان کی قوّت وطاقت میں کمزوری کی بجائے اضافہ کا موجب بن جائیں گے۔

اللہ جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ سے یہ بشارت ملنے پر حضور نے ۲۱؍ظہور ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کے الفضل میں ایک مفصّل مضمون تحریر فرمایا جس میں پہلے تو اپنی خواب بیان فرمائی ازاں بعد لکھا۔

"مَیں اِس رؤیا کی بناء پر سمجھتا ہوں کہ گو یہ دونوں واقعات مسلمانوں کے لئے نہایت تکلیف دہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان صدمات کو چھوٹا کر دے گا اور مسلمانوں کو ان کے بد اثر سے محفوظ رکھے گا۔اگر مسلمان خدا تعالیٰ پر توکّل کا اظہار کریں اور کسی لیڈر کی وفات کا جو سچا ردِّ عمل ہوتا ہے وہ اپنے اندر پیدا کریں یعنی اس کی

---

[1] الفضل ۲۲؍ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صـ۲

نیک خواہشات کو پُورا کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً مسٹر جناح کی وفات مسلمانوں کی تباہی کا موجب نہیں بلکہ مسلمانوں کی مضبوطی کا موجب ہوگی۔

بانئ سلسلہ احمدیہ جب فوت ہوئے ہیں اُس وقت میری عمر انیس ۱۹ سال کی تھی۔ اُن کی وفات اِسی لاہور میں ہوئی تھی اور ان کی وفات کی خبر سُنتے ہی شہر کے بہت سے اوباشوں نے اُس گھر کے سامنے شور وغوغا شروع کر دیا تھا جس میں اُن کی لاش پڑی تھی اور ناقابلِ برداشت گالیاں دیتے تھے اور ناپسندیدہ نعرے لگاتے تھے۔ مجھے اُس وقت کچھ احمدی بھی اُکھڑے اُکھڑے نظر آتے تھے تب مَیں بانئ سلسلہ احمدیہ کے سرہانہ جا کر کھڑا ہو گیا اور مَیں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ عرض کی کہ اگر ساری جماعت بھی مُرتد ہو جائے تو مَیں اس مِشن کو پھیلانے کے لئے جس کے لئے خدا نے انہیں مبعوث کیا تھا کوشش کروں گا اور اس کام کو پُورا کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے میرے عہد میں ایسی برکت دی کہ احمدیت کے مخالف خواہ ہمارے عقیدوں کے متعلق کچھ کہیں یہ تو ان میں سے کوئی ایک فرد بھی نہیں کہہ سکتا کہ بانئ سِلسلہ احمدیہ کی وفات پر جو طاقت جماعت کو حاصل تھی اتنی طاقت آج جماعت کو حاصل نہیں۔ ہر شخص اقرار کرے گا کہ اس سے درجنوں گنے زیادہ طاقت اِس وقت جماعت کو حاصل ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ مسلمان جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر کو پہچانتے تھے سچے دِل سے یہ عہد کرلیں کہ جو منزلِ پاکستان کی اُنہوں نے تجویز کی تھی وہ اس سے بھی آگے اسے لیجانے کی کوشش کریں گے اور اِس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پُوری تندہی سے اس کو نبھانے کی کوشش بھی کریں تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دُنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا۔

حیدرآباد کے معاملہ کے متعلق بھی مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر مسلمان حوصلہ سے کام لیں تو حیدرآباد کا مسئلہ کوئی ناقابلِ تلافی مصیبت نہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حیدرآباد اپنے حالات کے لحاظ سے انڈین یونین میں ہی شامل ہونا چاہیئے تھا جس طرح کہ کشمیر اپنے حالات کے لحاظ سے پاکستان میں ہی شامل ہونا چاہیئے مَیں تو شروع دن سے مسلمانوں کو اِس امر کی طرف توجّہ دلاتا رہا ہوں۔ اور میرے نزدیک اگر حیدرآباد اور کشمیر کے مسئلے کو اکٹھا رکھ کر حل کیا جاتا تو شاید اُلجھنیں پیدا ہی نہ ہوتیں لیکن بعض دفعہ لیڈر عوام النّاس کے جذبات سے اتنے مرعُوب ہوتے ہیں کہ وہ وقت پر صحیح رستہ اختیار کر ہی نہیں سکتے۔ حیدرآباد کی پُرانی تاریخ بتا رہی ہے کہ حیدرآباد کے نظام کبھی بھی لڑائی میں اچھے ثابت نہیں ہوئے۔

چونکہ میرے پردادا اور نظام الملک کو ایک ہی سال میں خطاب اور عُہدہ ملا تھا اِس لئے مجھے اس خاندان کی تاریخ کے ساتھ کچھ دلچسپی رہی ہے۔ ۱۷۰۷ء میں ہی ان کو خطاب ملا اور ۱۷۰۷ء[۱] میں ہی میرے پردادا مرزا فیض محمدؒ خاں صاحب کو خطاب ملا تھا۔ ان کو نظام الملک اور میرے پردادا کو عضد الدّولہ۔ اِس وقت میرے پاس کاغذات نہیں ہیں جہاں تک عُہدے کا سوال ہے غالباً نظام الملک کو پہلے پانچ ہزاری کا عُہدہ ملا تھا لیکن مرزا فیض محمدؒ صاحب کو ہفت ہزاری کا عُہدہ ملا تھا۔ اس وقت نظام الملک باوجود دکن میں شورش کے دِلّی میں بیٹھے رہے اور تب دکن گئے تھے جب دکن کے فسادات مِٹ گئے تھے۔ سلطان حیدر الدین کی جنگوں میں بھی حیدرآباد نے کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھایا تھا۔ مرہٹوں کی جنگوں میں بھی اس کا رویّہ اچھا نہ تھا۔ انگریزوں کے ہندوستان میں قدم جمنے میں بھی حیدرآباد کی حکومت کا بہت کچھ دخل تھا مگر جہاں بہادری کے معاملہ میں نظام کبھی اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ وہاں عام دُور اندیشی و انصاف اور علم پروری میں یقیناً یہ خاندان نہایت اعلیٰ نمونہ دکھاتا رہا اور اسی وجہ سے کسی اَور ریاست کے باشندوں میں اپنے رئیس سے اتنی محبّت نہیں پائی جاتی جتنی کہ نظام کی رعایا میں نظام کی پائی جاتی ہے۔ انصاف کے معاملہ میں میرا اثر یہی رہا ہے کہ حیدرآباد کا انصاف برطانوی راج سے بھی زیادہ اچھا تھا۔ ہندو مسلمانوں کا سوال کبھی نظاموں نے اُٹھنے نہیں دیا اور ان خوبیوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہی ہندوستان کے مسلمانوں میں مقبول رہے۔ لیکن جہاں یہ صحیح ہے کہ حیدرآباد کا نظام خاندان کبھی بھی جنگی خاندان ثابت نہیں ہوا وہاں یہ بھی درست ہے کہ حیدرآباد کی رعایا بھی جنگی رعایا نہیں۔ کوئی نئی رُوح ان کو جنگی بنا سکتی تھی مگر نواب بہادر یار جنگ کی وفات کے بعد وہ نئی رُوح حیدرآباد میں نہیں رہی۔ سیّد قاسم رضوی کے جاننے والے جانتے ہیں کہ بہادر یار جنگ والی رُوح ان میں نہیں۔ بہادر یار جنگ علاوہ اعلیٰ درجہ کے مقرر ہونے کے عملی آدمی بھی تھے۔ قاسم رضوی صاحب مقرر تو ہیں مگر اعلیٰ درجہ کے عملی آدمی نہیں ہیں۔ شہزادہ برار کے اندر بھی کوئی ایسی رُوح نہیں۔ شہزادہ برار نے آج سے اکیس[۲۱] سال پہلے بعض مہاسبھائی ذہنیّت کے لوگوں سے ایک خُفیہ معاہدہ کیا تھا جس میں یہ اقرار کیا تھا کہ جب مَیں برسرِ حکومت آؤں گا مَیں فلاں فلاں رعائتیں ہندو قوم کو دوں گا۔ یہ معاہدہ ان کے ایک مخلص مصاحب کے علم میں آگیا اور اس نے ان کے کاغذات میں سے معاہدہ نکال کر مجھے پہنچا دیا۔ اس وقت معلوم ہُوا کہ شہزادہ برار کو جیب خرچ نہیں ملتا اور بعض ہندوؤں نے انہیں روپیہ دینا شروع کر دیا تھا جس کی بناء پر انہوں نے یہ

---

[۱] اس سلسلہ میں محمد فرخ غازی شاہنشاہ ہند کے منشور کا متن سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۲۸ میں شائع شدہ ہے جو ۱۷۱۶ء کا ہے مرزا فیض محمد حضرت مسیح موعودؑ کے پردادا کے والد تھے۔ (مؤلف)

معاہدہ کیا تھا۔ میں نے اِس معاہدہ کی اطلاع گورنمنٹ آف انڈیا کو دی اور اس کو توجہ دلائی کہ اتنی بڑی سلطنت کے ولی عہد کو جیب خرچ نہ ملنا نہایت خطرناک بات ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے اس حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے عملاً شہزادے کا جیب خرچ مقرر کرا دیا جو غالباً دس ہزار یا بیس ہزار روپیہ ماہوار تھا ایسے انسان سے کس طرح اُمید کی جاسکتی تھی کہ وہ اس نازک وقت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر قوم کی راہنمائی کرے گا۔ پس حیدر آباد کا واقعہ گو مسلمانوں کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ ہے لیکن جو کچھ اِس وقت ہوا ہے تاریخی واقعات کی ایک لمبی زنجیر کی آخری کڑی ہے۔ بے شک آج مسلمان اِس بات کا خیال کر کے بہت ہی شرم محسوس کرتے ہیں کہ تین دن پہلے مسلمانوں کے لیڈر حیدر آباد سے یہ براڈکاسٹ کر رہے تھے کہ ہم دِلّی کے لال قلعہ کی طرف آرہے ہیں اور تین دن کے اندر اندر انہوں نے ہتھیار بھی ڈال دیئے اور ان ساری اُمیدوں کو چھوڑ دیا جو ربع صدی سے اپنے دِلوں میں لئے بیٹھے تھے۔ مگر میں سمجھتا ہوں یہ ابتلاء بھی اگر پاکستان کے مسلمانوں کے عوام کو اور بلند کرنے کا موجب ہو جائے تو بلاءِ زحمت نہیں بلکہ بلاءِ رحمت ہوگا۔

خدا تعالیٰ عام دُنیاوی دروازے بند کر کے مسلمانوں کو بُلا رہا ہے کہ میری طرف آؤ۔ خدا کی رحمت کا دروازہ اَب بھی کھُلا ہے کاش مسلمان اپنی آنکھیں کھولیں اور اس کی آواز پر لبیک کہیں۔ اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو سکتا خدا کے فرشتے جو ہیں اس کو اُونچا رکھیں گے۔ ہمیں تو اِس بات کی فکر کرنی چاہیئے کہ خدا کے فرشتوں کے ہاتھوں کے ساتھ ہمارے ہاتھ بھی اس جھنڈے کو سہارا دے رہے ہوں۔ اے خدا تُو مسلمانوں کی آنکھیں کھول کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں، تیری آواز کو سُنیں اور اسلام پھر سے معزز اور مؤقر ہو جائے۔"[1]

حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے رسالہ "احمدیت کا پیغام" کی تصنیف و اشاعت، اسکی مقبولیت اور غیر ملکی زبانوں میں تراجم

۳۰-۳۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو جماعتِ احمدیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ مقرر تھا۔

بابو قاسم الدین صاحب اُن دنوں جماعت ہائے احمدیہ سیالکوٹ کے امیر تھے۔ آپ رتن باغ میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضور ہمارے جلسہ کے موقع پر جماعت

---

[1] الفضل ۲۱ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲-۳

کے نام کوئی پیغام مرحمت فرمائیں[۱] اس پر حضور نے ایک نہایت بصیرت افروز مضمون رقم فرمایا جو نظارت دعوت و تبلیغ نے جلسہ سے قبل چھپوا دیا جس میں سے چار ہزار کی تعداد میں جماعت سیالکوٹ نے پانچ سو روپیہ نقد قیمت ادا کر کے خرید لیا۔[۲]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا یہ خاص پیغام حضور کے نمائندہ خصوصی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب (ناظر امور عامہ) نے جلسہ کے آخری اجلاس میں (جبکہ حاضری معمول سے زیادہ تھی) پڑھ کر سنایا۔ جلسہ میں معزز غیر احمدی اصحاب خاص طور پر مدعو تھے شاہ صاحب نے یہ پیغام چار بج کر ۔ امنٹ پر پڑھنا شروع کیا اور پانچ بج کر چالیس منٹ پر ختم کیا۔ اس ڈیڑھ گھنٹہ میں جو سکون اور خاموشی جلسہ گاہ پر طاری تھی وہ اپنی نظیر آپ تھی۔[۳] پیغام کے بعد اجتماعی دعا ہوئی اور اس کی چار ہزار کاپیاں حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔[۴]

رسالہ "احمدیت کا پیغام" ایک تبلیغی شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اردو[۵] کے علاوہ

---

[۱] مکتوب بابو قاسم الدین صاحب مورخہ ۲۹ ر اخاء / اکتوبر ۱۳۴۵ہش / ۱۹۶۶ء بنام "مؤلف تاریخ احمدیت"۔ مکرم بابو صاحب کا بیان ہے کہ "میری درخواست پر از راہِ شفقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے "لوائے احمدیت" بھی میری ذمہ داری پر جماعت احمدیہ شہر سیالکوٹ کو دیئے جانے کی منظوری عطا فرمائی چنانچہ "لوائے احمدیت" اس تقریب پر لہرایا گیا"۔ [۲] الفضل ۱۳ نبوت / نومبر ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۶۔ [۳] یہ مکمل پیغام الفضل (۶ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء) کے ایک ہی ایشوع میں شائع کر دیا گیا تھا۔ [۴] اخبار "انقلاب" لاہور نے "جماعت احمدیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ" کے زیرِ عنوان اس جلسہ کی حسب ذیل خبر شائع کی:۔

"سیالکوٹ (اپنے نامہ نگار سے) یکم نومبر۔ سیالکوٹ شہر کی جماعتِ احمدیہ کا سالانہ اجلاس کل ۳۱ ر اکتوبر کو ساڑھے پانچ بجے کے قریب ختم ہوا۔ اس کے پانچ اجلاس منعقد ہوئے جن میں سے ایک کی صدارت پاکستانی فوجوں کے کمانڈر بریگیڈیر لطیف نے کی۔ بریگیڈیر لطیف نے اپنی صدارتی تقریر میں پاکستانی عوام کو ہر خطرے (کے لئے) حقیقۃً طیار رہنے اور کمرِ ہمت کس لینے کی تلقین کی۔ جلسے میں اور مضامین کے علاوہ اسلامی حکومت کے فرائض، پاکستان کے استحکام و ترقی کے وسائل، انصار و مہاجرین کے باہمی تعلقات، فریضہ جہاد اور صحابہ کرامؓ کے جنگی کارناموں کے موضوع پر بھی تقریریں ہوئیں۔ سب سے آخری اجلاس میں امام جماعت احمدیہ کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا جو بعد میں پمفلٹ کی صورت میں چھپا ہوا تقسیم بھی کیا گیا۔ اس جلسے میں مسجد لنڈن کے امام مسجد جے۔ ڈی شمس نے بھی تقریریں کیں۔" (انقلاب ۳ نومبر ۱۹۴۸ء)

[۵] جماعتی اداروں (نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور وقفِ جدید ربوہ وغیرہ) کے علاوہ میاں فاروق احمد صاحب نے بام ویو ۵ ڈیوس روڈ لاہور سے اس کا ایک نہایت دیدہ زیب ایڈیشن ماہ فتح / دسمبر ۱۳۴۹ہش / ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔

سندھی[1]، پشتو[2]، بنگالی[3]، فارسی[4]، انگریزی[5] اور عربی تراجم بھی چھپ کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

حضرت امیر المومنینؓ کا بصیرت افروز لیکچر مینارڈ ہال لاء کالج لاہور میں

۱۲ فتح/دسمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے ساڑھے چھ بجے شب لاہور لاء کالج کے مینارڈ ہال میں "موجودہ حالات میں عالمِ اسلام کی حیثیت اور اس کا مستقبل" کے موضوع پر ایک بصیرت افروز لیکچر دیا۔ اس لیکچر کا اہتمام و انصرام احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن نے کیا اور صدارت کے فرائض آنریبل جسٹس ایس۔اے۔ رحمٰن صاحب نے انجام دیئے۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جس میں ہر طبقہ کے معزز اور تعلیم یافتہ اصحاب شامل تھے۔ حضور کی تقریر اوّل سے آخر تک نہایت دلچسپی، اطمینان اور سکون کے ساتھ سُنی گئی۔

تلاوتِ قرآن کریم کے بعد (جو مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے کی) حضور نے تقریر شروع فرمائی۔ تقریر کے پہلے حصے میں حضور نے اِن دو سوالوں پر روشنی ڈالی (۱) دُنیا میں عالمِ اسلام کو کیوں الگ حیثیت حاصل ہے؟ (۲) موجودہ سیاسی حالات کیا ہیں اور وہ عالمِ اسلام پر کس طرح اثر انداز ہو رہے ہیں؟ اِس ضمن میں حضور نے بتایا کہ اسلام کی بعض خصوصیات کی وجہ سے جب بھی یورپین ممالک کے سامنے کسی اسلامی ملک کا سوال آتا ہے تو وہ اس سوال کو علاوہ سیاسی اور مقامی رنگ دینے کے اسے مذہبی اور بین الاقوامی سوال بھی بنا لیتے ہیں اور اِس طرح گویا وہ خود عالمِ اسلام کی ایک الگ حیثیت قرار دے لیتے ہیں۔ دُنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس وقت اسلامی ممالک پر جس رنگ میں اثر انداز ہو رہی ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے ان وجوہ پر بھی روشنی ڈالی جن کی بناء پر یہ طاقتیں عالمِ اسلام کو کمزور کرنے کی خواہاں ہیں۔

عالمِ اسلام کے مستقبل پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ میرے نزدیک عالمِ اسلام کا مستقبل بالکل

---

[1] سندھی کا پہلا ایڈیشن ڈاکٹر احمد دین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد ڈویژن نے اور دوسرا صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقفِ جدید ربوہ نے دسمبر ۱۹۶۳ء میں چھپوایا۔ [2] مترجم محمد اقبال صاحب ایم۔اے ناشر ناظم ارشاد وقفِ جدید ربوہ۔ [3] پہلا بنگالی ایڈیشن ۱۹۴۹ء میں چھپا جس کے مترجم مولوی عبدالحفیظ صاحب (ڈھاکہ) تھے۔ [4] شیخ عبدالواحد صاحب مبلغ ایران نے ترجمہ کیا جس کو پہلے حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن نے پھر وکالتِ تبشیر تحریکِ جدید ربوہ نے ستمبر ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔ [5] (ناشرین):۔ مہتمم صاحب نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔ دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن ربوہ۔ وکالتِ تبشیر تحریکِ جدید ربوہ۔

محفوظ ہے بشرطیکہ قرآن کریم نے ہمارے لئے کامیابی کے جو ذرائع مقرر فرمائے ہیں ہم ان پر عمل کریں۔ حضور نے ان ذرائع کا ذکر کرتے ہوئے متعدد اہم تجاویز پیش فرمائیں جن میں سے بعض یہ ہیں (۱) جب اسلامی ممالک سے معاملہ پڑنے پر یورپ خود ان کی ایک جُدا گانہ حیثیت قرار دے دیتا ہے تو کیوں نہ اسلامی ممالک سچ مچ آپس میں اِس قسم کا اتحاد پیدا کر کے صحیح معنوں میں ایک عالمِ اسلام قائم کرلیں جس کا ہر ایک رُکن اپنے ملک کی قومیت کے علاوہ اپنے آپ کو ایک بڑی قومیت یعنی عالمِ اسلامی کا رُکن قرار دے۔

(۲) اسلامی ممالک کو باہمی رقابتیں دُور کر کے ایک دوسرے کی خاطر قربانی کرنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔

(۳) اسلامی ممالک کے باشندوں کو ایک دوسرے کے ملک میں بکثرت آنا جانا چاہیئے۔ اس سلسلے میں نوجوانوں کو سوسائٹیاں قائم کر کے اجتماعی طور پر کوشش کرنی چاہیئے۔

(۴) اسلامی ممالک کو ایک دوسرے سے بکثرت تجارتی تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔

(۵) جن علاقوں کے مسلمان نسبتاً زیادہ پسماندہ ہیں مثلاً مغربی اور مشرقی افریقہ وغیرہ ہمیں امدادی انجمنیں قائم کر کے ان کی مدد کرنی چاہیئے۔

(۶) قرآن کریم نے اسلام کی ترقی کا سب سے بڑا گر تبلیغِ اسلام بیان فرمایا ہے ہمیں اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

آخر میں صدرِ محترم نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا میں احمدیہ انٹر کالیجیئیٹ ایسوسی ایشن کا شکر گزار ہوں کہ جس نے اِس فاضلانہ تقریر کے سُننے کا ہمیں موقع بہم پہنچایا۔ جناب مرزا صاحب نے تھوڑے سے وقت میں بہت وسیع مضمون بیان فرمایا اور اس کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے جو تعمیری تجاویز بیان فرمائی ہیں وہ نہایت ہی قابلِ قدر ہیں ہمیں ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ [۱]

---

[۱] الفضل ۱۴ ؍ فتح ؍ دسمبر ۱۳۲۷ھش ؍ ۱۹۴۸ء صفحہ ۲

فصل چہارم

حضرت مصلح موعودؓ کے مقدس ہاتھوں سے اشاعتِ اسلام کے نئے مرکزِ توحید ربوہ کا رُوح پرور افتتاح

مرکزِ پاکستان کی مجوّزہ اراضی کا تاریخی پس منظر

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے مرکزِ پاکستان کے لئے تحصیل چنیوٹ کے چک ڈھگیاں کی ۱۰۳۴ ایکڑ اراضی کے حصول کا واقعہ پچھلی جلد میں گزر چکا ہے۔ حال کی ایک تحقیق سے انکشاف ہوا ہے کہ یہ وہی سرزمین ہے جہاں سے اموی بادشاہ ولید بن عبدالملک کے نامور عرب جرنیل حضرت محمدؒ بن قاسمؒ نے سندھ اور ملتان کی فتح کے بعد اپنے لشکرِ جرّار سمیت دریائے چناب کو عبور کیا اور کشمیر کی طرف پیش قدمی کی تھی اس موقع پر عرب فوج اور چنیوٹ کے ہندو راجہ کی خون ریز جنگ ہوئی اور چنیوٹ کو فتح کرتے ہوئے تقریباً سو مجاہدوں نے جامِ شہادت نوش کیا چنانچہ آج تک اِس سرزمین میں شہیدوں کا قبرستان موجود ہے۔ ڈاکٹر عبدالحمید خاں ایم۔اے پی ایچ۔ڈی۔ رائل پاکستان نیوی اپنی کتاب "محمدؒ بن قاسم پاکستان میں" کے صفحہ ۲۱، ۲۲ پر لکھتے ہیں:۔

"عرب فوج کا کشمیر جانے کا راستہ ملتان سے تلنبہ پھر شور کوٹ جو ضلع جھنگ میں آباد ہے پھر کوٹ کمالیہ کی طرف تھا جو ضلع لائلپور کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ اس کے بعد مشہور جگہ جو عرب فوج کے راستہ میں پڑی وہ چندرود ہے جو ہر عرب نقشہ میں درج ہے جو میرے خیال میں چنیوٹ کا مشہور شہر ہے یہ ضلع جھنگ کی ایک تحصیل ہے اِس کی وجہ یہ ہے چندرود ہر عرب نقشہ میں دریائے سندھ رود کے بائیں کنارے پر درج ہے اور سندھ رود دریائے چناب کا دوسرا نام ہے۔

چندرود یا چنیوٹ دریائے چناب کے کنارے ایک بہت ہی قدیم شہر ہے اور جس وقت عرب فوج نے اس شہر پر حملہ کیا تو ایک ہندو راجہ یہاں حکمران تھا۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سکندرِ اعظم

نے سانگلا پر حملہ کیا تو وہاں ایک جنگلی گروہ کی فوج سے اس کا مقابلہ ہوا اور سانگلا کا راجہ شکست کھا کر بھاگا جب ہیون سانگ سانگلا پہنچا تو سانگلا بالکل تباہ ہو چکا تھا۔ ۶۳۰ء میں ہیون سانگ نے دیکھا کہ شہر کی دیواریں خستہ حالت میں تھیں مگر ان کے نشانات باقی تھے جن سے اس نے اندازہ لگایا کہ شہر ۲½ میل کے رقبہ میں آباد تھا۔"

"عربوں کے لئے اِس واسطے سانگلا جانے کا کوئی امکان نہ تھا کیونکہ سکندرِ اعظم نے مدّت ہوئی اسے ختم کر دیا تھا۔ اس شہر کی شہرت چندر ود نے چھین لی تھی جسے آج کل چنیوٹ کہتے ہیں اور یہ جگہ سانگلا سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر دریائے چناب کے کنارے آباد ہے۔ عرب فوج کے تقریباً ۱۰۰ سو سپاہی چنیوٹ کو فتح کرنے میں کام آئے۔ ان شہیدوں کا قبرستان اَب تک چنیوٹ کے باہر موجود ہے۔ چندر ود یا چنیوٹ ریاست عیفان کا دارالخلافہ تھا جس کے متعلق بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں نہایت دلچسپ کہانی لکھی ہے۔ اس شہر چنیوٹ کے قریب سندھ سے کشمیر جانے والے مسافر دریائے چناب کو عبور کرتے تھے کیونکہ چنیوٹ سے کشمیر جانے کے لئے راستہ بالکل سیدھا تھا جو پنج مہات یا جہلم میں سے گزرتا تھا اس لئے عرب جرنیل محمد بن قاسم چنیوٹ سے جہلم اور پھر کشمیر گیا۔"

حضرت مصلح موعودؓ کی فوری ہدایات مرکزِ پاکستان کی اراضی سے متعلق

۱۱ جون ۱۹۴۸ء (مطابق ۱۱ احسان ۱۳۲۷ہش) کو حکومتِ مغربی پنجاب نے جماعتِ احمدیہ کے نئے مرکزِ پاکستان کے لئے منظوری دے دی جس کی اطلاع ملتے ہی حضرت مصلح موعودؓ نے کوئٹہ سے فوری طور پر حسبِ ذیل تفصیلی ہدایات جاری فرمائیں :-

"فوراً ایک کمیٹی اِس لئے بنا دی جائے کہ :-

۱۔ جگہ کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا جائے کہ مرکزی دفتر کہاں بنائے جائیں گے۔ مقبرہ کہاں ہوگا (مقبرے دو ہونے چاہئیں عام اور مقبرہ بہشتی) مسجد۔ کالج۔ سکول۔ مدرسہ احمدیہ۔ کالج احمدیہ۔ ہسپتال۔ زنانہ سکول۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ وغیرہ سرِدست ایک سَو سے ڈیڑھ سَو ایکڑ تک قصبہ کے لئے ریزرو کی جائے مگر نقشہ اِس طرح ہو کہ آئندہ وسعت سے جگہ خراب نہ ہو۔

۲۔ پانی کے انتظام کے لئے فوراً سروے کر کے اور نیچی طرف ایک ٹیوب ویل کا کام فوراً شروع کروا دیا جائے۔

۳ ۔مٹی کے تیل کا کوٹہ فوراً منظور کروایا جائے۔

۴ ۔غلہ پانچ چھ ہزار من فوراً سال کی ضرورتوں کے لئے خرید لیا جائے اِس کے لئے انجمن رقم فوراً منظور کر دے۔ سوا سو من ہمارے لئے خرید لیا جائے مَیں قیمت دوں گا۔

۵ ۔بھینسیں دو میرے لئے خرید کر احمد نگر میں رکھ دی جائیں اور سلسلہ کے لئے بھی تا فوراً دودھ کی کمی نہ ہو۔

۶ ۔پانی کا انتظام ہو جائے تو فوراً چاروں طرف درخت لگانے کا پروگرام بنایا جائے بطور باڑ کے۔

۷ ۔تحقیق کی جائے کہ کس کس قسم کے پھل دار درخت یا دوسرے درخت اِس علاقہ میں لگ سکتے ہیں۔

۸ ۔سب سے پہلے مسجد کی بُنیاد رکھی جائے مگر فیصلہ کیا جائے کہ کس ترتیب سے باقی مکانات بنانے چاہئیں۔

۹ ۔شہر بنانے کے لئے فوراً کچھ آبادی کی ضرورت ہے غور کیا جائے کہ فوراً یہ آبادی کس طرح کی جائے؟

۱۰ ۔بجلی پیدا کرنے کے لئے انجن کی خط و کتابت کی جائے۔

۱۱ ۔نقشہ آئندہ قصبہ کا جو میاں عبدالرشید صاحب نے تیار کیا تھا مَیں نے میاں بشیر احمد صاحب کو بھجوایا تھا اَب اس کے ٹکڑے الگ الگ حصّوں کے بڑے سکیل پر بنوا لینے چاہئیں تا تمام تفصیلات پر غور ہو سکے۔

۱۲ ۔زمین کی قیمت داخل ہونے اور قبضہ لینے کے ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا جائے (مگر اس سے پہلے ہرگز کوئی اعلان نہ ہو)

(الف) چھ ماہ کے اندر اندر جو لوگ قادیان کے سابق احمدی باشندے یا ایسے غیر احمدی باشندے تھے جو ہم سے تعلق رکھتے تھے اور خواہ مخواہ ہماری مخالفت نہ کرتے تھے مکان بنانے کا ارادہ کریں گے ان کو دس مرلہ زمین مکان بنانے کے لئے مُفت دی جائے گی درخواستیں فوراً آنی شروع ہو جانی چاہئیں مگر یہ شرط ہو گی کہ آبادی کی شرائط کی پابندی کا وعدہ کریں۔ ۲۔چھ ماہ کے اندر مکان بنانا شروع کر دیں اور مکان شروع ہونے سے تین ماہ کے اندر مکان مکمل کر لیں۔ ۳۔نقشہ مقررہ کی پَیروی کریں۔ ۴۔کوئی دُکان کی عمارت پرائیویٹ نہ ہو گی دُکان کی عمارتیں کُلّی طور پر سلسلہ کی مِلکیت ہوں گی اور کرایہ پر دی جائیں گی۔ کسی کو گھر پر تجارت کرنے یا مکان کے کسی حصّہ کو دُکان کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔

(ب) اس کے علاوہ جو لوگ زمین خریدنا چاہیں ان کو ایک ماہ تک پچاس روپے کنال کے حساب سے زمین ملے گی مگر شرط یہ ہو گی کہ زمین کا قبضہ مکان بناتے ہوئے ملے گا کوئی ٹکڑا معین پہلے سے نہ کیا جائے گا اس سے آبادی مسلسل نہیں رہتی جو پہلے مکان بنائے گا اسے پہلے زمین مل جائے گی اور بعد میں مکان بنانے والے کو اس جگہ زمین ملے گی جہاں زمین خالی ہو گی۔

(ج) ایک ماہ کے اندر جن کی قیمت وصول نہ ہو گی ان کے لئے دوسری قیمت کا اعلان کیا جائیگا۔

نوٹ:۔ میرے لئے سو کنال زمین وقف کر دی جائے میں پانچ ہزار کا چیک بھجوا رہا ہوں۔ زمین کی قیمت ۲/۳ صدر انجمن احمدیہ ادا کرے اور ۱/۳ تحریک۔ اس نسبت سے علاقہ کی دونوں انجمنیں مالک ہوں گی۔"[۲][۳]

تعمیر کمیٹی کی تشکیل

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ کے فرمانِ مبارک (دستی ملہ) کی تعمیل میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اپنے ہنگامی اجلاس منعقدہ ۱۹ ماہ احسان / جون ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء میں مندرجہ ذیل دس ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تجویز کی۔[۴]

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ (صدر)

۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

۳۔ حضرت نواب محمد الدین صاحب

۴۔ ناظر اعلیٰ (حضرت نواب عبد اللہ خاں صاحب)

۵۔ وکیل الدیوان (مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور)

۶۔ ناظر امور عامہ (صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب)

۷۔ ڈاکٹر عبد الاحد صاحب (ڈائریکٹر فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور)

۸۔ سید محمود اللہ شاہ صاحب (ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ)

---

[۱] جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور کا بیان ہے کہ "حضور نے مجھے فرمایا کہ ربوہ کی ۱۰۳۴ ایکڑ زمین کی کل قیمت کا اندازہ رجسٹری کے اخراجات شامل کر کے ۱۲ ہزار بنتا ہے اگر تحریکِ جدید ۴ ہزار روپے دیدے تو ربوہ کی ملکیت میں اس کا ۱/۳ حصہ ہو جائے گا جس پر تحریکِ جدید نے اس سلسلہ میں چار ہزار روپے ادا کر دیئے۔" [۲] ریکارڈ دفتر نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ پاکستان

[۳] اس مکتوب پر ۱۲ جون ۱۹۴۸ء کی مہر ثبت ہے۔ [۴] ملاحظہ ہو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ریزولیوشن ۱۲۴ مورخہ ۱۹ احسان ۱۳۲۷ھش۔

۹ - ناظم جائداد (چوہدری صلاح الدین صاحب)

۱۰ - ناظر بیت المال (چوہدری عبدالباری صاحب)

انجمن نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ یہ کمیٹی فوری اجلاس منعقد کر کے صدر انجمن احمدیہ میں رپورٹ پیش کرے غلہ کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت نواب محمد دین صاحب چھ ہزار من کا پرمٹ حاصل کریں۔

۲۶ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ش/۱۹۴۸ء کو صدر انجمن احمدیہ نے تعمیراتی کام کے پیشِ نظر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں سفارش کی کہ تعمیر کمیٹی کے لئے درج ذیل ممبروں[۱] کا تقرر منظور فرمایا جائے :-

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (صدر)۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (سیکرٹری) نواب محمد عبداللہ خاں صاحب۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔ شیخ بشیر احمد صاحب صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس۔

صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اِس سفارش میں یہ بھی عرض کیا گیا کہ "حضرت میاں صاحب کا صدر ہونا اِس لئے ضروری ہے کہ اُن کو تعمیری کام کا ایک لمبا اور وسیع تجربہ ہے اور وہ اِس کام کی ہر شق سے واقف ہیں۔ حضرت میاں صاحب کا صدر ہونا اِس لئے بھی ضروری ہے کہ عملاً اَب بھی انہی کا مشورہ اِس کام میں لیا جاتا ہے۔ اگر وہ خود براہِ راست ہر مرحلہ پر نگرانی فرمائیں گے تو وقت بھی بچ جائے گا اور کام بھی اچھا اور جلدی ہو جائے گا۔"

حضور نے تحریر فرمایا "ریزولیوشن منظور ہے سوائے تعمیر کے سوال کے۔ اِس وقت تعمیر کا کوئی سوال نہیں صرف سامان جمع کرنے کا سوال ہے اور اس کا فیصلہ میری موجودگی میں ہونا ہے اِس وقت سروے کا سوال ہے اور معلومات جمع کرنا۔"

---

[۱] تعمیر کمیٹی کے اِن ممبروں میں بعد کو حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً ردّ و بدل ہوتا رہا چنانچہ ۲۶ ماہ اخاء / اکتوبر ۱۳۲۷ش/۱۹۴۸ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے اِس کمیٹی میں حضرت نواب محمد دین صاحب اور خورشید احمد صاحب (S.D.O) کا بھی اضافہ فرمایا نیز حکم دیا کہ سیکرٹری بجائے مرزا مبارک احمد صاحب کے خورشید احمد صاحب اور اسسٹنٹ سیکرٹری قریشی عبدالرشید صاحب نائب وکیل المال ہوں گے۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے بھی ممبر کی حیثیت سے کام کیا۔ ان کے بعد حسن محمد خان صاحب عارف (نائب وکیل التبشیر) اور سید زمان شاہ صاحبؓ آف جہلم بھی ایک عرصہ تک اسسٹنٹ سیکرٹری کمیٹی کے فرائض بجالاتے رہے۔ یہ کمیٹی براہِ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی زیرِ نگرانی و زیرِ ہدایت کام کرتی تھی۔

چنیوٹ اور احمد نگر میں مرکزی ماحول کے استحکام کے لئے اہم ذیلی انتظامات

ماہِ اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۶ھش / ۱۹۴۷ء سے یعنی اس وقت سے جبکہ نئے مرکز کی مجوزہ اراضی کے حصول کی جدّوجہد کا آغاز ہوا چنیوٹ اور احمد نگر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔ وجہ یہ کہ مرکزی ماحول کو مستحکم کرنے کے لئے ان مقامات پر حضرت مصلح موعودؓ کی خصوصی ہدایات کے مطابق نہایت اہم ذیلی انتظامات بروئے کار لائے گئے چنانچہ یہاں نہ صرف مہاجر احمدیوں کے بسانے کی انتہائی کوشش کی گئی بلکہ شروع میں تعلیم الاسلام ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ و جامعہ اپنے عبوری دَور میں یہاں قائم ہوئے ازاں بعد ۲ / احسان / جون ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کو حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ قادیان کی لائبریری کی کتابیں فی الفور چنیوٹ میں منتقل کر دی جائیں۔ اِس سلسلہ میں حضورؓ نے ناظر اعلیٰ کو حسبِ ذیل ہدایات فرمائیں :-

"دُو چار روز کے اندر ایسا انتظام کیا جائے کہ چنیوٹ میں چند مکانات لے کر ہماری لائبریریاں جو یہاں ہیں وہاں بھجوائی جائیں۔ فوراً ایک دو دن کے اندر لاریوں کا انتظام کر کے کتب بھجوائی جائیں۔ لائبریرین وہاں چلے جائیں تین چار معتبر آدمی مقرر کر دیئے جائیں جو اپنے سامنے ان کو ہوا لگوائیں اور فہرستیں تیار کریں۔ ہر فہرست پر دُو آدمیوں کے دستخط ہوں گے کہ کوئی بددیانتی نہ کر سکے۔

ابھی فوراً لائبریریوں کو چیک کروایا جائے اور جو کتب اور اخبارات کے فائل کم ہوں ان کے متعلق قادیان لکھا جائے کہ آئندہ کنوائے میں انہیں بھجوانے کی کوشش کریں۔

آپ کے پاس دس ہزار کی رقم بجٹ میں سامان خریدنے کے لئے منظور ہے آپ اس میں سے فوراً کتب کے لئے ٹرنک اور پیٹیاں بنوائیں اور ان کے قفل بھی۔ کم از کم بیس پیٹیاں ۳ × ۳ × ۲ (اونچائی۔ طول۔ عرض) کی ہوں اور پھر کتب پر مُہریں لگائی جائیں۔ ٹرنکوں پر چٹوں کی بجائے لائبریریوں کے نام سفیدہ وغیرہ سے لکھے جائیں۔

دُو پرائیویٹ لاریاں خرید لی جائیں۔

ہمارا روپیہ لاہور میں نہیں رہنا چاہیئے جتنا زائد روپیہ ہو وہ کراچی کے بنک میں ہو اور یہاں زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ کافی ہے۔

اُصول یہ ہو کہ اگر EMERGENCY ہو تو اس وقت شیخوپورہ تک پہلا چکر ہو بلکہ شاہدرہ بھی

محفوظ ہے اور اس کے بعد وہاں سے سامان آگے جاتا رہے۔ اصل تو دریا سے پار کرنا ہے۔ کوئی آدمی دوڑایا جائے جو وہاں جاکر مکان لے آئے۔ نواب محمدؐ دین صاحب سے بھی چٹھی لکھوائی جائے کہ ہماری لائبریریوں کی کُتب سڑ رہی ہیں اِس لئے ہمیں فی الحال مکان دئیے جائیں تا کتب تو محفوظ رہ سکیں۔"

حضور کے اِس فرمانِ مبارک کی تعمیل میں وسط/احسان/جون ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء میں کتابوں کو ٹرنکوں میں بھر کر بذریعہ ٹرک چنیوٹ پہنچایا گیا جہاں حکیم غلام حسین صاحب لائبریرین نے مخلوط اور بے ترتیب و بے ربط کتابیں مضمون وار کیں اور قادیان سے آمدہ رجسٹر سے مقابلہ کرکے ایک نئی فہرست مرتّب کی اور اسے استفادہ کے قابل بنا دیا۔[1]

لائبریری کھل جانے کے چند ہفتے بعد حضور انور کی ہدایت پر ماہ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء کو دفتر محاسب کی ایک شاخ بھی چنیوٹ میں قائم کر دی گئی۔[2] ۲۷ ماہ تبوک/ستمبر کو حضور نے حکم دیا کہ دفتر محاسب کو مکمل طور پر چنیوٹ میں منتقل کر دیا جائے لاہور میں اَب صرف دفتر کا ایک ذمہ دار کلرک اور ایک سیف رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت نواب محمدؐ عبداللہ خاں صاحب (ناظر اعلیٰ) نے ۲۷ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء کو محاسب صاحب صدرؐ انجمن احمدیہ پاکستان کے نام یہ مکتوب لکھا۔

"السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضور نے آج کی مجلس میں ارشاد فرمایا ہے کہ دفتر محاسب کو فوری طور پر چنیوٹ میں منتقل کر دیا جائے وہاں ایک سکول کا کمرہ اُن کے پاس موجود ہے اُس میں فی الحال گزارہ کریں اگر وہ کفائت نہ کرے تو سیّد محمود اللہ شاہ صاحب سے امداد حاصل کریں منگل، بدھ اور جمعرات میں روزانہ اخبار میں چوکٹھہ میں موٹے الفاظ میں یہ اعلان ہونا چاہیئے کہ آئندہ تمام رقوم چنیوٹ میں بھجوائی جائیں۔ جمعہ سے یہاں ادائیگیاں بند کر دی جائیں۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار دفتر کا بیکنگ ہو اور تنخواہوں کی ادائیگی یکم اکتوبر سے پہلے کر دی جائے۔ فی الحال بیوی بچوں کو ساتھ نہ لے جایا جائے۔ چنیوٹ جاکر گنجائش اور مکانات کی پڑتال کرنے کے

---

[1] رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۱۳۲۶-۲۷ہش / ۱۹۴۷-۴۸ء صفحہ ۴۵-۴۶ [2] اِس تعلق میں مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ نے ۴ ظہور ۱۳۲۷ہش کو محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کو لکھا:۔ "آپ کل اپنے ریکارڈ اور عملہ کے ساتھ چنیوٹ روانہ ہو جائیں نائب محاسب چوہدری عزیز احمد صاحب کی حسبِ منشا وہاں دفتر کے لئے تین کمروں کا انتظام کر دیا گیا ہے اور اسکے علاوہ رہائش کے واسطے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ (۱) آپ سیّد محمود اللہ شاہ صاحب کے مکان میں رہیں گے (۲) شیخ فضل احمد صاحب اور قریشی محمد عبداللہ صاحب کے لئے فیملی کوارٹر مہیّا کئے گئے ہیں (۳) باقی کلرک ایک جگہ رہیں گے۔"

بعد جو کارکن عیال لے جانا چاہے لے جاسکتا ہے اخراجات انجمن دے گی۔ لاہور میں صرف دفتر محاسب کا ایک ذمہ دار کلرک اور ایک سیف رہنا چاہیئے جو کہ چندوں کی وصولی کا کام کرے اور حسب ہدایت نظارت علیہ پیشگی رقوم ادا کرے۔ اندراجات کی تکمیل تمام وکمال چنیوٹ میں ہوا کرے گی۔ سامان دفتر بھی جو خرید شدہ ہے آپ اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں بہتر ہو کہ ایک مال گاڑی کا انتظام کرالیا جائے تاکہ سب سامان جاسکے لیکن مشورہ سے اندازہ کرلیں کہ ریل کی بجائے اگر ٹرک میں بآسانی اور بکفائت سامان جاسکے تو ٹرک میں لے جایا جائے۔ محمد عبداللہ خاں ناظر اعلیٰ ۲۷/۹/۴۸

جماعت کو مرکز پاکستان کی نسبت پہلی اطلاع اور بعض فیصلوں کا اعلان

صدر انجمن احمدیہ اور تعمیر کمیٹی حضرت امیر المومنین کے ارشادات کی تعمیل میں سرگرم عمل ہو چکی تھی کہ اسی اثناء میں حضور کوئٹہ سے بنفس نفیس لاہور تشریف لے آئے اور قدم قدم پر اسے اپنے مفید مشوروں سے نوازنے اور ہر ضروری معاملہ میں براہ راست راہنمائی فرمانے لگے۔

اِس طرح تعمیر کمیٹی کی جدّوجہد میں اپنی توجّہ سے ایک نئی حرکت پیدا کرنے کے بعد حضور نے ۱۰۔ ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کے خطبہ جمعہ کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو مرکز پاکستان کے لئے خرید اراضی کی پہلی بار مفصل اطلاع دی اور اس کے ضروری مراحل پر روشنی ڈالنے کے بعد بعض گزشتہ تلخ تجربوں کے مدّنظر اِس نئی اراضی پر مکانات بنانے کے متعلق مندرجہ ذیل فیصلوں کا اعلان فرمایا:-

"۱۔ مکانوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔ قادیان میں لوگوں نے زمین خرید کر اُسے خالی ہی پڑا رہنے دیا اور مکانات وغیرہ نہیں بنائے تھے جس کی وجہ سے ہم پوری طرح حفاظت کا بندوبست نہ کرسکے۔ ہمیں جو نقصان پہنچا اس کی تمام ذمہ داری انہیں لوگوں پر تھی یہ نقصان ان جگہوں کے پُر ہو جانے کی صورت میں نہیں ہو سکتا تھا ہم نے آبادی کے اردگرد دیواریں بنانے کی کوشش کی مگر گورنمنٹ نے ہمیں ایسا کرنے سے روکا اور کہا کہ تم سڑکوں کو روکتے ہو۔ چونکہ اس کی مرضی تھی کہ مسلمان یہاں سے نکل جائیں اس نے چاہا کہ کسی قسم کی کوئی حفاظتی تدبیر نہ کی جائے۔ اس تلخ تجربے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کوئی بھی زمین خریدے اور مکان بنائے۔ مکانوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوگا اور جو مقررہ مدّت میں مکان نہیں بنا سکے گا اس کی زمین کسی اور کو دے دی جائے گی جو جلدی

مکان بنا سکے۔ اِس طرح بستی قلعہ کی صُورت میں بدلتی جائے گی۔ ہاں جس طرح کی زمین ہو گی اسکے دوسری جگہ پر زمین دے دی جائے گی۔

۲۔ زمین فروخت نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھیکہ پر دی جائے گی اور اس کی اصل مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہی رہے گی۔

۳۔ اِس وقت زمین سَو روپے فی کنال کے حساب سے دی جائے گی۔ پچاس روپے بطور ہدیہ مالکانہ اور پچاس روپے شہر کی ضروریات کے لئے۔

۴۔ زمین نوّے سال کے لئے ٹھیکہ پر دی جائے گی لیکن شرح کرایہ ہر تیس سال کے بعد بدلتی رہے گی جو کبھی پچاس فیصدی سے زیادہ نہ ہو گی۔

۵۔ زمین پر قبضہ قائم رکھنے کے لئے ہر خریدار سے ایک چھوٹی سی رقم بطور کرایہ وصول کی جائے گی مثلاً ایک روپیہ فی کنال سالانہ اور دس مرلہ پر آٹھ آنے سالانہ اور یہ کرایہ تین پیسے فی مرلہ ماہوار بنتا ہے۔ یہ گورنمنٹ کی نقل کی گئی ہے گورنمنٹ بھی پہاڑوں پر زمین ٹھیکے پر ہی دیتی ہے۔ مَیں نے بھی ڈلہوزی ٹھیکہ پر زمین ہی لے کر کوٹھیاں بنائی تھیں۔

۶۔ کسی واحد شخص کو دُکان بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی دکانیں کُلّی طور پر سلسلہ کی ملکیت ہوں گی ٹھیکہ پر لی ہوئی زمین میں صرف رہائشی مکان بنانے کی اجازت ہو گی کیونکہ بہت سی آوارگی دُکانوں کے ذریعہ ہی پھیلتی ہے۔ قادیان میں ہم دیکھتے تھے کہ آوارہ مزاج لوگ عموماً دُکانوں پر بیٹھا کرتے تھے اور جب دکانداروں کو ان کے منع کرنے کے لئے کہا جاتا تھا تو وہ مقابلہ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے کیونکہ ان کی وجہ سے ان کی بکری زیادہ ہوتی تھی بہرحال اِس نئے قصبہ میں دکانیں کسی شخصِ واحد کی ملکیت نہیں ہوں گی۔

۷۔ الفضل میں اعلان شائع ہونے کی تاریخ سے لے کر ایک مہینہ تک ہدیہ مالکانہ ایک سَو روپیہ فی کنال لیا جائے گا اس کے بعد ہر سال یہ رقم بڑھتی جائے گی۔ یہ میعاد پندرہ اکتوبر کو ختم ہو جائے گی۔

اِس وقت تین سَو تیس کنال اراضی کی درخواست آچکی ہے۔ روشنی، پانی، سڑکوں اور دیگر انتظامات کے لئے پانچ لاکھ کے اخراجات کا اندازہ ہے۔ سکولوں کالجوں پر بھی پانچ لاکھ کا اندازہ ہے۔ تو دس لاکھ کے قریب مزید خرچ ہو گا اور وہاں بسنے والوں نے ہی ان سے فائدہ حاصل کرنا

ہے اِس لئے یہ اخراجات زمین کی قیمت سے ہی نکالے جائیں گے۔ صرف چار پانچ سو ایکڑ زمین شہر میں لگ سکے گی باقی زمین ایسی نہیں کہ اس پر مکان بن سکیں۔ پس اِس زمین میں سے یہ اخراجات نکالے جانے ضروری ہیں۔

۸۔ دکانوں کی عام اجازت نہ ہوگی بلکہ ضرورت کے مطابق نائیوں، دھوبیوں، موچیوں وغیرہ کی دکانیں ہوں گی اور گنجائش کے مطابق دکانیں کھولنے دی جائیں گی۔

۹۔ بڑے کارخانے کھولنے کی کسی شخص واحد کو اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ جو بھی کارخانے کھولے جائیں گے ان میں سب شہریوں کا حصہ ہوگا۔

۱۰۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ کچھ زمین اُن لوگوں کو دی جائے گی جو غرباء تھے اور قادیان میں ان کے مکانات تھے۔ یہ جگہ مفت دی جائے گی۔

۱۱۔ دکانات بنانے میں ایسا کام جس میں فنی مہارت کی ضرورت نہ ہو باہمی تعاون سے کیا جائے گا اور اپنے ہاتھوں سے کیا جائے گا۔

۱۲۔ جو قواعد اس بارہ میں حکومت یا سلسلہ کی طرف سے جاری ہوں ان کی پابندی زمین لینے والوں کے لئے ضروری ہوگی۔"

آخر میں فرمایا:۔

"پس ایسے دوست جو اِس میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اِس لئے مرکز میں مکانات بنانا چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ ایک مہینہ کے اندر اندر سو روپیہ فی کنال کے حساب سے ہدیہ مالکانہ پچاس روپے اور ابتدائی انتظامات کے لئے پچاس روپے قیمت خزانہ میں جمع کرا دیں تا پہلے گروپ میں وہ شامل کر لئے جائیں۔

احمدیت نے بہرحال بڑھنا ہے یہاں کی زمینوں کا بھی وہی حال ہوگا جو قادیان کی زمینوں کا ہوا یہ جگہ پاکستان کا مرکز رہے گی اور قریب کے مرکزوں سے زیادہ تعلق ہوتا ہے پس جو شخص زمین لینا چاہے انہیں جلدی کرنی چاہیئے۔" [1-2]

---

[1] الفضل ۲۸ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۵-۶۔
[2] حضور انور کا متذکرۃ الصدر خطبہ ۲۸ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء کے الفضل میں شائع ہوا مگر سیکرٹری تعمیر کمیٹی کی طرف سے اس کی روشنی میں تیسرے روز ہی ایک مفصل اعلان چھپ گیا جس میں حضور کی بیان فرمودہ سترہ۱۷ شرائط کی تفصیل درج تھی (الفضل ۱۲ تبوک ۱۳۲۷ھش)۔

مرکزِ پاکستان میں جگہ حاصل کرنے کے لئے مخلصینِ جماعت کی طرف سے مثالی جوش و خروش

اِس خطبہ کے بعد مخلصینِ جماعت نے نئے مرکز میں جگہ پانے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جس جوش و خروش کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ تھا حضرت مصلح موعودؓ نے جب تک اراضی مرکز کے لئے یہ اعلانِ عام نہیں فرمایا تھا تین سو کنال زمین فروخت ہو چکی تھی۔ اِس کے بعد جونہی احمدیوں تک اپنے محبوب آقا کی آواز پہنچی وہ دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے اور ۱۵ اخاء/اکتوبر کی آخری مقررہ تاریخ تک پانچ سو کنال کی بجائے ایک ہزار کنال کی قیمت داخلِ خزانہ کرادی۔ مطالبات کی اِس غیر معمولی کثرت پر کمیٹی آبادی کو حضرت مصلح موعود کی منظوری سے اعلان کرنا پڑا کہ ۱۰۰ روپے کنال کے مجوزہ نرخ پر پانچ سو کنال کی بجائے آٹھ سو کنال تک زمین تقسیم کی جائے گی نیز فیصلہ کیا کہ مزید تین سو کنال بھی دی جائے مگر اس کی قیمت پہلے نرخ کے مقابل دگنی ہوگی اور جن دوستوں کی رقوم اراضی آٹھ سو کنال کے پورا ہو جانے کے بعد پہنچی ہیں وہ دگنی قیمت پر زمین لینے کے مجاز ہیں اور ایسے خریداروں کا حق پندرہ دن تک دوسرے درخواست کنندوں سے مقدم قرار دیا گیا۔[1] اِس اعلان پر دو ہفتے بھی گزرنے نہیں پائے تھے کہ اسسٹنٹ سیکرٹری کمیٹی آبادی (قریشی عبدالرشید صاحب) نے بذریعہ الفضل اعلان کیا کہ دگنے نرخ پر تین سو کنال فروخت کرنے کا جو اعلان کیا گیا تھا وہ تین صد کنال ختم ہو چکے ہیں اِس لئے احباب مزید کوئی رقم اِس نرخ پر زمین خریدنے کے لئے ارسال نہ کریں۔ علاوہ ازیں یہ فیصلہ کیا گیا کہ کسی صاحب کو چار کنال سے زائد زمین نہ دی جائے سوائے اِس کے کہ بچوں کی علیحدہ رہائش کے لئے درکار ہو۔[2]

سابقون کی فہرست کی اشاعت

ماہِ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء کے آخر تک ۵۳۹ سابقون نے وادیٔ غیر ذی زرع میں رہائش کے لئے اپنی رقوم پیش کیں جن کی فہرست الفضل کی دو اشاعتوں (۲۶ اخاء و ۲ نبوت ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء) میں بطور ضمیمہ شائع کردی گئی۔ اِس فہرست میں پہلا نام حضرت مصلح موعودؓ کا اور دوسرا حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی کا تھا اور بقیہ ناموں میں سلسلہ احمدیہ کے مندرجہ ذیل ممتاز بزرگ صحابہ بھی شامل فہرست تھے:۔

حضرت مولوی فضل الدین صاحب، (نمبر ۱۳) حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب (نمبر ۱۵)

---

[1] الفضل ۱۹ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صفحہ ۲۔

[2] الفضل ۳۱ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء۔

حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب (۲۱) حضرت چوہدری برکت علی خاں صاحب (۲۵)

حضرت چوہدری محمدؐ ظفر اللہ خاں صاحب (۶۵) حضرت مولوی محمدؐ الدین صاحب (۸۸)

حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری (۱۰۹) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (۱۶۸)

حضرت مولوی محمدؐ عبداللہ صاحب بوتالوی (۲۱۴) حضرت منشی محبوب عالم صاحب نیلہ گنبد (۲۱۶)

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ (۳۷۳) حضرت ماسٹر مولا بخش صاحب (۳۸۲)

حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب (۴۳۵) حضرت سیّد محمود اللہ شاہ صاحب (۴۴۳)

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم اُمّ المومنین (۴۵۵) حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب (۴۹۱)

خدا کے موعود خلیفہ کی آواز پر لبّیک کہنے والے ان مخلصین کا تعلق مشرقی پنجاب خصوصاً قادیان سے آنے والے مہاجرین اور پاکستان میں پہلے سے مقیم احمدیوں کے ہر طبقہ سے تھا۔ درویشانِ قادیان اور کلکتہ کے بعض احمدیوں نے بھی قیمت ادا کر دی تھی اس لئے ان کا نام بھی فہرست میں موجود تھا۔

بستی کی آبادی میں قانونی پیچیدگی اور اس کے ازالہ کے لئے خصوصی ارشاد مبارک

حکومتِ مغربی پنجاب نے چک ڈھگیاں کی اراضی کی منظوری دیتے ہوئے علاوہ دوسری شرائط کے ایک خطرناک پابندی یہ لگا دی تھی کہ زمین پر قبضہ کے اٹھارہ ماہ بعد بستی کے کُل مکان بن جانے چاہئیں۔ یہ شرط چونکہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان جیسے مہاجر اور نئے قائم شُدہ ادارہ کے لئے ناقابلِ عمل اور مالی اخراجات کے لحاظ سے ناقابلِ برداشت تھی اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے جہاں نئے مرکز کی آبادی سے متعلق بلا تاخیر دوسرے ضروری انتظامات کی طرف تعمیر کمیٹی کو توجّہ دلائی وہاں ۱۵ ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :-

"میرا خیال ہے کہ ایک وفد گورنر کو ملے کہ ہم ریفیوجی ہیں ہم پر گاؤں بنانے میں پابندیاں کیوں لگائی جا رہی ہیں، دُنیا میں آخر اور بھی گاؤں بن رہے ہیں ہمارے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ ہم ان پابندیوں کو پُورا کر سکیں یا گورنمنٹ اپنے پاس سے بیس تیس لاکھ روپیہ بلا سُود اِس مقصد کے لئے ہمیں قرض دیدے یا پھر جب قصبہ بنے تو پھر پلیننگ کیا جائے ہمیں فی الحال چھپّر وغیرہ بنانے کی اجازت دی جائے جس میں ہم راستوں وغیرہ کی پلیننگ کا خیال رکھیں گے بعد میں آہستہ آہستہ کُھلے مکان پلیننگ کے مطابق بنالیں گے۔

ایک وفد رضاؔ کے پاس جائے رضاؔ فنانس کمشنر کے سیکرٹری ہیں۔ یہ وفد اِس لئے جائے کہ معاہدہ کی

دفعہ ۲۱ (K) میں یہ شرط ہے کہ اٹھارہ[۱۸] ماہ کے اندر مکان بن جائے۔ یہ شرط تو افراد کے لئے ہے شہر تو گورنمنٹ بھی پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] سال کے بعد بناتی ہے لہٰذا اِس شِق کو یا تو بدل دیا جائے یا منسوخ کیا جائے۔ دوسری بات ان سے یہ کی جائے کہ اگر ہم وہاں رہیں گے تبھی شہر بنے گا لہٰذا فی الحال ہمیں وہاں رہنے کے لئے عارضی جھونپڑیاں بنانے کی اجازت دی جائے بغیر اس کے تو وہاں رہنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی۔

تیسری بات یہ کی جائے کہ نقشہ ساتھ لے جایا جائے کہ اِس سارے پر شہر نہیں بن سکے گا بلکہ بعض حِصّوں کو باغات، زراعت اور کھیلوں وغیرہ کے لئے رکھا جائے گا نیز یہ کہ عمارت سے زیادہ پائیدار چیز کو تو شرط کے خلاف قرار دیا جا سکتا ہے زراعت اور باغات وغیرہ تو عمارت کے مقابلہ میں عارضی ہیں پہلے معاملہ کی درخواست کی جائے اور دوسرے کے متعلق ڈسکس (DISCUSS) کیا جائے۔

(میاں غلام محمد۔ ناقل) اختر صاحب کی معرفت ریلوے اسٹیشن اور ڈاک خانہ کے لئے فوراً درخواست کرنی چاہیئے۔ اِس میں یہ ہو کہ ہم سارا نقصان برداشت کر لیں گے اِس کی ضمانت ہم دیں گے۔"[۱]

افتتاحِ مرکز کے ابتدائی انتظامات

اگلے روز (۱۶ر تبوک/ستمبر کو) حضور نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے ذمہ دار کارکنوں کی مشترکہ مجلس میں افتتاحِ مرکز کے لئے ۲۰ر تبوک/ستمبر کا دن مقرر فرمایا اور اس کے ابتدائی انتظامات کے لئے نہایت اہم ہدایات دیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ:۔

"۱۔ کراچی سے جنریٹر لایا جائے۔

۲۔ ایک شخص چنیوٹ جائے اور وہاں دیکھے ہٹس[۲] (HUTS) بن سکتے ہیں۔ سرکنڈا، بانس، چٹائیاں، اینٹیں مِل سکتی ہیں؟ کِس قیمت پر ملیں گی۔ ڈھلوائی کتنی ہو گی اور باقی چیزیں کہاں ملیں گی؟

۳۔ عمارتی بانس کے لئے لاہور، سانگلہ اور سرگودہا سے دریافت کیا جائے۔[۳]

۴۔ چنیوٹ میں مکانوں کے لئے کوشش کی جائے۔

۵۔ دھوبی، نائی، کمہار، ترکھان کے متعلق روزانہ اشتہار ہونا چاہیئے۔

---

[۱] منقول از رجسٹر کارروائی مجلس ناظران و وکلاء ۲۷ ؁ ہش ۱۳ / ۱۹۴۸ء۔ [۲] جھونپڑے۔

[۳] اِس غرض کے لئے افتتاحِ مرکز سے قبل جمعدار فضل الدین صاحب اوورسیر کو لائل پور اور سرگودہا بھجوایا گیا تا چھپّر بنا کر عارضی رہائش گاہوں کا انتظام کیا جاسکے۔

۶۔ مستری عبداللطیف صاحب کو ملتان سے کراچی بھجوایا جائے۔

۷۔ محاسب کی آدھی برانچ (لاہور سے چنیوٹ) عزیز احمد لے جائیں۔

۸۔ معلوم کیا جائے سیمنٹ کس ریٹ پر مل سکتا ہے؟ بانس کتنا مہیا ہو سکتا ہے؟

۹۔ پچیس ۲۵ خیمے اور پچیس ۲۵ چھولداریاں لی جائیں۔

۱۰۔ پھوس کے کچھ مکان بنائے جائیں۔

۱۱۔ ڈاک خانہ کی فوری کوشش کی جائے۔

۱۲۔ پانچ بکرے خریدے جائیں۔"

مرکز پاکستان کا نام ربوہ رکھا گیا

اس مجلس میں نئے مرکز کے نام کا مسئلہ بھی زیر غور آیا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب درد اور مولانا جلال الدین صاحب شمس کی طرف سے ماویٰ، ذکریٰ، دارالہجرت، مدینۃ المسیح اور ربوہ وغیرہ نام پیش ہوئے (قریشی عبدالرشید صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری تعمیر کمیٹی کی چشم دید روایت کے مطابق ربوہ نام مولانا جلال الدین صاحب شمس نے تجویز کیا جسے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی منظور فرما لیا۔ یہ نام جو لغویؔ، مادّی، معنوی اور روحانی ہر اعتبار سے نہایت موزوں اور لطیف تھا۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ کی مناسبت سے رکھا گیا جس میں حضرت مسیحؑ کی اپنی والدہ سمیت ہجرت کا واقعہ (بطور پیشگوئی) لکھا ہے:۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ[۲] ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔

(مومنون ع۳)

---

[۱] عربی لغت میں ربوہ کے متعدد معنے مذکور ہیں مثلاً ٹیلہ، پہاڑی، بلند زمین، عمدہ چیز۔ ریاضی دانوں کے پاس دس لاکھ کی تعداد بھی ربوہ کہلاتی ہے۔ رَبَا الفَرَسُ رَبْوًا کا مطلب ہے گھوڑا بھاگنے سے سانس چڑھنا۔ رَبَا الوَلَدُ رَبْوًا وَرُبُوًّا بچہ کا بڑھنا، تعلیم پانا، پھیلنا اور نشوونما پانا۔ رَبَا المَالُ کا مفہوم ہے دولت کا بڑھنا، لمبا ہونا۔ ربوہ ایک بڑی جماعت کو بھی کہتے ہیں جو قریباً دس ہزار پر مشتمل ہو۔ یہ لفظ بے شمار تعداد کے لئے بھی مستعمل ہے۔

(المعجم الاعظم از محمد حسن الاعظمی زیر لفظ "ربوہ")

[۲] احادیث میں کئی مقامات پر ربوہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ترمذی جلد ۲ کتاب التفسیر میں ہے "اَلْفِرْدَوْسُ رَبْوَةُ الْجَنَّةِ وَاَوْسَطُهَا وَاَفْضَلُهَا" فردوس بہشت کا اعلیٰ اور بلند مقام ہے اور عین وسط میں بھی ہے۔ (ترجمہ از مولوی وحید الزمان صاحب کتاب "لغات الحدیث")

(اور ہم نے ابنِ مریم اور اُس کی ماں کو ایک نشان بنایا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک اُونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی)

افتتاحِ ربوہ کے انتظامات کے لئے ذمّہ دار اصحاب کا تقرر

حضرت امیر المومنین کی ہدایات کو فی الفور عملی جامہ پہنانے کے لئے ممبران صدر انجمن احمدیہ اور وکلاء تحریکِ جدید کا ایک مشترکہ ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں افتتاحِ ربوہ کے سلسلہ میں بعض ضروری انتظامات مختلف ذمّہ دار اصحاب کے سپرد کئے گئے۔ مثلاً خیموں اور چھولداریوں کو کرایہ پر لینے کا کام جناب چوہدری عبد السلام صاحب اختؔر ایم۔اے اور مولوی محمد صدیق صاحب کے ذمّہ ہوا۔ ٹرکوں کی فراہمی کا انتظام مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب (ناظر آبادی) اور خواجہ عبد الکریم صاحب کو سونپا گیا اور صدر انجمن احمدیہ و تحریکِ جدید کے عملہ میں سے فوری طور پر ربوہ بھجوائے جانے والے (ایک تہائی) کارکنوں کی فہرست تیار کرنے پر مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور (وکیل الدیوان) اور قاضی عبد الرحمٰن صاحب مقرر کئے گئے اور جملہ دفاتر انجمن و تحریک کو اطلاع دی گئی کہ کل جمعہ کی تعطیل نہ ہوگی اور دفاتر صبح ۸ بجے سے دس بجے شب تک کھلے رہیں گے چنانچہ اس روز سب مرکزی دفاتر صبح سے رات تک ان افتتاحی انتظامات کی تیاری میں مصروف رہے۔

لاہور سے ربوہ کے لئے پہلے قافلہ کی روانگی

۱۹ ماہ تبوک / ستمبر کو لاہور سے ربوہ میں خیموں اور چھولداریوں کو نصب کرانے اور دیگر ضروری انتظامات کرنے اور بعد ازاں اِس وادی غیر ذی زرع میں مقیم رہنے کے لئے دو قافلے روانہ کئے گئے۔

پہلا قافلہ جو چوہدری عبد السلام صاحب اختؔر ایم۔اے (نائب ناظر تعلیم و تربیت) اور مولوی محمد صدیق صاحب واقفِ زندگی کے علاوہ ایک مددگار کارکن، ایک ڈرائیور اور دو مزدوروں پر مشتمل تھا لاہور سے قریباً ایک بجے روانہ ہوا اور سات بجے شام کے قریب ربوہ کی مقدّس سرزمین میں پہنچا۔[1]

---

[1] اِس پہلے قافلہ کی روانگی کے معاً بعد مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ (ناظر اعلیٰ) نے حضرت مصلح موعودؓ کے حضور لکھا:۔
"اختؔر صاحب اور مولوی محمد صدیق صاحب ۲۲ خیمے مختلف سائز کے اور ۴ چھولداریاں اور آٹھ شامیانے ٹرک پر لے کر چلے گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہے کہ بڑا اسٹیف ربوہ لے جایا جائے وہ بغیر ٹرک کے نہیں جا سکتا اسکی صورت یہی ہے کہ ٹرک کرایہ پر لیا جائے اور اس کے ساتھ لنگر خانہ کا بھی کچھ سامان بھیج دیا جائے۔"
حضورؓ نے فرمایا:۔ "درست ہے مَیں نے اِس سے کب منع کیا ہے کہ ٹرک نہ لے جایا جائے۔"

چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے امیرِ قافلہ تھے جن کو ربوہ کا منتظمِ اعلیٰ بھی مقرر کیا گیا تھا۔ [۱]

جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر کا بیان ہے کہ:۔

"شام کے سات بجے کے قریب ٹرک جس میں چھولداریاں، خیمہ جات اور سائبان وغیرہ لدے ہوئے تھے اس سرزمین میں پہنچ گیا جسے اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں اسلام کی حیاتِ ثانیہ کا مرکز تجویز فرمایا ہے۔ اس ٹرک میں ڈرائیور اور دو مزدوروں کے علاوہ میں اور مکرم مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فاضل تھے۔ چناب کے پُل کے نگران سپاہی اور کچھ راہگیر جو شام کے بعد اِس سڑک سے خال خال ہی گزرتے ہیں حیران ہو کر ہمیں دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نہایت ہی اطمینان اور سکون کے ساتھ ٹرک میں سے اپنا سامان اُتارنے میں مصروف تھے۔ جب تمام سامان اُتارا جا چکا تو ڈرائیور اور مزدوروں کو رخصت کیا گیا اس وقت میلوں تک علاقہ بالکل ویران اور سنسان حالت میں ہمارے سامنے تھا۔ دائیں طرف بڑی سڑک تھی جس پر شب کو ٹریفک دفعۃً بند ہو جاتا ہے اور بائیں طرف ریلوے لائن تھی جو پہاڑوں کے بیچ میں سے چکر کاٹتی ہوئی ایک طرف چنیوٹ اور دوسری طرف سرگودھا کو چلی جاتی ہے مگر رات کو یہاں سے کوئی گاڑی نہیں گزرتی دن میں ہی صرف ایک گاڑی آتی ہے اور ایک جاتی ہے رات کے ۹ بج چکے تھے۔ مَیں نے سامان خاص اس جگہ اُتارا تھا جو میرے آقا سیّدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تجویز فرمائی تھی۔ اگلے دن حضور معہ خدام کے خود تشریف لانے والے تھے اِس لئے ہم نے سائبان اور خیمے حضور کی آمد سے پہلے نصب کرنے تھے مگر اس جنگل میں پہلی رات کا تصوّر کچھ خوف اور کچھ لذّت کی سی کیفیّت پیدا کر رہا تھا خوف تو اِس بات کا تھا کہ یہاں کے اکثر دیہاتی لوگوں کے متعلق سُنا تھا کہ وہ جانوروں سے کم نہیں اور پھر اس علاقے میں سانپ، بچھو، ریچھ اور بعض اوقات بھیڑیا بھی پایا جاتا ہے۔ غرض کہ عجیب قسم کے خیالات آ رہے تھے مگر اس سے بہت زیادہ شیریں وہ کیفیّت تھی جو اِس خیال سے پیدا ہو رہی تھی کہ یہی وادیٔ غیر ذی زرع ایک دن ہجومِ خلائق کا مرکز بننے والی ہے چنانچہ ہم دونوں خدا تعالیٰ کا شُکر ادا کر رہے تھے کہ اس نے محض اپنے خاص فضل سے ہمیں سب سے پہلے آبادکاروں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

رات بڑھتی جا رہی تھی اور ہمارے دلوں کا تموّج بھی بڑھ رہا تھا ہم چنیوٹ سے آتی دفعہ مکرم محترم

---

[۱] ملاحظہ ہو سرکلر مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظرِ اعلیٰ مورخہ ۹ / تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء۔

سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول کو یہ پیغام دے کر آئے تھے کہ وہ تین چار لڑکے اور ایک لالٹین دے کر جلدی بھیج دیں مگر دس۱۰ بجے تک اِس سنسان اور بے آب وگیاہ وادی میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی انسان نظر نہ آتا تھا۔ خاموشی اور ایک سنسان خاموشی سے کچھ تنگ آکر اور کچھ گھبرا کر میرے ساتھی نے فرمائش کی اختر بھائی کچھ سُناؤ۔ چنانچہ مَیں نے پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اشعار اور پھر کچھ اپنے اشعار جو مَیں نے ٹرک میں بیٹھ کر راستے میں لکھے تھے باآوازِ بلند سُنائے آواز پہاڑوں سے ٹکرا کر گونج سی پیدا کر رہی تھی اور مَیں یہ تصوّر کر رہا تھا کہ جب ہمارا سالانہ جلسہ یہاں ہوگا تو اسی طرح ہمارے بزرگوں کی تقریریں اور ہمارے مؤذّنوں کی تکبیریں ان پہاڑوں میں گونج پیدا کریں گی۔ اور پھر اسی طرح ان تقریروں اور تکبیروں سے ایک دُنیا میں گونج پیدا ہوگی۔ یہ خیال آتے ہی دِل پر ایک بے خودی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور ہم دیر تک خاموش رہے۔

مَیں نے عمر کے اعتبار سے قادیان کا ابتدائی زمانہ نہیں دیکھا یعنی وہ زمانہ جب کہ قادیان میں ابھی محلے نہیں بنے تھے لیکن مَیں حیران ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تاریخ کو ایک نئے دَور میں سے گزار کر گزشتہ دَور کا اعادہ کر رہا ہے۔ چنانچہ مَیں نے کہا دیکھیں مولوی صاحب قادیان کے ابتدائی دَور کا ایک پہلو ہمارے سامنے ہے۔ چاند ہنس رہا ہے اور ستارے مُسکرا کر ہمیں دیکھ رہے ہیں دفعۃً دُور سے ہمیں ایک ہلکی روشنی دکھائی دی۔ ہمارے سکول کے تین بچے ایک لالٹین ہاتھ میں لئے ہماری طرف قدم بڑھاتے چلے آرہے تھے۔ تین بچے ۲ بنگال کے رہنے والے اور ایک سیلون کا رہنے والا اپنے وطن سے ہزاروں میل دُور رات کے دس۱۰ بجے ایک سنسان وادی میں اپنے آقا کے خُدّام سے ملنے چلے آرہے تھے۔

جب روشنی آئی تو ہم نے فیصلہ کیا کہ اِس زمین پر سب سے پہلا خیمہ بغیر مزدوروں کی مدد کے اپنے ہاتھ سے لگایا جائے چنانچہ مَیں نے اور مولوی محمد صدیق صاحب نے ایک چھولداری کو درست کیا اور بغیر کِسی کی مدد کے اس میدان کے وسط میں یہ چھولداری اپنے ہاتھ سے لگائی۔

اِس کے بعد ہم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں اور کچھ دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ یہ خیمہ ربوہ کی سرزمین پر پہلا خیمہ تھا جس کے نصب کئے جانے کی سعادت قادیان کے دُور رہنے والوں کو حاصل ہوئی۔

تقریباً نصف شب گزرنے پر احمد نگر سے مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی طرف سے کچھ چپاتیاں اور کچھ دال آئی جس کے متعلق معلوم ہوتا تھا کہ یہ بہرحال نہایت عجلت میں تیار کی

گئی ہے۔ اس وقت اس دال روٹی نے جو لطف دیا وہ زندگی کے قیمتی اور پُر لطف لمحات میں بھی کم محسوس ہوا ہے۔

چونکہ صبح حضور کی تشریف آوری تھی اس لئے سائبانوں اور خیمہ جات کو درست کیا گیا اور انہی کے ڈھیر پر ہم دراز ہو گئے۔ تمام رات بلا کھٹکے اور نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ ہم سوئے۔ مجھے تو کچھ ہوش نہیں رہا البتہ مکرم مولوی صاحب نے فرمایا کہ دُور سے کچھ گیدڑوں اور بھیڑیوں کی آوازیں آتی تھیں لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے بہرحال ہمیں ہر قسم کی اذیت سے محفوظ رکھا۔"[1]

لاہور سے ربوہ کے لئے دوسرے قافلہ کی روانگی

۱۹؍ تبوک/ستمبر کو لاہور سے ربوہ کے لئے دوسرا قافلہ اپنے امیر چوہدری ظہور احمد صاحب[2] کی قیادت میں ۵ بجے شام روانہ ہوا رات گیارہ بجے کے قریب چنیوٹ پہنچا اور رات سڑک پر گزارنے کے بعد دوسرے دن ساڑھے آٹھ بجے وارد ربوہ ہوا۔ یہ قافلہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے مندرجہ ذیل چونتیس ۳۴ کارکنوں پر مشتمل تھا:۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان

نظارت علیا	محمد سعید اللہ منہاس صاحب۔ میاں نور احمد صاحب
" تعلیم و تربیت	چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے۔ مولوی بابر علی صاحب۔ مددگار کارکن منظور احمد صاحب۔
" اُمورِ عامہ	مولوی جلال الدین صاحب
" بہشتی مقبرہ	منشی خلیل احمد صاحب۔ غلام حیدر صاحب
" بیت المال	چوہدری ظہور احمد صاحب (امیرِ قافلہ)۔ منشی مبارک احمد صاحب انور۔

---

[1] الفضل ۲۶ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۳۔

[2] مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اعلیٰ نے چوہدری صاحب موصوف کو لکھا کہ "انجمن کے کارکن جو آج جا رہے ہیں آپ ان کے امیر قافلہ ہوں گے۔ ۳۴ کارکن انجمن اپنے ساتھ لاری میں لے جائیں ان کے کرایہ کے لئے مبلغ ایک سو بیس روپے نائب وکیل المال سے لے لیں۔ ربوہ میں پہنچ کر پہلے خیمے شامیانے وغیرہ لگوائے جائیں۔ دوسرا خط اختر صاحب (مراد عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے۔ ناقل) کو دے دیں انہیں ربوہ میں منتظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے وہ اپنے ساتھ جو منتظمین مناسب سمجھیں رکھ لیں۔

خاکسار جلال الدین شمس ناظر اعلیٰ ۴۸/۹/۱۹"

قریشی عطاء اللہ صاحب۔ منشی داؤد احمد صاحب۔ بشیر احمد صاحب، میاں غلام محمد صاحب (دفتری)۔ حبیب الرحمٰن صاحب نسیم۔

نظامت جائیداد	میاں فرزند علی صاحب
دفتر آڈیٹر	راجہ بشیر احمد صاحب۔ سید انوار حسین صاحب
نظامت ضیافت	چوہدری حبیب اللہ صاحب سیال۔ مولوی بدر سلطان صاحب۔ اکرم شاہ صاحب۔ سردار صاحب نانبائی۔ سردار صاحب مددگار۔ قاری محمد امین صاحب انچارج ضیافت۔
" قضاء	مولوی تاج دین صاحب فاضل۔ نور محمد صاحب (مددگار کارکن)

تحریکِ جدید

وکالتِ دیوان	بشیر الدین صاحب۔ غلام حیدر صاحب۔ عبد العزیز صاحب
" صنعت	صوفی محمد رفیق صاحب
" مال	شیخ عطاء اللہ صاحب۔ چوہدری عبد الرحیم صاحب (ہیڈ کلرک)
" تعلیم	مولوی خورشید احمد صاحب شاد۔ مولوی بشیر الدین صاحب۔

چوہدری ظہور احمد صاحب اِس سفر کی مختصر رُوداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دعاؤں کے بعد ہم ۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پانچ بجے شام کراؤن بس کی ایک گاڑی پر روانہ ہوئے شیخوپورہ کی سڑک برسات کی وجہ سے خراب ہو چکی تھی اِس لئے لائل پور کے راستہ سے ہم رات گیارہ بجے چنیوٹ پہنچے۔ رات سڑک پر گزاری اور صبح ایک چھکڑے پر سامان لاد کر کچھ پیدل اور کچھ ایک ٹانگہ میں بیٹھ کر ساڑھے آٹھ بجے اس خطۂ زمین پر پہنچے جسے بہت جلد بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا۔"[1]

اِن قافلوں کے علاوہ اگلے روز ۲۰ تبوک/ستمبر کو مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور بھی (وکیل الدیوان) تحریکِ جدید کا ریکارڈ لے کر اِس بے آب وگیاہ میدان میں پہنچ گئے۔[2]

---

[1] بدر (قادیان) ۲۱ احسان/جون ۱۳۳۱ھش/۱۹۵۲ء صفحہ ۱۔ [2] یہاں یہ بتانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے دفتر تحریکِ جدید کو لاہور سے ربوہ منتقل کرنے پر تین ہزار پچاس روپے کا بجٹ بتفصیل ذیل منظور فرمایا تھا:۔

۱۔ ۳ عدد نلکے سیکنڈ ہینڈ مع لگوائی ۳۷۵ روپے۔ ۲۔ روشنی (تیل مٹی وخرید لالٹین ۲۵ عدد) برائے عرصہ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وسیع شامیانے اور خیموں کی تنصیب

۱۹-۲۰ تبوک/ستمبر کو لاہور سے آنے والے مرکزی کارکنوں نے مل کر اُس مقام پر ایک وسیع و عریض شامیانہ نصب کر دیا جو افتتاح کے لئے مخصوص کیا گیا تھا اور جہاں حضورؓ نے نماز پڑھانا تھی۔ علاوہ ازیں چھ رہائشی خیمے بھی لگا دیئے گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی تشریف آوری اور نمازِ ظہر کی ادائیگی

طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ بذریعہ موٹر لاہور سے صبح نو بجکر بیس منٹ پر روانہ ہو کر ایک بج کر بیس منٹ پر ربوہ کی سرزمین میں رونق افروز ہوئے حضور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ چہار ماہ ۴۰۰ روپے۔ ۳- بلٹیاں برائے بیت الخلاء ۵ عدد و انتظام پردہ ۱۲۵۰ روپے ۴- اخراجات برائے ترسیل ریکارڈ دفاتر و کارکنان مع اہل و عیال ۵۰ اکس ۱۰۰۰ روپے۔ ۵- خیمہ جات و چھولداریوں کا کرایہ ۱۵۰ روپے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے فیصلہ کے مطابق چونکہ اراضی ربوہ کے تہائی حصہ کی مالک تحریکِ جدید قرار دی گئی تھی اس لئے اُن دنوں ربوہ کی آبادی سے متعلق جو بھی اخراجات ہوئے وہ اگرچہ صدر انجمن احمدیہ کی امانت مرکز پاکستان (ب) سے کئے گئے مگر کُل اخراجات کا تہائی خرچ تحریکِ جدید نے ادا کیا۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا: ۱۔ مولانا قریشی محمد نذیر صاحب فاضل (محلہ دارالرحمت قادیان) نے ۱۳۲۱ھش/۱۹۴۲ء کے آخری ہفتہ میں پیر کی رات خواب دیکھا کہ "میں مع چند اور احباب مدینہ منورہ کے ثنیۃ الوداع پر کھڑا ہوں اور تفہیم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معہ وفد کے مکّہ مکرمہ سے ہجرت کر کے تشریف لا رہے ہیں۔ وہ جگہ ایک ہموار سا ٹیلہ تھا سامنے کچھ مستورات اور لڑکیاں اوڑھنیاں اوڑھے اور پردہ کئے کھڑی ہیں۔ بُرقع نہیں صرف اوڑھنیاں ہیں۔

اتنے میں یکدم مکّہ کی جانب سے ایک غبار جس میں گرد نہیں بلکہ روشنی اور نور کا غبار معلوم ہوتا ہے نمودار ہوا اور تیز ہوتے ہوتے اُس نے اس ٹیلہ پر ایک جسم کی شکل اختیار کر لی مگر ابھی چہرہ نہیں بنا میں نے پکارا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنا شروع کیا ساتھ ہی میرے ساتھیوں نے پڑھنا شروع کر دیا اودھر سے ان عورتوں کے گروہ نے بھی نہایت عمدگی کے ساتھ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ۔۔۔ مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ۔۔۔ مَادَعَا لِلّٰہِ دَاعِ

کہنا شروع کیا۔ وہ نور کا مجسمہ ایک شکل بن گیا جب شکل صاف ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت مصلح موعود ہیں دائیں جانب چھڑی ٹیک کر بایاں پاؤں ذرا آگے کر کے کھڑے ہیں سر پر سفید عمامہ ہے اور قدرے سفر کے آثار ہیں۔" (الفضل ۱۸ امان/مارچ ۱۳۲۳ھش/۱۹۴۴ء صفحہ ۳ کالم ۴) سبحان اللہ! حضرت مصلح موعودؓ کے ایک خادم کو اللہ تعالیٰ نے حضور کے سفر افتتاح ربوہ کا نظارہ چار برس قبل دکھا دیا۔ محترم قریشی صاحب افتتاحِ ربوہ کے بعد تیرہ سال تک زندہ رہے اور ۲/ماہ صلح/جنوری ۱۳۴۹ھش/۱۹۷۰ء کو (ربوہ کی ابتدائی ترقیات بچشم خود دیکھنے کے بعد) وفات پائی۔

کے ہمراہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور بعض دوسرے بزرگانِ سلسلہ بھی تھے۔ [1]

حضرت مصلح موعودؓ نے اِس یادگار سفر کے لئے لائل پور کا رستہ اختیار فرمایا کیونکہ شیخوپورہ کا کچھ حصّہ زیرِ آب تھا۔ حضور کی آمد سے قبل چنیوٹ، احمد نگر اور لالیاں کے علاوہ سرگودھا، لاہور، قصور، سیالکوٹ لائل پور، گجرات، گوجرانوالہ، جہلم اور بعض دوسرے اضلاع کے احمدی دوست بھی اِس بابرکت تقریب میں شمولیت کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ نمازِ ظہر[2] قریباً ڈیڑھ بجے شروع ہوئی جس میں تقریباً اڑھائی سو احباب شریک تھے۔ یہ پہلی باجماعت نماز تھی جو حضورؓ کی اقتداء میں اس سرزمین پر پڑھی گئی۔ اس کے بعد موجود اصحاب کی فہرست تیار کی گئی۔[3]

حضرت مصلح موعودؓ کا بصیرت افروز خطاب

نمازِ ظہر سے فراغت کے بعد ربوہ کی افتتاحی تقریب کا دوسرا اہم پروگرام حضرت مصلح موعودؓ کے خطاب سے شروع ہوا۔ حضور نے تشہد و تعوذ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

---

[1] حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی طبع مبارک اُن دنوں سخت علیل تھی اس لئے موقعہ افتتاح پر تشریف نہ لے جاسکے چنانچہ مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اعلیٰ نے آپ کی خدمت میں یہ اطلاع دی کہ کل حضرت صاحب نئے مرکز میں دعا کرنے کے لئے تشریف لے جائیں گے اُمید ہے کہ آپ بھی جاسکیں گے آپ کی کار بھی ساتھ لے جانے کی ضرورت ہے اُمید ہے کہ آپ اِس کے لئے اجازت فرماویں گے۔"

اس پر آپ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا:۔ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے لئے تو غسل خانہ تک جانا مشکل ہو رہا ہے افسوس ہے کہ اِس تاریخی موقعہ کی برکتوں سے محروم رہوں گا نیز شرمندہ ہوں کہ کار بھی خراب ہے۔ (دستخط) ناصر احمد"

[2] حضور نے اِس موقعہ پر جس جگہ ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائی تھیں وہ موجودہ فضلِ عمر ہسپتال کے قطعہ میں ہے اور اَب اِس پر ایک نہایت خوبصورت مسجد تعمیر ہو چکی ہے جو یادگاری مسجد کہلاتی ہے صوفی خدا بخش صاحب عبدؔ زیروی (سابق درویش قادیان) کے دل میں یہاں ایک مستقل چبوترہ بنائے جانے کا خیال آیا۔ قریشی عبدالرشید صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری آبادی نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں لکھا کہ حضور اجازت دیں تو اِس جگہ قبلہ رُخ کرکے ایک چبوترہ بنوا دیا جائے جو ہسپتال کے عملہ کے لئے جائے نماز کا کام دے۔ حضور نے اس درخواست پر تحریر فرمایا کہ "اچھی بات ہے" چنانچہ ۲۳ تبلیغ / فروری ۱۳۳۲ھش / ۱۹۵۳ء کو محترم صوفی صاحب کی معیت میں ملک رسول بخش صاحب اوورسیر نے اِس تاریخی مقام کی پیمائش کی معلوم ہوا اس کا رقبہ ۳۰ × ۳۰ فٹ ہے۔

[3] مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کی تیار شدہ یہ فہرست جو ۶۱۸ افراد پر مشتمل تھی ضمیمہ سے منسلک ہے۔

"میں اِس موقعہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعائیں جو مکّہ مکرمہ کو بساتے وقت آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور کی تھیں قرآن کریم سے پڑھوں گا مگر تلاوت قرآن کریم کے طور پر نہیں بلکہ دعا کے طور پر ان الفاظ کو دُہراؤں گا۔ اور چونکہ یہ دعائیں ہم سب مِل کر کریں گے اِس لئے مَیں ان الفاظ میں کسی قدر تبدیلی کر دوں گا۔ مثلاً وہ دعائیں جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے مانگی تھیں وہ تثنیہ کے صیغہ میں آتی ہیں کیونکہ اُس وقت صرف حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ہی دعا کر رہے تھے مگر ہم یہاں بہت سے ہیں اِس لئے مَیں تثنیہ کی بجائے جمع کا صیغہ استعمال کروں گا۔ بہرحال وہ دعائیں مَیں اَب پڑھوں گا دوست میرے ساتھ ان دعاؤں کو پڑھتے جائیں۔

اِس کے بعد حضورؓ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعائیں مانگیں۔ یہ امر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ ہر دعا حضور نے تین دفعہ دُہرائی۔

رَبَّنَا اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ (۳ بار)

اے ہمارے ربّ تُو اِس جگہ کو ایک امن والا شہر بنا دے اور جو اس میں رہنے والے ہوں ان کو اپنے پاس سے پاکیزہ رزق عطا فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۳ بار)

اے ہمارے ربّ ہم اِس جگہ پر اِس لئے بسنا چاہتے ہیں کہ ہم مِل کر تیرے دین کی خدمت کریں۔ اے ہمارے ربّ تو ہماری اِس قُربانی اور اِس ارادے کو قبول فرما۔ اے ہمارے ربّ تُو بہت ہی دعائیں سُننے والا اور دِلوں کے بھید جاننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ (۳ بار)

اے ہمارے ربّ تُو ہم سب کو اپنا فرمانبردار اور سچّا مسلمان بنا دے۔ اور ہماری اولادوں کو بھی نہ صرف مسلمان بنا بلکہ ایک مضبوط اور اُمّتِ مُسلمہ بنا دے جو اِس دُنیا میں تیرے دین کی غلام کہلاتی رہے۔ اے ہمارے ربّ جو ہمارے کرنے کے کام ہیں وہ ہم کو خود بتلاتا رہ۔ اور جو ہم سے غلطیاں ہو جائیں اُن سے عفو کرتا رہ۔ تُو بہت ہی فضل کرنے والا اور مہربان ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (۳ بار)

اے ہمارے رب تُو ان میں ایسے آدمی پیدا کرتے رہیو جو تیری آیتیں ان کو پڑھ پڑھ کر سُناتے رہیں اور جو ان کو تیری کتاب سکھائیں اور تیرے پاک کلام کے اغراض و مقاصد بتاتے رہیں اور ان کے نفوس میں پاکیزگی اور طہارت پیدا کرتے رہیں۔ تُو ہی غالب حکمت والا خدا ہے۔

اِن دعاؤں کو پڑھنے کے بعد حضورؓ نے فرمایا:۔

" یہ وہ دعائیں ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مکّہ مکرمہ کے بساتے وقت کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول فرما کر ایک ایسی بُنیاد رکھ دی جو ہمیشہ کے لئے نیکی اور تقویٰ کو قائم رکھنے والی ثابت ہوئی۔ مکّہ مکرمہ مکّہ مکرمہ ہی ہے اور ابراہیم ابراہیم ہی ہے مگر وہ شخص بے وقوف ہے جو اِس بات کا خیال کرکے کہ مجھے وہ درجہ حاصل نہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حاصل تھا یا میری جگہ کو وہ درجہ حاصل نہیں جو مکّہ مکرمہ کو حاصل تھا اِس لئے وہ خدا تعالیٰ سے بھیک مانگنے سے دریغ کرے۔ جب خدا کسی عظیم الشّان نعمت کا دروازہ کھولتا ہے تو اس کی رحمت اور بخشش جوش میں آرہی ہوتی ہے اور دانا انسان وہی ہوتا ہے جو اپنا برتن بھی آگے کردے کیونکہ پھر اس کا برتن خالی نہیں رہتا۔ فقیروں کو دیکھ لو جب لوگ شادی کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت ان پر اخراجات کا بوجھ اور دنوں سے زیادہ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود وہ نہیں کہتے کہ ہم کیوں سوال کریں اس وقت تو خود ان پر شادی کے اخراجات کا بوجھ پڑا ہوا ہے بلکہ جب کسی گھر میں شادی ہو رہی ہوتی ہے وہ بھی اپنا برتن لے کر پہنچ جاتے ہیں اور گھر والا اور دنوں کی نسبت ان کے برتن میں زیادہ ڈالتا ہے کیونکہ اس وقت اس کی اپنی طبیعت خرچ کرنے پر آئی ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی بزرگ کی نقل کرتا ہے تو چاہے وہ اس کے درجہ تک نہ پہنچا ہوا ہو جب بھی وہ اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی کمزوری کو دیکھ کر اس سے زیادہ بخشش کا سلوک کرتا ہے۔ ماں باپ اپنے بچّہ سے اس وقت زیادہ پیار کرتے ہیں جب وہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اور جب وہ کھڑے ہونے کی کوشش کرتا ہے تو گر جاتا ہے لیکن ایک بالغ بچّہ جب چل پھر رہا ہوتا ہے تو ماں باپ کے دِل میں محبّت کا وہ جوش پیدا نہیں ہوتا جو ایک چھوٹے بچّے کے متعلق پیدا ہوتا ہے۔ پس کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ خانہ کعبہ کے ذریعہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے دین کی ایک آخری بنیاد قائم کی گئی تھی اس سے ہمارے گھروں کو کیا واسطہ ہے؟ اُسی کا واسطہ دے کر مانگنا ہی تو خدا تعالیٰ کی رحمت کو بڑھاتا ہے اور انہی کی نقل کرنا ہی تو اصل چیز ہے

قیام پاکستان کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ
ایک سفر کے دوران

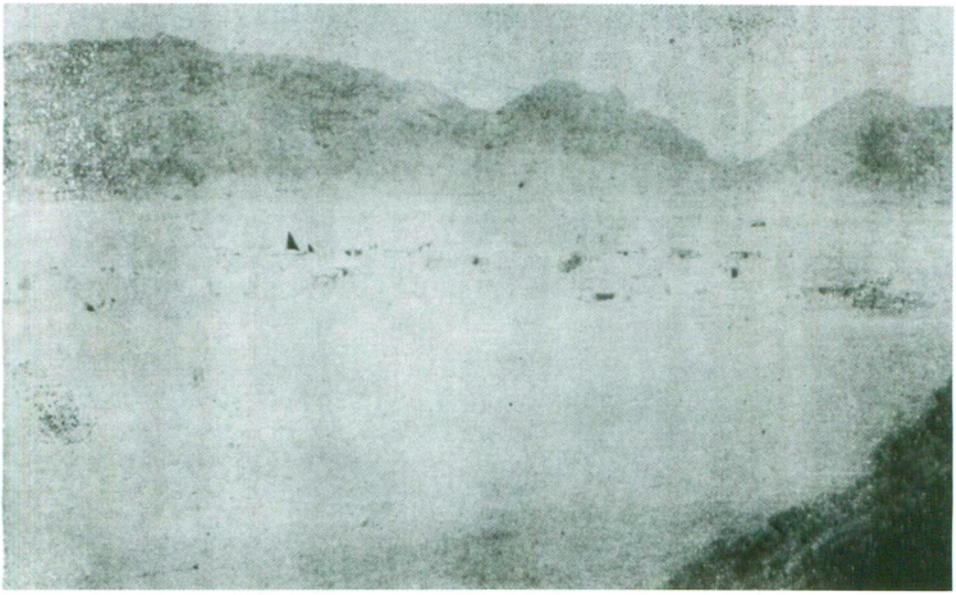

سرزمین ربوہ کی ایک ابتدائی تصویر

جو شخص کمزور ہے اور کمزور ہو کر چاہتا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح چلوں اللہ تعالیٰ اُس کی اِس بات کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اَور زیادہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے دیکھو میرا یہ کمزور بندہ کتنا اچھا ہے اِس میں ہمّت اور طاقت نہیں مگر پھر بھی یہ میری طرف سے بھیجے ہوئے ایک نمونہ اور مثال کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے سو ہمیں بھی اس کام کی یاد کے طور پر اور اُس بستی کی یاد کے طور پر جس جگہ خدا کے ایک نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کے انتظار میں دعائیں کی گئیں اپنے نئے مرکز کو بساتے وقت جو اسی طرح ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں بسایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنی چاہئیں کہ شاید ان لوگوں کے طفیل جو مکہ مکرمہ کے قائم کرنے والے اور مکہ مکرمہ کی پیشگوئیوں کے حامل تھے اللہ تعالےٰ ہم پر بھی اپنا فضل نازل کرے اور ہمیں بھی ان نعمتوں سے حصّہ دے جو اس نے پہلوں کو دیں۔ آخر نیّت تو ہماری بھی وہی ہے جو اُن کی تھی۔ ہمارے ہاتھ میں وہ طاقت نہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی اور ہمارے دِل میں وہ قوّت نہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دِل میں تھی۔ اگر ہم باوجود اس کمزوری کے وہی ارادہ کرلیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تو خدا تعالیٰ ہم سے ناراض نہیں ہوگا۔ وہ یہ نہیں کہے گا کہ کون ہیں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نقل کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ یہ کہے گا دیکھو میرے یہ کمزور بندے اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے آگے آگئے ہیں جس بوجھ کے اُٹھانے کی ان میں طاقت نہیں۔ دُنیا اس وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھول گئی ہے۔ بلکہ اَور لوگوں کا تو کیا ذکر ہے خود مسلمان آپ کی تعلیم کو بھول چکے ہیں۔ آج دُنیا میں سب سے زیادہ مظلوم انسان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو بھی اُٹھتا ہے مصنّف کیا اور فلسفی کیا اور مؤرخ کیا وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دُنیا کا سب سے بڑا محسن انسان آج دُنیا میں سب سے زیادہ مظلوم انسان ہے، اور دُنیا کا سب سے زیادہ معزز انسان آج دُنیا میں سب سے زیادہ ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہمارے دلوں میں اسلام کی کوئی بھی غیرت باقی ہے، اگر ہمارے دِلوں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی محبت باقی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے آقا کی کھوئی ہوئی عزت کو پھر دوبارہ قائم کریں۔ اس میں ہماری جانیں، ہماری بیویوں کی جانیں، ہمارے بچوں کی جانیں بلکہ ہماری ہزار پشتیں بھی اگر قربان ہو جائیں تو یہ ہمارے لئے عزت کا موجب ہوگا۔

ہم نے یہ کام قادیان میں شروع کیا تھا مگر خدائی خبروں اور اس کی بتائی ہوئی پیشگوئیوں کے مطابق

ہمیں قادیان کو چھوڑنا پڑا اب انہی خبروں اور پیشگوئیوں کے ماتحت ہم ایک نئی بستی اللہ تعالےٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اِس وادیٔ غیر ذی زرع میں بسا رہے ہیں۔ ہم چیونٹی کی طرح کمزور اور ناطاقت ہی سہی مگر چیونٹی بھی جب دانہ اُٹھا کر دیوار پر چڑھتے ہوئے گِرتی ہے تو وہ اس دانے کو چھوڑتی نہیں بلکہ دوبارہ اُسے اُٹھا کر منزلِ مقصود پر لے جاتی ہے اسی طرح گو ہمارا وہ مرکز جو حقیقی اور دائمی مرکز ہے دشمن نے ہم سے چھینا ہوا ہے لیکن ہمارے ارادہ اور عزم میں کوئی تزلزل واقعہ نہیں ہوا۔ دُنیا ہم کو ہزاروں جگہ پھینکتی چلی جائے، وہ فٹ بال کی طرح ہمیں لڑھکاتی چلی جائے ہم کوئی نہ کوئی جگہ ایسی ضرور نکال لیں گے جہاں کھڑے ہو کر ہم پھر دوبارہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت دُنیا میں قائم کر دیں اور بغیر ہمارے یہ حکومت دُنیا میں قائم ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبّت سے لوگوں کے دل خالی ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی حقیقی تفسیر سے وہ ناواقف ہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ بظاہر لوگوں کے دِلوں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت پائی جاتی ہے۔ لاکھوں غیر احمدی ایسے ہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا اظہار کرتے ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ آپؐ کی ایک نئی بنائی ہوئی شکل سے محبّت کرتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے بعض احمدی بھی غلط فہمی میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جب یہ لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرتے ہیں تو ہمارا یہ کہنا کِس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ ان کے دِلوں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبّت نہیں۔ حالانکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ محبّت تو کرتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک غلط تصویر سے۔ اِسی طرح ہم مانتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی فرمانبرداری کی خواہش رکھتے ہیں مگر وہ اس غلط تاویل کی فرمانبرداری کی خواہش رکھتے ہیں جو اُن کے دِلوں میں راسخ ہو چکی ہے۔ اِس لئے جب تک احمدیت دُنیا میں غالب نہیں آجاتی اسلام غلبہ نہیں پا سکتا۔ اور یہ اِتنی موٹی بات ہے کہ مَیں حیران ہُوں مسلمان اسے کیوں نہیں سمجھتے اور کیوں وہ اِس بات پر غور نہیں کرتے کہ باوجود اُلفتِ رسولؐ کے وہ دُنیا میں کیوں ذلیل ہو رہے ہیں۔ سیدھی بات ہے مسلمان اِس وقت پچّاس کروڑ ہیں اور احمدی پانچ لاکھ مگر چار پانچ لاکھ احمدی جتنی اسلام کی خدمت کر رہا ہے، جس قدر اسلام کی تبلیغ کر رہا ہے اور جس قدر اشاعتِ اسلام کے لئے قربانیاں پیش کر رہا ہے اتنی پچّاس کروڑ مسلمان نہیں کر رہا۔ اِس وقت دُنیا

کے گوشہ گوشہ میں احمدی مبلغ پھیلے ہوئے ہیں اور وہ عیسائیت کا مقابلہ کر رہے ہیں اور مقابلہ بھی معمولی نہیں بلکہ بڑی بڑی عیسائی طاقتوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ ان کا مقابلہ موثر ہے۔ پندرہ بیس سال ہوئے لکھنؤ میں عیسائیوں کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی جس میں یورپ سے بھی عیسائی پادری شامل ہوئے اس میں یہ سوال اُٹھایا گیا کہ شمالی ہندوستان میں اب کوئی اچھا شریف اور تعلیم یافتہ آدمی عیسائی نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تمام پادری جو اس فن کے ماہر تھے انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ کیا ہے اُس وقت سے عیسائیت کی ترقی رُک گئی ہے۔ انہوں نے عیسائیت کی اِس قدر مخالفت کی ہے کہ جہاں جہاں ان کا لٹریچر پھیل جاتا ہے عیسائیت ترقی نہیں کر سکتی پھر افریقہ کے متعلق ایک بڑی بھاری کمیٹی مقرر کی گئی تھی جسے چرچ آف انگلینڈ نے مقرر کیا تھا جس کی سالانہ آمد ہمارے بہت سے صوبوں سے بھی زیادہ ہے۔ وہ چالیس پچاس کروڑ روپیہ سالانہ عیسائیت کی اشاعت کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اس کمیٹی کی طرف سے جو رپورٹ تیار کی گئی اس میں چھتیس جگہ یہ ذکر آتا تھا کہ افریقہ میں عیسائیت کی ترقی محض احمدیت کی وجہ سے رُکی ہے۔ ابھی بارہ۱۲ مہینے ہوئے ایک پادری جسے افریقہ کے دَورہ کے لئے بھیجا گیا تھا اُس نے افریقہ کے دَورہ کے بعد یہ رپورٹ کی کہ افریقہ میں عیسائیت کیوں برکا ہے وجہ کر رہی ہے۔ اس نے کئی جگہوں کے نام لئے اور کہا کہ وہاں عیسائیت کے راستہ میں احمدیوں نے روکیں ڈال دی ہیں اور ساتھ ہی اس نے اپنے اِس خیال کا اظہار کیا کہ عیسائیت کی تبلیغ اب افریقن لوگوں میں اچھا اثر نہیں کر سکتی ہاں اسلام کی تبلیغ ان میں اچھا اثر پیدا کر رہی ہے۔ اس نے کہا جب سے افریقہ میں احمدی آ گئے ہیں عیسائیت ان کے مقابلہ میں شکست کھاتی جا رہی ہے چنانچہ عیسائیوں کا فلاں سکول جو بڑا بھاری سکول تھا اب ٹوٹنے لگا ہے اور لوگ اس میں اپنے لڑکوں کو تعلیم کے لئے نہیں بھجواتے۔ پھر اس نے کہا اِن حالات کو دیکھتے ہوئے کیا یہ اچھا نہ ہو گا کہ ہم اپنے روپیہ اور اپنی طاقتوں کا اِس ملک میں ضیاع کرنے کی بجائے اِس میدان کو احمدیوں کے لئے چھوڑ دیں کہ وہ ان لوگوں کو مسلمان بنا لیں۔ یہ دشمنوں کا اقرار ہے جو اُنہوں نے ہماری تبلیغی جدّوجہد کے متعلق کیا... یہ طاقت ہم میں کہاں سے آئی ہے؟ اور یہ جوش ہم میں کیوں پیدا ہوا؟ اسی لئے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم میں ایک آگ پیدا کر دی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ پھر دوبارہ اسلام کو دُنیا میں غالب کر دیں۔ پس مسلمان احمدیت کا جتنا بھی مقابلہ کرتے ہیں وہ اسلام کے غلبہ میں اتنی ہی روکیں پیدا کرتے ہیں اور جتنی جلدی وہ احمدیت میں

شامل ہو جائیں گے اتنی جلدی ہی اسلام دُنیا میں غالب آجائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اِس وقت جس قدر تحریکیں دُنیا میں جاری ہیں وہ ساری کی ساری دُنیوی ہیں صرف ایک تحریک مسلمانوں کی مذہبی تحریک ہے اور وہ احمدیت ہے۔ پاکستان خواہ کتنا بھی مضبوط ہو جائے کیا عراقی کہیں گے کہ ہم پاکستانی ہیں۔ کیا شامی کہیں گے کہ ہم پاکستانی ہیں۔ کیا لبنانی کہیں گے کہ ہم پاکستانی ہیں۔ کیا حجازی کہیں گے کہ ہم پاکستانی ہیں۔ شامی تو اِس بات کے لئے بھی تیار نہیں کہ وہ لبنانی یا حجازی کہلائیں حالانکہ وہ ان کے ہم قوم ہیں۔ پھر لبنانی اور حجازی اور عراقی اور شامی پاکستانی کہلانا کب برداشت کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ قولاً تو اتحاد کر سکتے ہیں مگر وہ ایک پارٹی اور ایک جماعت نہیں کہلا سکتے۔ صرف ایک تحریک احمدیت ہی ایسی ہے جس میں سارے کے سارے شامل ہو سکتے ہیں عراقی بھی اس میں شامل ہو کر کہہ سکتا ہے کہ مَیں احمدی ہوں۔ عربی بھی اس میں شامل ہو کر کہہ سکتا ہے کہ مَیں احمدی ہوں۔ حجازی بھی اس میں شامل ہو کر کہہ سکتا ہے کہ مَیں احمدی ہوں اور عملاً ایسا ہو رہا ہے۔ وہ عربی ہونے کے باوجود اِس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم احمدیت میں شامل ہیں جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور اِس طرح وہ ایک رنگ میں پاکستان کی ماتحتی قبول کرتے ہیں مگر یہ ماتحتی احمدیت میں شامل ہو کر ہی کی جا سکتی ہے اس کے بغیر نہیں۔ چنانچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ عربی جو اس غرور میں رہتا ہے کہ مَیں اس مُلک کا رہنے والا ہوں جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے میرا مقابلہ کوئی اَور شخص کہاں کر سکتا ہے وہ احمدیت میں شامل ہو کر برّ عظیم ہندو پاکستان کا بھی ادب و احترام کرتا ہے اور یہاں مقدّس مقامات کی زیارتوں کے لئے بھی آتا ہے۔ غرض ایک ہی چیز ہے جس کے ذریعہ دُنیائے اسلام پھر متحد ہو سکتی ہے اور جس کے ذریعہ دوسری دُنیا پر کامیابی اور فتح حاصل ہو سکتی ہے اور وہ احمدیت ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان دُنیا میں ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں اور ہر جگہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اِس سے زیادہ تباہی اَور کیا ہو گی کہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی پچاس ہزار عورتیں اَب تک سکھوں اور ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں کیا یہ معمولی ذلّت ہے کہ مسلمانوں کی پچاس ہزار عورتوں کو وہ پکڑ کر لے گئے اور ان سے بدکاریاں کر رہے ہیں۔ کیا یہ معمولی عذاب ہے کہ پانچ چھ لاکھ مسلمان دنوں میں مارا گیا۔ اور پھر فلسطین میں جو کچھ ہوا ہے کیا وہ مسلمانوں کو نظر نہیں آرہا۔ ابھی حیدرآباد میں جو کچھ ہوا ہے اس سے کس طرح مسلمانوں کو صدمہ ہوا ہے اور وہ اپنے دلوں میں کیسی ذلّت اور شرمندگی محسوس کر رہے ہیں مگر یہ ساری مصیبتیں اور بلائیں ایک لمبی زنجیر

کی مختلف کڑیوں کے سوا اور ہیں کیا؟ آخر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کو جو محبت ہے اس کے ظاہر ہونے کا وقت کب آئے گا اور کونسا وہ دن ہوگا جب خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکے گی اور مسلمانوں کو اس تنزّل اور اِدبار سے نجات دلائے گی۔ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی دُنیا میں بھڑکتی ہے یا نہیں، اور اگر بھڑکتی ہے تو مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ اس کی غیرت کے بھڑکنے کا کونسا ذریعہ ہُوا کرتا ہے۔ اگر وہ سوچتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ پہلے اپنا مامور دُنیا میں بھیجتا ہے اور پھر اس مامور کے ذریعہ ہی اس کی غیرت بھڑکا کرتی ہے۔ اس کے سوا خدا تعالیٰ نے کبھی کوئی طریق اختیار نہیں کیا اور یہی ایک طریق ہے جس پر چل کر وہ اب بھی خدا تعالیٰ کی غیرت کا نمونہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ بات مسلمانوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں سمجھاؤ کہ تمہارا فائدہ، اسلام کا فائدہ اور پھر ساری دُنیا کا فائدہ اسی میں ہے کہ تم جلد سے جلد احمدیت میں شامل ہو جاؤ۔ آخر وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے وہ ہم سے رُکتے ہیں۔ ہماری تو ساری تاریخ بتاتی ہے کہ ہم نے ہر موقع پر مسلمانوں کی خدمت کی ہے گو اس کے بعد ہمیشہ ان کی طرف سے مخالفت ہی ہوئی ہے مگر پھر بھی ہمارا کیا نقصان ہُوا۔

ابھی کوئٹہ میں غیر احمدیوں کی طرف سے ایک جلسہ کیا گیا جس میں لوگوں کو ہمارے خلاف اُکسایا گیا۔ ایک احمدی ڈاکٹر میجر محمود احمد رات کے وقت کسی مریض کو دیکھ کر کار میں واپس آ رہے تھے کہ وہ تقریر کی آواز سُن کر وہاں ٹھہر گئے۔ اُنہوں نے اپنی موٹر باہر کھڑی کی اور خود تھوڑی دیر کے لئے اندر چلے گئے۔ بعض غیر احمدیوں نے انہیں دیکھ کر دوسروں کو اُکسا دیا اور اُنہوں نے ان پر پتھراؤ شروع کر دیا وہ پتھراؤ کی بوچھاڑ سے بچنے کے لئے ایک طرف اندھیرے میں چلے گئے اس پر کسی شخص نے وہیں اندھیرے میں خنجر مار کر انہیں شہید کر دیا اِس واقعہ کے تیسرے چوتھے دن بعد میرے پاس ایک وفد آیا جس میں بلوچستان مسلم لیگ کے وائس پریذیڈنٹ بھی شامل تھے اور پٹھانوں کی قوم کے ایک سردار بھی شامل تھے اُن سب نے آکر کہا کہ ڈاکٹر میجر محمود کے قتل کا جو واقعہ ہُوا ہے اس میں صرف پنجابیوں کا قصور ہے ہمارا کوئی قصور نہیں آپ ہم پر گِلا نہ کریں۔ پنجابی مولویوں نے یہاں آکر مخالفانہ تقریریں کیں جس سے لوگ مشتعل ہو گئے۔ پھر اس سردار نے جو اپنی قوم کے رئیس اور میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی تھے کہا کہ مَیں نے پنجابیوں کو بُلوایا اور ان سے کہا کہ تم جو احمدیت کے خلاف شورش کر رہے ہو تم یہ بتاؤ کہ قادیان پنجاب میں ہے یا بلوچستان میں۔ انہوں نے کہا پنجاب میں۔ مَیں نے کہا جب قادیان پنجاب میں تھا اور تم کو ایک لمبا عرصہ احمدیوں کی مخالفت کے لئے مِل چکا ہے تو جب تم وہاں ان لوگوں کو تباہ نہیں کر سکے تو یہاں کیا مقابلہ کرو گے۔ اگر تم میں ہمّت اور طاقت تھی تو تم نے اِن لوگوں کو یہاں

انہوں نے ہی کیوں دیا وہیں کیوں نہ مار ڈالا۔ پھر مَیں نے پُوچھا کہ پنجاب کی آبادی کتنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اَب دو کروڑ ہے پہلے تین کروڑ ہوا کرتی تھی۔ مَیں نے کہا بلوچستان کی کتنی آبادی ہے۔ انہوں نے کہا ۱۲ لاکھ۔ مَیں نے کہا تم دو تین کروڑ ہو کر ان لوگوں کو مار نہیں سکے تو ہم بارہ لاکھ کو کیوں ذلیل کرتے ہو اور کیوں ہمیں ان کی مخالفت کے لئے اُکساتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا نے اپنا سارا زور ہماری مخالفت میں لگا لیا اور ابھی اَور لگائے گی لیکن یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ احمدیت دُنیا میں غالب آ کر رہے گی کیونکہ احمدیت کے بغیر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غالب نہیں آ سکتے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں اپنی ذات کے متعلق بھی یہ بات جانتا ہوں کہ میری زندگی کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی زندگی وابستہ ہے اِس لئے خدا ابھی دشمن کے ہاتھوں سے نہیں مرنے دے گا اور وہ میرے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لے گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے ساتھ اسلام کی ترقی کو وابستہ کر دیا ہے جو شخص احمدیت پر ہاتھ اُٹھاتا ہے وہ اسلام پر ہاتھ اُٹھاتا ہے، جو شخص احمدیت کو برباد کرنا چاہتا ہے وہ اسلام کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ہمارا بھی فرض ہے کہ جب خدا نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے اور ہم کمزوروں اور ناتوانوں کے ساتھ اسلام کی آئندہ ترقی کو وابستہ کر دیا ہے تو ہم اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔ اِسی لئے باوجود اس کے کہ شہروں میں ہمیں مکان مِل سکتے تھے مگر ہم نے نہیں لئے کیونکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ لوگوں میں بیداری پیدا کرتے رہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان میں تنظیم پیدا کریں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان کی تعلیم اور تربیت کا خیال رکھیں اور یہ چیز بڑے شہروں میں حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہاں جماعت بکھری ہوئی ہوتی ہے۔ پس باوجود اس کے کہ ہمیں شہروں میں جگہیں مِل سکتی تھیں ہم نے ان کی پروا نہیں کی اور اِس وادئ غیر ذی زرع کو اِس ارادہ اور نیت کے ساتھ چُنا ہے کہ جب تک یہ عارضی مقام ہمارے پاس رہے گا ہم اسلام کا جھنڈا اس مقام پر بلند رکھیں گے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت دُنیا میں قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور جب خدا ہمارا قادیان ہمیں واپس دے دے گا یہ مرکز صرف اِس علاقہ کے لوگوں کے لئے رہ جائے گا یہ مقام اُجڑے گا نہیں۔ کیونکہ جہاں خدا کا نام ایک دفعہ لے لیا جائے وہ مقام برباد نہیں ہوا کرتا۔ پھر یہ صرف اِس علاقہ کے لوگوں کا مرکز بن جائیگا اور ساری دُنیا کا مرکز پھر قادیان بن جائے گا جو حقیقی اور دائمی مرکز ہے۔ پس ہم یہاں آئے ہیں اِس لئے کہ خدا کا نام اُونچا کریں ہم اِس لئے نہیں آئے کہ اپنے نام کو بلند کریں ہمارا نام شہروں میں زیادہ اُونچا ہو

سکتا تھا۔ اور ہم اگر اپنے نام کو بلند کرنے کی خواہش رکھتے تو اِس کے لئے بڑے شہر زیادہ موزوں تھے بلکہ خود ان شہروں کے رہنے والوں نے بھی خواہش کی تھی کہ وہیں جماعت کے لئے زمینیں خرید لی جائیں چنانچہ لاہور، کوئٹہ اور کراچی میں چوٹی کے آدمی مجھ سے ملنے کے لئے آتے اور خواہش کرتے تھے کہ انہی کے شہر میں ہم رہائش اختیار کریں۔ کراچی میں بھی لوگوں نے یہی خواہش کی اور کوئٹہ میں بھی لوگوں نے یہی خواہش کی۔ غرض اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہمیں ظاہری عزّت شہروں میں زیادہ ملتی تھی مگر ہمارا کام اپنے لئے ظاہری عزّت حاصل کرنا نہیں بلکہ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اس جگہ کی تلاش کریں جہاں اسلام کی عزّت کا بیج بو سکیں اور ہم نے اسی نیّت اور ارادہ سے اِس وادیٔ غیر ذی زرع کو چُنا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو یہاں کوئی فصلیں نہیں، کہیں سبزی کا نشان نہیں گویا چُن کر ہم نے وہ مقام لیا ہے جو قطعی طور پر آبادی اور زراعت کے ناقابل سمجھا جاتا تھا تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ دے کہ پاکستان نے احمدیوں پر احسان کیا ہے۔ مگر کہنے والوں نے پھر بھی کہہ دیا کہ کروڑوں کروڑ کی جائداد پاکستان نے احمدیوں کو دے دی ہے۔ یہ زمین ہم نے دس روپیہ ایکڑ پر خریدی ہے اور یہ زمین ایسی ہے جو بالکل بنجر اور غیر آباد ہے اور صدیوں سے بنجر اور غیر آباد چلی آتی ہے۔ یہاں کوئی کھیتی نہیں ہو سکتی، کوئی سبزہ دکھائی نہیں دیتا، کوئی نہر اس زمین کو نہیں لگتی۔ اِس کے مقابلہ میں مَیں نے خود مظفر گڑھ میں نہر والی زمین آٹھ روپیہ ایکڑ پر خریدی تھی بلکہ اسی مظفر گڑھ میں ایک لاکھ ایکڑ زمین میاں شاہ نواز صاحب نے آٹھ آنے ایکڑ پر خریدی تھی جس سے بعد میں انہوں نے بہت نفع کمایا۔ یہ زمین ہم نے پہاڑی ٹیلوں کے درمیان اِس لئے خریدی ہے کہ میری رؤیا اِس زمین کے متعلق تھی۔ یہ رؤیا دسمبر ۱۹۴۱ء میں مَیں نے دیکھی تھی اور ۲۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اب تک دس ہزار آدمی یہ رؤیا پڑھ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے ریکارڈ میں بھی یہ رؤیا موجود ہے۔ مَیں نے اِس رؤیا میں دیکھا کہ قادیان پر حملہ ہوا ہے اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں مگر مقابلہ کے بعد دشمن غالب آ گیا اور ہمیں وہ مقام چھوڑنا پڑا۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا مَیں ایک جگہ بتاتا ہوں آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں اٹلی کے ایک پادری نے گرجا بنایا ہوا ہے اور ساتھ اس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دیتا ہے وہ مقام سب سے بہتر رہے گا۔ مَیں ابھی متردّد ہی تھا کہ اس جگہ رہائش اختیار کی جائے یا نہ کی جائے کہ ایک شخص نے کہا آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے۔ اس نے سمجھا کہ

کہیں مَیں رہائش سے اِس لئے انکار نہ کر دوں کہ یہاں مسجد نہیں۔ چنانچہ مَیں نے کہا اچھا مجھے مسجد دکھاؤ اُنہوں نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی، چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بھی بچھی ہوئی تھیں اور امام کی جگہ ایک صاف قالینی مصلّیٰ بچھا ہُوا تھا۔ اِس پر مَیں خوش ہُوا اور مَیں نے کہا لو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسجد بھی دے دی ہے ("مَیں اس وقت سمجھتا ہوں کہ ہم تنظیم کے لئے آئے ہیں اور تنظیم کے بعد دشمن کو پھر شکست دے دیں گے"۔ ؎۱) اَب ہم اِسی جگہ رہیں گے۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ کچھ لوگ باہر سے آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بڑی تباہی ہے بڑی تباہی ہے اور جالندھر کا خاص طور پر نام لیا کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوئی ہے۔ پھر اُنہوں نے کہا ہم نیلے گنبد میں داخل ہونے لگے تھے مگر ہمیں وہاں بھی داخل نہیں ہونے دیا۔ اس وقت تک تو ہم صرف لاہور کا ہی نیلا گنبد سمجھتے تھے مگر بعد میں غور کرنے پر معلوم ہُوا کہ نیلے گنبد سے مُراد آسمان تھا اور مطلب یہ تھا کہ کھُلے آسمان کے نیچے بھی مسلمانوں کو امن نہیں ملے گا۔ چنانچہ لوگ جب اپنے مکانوں اور شہروں سے نکل کر ریفیوجی کیمپوں میں جمع ہوتے تھے تو وہاں بھی سِکھ ان پر حملہ کر دیتے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو مار ڈالتے تھے۔ اِس رؤیا کے مطابق یہ جگہ مرکز کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ جب مَیں قادیان سے آیا تو اُس وقت یہاں اتفاقاً چوہدری عزیز احمد صاحب احمدی سب جج ؎۲ لگے ہوئے تھے۔ مَیں شیخوپورہ کے متعلق مشورہ کر رہا تھا کہ چوہدری عزیز احمد صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ مَیں نے اخبار میں آپ کی ایک اِس رنگ کی خواب پڑھی ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ چنیوٹ ضلع جھنگ کے قریب دریائے چناب کے پار ایک ایسا ٹکڑا زمین ہے جو اس خواب کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں یہاں آیا اور مَیں نے کہا ٹھیک ہے خواب میں جو مَیں نے مقام دیکھا تھا اس کے اِردگرد بھی اِسی قسم کے پہاڑی ٹیلے تھے صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ مَیں نے اُس میدان میں گھاس دیکھا تھا مگر یہ چٹیل میدان ہے۔ اَب بارشوں کے بعد کچھ کچھ سبزہ نکلا ہے ممکن ہے ہمارے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں گھاس بھی پیدا کر دے اور اِس رقبہ کو سبزہ زار بنا دے۔ بہرحال اس رؤیا کے مطابق ہم نے اِس جگہ کو چُنا ہے اور یہ رؤیا وہ ہے جس کے ذریعہ چھ سال پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آئندہ آنے والے واقعات سے خبر دے دی تھی۔ دُنیا میں کون ایسا انسان ہے جس کی طاقت میں یہ بات ہو کہ وہ چھ سال پہلے آئندہ

؎۱ یہ فقرہ جو نئے مرکز کی غرض و غایت واضح کرتا ہے حضرت مصلح موعودؓ کی اصل خواب مطبوعہ الفضل ۲۱۔ دسمبر ۱۹۴۱ء میں درج ہے (ناقل)۔ ؎۲ اب آپ سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایڈووکیٹ ہیں۔

آنے والے واقعات بیان کردے۔ انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں بھلا قادیان پر حملہ کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا۔ پھر قادیان کو چھوڑنا کس کے خیال میں آسکتا تھا۔ کون خیال کرسکتا تھا کہ مسلمانوں پر ایک بہت بڑی تباہی آنے والی ہے اتنی بڑی کہ وہ اپنے شہروں اور گھروں سے نکل کر آسمان کے نیچے ڈیرے ڈالیں گے تو وہاں بھی وہ دشمن کے حملہ سے محفوظ نہیں ہوں گے۔ مگر یہ تمام واقعات رُونما ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کے مطابق ہمیں ایک نیا مرکز بھی دے دیا۔ یہاں جس قسم کی مخالفت تھی اُس کے لحاظ سے اِس مرکز کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نصرت کا ایک کُھلا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ مخالفین کے اخباروں نے پیچھے شور مچایا اور ہمارا سودا پہلے طے ہو چکا تھا۔ پھر اِس قدر جھوٹ سے کام لیا گیا کہ اِس زمین کے متعلق انہوں نے لکھا کہ حکومت کو پندرہ سَو روپیہ فی ایکڑ مِل رہا تھا اور کئی مسلمان انجمنیں اُسے یہ روپیہ پیش کر رہی تھیں مگر حکومت نے یہ ٹکڑہ برائے نام قیمت پر احمدیوں کو دے دیا۔ گویا ان کے حساب سے پندرہ لاکھ روپیہ اس ٹکڑے کا حکومت کو مِل رہا تھا مگر حکومت نے اس کی پروا نہ کی۔ جب مجھے اِس کا علم ہُوا تو مَیں نے فوراً اعلان کرا دیا کہ پاکستان کا اتنا نقصان ہم برداشت نہیں کرسکتے اگر اتنا روپیہ دے کر کوئی شخص یہ زمین خرید سکتا ہے تو وہ اب بھی ہم سے یہ زمین اتنی قیمت پر لے لے تو یہ سارے کا سارا روپیہ حکومتِ پاکستان کو دے دیں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پندرہ سَو روپیہ فی ایکڑ تو کُجا پندرہ روپیہ فی ایکڑ بھی کوئی شخص دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ گورنمنٹ نے خود اپنے گزٹ میں اِس کے متعلق متواتر اعلان کرایا مگر اُسے پانچ روپے فی ایکڑ کی بھی کسی نے پیشکش نہ کی۔ غرض اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہم قادیان سے باہر آئے ہیں اور اسی کے منشاء کے ماتحت ہم یہاں ایک نیا مرکز بسانا چاہتے ہیں۔ ہر چیز میں روکیں حائل ہو سکتی ہیں اِس لحاظ سے ممکن ہے ہمارے اِس ارادہ میں بھی کوئی روک حائل ہو جائے لیکن ہمارا ارادہ اور ہماری نیّت یہی ہے کہ ہم پھر ایک مرکز بنا کر اسلام کے غلبہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام میں ہمارا حامی ومددگار ہو۔ ہم نے اِس وادیٔ غیر ذی زرع کو جس میں فصل اور سبزیاں نہیں ہوتیں اِس لئے چُنا ہے کہ ہم یہاں بسیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کریں مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ساری فصلیں اور سبزیاں اور ثمرات خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں پس اوّل تو ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیّتوں کو صاف کرے اور ہمارے ارادوں کو پاک کرے اور پھر ہم اُس سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ مکّہ مکرمہ کے ظِلّ کے طور پر اور مکّہ مکرمہ کے

موعودؑ کے طفیل ہم کو بھی اِس وادی میں ہر قسم کے ثمرات پہنچا دے گا۔ ہماری روزیاں کسی بندے کے سپرد نہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اپنے پاس سے ہم کو کھلائے گا اور ہم اُس سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ یہاں کے رہنے والوں میں دین کا اتنا جوش پیدا کر دے دین کی اتنی محبت پیدا کر دے، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتنا عشق پیدا کر دے کہ وہ پاگلوں کی طرح دُنیا میں نکل جائیں اور اس وقت تک گھر نہ لوٹیں جب تک دُنیا کے کونے کونے میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم نہ کر دیں۔ بے شک دُنیا کہے گی کہ یہ لوگ پاگل ہیں مگر ایک دن آئے گا اور یقیناً آئے گا۔ یہ آسمان ٹل سکتا ہے یہ زمین ٹل سکتی ہے مگر یہ وعدہ نہیں ٹل سکتا کہ خدا ہمارے ہاتھ سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت دُنیا میں قائم کر دے گا اور وہ لوگ جو آج ہمیں پاگل کہتے ہیں شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ اِس چیز نے تو ہو کر ہی رہنا تھا آثار ہی ایسے نظر آ رہے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ یہ چیز ضرور وقوع میں آ کر رہے گی۔ جیسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب لوگ پاگل کہتے تھے مگر اب عیسائی یہ کہتے ہیں کہ اُس وقت دُنیا کے حالات ہی اِس قسم کے تھے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوتی اور باقی مذاہب شکست کھا جاتے۔ جس طرح پہلے عقل مند کہلانے والے لوگ پاگل ثابت ہوئے اسی طرح اب بھی عقل مند کہلانے والے لوگ ہی پاگل ثابت ہوں گے اور دُنیا پر اسلام غالب آ کر رہے گا۔ آؤ اب ہم ہاتھ اُٹھا کر آہستگی سے بھی اپنے دِلوں میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ وہ ہمارے ارادوں میں برکت ڈالے اور ہمیں اِس مقدس کام کو دیانتداری کے ساتھ سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔“ ؎۱

اجتماعی دُعا

اِس نہایت درجہ موثر اور درد سے بھری ہوئی تقریر کے بعد سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے حاضرین کے ساتھ مِل کر لمبی دعا کی۔ چونکہ درویشانِ قادیان کو فون اور تار کے ذریعہ نماز اور دعا کے وقت کی قبل از وقت اطلاع کر دی گئی تھی اِس لئے وہ بھی اپنی جگہ انتظام کر کے دُعا میں شریک ہو گئے۔

خوشی اور غم سے مخلوط جذبات کا ہجوم

یہ موقعہ (جیسا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ”مرکزِ پاکستان کا افتتاح“ کے زیرِ عنوان اپنے ایک

؎۱ الفضل جلسہ سالانہ نمبر فتح / دسمبر ۱۳۴۳ہش ۱۹۶۴ء صفحہ ۵-۹ ۔ ؎۲ یہ قیمتی مضمون جو اِس موقعہ کی تفصیلات کا بنیادی ماخذ ہے الفضل (۲۲ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء) میں شائع شدہ ہے۔

مضمون میں بھی لکھا "سلسلہ کی تاریخ میں ایک خاص یادگاری موقعہ تھا جس میں دو قسم کے بظاہر متضاد لیکن حقیقتاً ایک ہی منبع سے تعلق رکھنے والے جذبات کا ہجوم تھا۔ ایک طرف نئے مرکز کے قیام کی خوشی تھی کہ خدا ہمیں اس کے ذریعہ سے پھر مرکزیت کا ماحول عطا کرے گا اور ہم ایک جگہ اکٹھے ہو کر اپنی تنظیم کے ماحول میں زندگی گزار سکیں گے اور دوسری طرف اس وقت قادیان کی یاد بھی اپنے تلخ ترین احساسات کے ساتھ دلوں میں جوش مار رہی تھی اور نئے مرکز کی خوشی کے ساتھ ساتھ ہر زبان اس ذکر کے ساتھ تازہ اور ہر آنکھ اس دعا کے ساتھ پُرنم تھی کہ خدا ہمیں جلد تر اپنے دائمی اور عالمگیر مرکز میں واپس لے جائے" [1]

پانچ بکروں کی قربانی

دُعا کے بعد حضورؓ نے فرمایا کہ "اب اِس رقبہ کے چاروں کونوں میں قربانیاں کی جائیں گی اور ایک قربانی اس رقبہ کے وسط میں کی جائے گی۔ یہ قربانیاں اس علامت کے طور پر ہوں گی کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گئے تھے اور خدا تعالیٰ نے اُن کی قربانی کو قبول فرما کر بکرے کی قربانی کا حکم دیا تھا اسی طرح ہم بھی اس زمین کے چاروں گوشوں پر اور ایک اس زمین کے سنٹر میں اس نیّت اور ارادہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور قربانیاں پیش کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو ہمیشہ اِس راہ میں قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔ [2]

اِس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ اس رقبہ کے وسط میں تشریف لے گئے اور مسنون دعاؤں کے ساتھ ایک بکرا اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیا۔ بعدہٗ چاروں کونوں پر قربانیاں کی گئیں جو مندرجہ ذیل اصحاب نے کیں:۔

۱۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ ۲۔ حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی
۳۔ چوہدری برکت علی خاں صاحب وکیل المال تحریکِ جدید ۴۔ مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فاضل۔

نئے مرکز کا پہلا پھل

قربانیوں کے بعد ایک تُرک نوجوان محمد افضل صاحب نے حضرت امیرالمومنینؓ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی اور یہ خوش قسمت نوجوان نئے مرکز کا پہلا پھل

---

[1] نمازِ عصر سے قبل تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر ایک موٹر لاری، پانچ کاریں اور چوبیس تانگے اور تیئیس سائیکل موجود تھے (الفضل ۲۲ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ہش / ۱۹۴۸ء صفحہ ۲)

[2] الفضل جلسہ سالانہ نمبر دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۹

قرار دیا گیا۔

ربوہ اور اس کی وجہ تسمیہ کی نسبت حضرت مصلح موعودؓ کا اعلان

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے اس موقع پر یہ بھی اعلان فرمایا کہ نئے مرکز کا نام ربوہ (RABWAH) تجویز کیا گیا ہے جس کے معنے بلند مقام یا پہاڑی مقام کے ہیں یہ نام اس نیک فال کے طور پر تجویز کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس مرکز کو حق و صداقت اور روحانیت کی بلندیوں تک پہنچنے کا ذریعہ بنائے اور وہ خدائی نُور کا ایک ایسا بلند مینار ثابت ہو جسے دیکھ کر لوگ اپنے خدا کی طرف راہ پائیں۔ اِس کے علاوہ ظاہری لحاظ سے بھی یہ جگہ ایک ربوہ کا حکم رکھتی ہے کیونکہ وہ اردگرد کے علاقہ سے اُونچی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بعض چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی ہیں۔ گویا ایک پہلو میں جناب کا دریا ہے جو پانی یعنی ذریعہ حیات کا منظر پیش کرتا ہے اور دوسرے پہلو میں بعض پہاڑیاں ہیں جو بلندی کی علامت کی علمبردار ہیں۔[1]

نماز عصر

قربانی اور بیعت کے بعد حضورؓ نے تھوڑے سے وقفہ سے اسی مقام پر جہاں شامیانے کے نیچے نماز ظہر ادا کی گئی تھی عصر کی نماز بھی پڑھائی جس میں علاوہ چھ سو مردوں کے بعض مستورات بھی پردہ کے پیچھے نماز میں شریک ہوئیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی واپسی

نماز عصر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے چنیوٹی احمدیوں کے زیر انتظام دعوتِ طعام میں شرکت فرمائی اور پھر چار بج کر چالیس منٹ پر واپس لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔[2] اِس طرح نئے مرکز احمدیت کی افتتاحی تقریب جو خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا ایک عظیم نشان تھی بخیر و خوبی اختتام کو پہنچی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ ۔

---

[1] الفضل ۲۲ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ھش/۱۹۴۸ء صہ ۲ ۔ [2] ایضاً ۔

ضمیمہ "تاریخ احمدیت" جلد ۱۲

(۱)

حضرت مصلح موعودؓ کا بصیرت افروز مکتوب مبلغ اسلام سپین کی بیگم صاحبہ کے نام

(مورخہ ۲۰ امان / مارچ ۱۳۳۵ ہش / ۱۹۵۶ء)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

تم اس ملک جا رہی ہو جس پر مسلمانوں نے پہلی صدی میں
قبضہ کیا اور سات سو سال تک وہاں قابض رہے
اس ملک کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا
ایک بڑے دکھ کی بات ہے مگر تم تو دیکھتی ہی
رہتی ہو کہ دلوں سے اسلام کا نکل جانا اصل صدمہ
ہے اور ایسا صدمہ جسے کسی مسلمان کو بھولنا

بعض جاہل شیعہ امام حسین کی یاد ہر سال
تازہ کئے جاتے ہیں یہ ایک بدعت ہے قرآن کی
صورت میں یہ جائز ہوتا تو مسلمانوں کو
حسین کا ماتم ہر سال کرنا چاہئے تھا یہاں تک
کہ سر پیٹ لیتے ہر مومن کے دل پر زخم کا
اتنا گہرا نشان پڑ جاتا کہ کوئی مرہم اسے
مندمل نہ کر سکتی۔

آج خوش قسمتی سے وہاں جا رہی ہو اپنے
فرض کو یاد رکھو لیکن اپنے خاوند کو یاد دلاتی
رہو تمہارا کام تمہارے خاوند کو تبلیغ میں سست نہ
کرے قرآن سے محبت بنائے صحابیات جب خلوص
سے کہا تھا عشق تو رہنے دو خاوندوں کو حضورؐ صلعم میں بھیجا

[illegible] تمہیں [illegible] [illegible] سے یاد رکھا [illegible] تمہیں

اگلا دن ہے [illegible] [illegible] سے یاد [illegible] جائے

سے قیامت تک یاد کیا جائیگا - [illegible]

کا وقت [illegible] بہت [illegible] والا

اسکا [illegible] [illegible] [illegible] دونوں [illegible]

زیادہ [illegible] بنا دے آمین

مرزا محمود احمد

(2.3.54.)

أعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

تم اس ملک جارہی ہو جس پر مسلمانوں نے پہلی صدی میں قبضہ کیا اور سات سو سال تک وہاں قابض رہے۔ اس ملک کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا ایک بڑے دُکھ کی بات ہے مگر ملک تو نکلتے ہی رہتے ہیں وہاں سے اسلام کا نکل جانا اصل صدمہ ہے اور ایسا صدمہ ہے جسے کسی مسلمان کو بھلانا نہیں چاہئیے شیعہ امام حسینؓ کی یاد میں ہر سال تازئے نکالتے ہیں یہ ایک بدعت ہے مگر اگر کسی صورت میں بھی یہ جائز ہوتا تو مسلمانوں کو سپین کا ماتم ہر سال کرنا چاہئیے تھا یہاں تک کہ

ہر بچے اور ہر بوڑھے کے دِل پر زخم کا اتنا گہرا نشان پڑ جاتا کہ کوئی مرہم اسے مندمل نہ کر سکتی۔ تم خوش قسمتی سے وہاں جا رہی ہو اپنے فرض کو یاد رکھو اور اپنے خاوند کو یاد دلاتی رہو تمہارا جانا تمہارے خاوند کو تبلیغ میں سُست نہ کر دے مگر آگے سے بھی چُست بنائے صحابیات جب جنگوں میں جاتی تھیں تو اپنے خاوندوں کو خیموں میں نہیں گھسیٹتی تھیں بلکہ خیموں سے باہر نکالتی تھیں اسی وجہ سے ان کا نام عزّت سے یاد کیا جاتا ہے اور قیامت تک یاد کیا جائے گا۔ مِل بیٹھنے کا وقت مرنے کے بعد بہت لمبا ملنے والا ہے اس کی یاد میں ان کام کے دنوں کو زیادہ سے زیادہ مفید بنا (نا) چاہیئے۔ آمین۔

(۲/۳/۵۴) مرزا محمود احمد

۲

حضرت قمر الانبیاءؑ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا گرامی نامہ مبلغِ اسلام سپین کی بیگم صاحبہ کے نام

(مورخہ ۲۔ امان / مارچ ۱۳۳۳ھش / ۱۹۵۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عزیزہ مکرمہ بیگم کرم الٰہی ظفر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی شادی کی ظاہری حالت کے لحاظ سے
وصال اور رفاقت کے سامان ہوئے ہیں مگر ابھی تک یہ صرف ایک
جسم ہے اور اس کے اندر حقیقت کی روح ڈالنا باقی ہے جو خدا کے ہاتھ
میں ہے جو تمام فضلوں اور رحمتوں کا سرچشمہ ہے اور یہ وہ آپ دونوں کو توفیق دے
کہ اپنے عمل سے خدا کی نصرت و رحمت کی جاذب بنیں۔ میری دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کو نفعوں اور رحمتوں کا مورد بنایا ہے اور
حسنات شادابیوں سے نوازے ۔ آمین ۔

سپین کا ملک جہاں آپ اپنے تو پیر عزیزم مکرم الحاج کو
ساتھ جا رہے ہیں اسلام کا گویا مرا وارث ہے جہاں اسلام
کے پودے نے سات آٹھ سو سال رہ کے برگ و بار کی شاندار بہار
دکھائی ہے مگر اب اس پر خزاں کا دور دورہ ہے ۔ آپ
اسے نئی درد مندانہ کوششوں سے اور دعاؤں کے ساتھ پھر کونپلوں
اور پھولوں سے شاداب اور آراستہ کریں اور ثابت کر دیں کہ ہمارے
آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی عالمگیر اور ہمہ گیر بہار کا
پیغام لے کر آئی ہے ۔ سپین کا دوبارہ اسلام سے مشرف ہونا
اسلام کا وہ روحانی انتقام ہوگا جس کے لئے اندلسی بزرگوں
کی [illegible] روحیں بیقرار رہی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور
آپ کے ہمسفر ساتھیوں کا حامی و ناصر ہو اور دین و دنیا میں ترقی عطا
فرماتا رہے ۔ خاکسار مرزا ناصر احمد

ربوہ 3/2/76

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عزیزہ مکرمہ بیگم کرم الٰہی صاحب ظفرؔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی شادی ظاہری حالات کے لحاظ سے دعاؤں اور برکات کے ساتھ ہوئی ہے مگر ابھی تک یہ صرف ایک جسم ہے اور اس کے اندر حقیقت کی رُوح ڈالنا یا تو ہمارے خدا کے ہاتھ میں ہے جو تمام فضلوں اور رحمتوں کا سرچشمہ ہے اور یا وہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ اپنے عمل سے خدائی نصرت و رحمت کی جاذب بنیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکی زندگی کو فضلوں اور رحمتوں کا مورد بنائے اور حسناتِ دارین سے نوازے۔ آمین۔

سپین کا ملک جہاں آپ اپنے شوہر عزیز کرم الٰہی صاحب ظفرؔ کے ساتھ جا رہی ہیں اسلام کا کھویا ہوا ورثہ ہے جہاں اسلام کے پودے نے سات آٹھ سو سال اپنے برگ و بار کی شاندار بہار دکھائی ہے مگر اب اس پر خزاں کا دَور دورہ ہے آپ اسے اپنی دردمندانہ کوششوں اور دعاؤں کے ساتھ پھر پھولوں اور پھلوں سے شاداب اور آراستہ کریں اور ثابت کر دیں کہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانی عالمگیر اور ہمہ گیر بہار کا پیغام لے کر آئی ہے۔ سپین کا دوبارہ اسلام سے مشرّف ہونا اسلام کا وہ روحانی انتقام ہوگا جس کے لئے اندلسی بزرگوں کی روحیں پکار رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے سرتاج کے ساتھ ہو اور دین و دُنیا میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۳/۴/۵۷

۳

بیان متعلقہ سفر سیالکوٹ

"حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لیکچر "استحکام پاکستان" کے سلسلہ میں موتی محل سینما میں بصدارت خان بہادر خواجہ برکت علی صاحب ریٹائرڈ ڈپوسٹ ماسٹر جنرل سیالکوٹ رات ۸ بجے کے قریب شروع ہوا۔ یہ سینما سرائے مہاراجہ جموں و کشمیر کے ساتھ ہی واقع ہے جس میں ۲؍نومبر ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا "لیکچر سیالکوٹ" (بصدارت حضرت مولوی نور دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھ کر سنایا تھا۔

لیکچر کے سننے کے لئے شہر سیالکوٹ میں ایک عام منادی کرائی گئی تھی۔ ہماری بیرونی جماعتوں کے لوگ بھی کثرت سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ تقریر کے وقت ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا اور حاضری ہمارے اندازہ سے کئی گنا زیادہ تھی۔ جلسہ نہایت پُرامن ماحول میں ہوا اور نہایت کامیاب رہا۔

خاکسار جلسہ کے دوسرے دن مکرم چوہدری محمد اکرم صاحب سول سپلائی افسر سیالکوٹ کے ہاں گیا وہاں خان بہادر چوہدری قاسم علی صاحب، ذیلدار، سب رجسٹرار، پراونشل درباری ساکن بدر کے چیمہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ تشریف رکھتے تھے میں ان کو ملا۔ آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلسہ کی تقریر کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ خلیفہ صاحب کا سیاسی، جغرافیائی اور مذہبی لحاظ سے بہت وسیع علم اور مطالعہ ہے۔ ہال میں ایک نقشہ ضلع سیالکوٹ کا لٹکایا ہوا تھا جس کے ذریعہ سے پاکستان اور جموں وکشمیر کی جغرافیائی حیثیت کی نشان دہی کر کے دوران تقریر میں بتاتے جاتے تھے۔ مکرم چوہدری صاحب نے مجھ کو فرمایا کہ رات کا لیکچر سُن کر میری طبیعت پر یہ اثر ہوا ہے کہ اب ہم کو خلیفہ صاحب کی بیعت کر لینی چاہیئے۔

دورانِ قیام سیالکوٹ حضور رضی اللہ عنہ نے سیالکوٹ۔ جموں کا بارڈر بھی جا کر دیکھا حضور وہاں جیپ پر تشریف لے گئے تھے۔"

(قاسم الدین محلہ حکیم حسام الدین سیالکوٹ)

۴

اسماء گروپ فوٹو بمقام تورخم (لنڈی خانہ)

(مورخہ ۶ر شہادت / اپریل ۱۳۲۷ھش / ۱۹۴۸ء)

کرسیوں پر دائیں سے بائیں:- ۱۔ میاں محمد یوسف خاں صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) ۲۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دردؓ ۴۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ صوبائی امیر ۵۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۔ شیخ مظفر الدین صاحب امیر جماعت پشاور ۷۔ صاحبزادہ محمد طیب صاحب (ابن حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہیدؓ) ۸۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۹۔ خاصے داروں کے ایک صوبہ دار۔

پہلی قطار (کھڑے دائیں سے بائیں):- پہلے پانچ خاصے دار (نام معلوم نہیں) ۶۔ میاں رشید احمد صاحب انجنیئر ۷۔ تحصیلدار صاحب تورخم (نام معلوم نہیں) ۸۔ خان شمس الدین خاں صاحب ۹۔ صاحبزادہ عبد الحمید صاحب ابن صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب آف ٹوپی ۱۰۔ نام معلوم نہیں ۱۱۔ خادم (نام معلوم نہیں) ۱۲۔ صاحبزادہ عبد المجید صاحب آف ٹوپی ۱۳۔ (میجر) عبد الاکبر خاں صاحب ابن ارباب محمد عجب خاں صاحب۔ ۱۴۔ صاحبزادہ عبد السلام صاحبؓ (برادر اکبر صاحبزادہ محمد طیب صاحب) ۱۵۔ خاصے دار (نام معلوم نہیں)۔

دوسری قطار (کھڑے دائیں سے بائیں):- پہلے دو خاصے دار (نام معلوم نہیں) ۳۔ جمعدار فقیر محمد صاحب (باڈی گارڈ حضرت مصلح موعودؓ) ۴۔ ۵۔ دو خاصے دار (نام معلوم نہیں) ۶۔ صوبے دار شیر خاں

(باڈی گارڈ حضرت مصلح موعودؓ) ۷۔ حوالدار عبداللہ صاحب (باڈی گارڈ حضرت مصلح موعودؓ) ۸ تا ۱۱۔ چار خاصہ دار (نام معلوم نہیں)۔

نیچے بیٹھنے والے دائیں سے بائیں:۔ ۱۔ سید گل صاحب (صاحبزادہ محمد طیب صاحب کے کارمختار) ۲۔ مولوی عبداللہ اعجاز صاحب (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری) ۳۔ میر ابوالحسن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس

۴۔ ؟ ابن شیخ مظفرالدین صاحب ۵۔ میجر محمد اسلم خان صاحب ۶۔ ارباب محمود جان صاحب

۷۔ ؟ ابن شیخ مظفرالدین صاحب

(۵)

بیان متعلقہ سفر چارسدہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۴۸ء میں پشاور کی طرف سے (اندازاً) بوقت دس بجے چارسدہ تشریف لائے تھے اور فقیر محمد خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر کے مکان میں چند گھنٹے قیام فرمایا تھا۔ اس دوران حضور ؓ خان برادرز سے ملنے کے لئے اتمان زئی تشریف لے گئے تھے۔ حضور تقریباً دو گھنٹے کے بعد واپس اتمان زئی سے تشریف لائے اور چارسدہ میں غیر احمدیوں کی مسجد میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اردگرد کے معززین نے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ایک دوست کی زبانی روایت ہے کہ حضور سے کسی نے پوچھا کہ خان برادرز نے حضور کو کیا کہا تو حضور نے فرمایا کہ "خان برادرز تباہ ہو گئے"۔ اس کے بعد حضور بذریعہ موٹر مردان تشریف لے گئے۔

(ملخصاً) (ماسٹر نورالحق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چارسدہ)

(۶)

بیان متعلقہ سفر مردان

حضرت مصلح موعودؓ بمعہ قافلہ اور خدام از پشاور ضلع مردان از طرف پشاور براستہ چارسدہ مردان تشریف لائے۔ جلسہ تقریباً عصر کے بعد شروع ہوا۔ (صاحبزادہ عبدالحمید صاحب کی یادداشت کے مطابق) مضمون کا عنوان "پاکستان اور اس کا دفاع" تھا۔

جہاں تک مجھے ذاتی طور پر یاد ہے حضور ؓ نے پاکستان کے بارڈر کی پوزیشن ہاتھ اور چھڑی کے ذریعہ جغرافیائی طور پر واضح فرمائی۔ مکرم نصراللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ مرزا صاحب صرف ایک مذہبی آدمی ہیں لیکن آج معلوم ہوا ہے کہ آں مکرم ایک جرنیل بھی ہیں (یا اسی قسم کے تعریفی الفاظ استعمال

کئے) اِن ریمارکس سے سامعین اور سنجیدہ طبقہ پر اثر کا اندازہ ہوسکتا ہے ۔جلسہ میں مردان کے معزز وکلاء صاحبان بھی موجود تھے ۔کُل سامعین کی تعداد تین چار سَو کے لگ بھگ تھی ۔جلسہ کے بعد حضورؓ نے نماز مغرب پڑھائی تھی ۔

دوسرے دن صُبح حضور مسجد احمدیہ بکٹ گنج تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی ۔اس کے بعد حضورؓ بمعہ اپنے قافلہ تخت بھائی شوگر ملز دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے ۔

بعد ازاں براستہ رسالپور نوشہرہ تشریف لائے ۔رسالپور میں چوہدری ظفر صاحب (جو اُس وقت ایرفورس میں شاید پائلٹ آفیسر تھے) کے ہاں کھانا تناول فرمایا اور ایک مختصر تقریر بھی فرمائی ۔رسالپور کے ساتھ "پیر مبارک" نامی جگہ کو دیکھا حضور دیکھنا یہ چاہتے تھے کہ نئے مرکز کے لئے خواب میں دکھایا جانے والا مقام تو نہیں لیکن اس کا نقشہ خواب سے مختلف پاکر اسے چھوڑ دیا گیا ۔

نوشہرہ میں ایک غریب لیکن نہایت مخلص دوست نے چائے پیش کرنے کی درخواست کی جو منظور کی گئی ۔ یہاں پر بھی حضور نے تقریر فرمائی جو "اِنَّا اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ" کی قرآنی آیت پر تھی ۔یہ تقریر مرحوم مرزا غلام حیدر صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعتِ احمدیہ نوشہرہ کی زیرِ صدارت ہوئی تھی ۔

حضورؓ کی ہمرکابی میں قاضی محمد یوسف صاحب پراونشل امیر صوبہ سرحد اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب (ٹوپی) بھی تھے ۔ (ملخصاً) (آدم خان امیر جماعتِ احمدیہ مردان)

(۷)

حضرت مصلح موعودؓ کے مُبارک کلمات ڈاکٹر غفور الحق صاحب کوئٹہ کی معروضات کے جواب میں

(۱۱، احسان/جون تا اخاء/ اکتوبر ۱۳۲۷ھش ۱۹۴۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا ومطاعنا ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذارش ہے کہ اِس عاجز کی ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ حضور کوئٹہ تشریف لائیں اور خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اِس عاجز کو خدمت کی توفیق دے جس کے واسطے درخواستِ دعا ہے ۔

نیز عرض ہے کہ ہمارے خاندان کی بڑی خواہش ہے کہ حضور ازراہِ عنایت ہماری طرف سے کوئٹہ میں قیام کے تمام عرصہ کے لئے مہمان نوازی قبول فرمائیں اور حضور اور حضور کے تمام خاندان کے لئے اِس عاجز کو اشیاءِ خوردنی سپلائی کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے ۔ والسلام حضور کا ادنیٰ ترین غلام

عاجز غفور الحق خان عفی عنہ ایم۔بی بی۔ایس کوئٹہ ۲۸/۶ ۱۱

عزیزم ڈاکٹر غفور الحق خان صاحب سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

تحفہ قبول کرنے کو دل کر رہا تھا مگر ایسا قرار دیا ہے عزیزم حسین کو تحفہ دینا

لیکن نہیں ہوا آپ نے کہا حسین یہ طور تحفہ بھیج رہے ہیں تو اسے لینے میں بھی عذر نہیں

عزیزم حسین مرحوم کے ہاں پیدا ہونے والے بچے جیسی محبت ہے کہ میں اس کو تحفہ کا

شکل سوال کا جواب کہ بات اس طرح ہمارے دل کو عجب رشتہ کہ جلدی ملید

الحمد للہ میری صحت پہلے سے بہتر ہے آپ جو دیر لگی جب تک میں کرتا ہیں

یا اجازت تحفہ کا بھی قدر قدم ہے لیکن رکھتے ہیں اگر آپ کو اللہ ہم سب

دوستوں کا ساتھ قائم رہے بہت سی دعا گو ہوں صورت ہمارے دل

یہ چند سطر لکھ دی ہیں۔ والدین کو سلام

والسلام خاکسار

سید

(جواب) عزیزم ڈاکٹر غفور الحق خاں صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ تحفہ قبول کرنے کو رسول کریمؐ نے سنۃ انبیاء قرار دیا ہے مگر غیر معین بوجھ ڈالنا ٹھیک نہیں۔ یوں آپ کوئی جنس بہ طور تحفہ بھجوائیں تو اسے لینے میں ہمیں عذر نہ ہوگا مگر غیر معین عرصہ کے لئے یہ مان لینا کہ آپ جنس بھجوایا کریں اس میں تحفہ کی شکل سوال کی بدل جاتی ہے۔ اس طرح ہمارے دل پر بوجھ رہے گا کہ جلدی چلو ان کو تکلیف ہو رہی ہوگی۔ پس آپ جب اور جس قدر چاہیں کوئی جنس یا اجناس تحفہ کے طور پر خوشی سے بھجوا سکتے ہیں اس سے آپ کی اور ہماری دونوں کی بشاشت قائم رہے گی مگر آپ کی پیش کردہ صورت میں ہمارے دل پر بوجھ رہے گا کہ ہم بوجھ بن رہے ہیں۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سیدنا ومطاعنا ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا ارشاد بابت میری درخواست مہمان نوازی موصول ہونے پر ازحد شرمسار ہوں کہ حضور کو اس سے سوال کا رنگ پیدا ہونے کا احتمال ہوا جس کے واسطے معافی کا خواستگار ہوں۔

چونکہ حضور نے اس عاجز کی مہمان نوازی کو غیر معین عرصہ کے لئے قبول فرمانا پسند نہیں فرمایا اس لئے عاجز کی درخواست ہے کہ دو ماہ کے لئے حضور اس عاجز کی مہمان نوازی قبول فرمائیں اور اس عاجز کو کل صبح سے اشیاء خوردنی سپلائی کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ ترین غلام عاجز غفور الحق خاں عفی عنہ ۱۲ ۶/۴۸

[illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(جواب) عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری سمجھ میں ابھی بات نہیں آئی کہ یہ کس طرح ہوگا۔ سردست آپ تین دن اسی طرح کرلیں میری سمجھ میں بھی آجائے اور آپ کی خواہش مہمان نوازی کی بھی پوری ہو جائے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا ومطاعنا ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور نے از راہ نوازش اور شفقت اس عاجز کی دلداری کی خاطر تین دن کی مہمان نوازی قبول فرمالی۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ۔

چونکہ حضور نے فرمایا تھا کہ سردست تین دن کے لئے اس عاجز کی خواہش مہمان نوازی پوری ہو جائے۔ اب جس طرح حضور پسند فرمائیں یعنی اگر حضور اس انتظام کو جاری رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو عین نوازش ہوگی ورنہ جو صورت حضور نے پہلے مناسب خیال فرمائی تھی اس پر عمل پیرا ہو جاؤں۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ ترین غلام

عاجز عبدالحق خان عفی عنہ ۱۵ ۶/۴۸

[illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری غرض یہ تھی کہ بعض [illegible]

[illegible] بوجھ نہ ہو کہ ہم مہمان ہیں بہرحال گھر میں

انتظام ہو تو کارکن خود ڈرتے ہیں کہ زائد خرچ

نہ ہو مہمان نوازی والے اوپر اوپر زیادہ خرچ

کروا دیتے ہیں اور روپیہ کے ضیاع کا موجب بنتے ہیں

اگر آپ کو ہر دو صورت پر اصرار ہے تو پھر

[illegible]

[illegible]

[illegible] والسلام

[illegible]

[illegible]

(جواب) عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری غرض تو یہ تھی کہ یوں ہی آپ پر اس وجہ سے بوجھ نہ ہو کہ ہم مہمان ہیں۔ گھر میں انتظام ہو تو کارکن خود ڈرتے ہیں کہ زائد خرچ نہ ہو۔ مہمان نوازی ہیں اوپر اوپر زیادہ خرچ کروا دیتے ہیں اور روپیہ کے ضیاع کا موجب

ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو موجودہ صورت پر اصرار ہو تو پھر یہ چاہیئے کہ کارکن سے منشی محمود احمد جو چیزیں منگوائیں وہ کاپی پر لکھیں تاہم کو معلوم ہو سکے کہ بلا وجہ خرچ تو نہیں کرتے ورنہ طبیعت پر ہمارے بوجھ رہے گا۔

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیّدنا و مطاعنا ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اِس عاجز کی درخواست مہمان نوازی پر حضور نے جس قدر تالیفِ قلب کی خاطر اپنی طبیعت پر بوجھ ڈالا ہے اس کے واسطے از حد ممنون ہوں۔

آئندہ کے لئے مَیں اصرار نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اِس طرح حضور کی طبیعت پر بوجھ رہے گا۔ اَب جو اجناس بقایا ہیں وہ بطور تحفہ قبول فرمانے کے لئے عرض ہے اور ساتھ کی ناچیز رقم (۸۰۰/- روپے) بھی۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ ترین غلام

عاجز غفور الحق خان عفی عنہ ١٦ ٨/٤٨

عزیزم مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تحفہ اور اجناس کا شکریہ جزاکم اللہ احسن الجزاء

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نفع ہے

والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد

(جواب) عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

رقم اور اجناس کا شکریہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ یہ بوجھ کا احساس بھی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے ورنہ آپ میرے بچوں کی طرح ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب امور میں حکمتیں رکھی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ بڑی بھاری حکمتیں رکھتا ہے اور اسی میں ہم سب کا نفع ہے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

بخدمت حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضور کی خدمت میں یہ حقیر رقم -/-/۸۰۰ روپیہ پیش کرتا ہوں حضور قبول فرماویں اور میرے لئے اور میرے خاندان کے لئے دعا فرماویں۔ رمضان شریف کا مبارک مہینہ ہے۔ والسلام حضور کا ادنیٰ خادم غفور الحق خاں ۱ش/۱۹۴۸

عزیزم ڈاکٹر غفور الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آٹھ سو روپے مل گئے جزاکم اللہ احسن الجزاء اللہ تعالیٰ آپ کے

سب خاندان پر رحم فرمائے اور اپنے فضل سے اپنی رضا کی راہوں

پر چلنے کی توفیق بخشے والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

(جواب) عزیزم ڈاکٹر غفور الحق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آٹھ سو روپے مل گئے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سب خاندان پر رحم فرمائے اور اپنے فضل سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد

افتتاحِ ربوہ کی تقریب میں شامل اصحاب

مندرجہ ذیل فہرست جو صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے قدیم ریکارڈ سے حاصل کی گئی ہے مولانا ابو العطاء صاحب فاضل کی نگرانی میں تیار ہوئی تھی اور مولانا صاحب موصوف نے ۶ ماہ نبوت / نومبر ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کو اسے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا اور اس کے شروع میں لکھا کہ "حضرت میاں صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جہاں تک نام دستیاب ہو سکے ہیں ان کی فہرست مرتب کر کے بھجوا رہا ہوں مختلف اصحاب نے نام جلدی میں لکھے تھے اس لئے چند نام ایسے رہ گئے ہیں جن کا پتہ نہیں لگ سکا بہرحال فہرست ارسال ہے۔ کُل نام ۶۱۹ ہیں۔ خاکسار خادم ابو العطاء ۶/۱۱/۴۸"

۱۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔
۲۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے
۳۔ جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب
۴۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے
۵۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور
۶۔ جناب مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔اے
۷۔ چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال
۸۔ جناب عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے
۹۔ سیٹھ اسماعیل موسیٰ صاحب کراچی
۱۰۔ میاں عبدالمنان صاحب عمر
۱۱۔ چوہدری محمد عظیم صاحب باجوہ
۱۲۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب قصور
۱۳۔ ماسٹر نور الٰہی صاحب
۱۴۔ مبارک احمد طالب علم
۱۵۔ مولوی محمد تقی صاحب سنوری
۱۶۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور
۱۷۔ عبدالحمید صاحب احمد نگر
۱۸۔ چوہدری غلام رسول صاحب بی ٹی ہائی سکول
۱۹۔ عبدالرشید طالب علم ہائی سکول
۲۰۔ طیب احمد ہائی سکول
۲۱۔ مطیع اللہ صاحب احمد نگر
۲۲۔ داؤد احمد ہائی سکول
۲۳۔ حکیم محمد عبداللہ صاحب احمد نگر
۲۴۔ مستری ناظر دین صاحب احمد نگر
۲۵۔ مستری عبدالرحیم صاحب 〃
۲۶۔ چوہدری علی شیر صاحب 〃
۲۷۔ سمیع اللہ صاحب 〃
۲۸۔ اکرم شاہ صاحب ولد علی شاہ صاحب
۲۹۔ غلام محمد صاحب چک ۱۰۵
۳۰۔ میاں رحیم بخش صاحب احمد نگر
۳۱۔ حمید اللہ ولد حکیم محمد عبداللہ صاحب 〃

۳۲۔ بشیر احمد ولد علی شیر صاحب احمد نگر
۳۳۔ عبدالستار صاحب دکاندار ״
۳۴۔ علی محمد صاحب ״
۳۵۔ عبدالعلیم و محمد حسین بچگان ״
۳۶۔ محمد اسمٰعیل صاحب باورچی چنیوٹ
۳۷۔ غلام حیدر صاحب ״
۳۸۔ چوہدری محمد شریف صاحب
۳۹۔ عبدالرحمٰن صاحب شاکر کلرک، ہائی سکول
۴۰۔ خلیل احمد صاحب ولد ناظر دین صاحب احمد نگر
۴۱۔ سلیم احمد صاحب شاکر
۴۲۔ سعید احمد ولد امیر الدین صاحب
۴۳۔ اقبال احمد ولد سیٹھ محمد صدیق صاحب چنیوٹ
۴۴۔ بابو فضل الدین صاحب اوورسیر
۴۵۔ مستری دین محمد صاحب احمد نگر
۴۶۔ عبدالعزیز صاحب ״
۴۷۔ محمد عبداللہ (بچہ) ״
۴۸۔ بشیر احمد صاحب ״
۴۹۔ عبدالمجید طالب علم
۵۰۔ مولوی ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ
۵۱۔ منیر احمد صاحب ہائی سکول
۵۲۔ بشیر احمد صاحب چنیوٹ
۵۳۔ شیر محمد صاحب چک ۳۸
۵۴۔ ناظر علی صاحب شیخپورہ گجرات
۵۵۔ چوہدری ابراہیم صاحب آڑھتی احمد نگر
۵۶۔ محمد ابراہیم صاحب دفتر محاسب
۵۷۔ انوار احمد ہائی سکول
۵۸۔ محمود احمد ״
۵۹۔ عبدالشکور ״
۶۰۔ مصلح الدین ״
۶۱۔ عطاء الرحمٰن صاحب بنگالی چنیوٹ
۶۲۔ حبیب الرحمٰن صاحب دفتر بیت المال
۶۳۔ محمد زاہد بنگالی ہائی سکول
۶۴۔ محمد منیر ״
۶۵۔ ریاض احمد ״
۶۶۔ مجید اللہ ״
۶۷۔ رشید احمد ״
۶۸۔ داؤد احمد ״
۶۹۔ بشیر احمد ״
۷۰۔ حمید الدین اختر ״
۷۱۔ شہباز احمد ״
۷۲۔ محمد انور احمد ״
۷۳۔ شریف احمد ״
۷۴۔ مولوی محمد شہزادہ خاں صاحب احمد نگر
۷۵۔ فضل الٰہی صاحب اشرف ہائی سکول
۷۶۔ محمد الدین صاحب حجام چنیوٹ
۷۷۔ حکیم کریم اللہ صاحب احمد نگر
۷۸۔ چوہدری محمد علی صاحب چک ۳۷
۷۹۔ چوہدری جلال الدین صاحب ״
۸۰۔ میاں احمد دین صاحب چوکیدار احمد نگر
۸۱۔ ماسٹر سعد اللہ خاں صاحب ہائی سکول

۸۲ ۔ ماسٹر عبدالکریم صاحب ٹیلر
۸۳ ۔ منظور احمد صاحب ہائی سکول
۸۴ ۔ جمیل الرحمٰن صاحب "
۸۵ ۔ میاں امیر الدین صاحب لگیری ضلع جالندھر
۸۶ ۔ بشارت احمد صاحب ہائی سکول
۸۷ ۔ چوہدری حسن محمد صاحب عارف وکیل التجارۃ
۸۸ ۔ لطیف احمد صاحب ہائی سکول
۸۹ ۔ میاں محمد صادق صاحب چنیوٹ
۹۰ ۔ غلام فرید صاحب "
۹۱ ۔ چوہدری شیر محمد صاحب احمد نگر
۹۲ ۔ میاں علم الدین صاحب "
۹۳ ۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ہائی سکول
۹۴ ۔ مستری نور الٰہی صاحب احمد نگر
۹۵ ۔ مستری محمد صدیق صاحب لالیاں
۹۶ ۔ میاں محمد رمضان صاحب چنیوٹ
۹۷ ۔ شیر محمد صاحب چک لوہٹ احمد نگر
۹۸ ۔ نمبردار محمد ابراہیم صاحب احمد نگر
۹۹ ۔ محمد ظفر محمود پسر صوفی محمد ابراہیم صاحب ہائی سکول
۱۰۰ ۔ مبارک مصلح الدین پسر صوفی غلام محمد صاحب "
۱۰۱ ۔ میاں عبدالکریم صاحب چنیوٹ
۱۰۲ ۔ مستری علم الدین صاحب "
۱۰۳ ۔ سردار مصباح الدین صاحب مع اہلیہ صاحبہ "
۱۰۴ ۔ شیخ محمد یوسف صاحب "
۱۰۵ ۔ محمد سلیم صاحب "
۱۰۶ ۔ نثار احمد صاحب "

۱۰۷ ۔ بابا کرم الدین صاحب صحابی چک ۳۳
۱۰۸ ۔ مولاداد صاحب "
۱۰۹ ۔ نبی بخش صاحب "
۱۱۰ ۔ نصیر احمد صاحب "
۱۱۱ ۔ صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب
۱۱۲ ۔ مستری عبدالحکیم صاحب لاہور
۱۱۳ ۔ چوہدری عبدالحمید خاں صاحب ایگزیکٹو انجنیر "
۱۱۴ ۔ مجیب الرحمٰن صاحب بنگالی چنیوٹ
۱۱۵ ۔ مشتاق احمد صاحب ہائی سکول
۱۱۶ ۔ عبدالکریم اسمٰعیل "
۱۱۷ ۔ مولوی عبدالمنان قادر آبادی احمد نگر
۱۱۸ ۔ گلزار احمد صاحب ہائی سکول
۱۱۹ ۔ محمد اکبر خان "
۱۲۰ ۔ ڈاکٹر راجہ بشارت احمد صاحب مع ہمشیرہ، بیوی، بچہ لالیاں
۱۲۱ ۔ ڈاکٹر فضل حق صاحب معہ بیوی بچہ "
۱۲۲ ۔ محمود احمد پسر محمد حسین صاحب ٹیچر چنیوٹ
۱۲۳ ۔ عبدالقادر " " " " "
۱۲۴ ۔ مستری سلطان محمد صاحب لالیاں
۱۲۵ ۔ آفتاب احمد صاحب "
۱۲۶ ۔ غلام احمد مع بیوی "
۱۲۷ ۔ شیخ محمد یار صاحب سیکرٹری مال "
۱۲۸ ۔ شیخ سراج دین صاحب "
۱۲۹ ۔ شیخ غلام محمد صاحب "

۱۳۰ - شیخ اللہ بخش صاحب — لالیاں
۱۳۱ - حکیم غلام حسین صاحب — ”
۱۳۲ - ممتاز احمد صاحب — ”
۱۳۳ - والدہ سیف الحق صاحب — ”
۱۳۴ - والدہ محمد سلطان صاحب — ”
۱۳۵ - والدہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب — ”
۱۳۶ - ہمشیرہ مستری سلطان محمد صاحب — ”
۱۳۷ - عبدالعزیز صاحب — ”
۱۳۸ - سلطان علی صاحب — چنیوٹ
۱۳۹ - خادم حسین صاحب — ”
۱۴۰ - عبدالغنی صاحب — ”
۱۴۱ - عبدالسلام — احمد نگر
۱۴۲ - سرداراں بی بی صاحبہ — ”
۱۴۳ - بشیر احمد صاحب — ”
۱۴۴ - کریم بخش صاحب — ”
۱۴۵ - محمد اسمٰعیل صاحب — ”
۱۴۶ - عبدالستار صاحب — ”
۱۴۷ - غلام محمد صاحب — ”
۱۴۸ - منشی نیاز اللہ صاحب شاہجہانپوری
۱۴۹ - نثار احمد واقف بنگوی
۱۵۰ - عبدالوہاب — احمد نگر
۱۵۱ - حکیم محمد الدین ولد سلطان احمد صاحب — گوجرانوالہ حال چنیوٹ
۱۵۲ - نورالدین ” ” ” ” ” ”
۱۵۳ - ارشاد احمد ولد نورالدین ” ” ”

۱۵۴ - چوہدری بشیر احمد صاحب ولد چوہدری نور محمد صاحب۔ چک ۳۵ جنوبی
۱۵۵ - چوہدری محمد اسحٰق صاحب چک ۳۸ جنوبی سرگودھا
۱۵۶ - ” محمد ابراہیم صاحب ” ” ” ”
۱۵۷ - ” مبارک احمد صاحب ” ” ”
۱۵۸ - ” شیر محمد صاحب ” ” ”
۱۵۹ - عبدالحق صاحب ” ” ”
۱۶۰ - محمد صدیق صاحب ” ” ”
۱۶۱ - محمد حسین صاحب ” ” ”
۱۶۲ - عبدالقدیر صاحب ” ” ”
۱۶۳ - محمد گلشیر صاحب ” ” ”
۱۶۴ - رحمت اللہ صاحب ” ” ”
۱۶۵ - عنایت اللہ صاحب ” ” ”
۱۶۶ - ولی محمد صاحب ” ” ”
۱۶۷ - عبدالغفور صاحب ” ” ”
۱۶۸ - عبداللطیف ولد نور احمد صاحب ” ” ”
۱۶۹ - عبدالغفور ” ” ” ” ”
۱۷۰ - محمد حسین صاحب ” ” ”
۱۷۱ - نیک محمد صاحب ” ” ”
۱۷۲ - ملک احمد خاں صاحب ” ” ”
۱۷۳ - محمد شفیع صاحب ” ” ”
۱۷۴ - نور محمد صاحب ولد شیر محمد صاحب ” ”
۱۷۵ - محمد عمر سہگل — چنیوٹ
۱۷۶ - محمد شفیق ولد محمد عمر صاحب سہگل ”
۱۷۷ - محمد سلیم ” ” ” ” ”

۱۷۸ - محمد شفیق ولد میاں محمد بشیر صاحب سہگل

۱۷۹ - محمد عالم صاحب ولد شاہ محمد صاحب چک ۳۴ سرگودہا

۱۸۰ - محمد شفیع صاحب ″

۱۸۱ - راجہ محمد عبداللہ صاحب ″

۱۸۲ - راجہ لطف اللہ صاحب ″

۱۸۳ - چوہدری بشیر اصغر صاحب ″

۱۸۴ - ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب سرگودہا

۱۸۵ - ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ″

۱۸۶ - ودود احمد صاحب ولد بھائی محمود احمد صاحب ″

۱۸۷ - شیخ محمد اقبال احمد صاحب پراچہ ″

۱۸۸ - شیخ عبدالرزاق صاحب پراچہ ″

۱۸۹ - شیخ عبدالرشید صاحب پراچہ ″

۱۹۰ - چوہدری مبارک احمد صاحب ″

۱۹۱ - شیخ فضل کریم صاحب ″

۱۹۲ - شیخ محمد رفیع صاحب ″

۱۹۳ - مولوی عبدالغفور صاحب مبلغ ″

۱۹۴ - بشارت احمد ولد ″ ″ ″

۱۹۵ - سعادت احمد ولد ″ ″ ″

۱۹۶ - بشیر احمد صاحب کاٹھگڑھی ″

۱۹۷ - ملک غلام نبی صاحب چک نمبر ۹۸ ″

۱۹۸ - چوہدری فتح خاں صاحب نمبردار
چک نمبر ۴۸ جنوبی سرگودہا

۱۹۹ - میاں رشید محمد صاحب کوٹ مومن

۲۰۰ - محمد اکرام صاحب سرگودہا

۲۰۱ - محمد عادل صاحب ″

۲۰۲ - چوہدری غلام احمد صاحب ضلع گجرات
حال سلانوالی سرگودہا

۲۰۳ - محمد عالم صاحب سرگودہا

۲۰۴ - غلام احمد صاحب ولد مولوی رحمت علی صاحب ″

۲۰۵ - رشید احمد ″ ″ ″ ″ ″

۲۰۶ - محمود احمد ″ ″ ″ ″ ″

۲۰۷ - چوہدری غلام احمد ولد غلام حیدر صاحب
نمبردار چک نمبر ۴۳ جنوبی

۲۰۸ - ڈاکٹر حاجی جنود اللہ صاحب ترکستانی سرگودہا

۲۰۹ - محمد عبداللہ صاحب بوتالوی ″

۲۱۰ - مرزا عبدالحق صاحب وکیل امیر جماعت احمدیہ ″

۲۱۱ - مرزا منور احمد صاحب ولد مرزا عبدالحق صاحب وکیل ″

۲۱۲ - علی گوہر صاحب لاہور ہریکے ٹرانسپورٹ لاہور

۲۱۳ - عبدالکریم ولد نظام الدین صاحب

۲۱۴ - خدابخش صاحب کوٹ محمد یار

۲۱۵ - رشید ولد عبدالعزیز صاحب ″ ″

۲۱۶ - شمس الدین احمد نگر

۲۱۷ - قریشی عبدالرشید صاحب نائب وکیل المال

۲۱۸ - عبدالرحمٰن ولد نور محمد صاحب چک نمبر ۳۶۶ ملتان

۲۱۹ - محمد عبداللہ ولد احمد دین صاحب چک نمبر ۳۵

۲۲۰ - عزیز الدین ولد محمد بخش صاحب احمد نگر

۲۲۱ - فیض محمد ولد شہزادہ ″

۲۲۲ - بشیر اصغر چک نمبر ۳۴

۲۲۳ - عبدالرحمٰن ولد محمد اسمٰعیل صاحب احمد نگر

۲۲۴ - چوہدری عزیز احمد صاحب نائب محاسب

۲۲۵۔ عبدالغفور ولد سبحان	احمد نگر
۲۲۶۔ محمد لطف اللہ خان	چک ۳۷
۲۲۷۔ محمد داؤد ولد محمد یعقوب	چنیوٹ
۲۲۸۔ عبدالرؤف 〃 〃	〃
۲۲۹۔ مستری فضل حق صاحب	قادیان
۲۳۰۔ عبدالغنی صاحب	〃
۲۳۱۔ برکت علی ولد فتح دین	〃
۲۳۲۔ عطاء محمد ولد عبدالکریم	احمد نگر
۲۳۳۔ غلام دین ولد وزیرا	〃
۲۳۴۔ محمد ابراہیم ولد عطاء محمد	〃
۲۳۵۔ رفیق احمد ولد نور محمد	〃
۲۳۶۔ مبارک احمد ولد عنایت اللہ	〃
۲۳۷۔ عبدالحمید صاحب اختر ولد عبدالعزیز صاحب	سیالکوٹ
۲۳۸۔ محمد ابراہیم ولد ماسٹر حمید الدین صاحب مرحوم	چنیوٹ
۲۳۹۔ عبدالغفار ولد سردار علی	احمد نگر
۲۴۰۔ حامد نور ولد گل نور پٹھان	
۲۴۱۔ نور احمد ولد نبی بخش صاحب	لاہور
۲۴۲۔ ثناء اللہ خان ولد ماسٹر سعد اللہ خان صاحب	جھنگ
۲۴۳۔ محمد علی ولد راجہ	چنیوٹ
۲۴۴۔ لطیف احمد ولد محمد مغل کوٹ محمد یار	چنیوٹ
۲۴۵۔ نذیر احمد ولد سعد اللہ 〃 〃	〃
۲۴۶۔ شریف احمد ولد حمید اللہ	قادیان
۲۴۷۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ ایل۔ اے	
۲۴۸۔ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ہائی سکول بمعہ اہلیہ و بچگان	
۲۴۹۔ محمودہ بنت عبدالرحمٰن صاحب شاکر	چنیوٹ
۲۵۰۔ زبیدہ اہلیہ محمد حنیف صاحب	احمد نگر
۲۵۱۔ سائرہ بی بی 〃 ناصر دین	〃
۲۵۲۔ ناصرہ بی بی بنت چراغ دین	〃
۲۵۳۔ صالحہ بی بی بنت ناصر دین	〃
۲۵۴۔ عزیزہ بی بی بنت چراغ دین	〃
۲۵۵۔ صادقہ بی بی 〃 ناصر دین	〃
۲۵۶۔ مبارکہ بیگم 〃 〃	〃
۲۵۷۔ مشیت خاتون اہلیہ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی	〃
۲۵۸۔ زینت بنت رحمت اللہ	〃
۲۵۹۔ فضل بی بی اہلیہ شیخ اللہ بخش صاحب	لالیاں
۲۶۰۔ زوجہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	〃
۲۶۱۔ والدہ 〃 〃 〃	〃
۲۶۲۔ سکینہ بیگم زوجہ ڈاکٹر فضل حق صاحب	〃
۲۶۳۔ شریفہ بی بی زوجہ سراج دین صاحب	〃
۲۶۴۔ مشیت خاتون	〃
۲۶۵۔ معراج بی بی زوجہ غلام محمد	〃
۲۶۶۔ امۃ الشریف زوجہ بدرالدین	〃
۲۶۷۔ رحمت بی بی اہلیہ ماسٹر نور الٰہی صاحب ہائی سکول	چنیوٹ
۲۶۸۔ منیرہ منورہ بنت 〃 〃 〃	〃
۲۶۹۔ مریم صدیقہ 〃 〃 〃 〃	〃
۲۷۰۔ والدہ شیر احمد درویش قادیان	لاہور
۲۷۱۔ سلطان بی بی اہلیہ خیر دین	احمد نگر

۲۷۲ ۔ حاکم بی بی اہلیہ رحمت علی — احمد نگر
۲۷۳ ۔ آمنہ بی بی اہلیہ مولوی صدر دین صاحب مبلغ — ״
۲۷۴ ۔ حمیدہ بی بی اہلیہ مولوی فیروز دین — ״
۲۷۵ ۔ رشیدہ بی بی اہلیہ نور الٰہی — ״
۲۷۶ ۔ حسین بی بی اہلیہ محمد حسین — ״
۲۷۷ ۔ ناصرہ بی بی اہلیہ عبدالسبحان — چنیوٹ
۲۷۸ ۔ اہلیہ سردار مصباح الدین صاحب — ״
۲۷۹ ۔ صالحہ مبارکہ بنت ״ ״ ״ — ״
۲۸۰ ۔ بی بی خاوند سارو — احمد نگر
۲۸۱ ۔ فاطمہ بی بی بنت سارو — ״
۲۸۲ ۔ دولاں اہلیہ ممو گوندل — ״
۲۸۳ ۔ سردار بی بی بنت شیر محمد — ״
۲۸۴ ۔ صغریٰ بی بی بنت غلام دین — ״
۲۸۵ ۔ خدیجہ بیگم اہلیہ سیٹھ اللہ جوایا صاحب چنیوٹ
۲۸۶ ۔ صغریٰ بی بی بنت ״ ״ ״ ״
۲۸۷ ۔ صفیہ بی بی ״ ״ ״ ״ ״
۲۸۸ ۔ صادقہ بیگم بنت مولوی صدر الدین صاحب احمد نگر
۲۸۹ ۔ حمیدہ بشارت بنت محمد حنیف صاحب چنیوٹ
۲۹۰ ۔ امۃ الشکور بنت سیٹھ اللہ جوایا صاحب ״
۲۹۱ ۔ عبدالمالک ولد ״ ״ ״ ״
۲۹۲ ۔ محمد الدین ولد سارو — احمد نگر
۲۹۳ ۔ رشیدہ بی بی بنت مستری غلام محمد چنیوٹ
۲۹۴ ۔ عزیزہ اہلیہ ٹھیکیدار محمد یعقوب صاحب ״
۲۹۵ ۔ آمنہ بیگم اہلیہ چوہدری عبداللہ خاں صاحب ״
۲۹۶ ۔ منیرہ بیگم بنت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ״
۲۹۷ ۔ راشدہ بیگم بنت ملک سلطان محمد کوٹ فتح خاں
۲۹۸ ۔ رضیہ بیگم اہلیہ محمد منیر صاحب — چنیوٹ
۲۹۹ ۔ رحیم بی بی اہلیہ شیخ فضل حسین — ״
۳۰۰ ۔ دولت بی بی زوجہ حبیب احمد خان — ״
۳۰۱ ۔ خورشید بیگم اہلیہ حبیب احمد خان — ״
۳۰۲ ۔ رضیہ بیگم زوجہ محمد دین واقفِ زندگی — ״
۳۰۳ ۔ زینب اہلیہ عبدالرحمٰن — ״
۳۰۴ ۔ بخت بھری زوجہ چوہدری سلطان احمد لالیاں
۳۰۵ ۔ فاطمہ بیگم بنت ״ ״ ״
۳۰۶ ۔ مخدوم عثمان علی صاحب — سرگودھا
۳۰۷ ۔ خورشید احمد واقفِ زندگی
۳۰۸ ۔ چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب واقفِ زندگی
۳۰۹ ۔ منیر احمد صاحب — چنیوٹ
۳۱۰ ۔ دین محمد — ״
۳۱۱ ۔ ابراہیم — ڈاور
۳۱۲ ۔ محمد اسلم — احمد نگر
۳۱۳ ۔ خلیل احمد — ״
۳۱۴ ۔ اظہر احمد — چنیوٹ
۳۱۵ ۔ غلام محمد صاحب — ״
۳۱۶ ۔ حمید احمد صاحب — ״
۳۱۷ ۔ نور محمد ولد گلاب
۳۱۸ ۔ ظفر احمد ولد محمد ابراہیم — سیالکوٹ
۳۱۹ ۔ چراغ الدین — احمد نگر
۳۲۰ ۔ قاری محمد امین صاحب دفتر ضیافت
۳۲۱ ۔ محمد شفیع صاحب — احمد نگر

۳۲۲۔ مرزا عبدالسلام	احمد نگر
۳۲۳۔ محمد علی	״
۳۲۴۔ فیروز الدین	״
۳۲۵۔ خان محمد ولد علی محمد	ڈاور
۳۲۶۔ محمد اسلام	״
۳۲۷۔ محمد اسمٰعیل	״
۳۲۸۔ محمد احمد	ہائی سکول چنیوٹ
۳۲۹۔ محمد احمد صاحب حیدر آبادی	کالج
۳۳۰۔ محمود احمد صاحب	ہائی سکول
۳۳۱۔ مصلح الدین بنگالی	کالج
۳۳۲۔ نثار احمد سیلونی	ہائی سکول
۳۳۳۔ خواجہ عبدالکریم صاحب وکیل التجارت	
۳۳۴۔ ماسٹر عبدالرحمٰن خاں صاحب بنگالی	احمد نگر
۳۳۵۔ علم الدین	چنیوٹ
۳۳۶۔ محمد صادق	״
۳۳۷۔ خلیل احمد صاحب اختر	دفتر بہشتی مقبرہ
۳۳۸۔ عبدالغفور	احمد نگر
۳۳۹۔ رحمت اللہ	״
۳۴۰۔ محمد حسین صاحب چک ۳۵ جنوبی سرگودہا	
۳۴۱۔ حنیف احمد ولد برکت علی	چنیوٹ
۳۴۲۔ افضل احمد ولد قادر علی تعلیم الاسلام ہائی سکول	
۳۴۳۔ محمد شریف ولد دلاور علی	״
۳۴۴۔ عنایت محمد ولد فتح محمد	احمد نگر
۳۴۵۔ اسمٰعیل ولد رحیم بخش	״
۳۴۶۔ مبارک احمد ولد فضل حق مبلغ دیہاتی	

۳۴۷۔ عبدالحمید ولد ٹھیکیدار عبدالرحمٰن صاحب	چنیوٹ
۳۴۸۔ محمد کریم نثار ولد محمد یامین صاحب تاجر کتب	״
۳۴۹۔ عبدالرشید ولد سردار نذر حسین	
۳۵۰۔ مرزا عبدالشکور ولد مرزا عبدالحمید	بیت المال
۳۵۱۔ ناصر احمد ولد ناظر دین	احمد نگر
۳۵۲۔ میاں محمد یوسف صاحب پرائیویٹ سیکرٹری	
۳۵۳۔ محمد اسلم ولد محمد الدین	بورڈنگ تحریک
۳۵۴۔ بشیر احمد ولد ڈاکٹر احمد دین صاحب	״
۳۵۵۔ علم الدین ولد اللہ بخش	احمد نگر
۳۵۶۔ حفیظ الدین احمد ولد عزیز الدین احمد	چنیوٹ
۳۵۷۔ وزیر علی ولد صوبے خاں	احمد نگر
۳۵۸۔ حاجی تاج محمد ولد میاں عبدالرحیم صاحب	
۳۵۹۔ خادم حسین ولد بڈھا خاں	
۳۶۰۔ ولی محمد ولد کرم دین	بورڈنگ چنیوٹ
۳۶۱۔ ولایت حسین ولد سردار خاں	چنیوٹ
۳۶۲۔ شریف احمد ولد بشیر احمد	ملتان
۳۶۳۔ رشید احمد ولد نظام دین	چنیوٹ ہائی سکول
۳۶۴۔ مولوی ظل الرحمٰن صاحب مبلغ	چنیوٹ
۳۶۵۔ منیر احمد ونیس ولد مولوی غلام رسول صاحب	
۳۶۶۔ شیخ محمد حسین صاحب پنشنر	
۳۶۷۔ محمد اسمٰعیل صاحب معتبر	
۳۶۸۔ شیخ نذر حسین منگو	چنیوٹ
۳۶۹۔ محمد حیات صاحب تاثیر	
۳۷۰۔ شیخ مقبول احمد (غیر احمدی)	چنیوٹ
۳۷۱۔ محمد افضل ترکی (״)	״

۳۷۲ ۔فیروز محی الدین صاحب جامعہ احمدیہ احمد نگر

۳۷۳ ۔امیر خاں صاحب 〃

۳۷۴ ۔مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج محکمہ زود نویسی

۳۷۵ ۔مولوی سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ

۳۷۶ ۔مولوی محمد صدیق صاحب فاضل واقفِ زندگی

۳۷۷ ۔چوہدری ظہور احمد صاحب معاون ناظر بیت المال

۳۷۸ ۔چوہدری سلطان احمد صاحب بسرا واقفِ زندگی

۳۷۹ ۔چوہدری محمد یوسف صاحب احمد نگر

۳۸۰ ۔عبدالمنان ولد جناب مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر تبلیغ۔

۳۸۱ ۔شیخ عزیز احمد ابن شیخ فضل احمد صاحب

۳۸۲ ۔صوفی غلام محمد صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول

۳۸۳ ۔حافظ عبدالسمیع امروہی ولد الٰہی بخش صاحب

۳۸۴ ۔محمد ابراہیم ناصر ولد مولوی فخر الدین صاحب

۳۸۵ ۔مظہر احمد ولد شیخ محمد حسین صاحب چنیوٹ

۳۸۶ ۔مبارک احمد ولد شیخ فضل احمد صاحب

۳۸۷ ۔مسعود احمد ولد ڈاکٹر محمد اسمٰعیل چنیوٹ

۳۸۸ ۔محمد حسین ولد محمد عیسٰی احمد نگر

۳۸۹ ۔عبدالحفیظ ولد عبدالحی چنیوٹ

۳۹۰ ۔بشیر احمد زاہد ولد محمد ابراہیم احمد نگر

۳۹۱ ۔محمد برہان ولد محمد عثمان بورڈنگ تحریک

۳۹۲ ۔ضیاء الحق ولد شیر احمد 〃

۳۹۳ ۔نور محمد ولد عبدالکریم احمد نگر

۳۹۴ ۔منشی عبدالخالق صاحب 〃

۳۹۵ ۔عبدالسبحان ولد سردار مصباح الدین چنیوٹ

۳۹۶ ۔عبدالقادر ولد سردار مصباح الدین چنیوٹ

۳۹۷ ۔بشیر الدین 〃 〃 〃

۳۹۸ ۔ظفر اقبال 〃 〃 〃

۳۹۹ ۔منظور الٰہی ولد حکیم فضل الٰہی 〃

۴۰۰ ۔عثمان علی ولد بشیر احمد سرگودھا

۴۰۱ ۔چوہدری غلام رسول ولد شاہ محمد چک ۴۳ جنوبی

۴۰۲ ۔عنایت اللہ ولد نور احمد احمد نگر

۴۰۳ ۔عبدالرحمٰن ولد محمد شہزادہ 〃

۴۰۴ ۔محمد سلیمان ولد شادی 〃

۴۰۵ ۔نصر اللہ خاں ولد ثناء اللہ چک ۴۳

۴۰۶ ۔نور احمد ولد ہوشناک احمد نگر

۴۰۷ ۔عمر دین ولد کوڑا 〃

۴۰۸ ۔محمد علم دین ولد محمد یار چک ۵۲

۴۰۹ ۔برکت اللہ ولد علی احمد احمد نگر

۴۱۰ ۔محمد شفیع ولد عبدالغفور 〃

۴۱۱ ۔مبارک احمد ولد نور احمد 〃

۴۱۲ ۔کپتان عبدالرحمان مغل ولد میاں عبدالعزیز مغل مرحوم

۴۱۳ ۔محمد عبدالمنان ولد میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب اظہر

۴۱۴ ۔پروفیسر سلطان محمود شاہد ولد سید سردار احمد شاہ

۴۱۵ ۔حوالدار میجر عبدالغنی ولد محمد ہاشم آف گجرات

۴۱۶ ۔ناصر دین ولد چراغ دین احمد نگر

۴۱۷ ۔مالی لوہار ولد رحیم بخش نشگل باغبانان

۴۱۸ ۔حشمت اللہ ولد قدرت اللہ احمد نگر

۴۱۹ ۔حبیب اللہ 〃 〃 〃

۴۲۰ ۔شریف احمد ولد نتھا 〃

۴۲۱۔ حمید اللہ ولد محمد عبد اللہ   تعلیم الاسلام سکول
۴۲۲۔ حسین بخش ولد فضل دین   چک ۴۳
۴۲۳۔ غلام احمد نمبردار ولد چوہدری غلام حیدر   "
۴۲۴۔ چوہدری فیض احمد ولد نظام الدین   "
۴۲۵۔ صوفی محمد رفیق صاحب واقفِ زندگی
۴۲۶۔ عبد الحق صاحب   چک ۳۸
۴۲۷۔ عبد الحق صاحب   چک ۳۱
۴۲۸۔ گل شیر احمد صاحب
۴۲۹۔ محمد دین صاحب
۴۳۰۔ سعید الدین صاحب
۴۳۱۔ محمد رمضان صاحب
۴۳۲۔ فضل دین صاحب
۴۳۳۔ ممتاز احمد صاحب
۴۳۴۔ چوہدری بہاؤ الحق صاحب واقفِ زندگی
۴۳۵۔ ضیاء الحق صاحب
۴۳۶۔ نور الدین امجد صاحب طالب علم
۴۳۷۔ عبد الرحیم صاحب
۴۳۸۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج نور ہسپتال
۴۳۹۔ مبارک احمد صاحب
۴۴۰۔ محمد شفیع صاحب
۴۴۱۔ برکت اللہ صاحب   احمد نگر
۴۴۲۔ عبد العزیز صاحب معمار   چنیوٹ
۴۴۳۔ محمد یعقوب صاحب
۴۴۴۔ حبیب دین صاحب
۴۴۵۔ عبد الکریم صاحب

۴۴۶۔ خادم حسین صاحب
۴۴۷۔ عبد اللطیف صاحب
۴۴۸۔ جلال دین صاحب   دفتر امور عامہ
۴۴۹۔ خیر الدین صاحب
۴۵۰۔ عبد الشکور صاحب
۴۵۱۔ شیر محمد صاحب
۴۵۲۔ محمد صدیق صاحب
۴۵۳۔ عبد الرحیم سیلونی   طالب علم
۴۵۴۔ طالب حسین صاحب   "
۴۵۵۔ عبد الغفور صاحب   "
۴۵۶۔ عبد اللطیف صاحب   "
۴۵۷۔ محمد ابراہیم صاحب   "
۴۵۸۔ محمد شفیع صاحب   "
۴۵۹۔ محمد صدیق صاحب   "
۴۶۰۔ مسعود احمد صاحب   "
۴۶۱۔ غلام حسین صاحب   "
۴۶۲۔ بشیر الدین احمد صاحب   "
۴۶۳۔ رشید احمد صاحب   "
۴۶۴۔ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی جامعہ احمدیہ
۴۶۵۔ حافظ شفیق احمد صاحب
۴۶۶۔ مرزا محمد اشرف صاحب
۴۶۷۔ لئیق احمد صاحب
۴۶۸۔ بدر سلطان اختر   واقفِ زندگی
۴۶۹۔ بشیر احمد صاحب
۴۷۰۔ محمود احمد صاحب

۴۷۱۔ محمود انور صاحب

۴۷۲۔ ناصر احمد صاحب واقفِ زندگی

۴۷۳۔ محمد اختر صاحب

۴۷۴۔ محمد شریف صاحب خالد

۴۷۵۔ بشارت احمد صاحب

۴۷۶۔ عنایت اللہ صاحب

۴۷۷۔ عنایت اللہ صاحب

۴۷۸۔ مقصود احمد صاحب

۴۷۹۔ مبشر احمد صاحب

۴۸۰۔ محمد رشید صاحب

۴۸۱۔ سعید احمد صاحب

۴۸۲۔ غلام احمد صاحب

۴۸۳۔ نیک احمد صاحب

۴۸۴۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب

۴۸۵۔ سید محمود اللہ شاہ صاحب

۴۸۶۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

۴۸۷۔ مرزا عنایت اللہ صاحب

۴۸۸۔ محمد اسمٰعیل صاحب

۴۸۹۔ محمد شفیع ولد سینا — احمد نگر

۴۹۰۔ مبارک احمد ولد عطاء الٰہی — چک ۳۸ سرگودہا

۴۹۱۔ عطاء الکریم ولد مولوی ابوالعطاء صاحب — احمد نگر

۴۹۲۔ اصغر علی ولد میاں خان

۴۹۳۔ عبدالکریم ولد شیخ ناصر احمد

۴۹۴۔ مقبول احمد ولد الف دین صاحب

۴۹۵۔ ظہور احمد ولد رحمت اللہ صاحب

۴۹۶۔ فتح محمد ولد رحمت اللہ صاحب — احمد نگر

۴۹۷۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز

۴۹۸۔ محمود احمد ولد حافظ محمد الدین صاحب مرحوم

۴۹۹۔ رمضان احمد ولد محمد صادق — ۲۷۶

۵۰۰۔ عبدالعزیز خان صاحب کاٹھگڑھی ولد خواجہ خان

۵۰۱۔ فضل کریم ولد شیخ فتح محمد — چنیوٹ

۵۰۲۔ غلام محمد ولد فتح دین — ؍؍

۵۰۳۔ سعادت احمد ولد چوہدری برکت علی صاحب وکیل المال۔

۵۰۴۔ محمد بوٹا ولد نور الدین صاحب — چنیوٹ

۵۰۵۔ غلام احمد ولد فتح دین — ؍؍

۵۰۶۔ عبدالوہاب ولد عبدالرحمٰن

۵۰۷۔ صلاح الدین ولد محمد ابراہیم

۵۰۸۔ برکات الٰہی ولد نور الٰہی صاحب

۵۰۹۔ عبداللطیف ولد ڈاکٹر غلام علی صاحب

۵۱۰۔ فضل الٰہی صاحب ولد عطاء الٰہی صاحب

۵۱۱۔ قطبہ وجیوا — احمد نگر

۵۱۲۔ حمید احمد ولد بشیر احمد

۵۱۳۔ عبدالخالق ولد محمد حسین — احمد نگر

۵۱۴۔ عبدالرشید ولد عبدالرحمٰن — چنیوٹ

۵۱۵۔ رشید احمد ولد رحیم بخش — احمد نگر

۵۱۶۔ بدرالدین ولد عمر دین — ہرسیاں

۵۱۷۔ مولوی تاج الدین صاحب ولد علی گوہر قاضی سلسلہ

۵۱۸۔ ملک عبدالرحمٰن ولد ملک غلام محمد — قصور

۵۱۹۔ امیر خان ولد فیروز خان

۵۲۰۔ برکت علی ولد فتح دین	
۵۲۱۔ خیرالدین ولد گوٹا	احمد نگر
۵۲۲۔ عبداللطیف ولد محمد یوسف	״
۵۲۳۔ غلام صفدر ولد محمد خان	چک ۹۸
۵۲۴۔ خان میر صاحب ولد علی گل صاحب	
۵۲۵۔ محمد امیر ولد محمد علی	
۵۲۶۔ عزیز دین ولد نور محمد	احمد نگر
۵۲۷۔ شریف احمد وختہ	״
۵۲۸۔ بشارت احمد ولد مولوی فضل دین	
۵۲۹۔ سلطان احمد ولد نور احمد صاحب	
۵۳۰۔ مولوی عطاء الرحمٰن طاہر مولوی فاضل ولد مولوی ابوالعطاء صاحب۔	احمد نگر
۵۳۱۔ الف دین ولد رحیم بخش	״
۵۳۲۔ عبدالرحمٰن ولد نور محمد صاحب	
۵۳۳۔ نذیر احمد بالاکوٹی	ہائی سکول
۵۳۴۔ شیخ سراج دین	لالیاں
۵۳۵۔ عبداللطیف مولوی فاضل	
۵۳۶۔ میر محمد ابراہیم ظفر واقفِ زندگی	
۵۳۷۔ عبدالمنان شاد	ہائی سکول
۵۳۸۔ سید عبدالجلیل	چنیوٹ
۵۳۹۔ محمد غوث انیس	״
۵۴۰۔ نعیم احمد شاہ نہم ہائی سکول	
۵۴۱۔ اقبال احمد	״
۵۴۲۔ سید بشیر محمد صاحب	چنیوٹ
۵۴۳۔ مبشر احمد	״
۵۴۴۔ محمد ظہور	احمد نگر
۵۴۵۔ عبداللطیف ناصر	״
۵۴۶۔ منور احمد	کلر کہار جہلم
۵۴۷۔ کیپٹن عبدالحمید	فرقان فورس
۵۴۸۔ محمود احمد	چک ۳۵ جنوبی
۵۴۹۔ منیر احمد ولد نور احمد	کھیوا لائل پور
۵۵۰۔ محمد نذیر	سرگودہا
۵۵۱۔ مبارک احمد	ہائی سکول
۵۵۲۔ عبدالغفور	״
۵۵۳۔ خلیق الرحمٰن	״
۵۵۴۔ لطیف احمد	״
۵۵۵۔ عبدالغنی	״
۵۵۶۔ نعیم احمد	״
۵۵۷۔ عبداللطیف خان	״
۵۵۸۔ عبدالرشید	״
۵۵۹۔ حمید الدین احمد	״
۵۶۰۔ آفتاب احمد	״
۵۶۱۔ حمیدالدین	״
۵۶۲۔ عبدالسلام	״
۵۶۳۔ فقیر محمد	احمد نگر
۵۶۴۔ لطف الرحمٰن	ہائی سکول
۵۶۵۔ محمد شفیق سہگل	״
۵۶۶۔ عبدالحمید صاحب	״
۵۶۷۔ محمد امین	احمد نگر
۵۰۔ محمد ابراہیم	ہائی سکول

۵۶۹ - محمد شفیق — ہائی سکول

۵۷۰ - عبدالعزیز ولد چوہدری عبدالرحمٰن صاحب

۵۷۱ - انعام الحق ولد ڈاکٹر فضل حق — ہائی سکول

۵۷۲ - رفیق احمد ولد محمد عبداللہ

۵۷۳ - عبدالمجید ولد مولوی غلام رسول ٹھیکیدار

۵۷۴ - مبارک احمد ولد محمد شریف

۵۷۵ - حافظ عزیز احمد ولد شیخ محمد حسین چنیوٹ

۵۷۶ - دلدار احمد ولد ماسٹر محمد حیات صاحب سرگودہا

۵۷۷ - فاروق احمد ولد غلام محمد

۵۷۸ - ریاض احمد ولد ڈاکٹر محمد طفیل

۵۷۹ - محمد رشید ولد مستری محمد یعقوب

۵۸۰ - عبدالغفار ولد شادی خاں

۵۸۱ - مبارک احمد ولد مولوی صالح محمد خان

۵۸۲ - محمد شفیع ولد چوہدری وزیر خاں

۵۸۳ - اللہ بخش زراعت ماسٹر

۵۸۴ - عبدالحکیم — مدرسہ احمدیہ

۵۸۵ - منصور احمد ابن بی ٹی صاحب

۵۸۶ - منیر احمد ولد ڈاکٹر شاہنواز — ہائی سکول

۵۸۷ - عبدالرحمٰن — "

۵۸۸ - ماسٹر عبدالقدیر صاحب

۵۸۹ - عبداللطیف فرٹ

۵۹۰ - غلام احمد — مدرسہ احمدیہ

۵۹۱ - نجم الدین — ہائی سکول

۵۹۲ - سکندر علی — "

۵۹۳ - محمد علی دیہاتی مبلغ

۵۹۴ - محمد لطیف — چنیوٹ

۵۹۵ - محمد جمیل — "

۵۹۶ - محمد شفیق — "

۵۹۷ - عبدالحمید اختر — ہائی سکول

۵۹۸ - عبدالشکور ابن مومن جی — چنیوٹ

۵۹۹ - محمد سلیم سہگل — احمدیہ سکول

۶۰۰ - ناصر مبارک — "

۶۰۱ - حمید احمد — دہم ہائی سکول

۶۰۲ - احمد علی خاں پٹواری — چنیوٹ

۶۰۳ - محمد اعظم ولد محمد رمضان

۶۰۴ - غلام مرتضیٰ — ہائی سکول

۶۰۵ - ماسٹر عبدالکریم ولد میاں خیر الدین

۶۰۶ - مشتاق احمد — شیخوپورہ

۶۰۷ - مقبول احمد ولد رحیم بخش

۶۰۸ - عبداللطیف ولد نیک محمد خاں

۶۰۹ - مزمل احمد ولد ڈاکٹر فضل غفور جالندھر

۶۱۰ - عبدالعزیز ولد چوہدری احمد دین چک ۹۹

۶۱۱ - محمود احمد ولد عبدالستار — دوالمیال

۶۱۲ - منور احمد ولد عبداللطیف — سمہ سٹہ

۶۱۳ - نثار احمد ولد محمد سعید — چنیوٹ

۶۱۴ - رب نواز — ہائی سکول

۶۱۵ - نواب دین ولد عبداللہ — چنیوٹ

۶۱۶ - چوہدری برکت علی صاحب وکیل المال

۶۱۷ - محمود احمد صاحب بی۔ اے قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور

۶۱۸ - شیخ محمد اسلم صاحب برادر شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور

۶۱۹ - مولوی خورشید احمد صاحب شاد واقفِ زندگی